تربیتِ اولاد کا اسلامی نظام

تلخیص از ترجمہ

تَرْبِيَةُ الأَوْلادِ فِي الإِسْلامِ

مؤلفہ

السید عَبْدُ اللّٰہ ناصِحْ عَلْوانؒ

عِلْم وعِرفان پبلشرز

تربیتِ اولاد کا اسلامی نظام

تربیۃ الأولاد في الإسلام

مؤلفہ

السید عبد اللہ ناصح علوانؒ

تلخیص فرمودہ:

حضرت مولانا محمد قمر الزمان صاحب دامت برکاتہم

علم و عرفان پبلشرز

9۔ لوئر مال، لاہور۔ فون: 7352332

نام کتاب .... تربیتِ اولاد کا اسلامی نظام
ناشر .... علم و عرفان پبلشرز' لاہور
مسعود مفتی
اہتمام .... راجہ نعمان
سن اشاعت 1998ء
قیمت .... 150/= روپے

ملنے کا پتہ
علم و عرفان پبلشرز
9- لوئر مال' عقب میاں مارکیٹ' اردو بازار لاہور فون 7352332

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ

وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

بَلَغَ الْعُلٰى بِكَمَالِهٖ

كَشَفَ الدُّجٰى بِجَمَالِهٖ

حَسُنَتْ جَمِيْعُ خِصَالِهٖ

صَلُّوْا عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

تربیتِ اولاد کا اسلامی نظام

مضامین	صفحہ نمبر

چوتھی بحث

فصل رابع

قسم ثانی

فصل اول

فصل رابع

مضامین	صفحہ نمبر

مضامین	صفحہ نمبر

تَرْبِيَةُ الْاَوْلَادِ فِی الْاِسْلَامِ
کے مصنفؒ کی مختصر سوانح حیات

آپ کا پورا نام عبداللہ ناصح علوان ہے۔ والد محترم کا اسم گرامی الحاج سعید علوان ہے۔ ولادت باسعادت شہر حلب میں ۱۹۲۸ء میں ہوئی۔ علوم شرعیہ اور علوم کونیہ حلب کے "الثانویۃ الشرعیۃ" میں رہ کر حاصل کیا اور وہاں سے ۱۹۴۹ء میں اسکی سند حاصل کی۔ اس کے بعد مصر کے "ازہر شریف" میں رہ کر علوم عالیہ کی تکمیل فرمائی اور "کلیۃ اصول الدین" کی ڈگری سے ۱۹۵۲ء میں مشرف ہوئے اور "الماجستر" کے مساوی سند "تخصص التدریس" ۱۹۵۴ء میں حاصل کی۔ مگر مصر میں "دکتورۃ" کی سند حاصل نہ کرسکے، کیونکہ عبدالناصر کے زمانہ میں ان حضرات کا وہاں سے اخراج ہوگیا تھا۔

اس کے بعد حلب کے مدارس ثانویہ میں تدریس کے کام کیلئے مقرر ہوئے اور اخیر تک یہ خدمت انجام دیتے رہے۔

تصانیف: تربیۃ الاولاد فی الاسلام کے علاوہ آپ کی اور بھی تصانیف ہیں مثلاً التکافل الاجتماعی فی الاسلام۔ تعدد الزوجات فی الاسلام۔ صلاح الدین ایوبی۔ حتی یعلم الشباب۔

وفات: آپ کی وفات ۱۴۰۸ھ میں ہوئی۔

رحمہ اللہ تعالیٰ ونور اللہ مرقدہ۔

عرضِ ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت محترم مولانا محمد قمر الزمان صاحب زید مجدہم مجاز خاص حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ المتوفی سنہ ۱۳۸۷ھ اور خلیفۂ ارشد حضرت عارف باللہ مولانا شاہ محمد احمد صاحبؒ المتوفی سنہ ۱۴۱۲ھ ہماری درخواست پر چار عہ سال سے ماہ رمضان المبارک میں بسلسلۂ اعتکاف ونظام خانقاہ دار العلوم کی وسیع مسجد میں قیام فرماتے ہیں اور اپنے مواعظ ومجالس سے عوام وخواص کو مستفید فرماتے ہیں۔ بلکہ مزید بعد رمضان المبارک ہفتہ عشرہ دار العلوم کے مدرسین مولانا محمد صاحب کاوی اور مولانا عبد اللہ صاحب پارکھیتی کی معیت میں اطراف کے مقامات کا دورہ فرماتے ہیں اور اصلاحی وعظ فرماتے ہیں جس سے عام طور پر لوگ متاثر ہوتے ہیں اور بیعت ہو کر سلسلۂ مشائخ میں داخل ہوتے ہیں۔ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس سلسلہ کو قائم ودائم رکھے

عہ یعنی از سنہ ۱۴۱۲ھ تا سنہ ۱۴۱۵ھ ماہ رمضان المبارک میں تو مستقل قیام رہا ہی ہے، درمیان سال میں بھی گجرات کے مختلف مقامات کا سفر ہوتا رہتا ہے اللہ تعالےٰ آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رکھے۔ آمین! منہ

اور قبول فرمائے۔ آمین!

ماشاء اللہ حضرت مولانا المذکور کی متعدد مفید تصانیف ہیں، مثلاً "تذکرہ مصلح الامت" "فیضان محبت"۔ "اقوال سلف" چہار حصہ (حصۂ پنجم کی کتابت ہو رہی ہے اللہ تعالیٰ اس کی تکمیل میں سہولت عطا فرمائے۔ آمین!) "اقوال سلف" کا ترجمہ گجراتی زبان میں قسطوار ماہنامہ رسالہ "دار العلوم" میں شائع ہو رہا ہے جس کو ناظرین کرام پسند فرما رہے ہیں۔ اللّٰھمّ زِد فزِد

اب مولانا زید مجدہٗ نے ایک نہایت ہی اہم دینی خدمت انجام دی ہے وہ یہ کہ "تربیۃ الاولاد فی الاسلام" مصنفۂ العلامہ عبد اللہ ناصح علوان شامی جو عربی زبان میں دو ضخیم جلدوں میں لکھی گئی ہے، جس کا ترجمہ مولانا حبیب اللہ مختار صاحب (کراچی) نے کیا ہے، جس کی تلخیص مولانا مدظلہٗ نے فرمائی ہے جس سے عوام و خواص سب کو استفادہ آسان ہو گیا ہے اس لئے ہم نے شعبۂ نشر و اشاعت دار العلوم کنتھاریہ، بھروچ سے اسکی طباعت کی سعادت حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین!

یقیناً یہ کتاب نہایت مفید و بصیرت افروز ہے اور مرشدین و مربّین کے لئے اصلاح و تربیت کے میدان میں شمع راہنما ہے۔ لہٰذا یہ کتاب اس لائق ہے کہ ہر گھر میں موجود رہے اور پڑھی پڑھائی جائے اور اس کے مطابق اپنی زندگی و معاشرت کو سدھارا جائے، اور اپنے بچوں کی اس کے مطابق تربیت کی جائے اس لئے دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا کو اس خدمت کی اپنی شان کے مطابق جزا دے۔ آمین!

فجزاھم اللہ عنا وعن سائر المسلمین احسن الجزاء وخیر الجزاء۔ والسلام

اسمٰعیل احمد منوبری۔ خادم دار العلوم کنتھاریہ، بھروچ

۱۴ شوال ۱۴۱۵ھ

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی عِتْرَتِہِ الْمُتَخَلِّقِیْنَ بِاَخْلَاقِہٖ وَعَلٰی اَصْحَابِہٖ الْمُتَاَدِّبِیْنَ بِاٰدَابِہٖ وَعَلٰی مَنْ تَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔

اما بعد: عرض ہے کہ اس زمانہ میں تعلیم کی طرف تو کچھ توجہ ہے بھی مگر تربیت کی طرف سے عام غفلت و بے اعتنائی معلوم ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے ہمارے بچوں میں بھی دین و مذہب سے بیزاری اور صحیح علم و عمل سے دوری غیروں کے مقابلہ میں کچھ کم نظر نہیں آتی۔ بلکہ کچھ زیادہ ہی معلوم ہوتی ہے۔

فَیَا وَیْلَاہُ وَیَا حَسْرَتَاہُ

اس لئے ضرورت ہے کہ شریعت اسلامیہ کے تعلیم فرمودہ اصول کے مطابق اپنے بچوں کی اصلاح و تربیت کی جائے، تاکہ بچے امت کے لئے خیر و صلاح کے سبب بنیں۔ خصوصاً علماء و مشائخ جو ورثۃ الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہونے کا شرف رکھتے ہیں، ان کو اس کی طرف خاص توجہ مبذول کرنا چاہئے۔ جیسا کہ اس سے پہلے ہر زمانہ میں امت کو علمائے ربانیین نے اس کی طرف اپنی تقریر و تحریر سے متوجہ فرمایا ہے اور ان کی اصلاح و تربیت کی سعی کی ہے۔ مگر افسوس کہ اب عوام کو تو کیا خواص کو بھی اس کی طرف خاص توجہ نہیں ہے (اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہ)۔ جس کی بناء پر اسلام کا تربیتی نظام "

زوال پذیر اور انحطاط کا شکار ہوتا جارہا ہے۔ حتی کہ اکثر عوام کا تو یہ حال ہے کہ نصیحت خواہ عقلاً و شرعاً کتنی ہی مفید ہو ناگوار ہوتی ہے۔ اور ہر شخص من مانی زندگی گزارنے کا دلدادہ ہوتا جارہا ہے۔ تو ایسی صورت میں امت کی کیسے اصلاح ہو؟۔

تاہم اس زمانہ میں بھی اہل حق علماء کو (چاہے وہ قلیل ہی کیوں نہ ہوں) ان کو امت کا حال زار دیکھ کر کڑھن ہوتی ہے اور ان کی اصلاح کی فکر دامنگیر رہتی ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے طور پر ان کی اصلاح کے لئے وعظ و نصیحت فرماتے رہتے ہیں اور مفید سے مفید تر کتابیں لکھتے رہتے ہیں۔ چنانچہ انہی مفید کتابوں میں سے ایک کتاب "تربیۃ الاولاد فی الاسلام" دو ضخیم جلدوں میں ہے۔ جسے حضرت العلامہ عبداللہ ناصح علوان رح نے تصنیف فرمائی ہے۔

چنانچہ اس کو علمائے وقت نے تلقی بالقبول فرمایا ہے اور اس کے متعلق بلند کلمات سے تحسین فرمایا ہے۔ اور درحقیقت یہ کتاب اس لائق ہے کہ جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ چنانچہ اس کتاب لاجواب کا نہایت جامع مقدمہ عالم کبیر شیخ وہبی سلیمان الغاوجی الالبانی نے تحریر فرمایا ہے جسے ہم اردو کا جامہ پہنا کر اگلے صفحات میں درج کر رہے ہیں۔ بطور نمونہ اس کی چند سطور یہاں پیش خدمت ہے:۔

"میرے علم کے مطابق کسی شخص نے اب تک اسلامی نقطۂ نظر سے بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں اتنا مبسوط طریقے سے ایسا قیمتی اور پُر از حقائق مجموعہ تیار نہیں کیا جیسا کہ استاذ عبداللہ ناصح علوان نے تحریر کیا ہے"۔

"میرے علم میں کوئی ایسا صاحب قلم نہیں، جس نے

اس موضوع سے متعلق آیات قرآنیہ واحادیث مبارکہ اور سلف صالحین
کے آثار واقوال کا وہ ذخیرہ جو اس سلسلہ کے احکام وآداب اور وصایا
پر مشتمل ہو، اس تفصیل سے یکجا کیا ہو جس تفصیل سے استاذ عبداللہ
علوان نے کیا ہے۔

میرے علم میں کوئی ایسا مصنف نہیں جس نے تربیت اولاد
کے موضوع پر استاذ عبداللہ علوان سے زیادہ درد اور جذبہ وجوش
سے قلم اٹھایا ہو" انتہیٰ

الحمد للہ علیٰ احسانہ کہ ایسی نافع وجامع کتاب کو نور چشم مولوی سعید احمد قمر الزمان
قاسمی ندوی نے ریاض سے بھیجا۔ جس کے مضامین نافعہ کے مطالعہ سے ناچیز
اس قدر محظوظ ومتأثر ہوا کہ دل میں یہ جذبہ پیدا ہوا کہ اس کی تلخیص وترجمہ کر کے
اس کے نفع کو عام کروں، بعض اہل علم (مثلاً مکرم مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی ومحترم مولانا رشید احمد صاحب
اعظمی) نے اسکی تائید کی بلکہ ترغیب دی چنانچہ اس کام کو اللہ کا نام لیکر شروع کر دیا۔
مگر ابھی کچھ ہی کام ہوا تھا کہ معلوم ہوا کہ اس کتاب کا بالاستیعاب ترجمہ
مولانا حبیب اللہ مختار صاحب کراچوی زید مجدہم نے فرمادیا ہے، اور کتاب
حلیۂ طبع سے آراستہ ہو کر دستیاب ہو رہی ہے۔ اس لئے دل میں یہ داعیہ
وجذبہ پیدا ہوا کہ اس کو پاکستان سے منگاؤں۔ اتفاق سے برادر مکرم الحاج
دبیر احمد صاحب چاٹگامی ثم کراچوی مدظلہ حضرت اقدس مرشدی مولانا محمد احمد صاحب
نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں قیام پذیر تھے، میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ جب
پاکستان پہنچیں تو فوراً یہ کتاب ارسال فرمادیں۔ چنانچہ انھوں نے وہ ترجمہ جو
"اسلام اور تربیت اولاد" کے نام سے موسوم ہے جلد ہی بھیج دیا۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

پس جب میں نے اس کا مطالعہ کیا تو ترجمہ نہایت جامع، سلیس اور صاف معلوم ہوا۔ اس لئے ارادہ کر لیا کہ اب اسی سے تلخیص کروں گا، مزید محنت کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ اسی سے تلخیص کیا۔ فجزاہم اللہ خیر الجزاء۔

بعض بعض جگہوں پر ربط قائم رکھنے یا مطلب کو واضح کرنے کے لئے عبارات میں حذف و اضافہ اور کسی قدر ترمیم کی ضرورت محسوس ہوئی، تو کر دیا۔ یوں مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ یہ تصرف مصنف اور مترجم ہر ایک کی مرضی کے مطابق ہوگا۔ بعض مقام کا ترجمہ میرے کہنے سے نور چشم مولوی سعید اسعد ندوی نے کر دیا جو مجھے پسند ہوا، اس لئے اس کو بعینہٖ شامل کتاب کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو بھی شامل اصل کے قبول فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

نیز ہم نے بعض نوافل کا اضافہ کیا ہے مثلاً نماز کسوف، خسوف اور استسقاء وغیرہ نیز بعض مسائل میں مصنفؒ نے مذاہب ائمہ کو نقل کیا ہے۔ ناظرین کرام کو اس کے سمجھنے میں دقت ہو سکتی تھی اس لئے ان مقامات پر صرف مذہب حنفی لکھ دیا ہے۔ مثلاً ڈاڑھی، انگوٹھی، عقیقہ، شطرنج وغیرہ۔

اب اخیر میں عرض ہے کہ اس کتاب کے مسودات کی تبییض میں ابتداءً عزیزم مولانا شبیر احمد بستوی سابق مدرس مدرسہ بیت المعارف الٰہ آباد نے بہت نصرت کی، اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین! بعدہ عزیزم مولانا مقصود احمد صاحب گورکھپوری استاذ حدیث مدرسہ بیت المعارف الٰہ آباد نے اس کی عبارات کی تصحیح و ترتیب میں بے حد محنت و مشقت کی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس سعی کو مقبول و مشکور فرمائے۔ آمین! مزید مولانا مفتی اسمٰعیل صاحب مفتی دارالعلوم کنتھاریہ بھروچ اور عزیزم مولانا مفتی زین الاسلام صاحب مدرس

مدرسہ بیت المعارف، الٰہ آباد، اور مولانا برہان الدین صاحب استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور مولانا مجیب الغفار صاحب استاذ مدرسہ مظہر العلوم بنارس نے نظر ثانی کی اور مفید مشوروں سے رہنمائی کی۔ جزاہم اللہ تعالےٰ۔

حضرت مکرم مولانا اسمٰعیل احمد صاحب منوبری مہتمم دار العلوم کنتھاریہ کا تو احسان عظیم ہے کہ اس کی طباعت کی ذمہ داری قبول فرمائی اور اس اہم خدمت کو انجام دیا۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

اب اخیر میں دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہماری اس حقیر خدمت کو قبول فرمائے اور جملہ مسلمانان مرد ہوں خواہ عورتیں سب کے لئے مفید و کارآمد بنائے اور تمام علماء و مصلحین کے لئے اس کتاب کو شمع رہنما بنا دے۔ آمین یارب العالمین!

اللّٰھم وفقنا لما تحب وترضی من القول والعمل والفعل والھدیٰ انک علی کل شیءٍ قدیر۔

محمد قمر الزمان عفی عنہ

۱۷ر محرم ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۶ر جون ۱۹۹۵ء

تعارف

از حضرت مکرم مولانا محمد رابع صاحب ندوی
مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

باسمہ تعالیٰ

انسانی زندگی کو سنوارنے اور اس کو معقول و مناسب دائرے میں محدود کرنے کے لئے تربیت و تعلیم بنیادی بلکہ اولین اہمیت کی مالک ہے۔ زندہ قومیں تعلیم و تربیت کے نظام کو اپنانے اور اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش میں رہی ہیں۔ تربیت و تعلیم کا عمل اسی وقت سے شروع ہو جاتا ہے جب بچہ سوچ و سمجھ کے مرحلہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ پہلے ماں باپ جن سے بچہ کو اولین اور ہمہ وقتی واسطہ پڑتا ہے تربیت کا فریضہ انجام دیتے ہیں، جو کہتے ہیں، دیکھو جھوٹ نہ بولنا، جھوٹ بولنا برا کام ہے۔ بڑے کا احترام کیا کرو، کسی کو مارو نہیں، زیادتی نہ کرو، کپڑے گندے نہ کرو، صاف ستھرے رہو، کھانا اس طرح کھاؤ، کپڑے صاف ستھرے رکھو، گندگی میں نہ کھیلو، اور اسی طرح کی انفرادی اور معاشرتی باتیں بتلاتے ہیں۔ اور ماں باپ اگر دین رکھتے ہیں تو دین کی بنیادی باتیں بھی بتلاتے ہیں کہ ہم سب کو اللہ عزوجل نے پیدا کیا، وہی کھانا دیتا ہے، وہ سب سے بڑا ہے، وہ ایک ہے، وہ اوپر ہے، وہ بڑی قدرت رکھتا ہے وہی صحت دیتا ہے، وہی مصیبت سے بچاتا ہے۔ اس طریقے سے بچے کے دماغ

میں ابتدا ہی سے اپنے مالک کا خیال اور اپنے بندہ ہونے کا چھوٹا موٹا احساس پیدا ہو جاتا ہے جو بعد میں اگر حالات اس کے مطابق ہوئے ترقی کرکے پختہ عقیدہ بن جاتا ہے اور دیندار بننے میں معاون ہوتا ہے۔ اور اگر ماں باپ دین پسند نہیں تو دین اور عقیدے کی کوئی بات نہیں بتاتے، صرف عام معاشرتی باتیں بتاتے ہیں یہ وہ باتیں ہیں جو بچہ اپنی زندگی کے آغاز میں سنتا ہے اور وہ اس کے دل میں گھر کر لیتی ہیں، پھر زندگی بھر اس بچہ کے ساتھ رہتی ہیں، جو بڑا ہوتا جاتا ہے حتیٰ کہ بوڑھا ہو جاتا ہے، اس کے بچے ہوتے ہیں، وہ ان کے ساتھ یہی عمل کرتا ہے گھر سے نکلنے کے قابل ہونے پر بچہ کو مدرسہ یا اسکول بھیجا جاتا ہے یا گھر کے اندر کوئی ٹیوٹر آتا ہے، یا کوئی بڑا یہ خدمت سنبھالتا ہے اور کتاب کے ذریعہ تربیت کا عمل جاری ہوتا ہے، اس عمل کو تعلیم سے موسوم کرتے ہیں، اس مرحلہ میں ذہن کی تربیت اور اخلاق کی تعلیم ہوتی ہے اور اسی طرح زندگی کو زیادہ بہتر اور ترقی یافتہ بنانے کا دائرہ وسیع ہو جاتا ہے۔ تعلیم یا تربیت کا کتابی طریقہ اس وقت تک جاری رہتا ہے کہ بچہ خود اپنی صلاحیت سے زندگی کی ذمہ داریوں کو نبھانے کے قابل ہو جائے۔ اس کے بعد وہ اپنے ذاتی مطالعہ سے علم و اخلاق میں ترقی پیدا کرتا ہے، یہی طریقے ہوتے ہیں جن سے قوموں کے مزاج اور کردار بنتے ہیں اور وہ کامیاب یا ناکام ہوتی ہیں۔

اسلام میں پڑھنے پڑھانے کا سبق پہلا سبق ہے جو مسلمانوں کو دیا گیا ہے جو سورۂ اقرأ کی شروع آیتوں سے ثابت ہے اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن میں جگہ جگہ پر کہا گیا ہے کہ وہ تعلیم دیتے ہیں، تزکیہ کرتے ہیں، یعنی اچھی تربیت دیتے ہیں۔ اس طرح تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دینا مسلمانوں

کا سب سے بڑا فرض بن گیا ہے۔ اور اس فرض کی ادائیگی کا آغاز اصلاً بچوں کی تعلیم و تربیت سے ہوتا ہے۔ درحقیقت تربیتی کام کا یہ مرحلہ جو بچوں سے متعلق ہے وہ بہت اولین و بنیادی ہے، اس کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ مسلمانوں کو عقلی اور عملی لحاظ سے سنوارنے اور بنانے کا عمل زیادہ بہتر طریقے سے انجام پا سکے۔ اور اس سلسلہ میں سب سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ اس عمل کو قرآن و حدیث کی روشنی میں اور اسلامی تعلیمات کے مطابق انجام دیا جائے، کیونکہ قرآن و حدیث کی رہنمائی انتہائی کارآمد اور سب سے بہتر رہنمائی ہے۔ وہ انسان کے خالق کی دی ہوئی رہنمائی ہے جو اپنے پیدا کئے اور بنائے ہوئے انسان کی فطرت و صلاحیت اور استفادہ کے امکانات کو سب سے زیادہ جانتا ہے۔ وہ فرماتا ہے۔ "اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ" کیا وہ اس کو نہ جانے گا جس کو اس نے پیدا کیا بنایا، اور باریک سے باریک چیز کو جاننے اور بنانے والا ہے اور ہر بات سے واقف ہے۔

تعلیم و تربیت کے کام میں بچوں کی تربیت غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے شاید اسی لئے شیخ عبداللہ العلوان نے صرف نوخیز نسل کی تربیت کے موضوع پر ایک صحیح اور دقیق کتاب تیار کردی ہے۔ شیخ عبداللہ ایک بڑے عالم اور محقق ہیں، مذہبی اور علمی دائرے میں انھوں نے متعدد مفید ترین کتابیں تصنیف کی ہیں، جنکی افادیت کو متعدد علماء نے سراہا ہے۔ شیخ علوان کی اس تصنیف کو سراہتے ہوئے ایک بڑے عالم دین شیخ وہبی سلیمان نے اس کا ایک اچھا مقدمہ لکھا ہے، جس میں اس کتاب کی خوبی کا تذکرہ ہے۔ کتاب کی اہمیت کو

دیکھتے ہوئے جناب مولانا حبیب اللہ مختار صاحب نے اس کو اردو کا جامہ پہنایا
مگر چونکہ بعض وقت کتاب کی ضخامت صحیح طور پر استفادہ میں مانع بنتی ہے اسلئے
مولانا محمد قمر الزمان صاحب نے تلخیص کا کام انجام دیا، لہذا اس طرح
یہ کتاب بہت مفید بن گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب ان تمام
لوگوں کو پڑھنا اور اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے جن کو اپنی اولاد کو بہتر بنانے کی
ضرورت کا احساس ہے۔ اور یہ احساس سب اصحاب اولاد کو ہونا چاہیئے
میں مولانا موصوف کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انھوں نے بہت مفید کام انجام دیا
اور دعا کرتا ہوں کہ ان کی محنت زیادہ سے زیادہ سود مند ہو، اور بہت زیادہ لوگوں
کو اس سے فائدہ پہنچے۔ مولانا موصوف خود ایک اچھے مصنف اور بزرگ
عالم دین ہیں۔ تربیتی موضوع پر خود ان کی کئی تصانیف ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکی
اس کوشش کو مقبولیت سے نوازے۔ (آمین!)

محمد رابع ندوی

۱۵ رجب ۱۴۱۵ھ

تربیتِ اولاد کا اسلامی نظام

پر

ایک نظر

از: حضرت مولانا محمد برہان الدین سنبھلی، شیخ التفسیر جامعہ دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

سب جانتے ہیں کہ اسلام، انسانی زندگی کے تمام مراحل اور گوشوں کیلئے ایک جامع نظام حیات پیش کرتا ہے۔ ان مراحل میں سب سے اہم اور نازک مرحلہ پیدائش سے لیکر شعور کی عمر تک اور پھر پختگی تک کا ہے۔ ظاہر ہے کہ پیدائش سے شعور تک کی عمر کے اندر بننے یا بگڑنے کا زیادہ تر، بلکہ تمام تر مدار بچہ کی تربیت کے حسن و قبح پر موقوف ہے۔ اسی لئے قرآن و سنت کے اندر ماں باپ کو، جو دراصل مربی ہوتے ہیں، اس مرحلہ کیلئے نہایت واضح ہدایات و احکام دیئے گئے ہیں، اور دیگر فرائض و ذمہ داریوں کے ساتھ، بلکہ ان میں سے بہت سی ذمہ داریوں سے بڑھ کر اس اہم ذمہ داری سے پوری توجہ و اہتمام کے ساتھ عہدہ برآ ہونے پر زور دیا گیا ہے۔ اور اسی ذمہ داری سے اچھی طرح عہدہ برآ ہونے کو اولاد کیلئے سب سے قیمتی تحفہ قرار دیا گیا ہے۔ (مانحل والد ولدا افضل من ادب حسن۔" حدیث نبوی۔)

اس موضوع کی اہمیت مذہبی بنیاد پر ہی نہیں، عقلی و اخلاقی نیز سماجی طور پر بھی سب تسلیم کرتے ہیں۔ اسی بناء پر مختلف حیثیتوں کی ہر زبان میں بیشمار کتابیں اس موضوع پر لکھی گئیں اور برابر لکھی جارہی ہیں۔ چنانچہ عربی زبان جو بلا مبالغہ "أمّ الالسنۃ" ہے میں بھی بکثرت کتابیں لکھی گئیں قریبی زمانہ میں اسی موضوع پر ایک بڑی اہم اور جامع کتاب "تربیۃ الاولاد فی الاسلام" علامہ عبداللہ ناصح علوان مرحوم (متوفی ۱۴۰۸ھ) نے مرتب فرمائی۔ کتاب کی جامعیت اور احادیث کی بناء پر اسے مولانا حبیب اللہ مختار صاحب (کراچی) نے اردو کا جامہ پہنایا۔ پھر شیخ وقت۔

حضرت مولانا محمد قمر الزمان صاحب الٰہ آبادی زید مجدہم نے اسکی تلخیص فرمائی اور "تربیتِ اولاد کا اسلامی نظام" نام سے شائع فرمانے کا ارادہ کیا تو راقم عاجز سے اپنے حسن ظن کی بنا پر فرمائش کی کہ یہ اسے دیکھ کر اس پر کچھ لکھ دے۔ تعمیل حکم میں قلت وقت بلکہ فقدان فرصت کے باوجود دیکھنا شروع کیا تو کتاب نے ایسا اپنا گرویدہ بنا لیا کہ ختم کرنے سے پہلے چین نہیں آیا۔ واقعہ یہ ہے کہ زیر بحث موضوع پر مصنفؒ نے جتنا مواد جمع کر دیا ہے اتنا کم از کم راقم کا یہ احساس ہے کہ یکجا کسی اور کتاب میں جو قریبی زمانہ میں لکھی گئی ہو، نہیں ملتا۔ مصنف نے تربیت کے عنوان سے پورا اسلام ہی پیش کر دیا ہے۔ اور مہد سے لحد تک کے سارے احکام اسلامی کتاب میں اس طرح سمو دیئے ہیں جیسے کوئی نہایت ماہر و باذوق گلچیں پورے چمن کے حسین گل بوٹے سجا کر گلدستہ تیار کر دے۔ اس سلسلہ کی نہ صرف تمام آیات قرآنی اور احادیث نبویہ کا خاصی حد تک احاطہ کر لیا گیا ہے، بلکہ دیگر جدید و قدیم ماخذ و کتب سے بھی بہت کچھ مواد اکٹھا کر کے پیش کر دیا گیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب اس موضوع پر گویا "دائرۃ المعارف" (انسائیکلوپیڈیا) بن گئی ہے۔

اس میں عبرت و موعظت کیلئے دشمنان اسلام (یہود و نصاریٰ جن میں سب سے نمایاں ہیں) کی سازشوں یعنی مسلمان نونہالوں کے اخلاق و عقائد بگاڑنے اور انھیں اسلام و شریعت سے برگشتہ کرنے کی نت نئی ترکیبوں کا ذکر بھی مستند حوالوں کی روشنی میں کیا ہے، جس سے بچّوں کی اسلامی اصول پر تربیت کرنے کی اہمیت اور زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے۔ مزید خوش قسمتی یہ ہے کہ مصنف "فقیہ محض" نہیں ہیں بلکہ تصوف و احسان کے لذت شناس بھی معلوم ہوتے ہیں چنانچہ جابجا اس دکان سے بھی دوائے درد دل فراہم کر کے موصوف نے کتاب کو مزید مفید و حیات بخش بنا دیا ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء وجعل الجنۃ مثواہ۔

مصنفؒ نے تہذیب جدید (جسے تخریب شدید کہنا شاید زیادہ موزوں ہوگا) کے بعض عبرتناک نمونے پیش کر کے اس تہذیب کے دلدادگان کی آنکھیں کھولنے کا سامان بھی

کر دیا ہے۔ فھل من مدکر۔

کتاب کی صحیح قدر و قیمت کا پورا اندازہ تو مطالعہ ہی سے ہو سکے گا۔ مذکورہ سطریں خدا کرے اس کے شوق مطالعہ کیلئے مہمیز کا کام کریں۔ بنا بریں حضرت مولانا محمد قمر الزمان صاحب الہ آبادی مدظلہ العالی کے حسن انتخاب پر انھیں داد نہ دینا ناقدری بلکہ ایک طرح کی ناانصافی ہوگی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف کے ساتھ مترجم اور ملخص کو بھی جزائے خیر عطا کرے اور کتاب کو قبول و مقبول فرمائے۔ آمین!

بتانے کی ضرورت نہیں کہ کوئی بھی انسانی کوشش نبی معصوم کی کوششوں کے سوا، فروگذاشتوں اور قابل نقد باتوں سے خالی نہیں ہوتی۔ اس کلیہ سے یہ کتاب (اور اس کا ترجمہ و تلخیص) بھی خالی نہیں۔ مگر ایسی چیزوں سے نہ کسی کتاب کی قدر و قیمت کم ہوتی ہے، نہ اس کے مصنف یا دیگر وابستہ لوگوں کی۔ بہر حال یہ کتاب ہر شخص بالخصوص دینی فکر رکھنے والے اور اولاد کی تربیت کیلئے فکر مند رہنے والے ہر فرد کے مطالعہ کرنے، بلکہ حرز جاں بنانے کے لائق ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔

محمد برہان الدین سنبھلی
دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ
۲۳ ربیع الآخر ۱۴۱۶ھ م ۱۸ ستمبر ۱۹۹۵ء

مقدمہ

عالم کبیر فضیلۃ الشیخ وہبی سلیمان غاوجی آلبانی

۱۔ جناب شیخ عبداللہ علوان سے میرا تعارف ان کے پہلے رسالہ "الی ورثۃ الانبیاء" کے ذریعہ ہوا۔ اور پھر مزید شناسائی ان کی دیگر کتب و رسائل وغیرہ سے ہوئی جن میں درج ذیل کتابیں و رسائل شامل ہیں "التکافل الاجتماعی فی الاسلام" اور "حتی یعلم الشباب" اور "صلاح الدین الایوبی" وغیرہ جیساکہ ان کو میں ایک عرصہ سے تربیت و تعلیم کے میدان میں ایک ساتھ کام کرنے کی وجہ سے پہچانتا تھا۔ میں نے ان کو مذکورہ بالا واسطوں سے بھی پہچانا اور ان کے تذکرے بھی سنے۔ اور اگر مجھ سے یہ سوال کیا جائے کہ شیخ عبداللہ علوان کا مختصر الفاظ میں تعارف کرائیں۔ تو میں یہ کہوں گا کہ:۔

"وہ سچے مومن اور عالم ہیں۔ وہ زندگی کے لمحات اس طرح گزارتے ہیں کہ ان کی آنکھوں کے سامنے اور ان کے پہلو میں، دل و دماغ اور رگ و ریشے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مبارک سرایت کرگیا ہے کہ "جس شخص نے اس حالت میں صبح کی کہ اس نے مسلمانوں کی حالت کی فکر و خیال نہ کیا تو وہ ان میں سے نہیں ہے۔"

اسی لئے کبھی تو آپ ان کو علماء کرام سے یہ خطاب کرتے دیکھیں گے کہ وہ اپنے فرض منصبی دعوت و ارشاد کے فریضہ کو خوش اسلوبی سے ادا کریں۔ اور اسلام کی دعوت کو حکمت کے ساتھ لوگوں میں پیش کریں۔ چنانچہ وہ علماء سے اپنی کتاب "الی ورثۃ الانبیاء" کے ذریعہ مخاطب ہوتے ہیں۔ اور کبھی عوام سے مخاطب

ہوتے ہیں اور انھیں ٹیلیویژن وغیرہ کے فتنہ سے آگاہ کرتے ہیں۔ اور اس کے گندے اور خطرناک اثرات سے اپنے رسالہ " حکم الاسلام فی التلفزیون" کے ذریعہ سے متنبہ کرتے ہیں۔ اور اسی مضمون کو مزید تفصیل سے اپنی کتاب " حکم الاسلام فی وسائل الاعلام" میں بیان کرتے ہیں۔ اور کبھی اپنا رُخ طلبا کی طرف پھیر دیتے ہیں اور ان کی رہنمائی اور تشفی کے لئے کتاب " شبہات و ردود" لکھتے ہیں۔ اور کبھی نوجوان نسل سے اپنی کتاب " حتیٰ یعلم الشباب " کے ذریعہ مخاطب ہوتے ہیں۔

اور کبھی معاشرہ کی اصلاح و دیکھ بھال کے ذمہ دار حضرات سے اپنی کتاب " التکافل الاجتماعی فی الاسلام " کے ذریعہ خطاب فرماتے ہیں۔ اور کبھی تاریخ کے زریں ابواب ہمارے سامنے پیش کر کے سلف صالحین اور گزرے ہوئے مجاہدین کے کارنامے ذکر کر کے ہماری سابقہ تاریخ دُہرا کر اس کی عظمت وشان وشوکت یاد دلاتے ہیں۔ اور اس کے لئے کتاب " صلاح الدین الایوبی " تحریر کرتے ہیں۔

اور کبھی علم و فقہ کے راستہ سے مسلمانوں سے ہمکلام ہوتے ہیں اور انکی رہنمائی کے لئے " احکام الصیام " اور احکام الزکوٰۃ " وغیرہ لکھتے ہیں۔ اور کبھی یہ واضح کرتے ہیں کہ وہ کون سا طریقہ ہے جس کے ذریعہ سے معاشرہ کو راسمالیہ (سرمایہ دارانہ نظام) کے نقصانات و ضرر سے بچایا جا سکے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں کتاب " احکام التامین " لکھتے ہیں اور اس کے نقصانات و ضرر کو بیان کرتے ہیں۔ اور اس کے مقابلہ پر اس کے نعم البدل اسلام کے امداد باہمی کے نظام کو بیان کرتے ہیں۔

اور اب ہم دیکھ رہے ہیں کہ ان کے قلم سے ان سب حضرات کے لئے،

قیمتی کتاب "تربیۃ الاولاد فی الاسلام" وجود میں آرہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور مزید توفیق دے اور ان کے علم وعمل اور عمر میں برکت دے۔

۲۔ صاحب کتاب نے اپنی یہ کتاب چار اجزاء میں تقسیم کی ہے اور اس موضوع پر انھوں نے درمیانی سائز کے ۱۲۷۶ صفحات تحریر کئے ہیں جو علم ودانائی اور معرفت کی باتوں کے علاوہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ موصوف کو مستقبل کے معاشرہ کی تربیت کی بہت زیادہ فکر ہے اور اس کی طرف انھوں نے پوری توجہ مبذول کر رکھی ہے۔

میرے علم کے مطابق کسی شخص نے اب تک اسلامی نقطۂ نظر سے بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں اتنے مبسوط طریقے سے ایسا قیمتی اور پُراز حقائق مجموعہ تحریر نہیں کیا جیسا کہ استاذ عبداللہ علوان نے تحریر کیا ہے۔

میرے علم میں کوئی ایسا صاحب قلم نہیں ہے جس نے اس موضوع سے متعلق آیات قرآنیہ واحادیث مبارکہ اور سلف صالحین کے آثار واقوال کا وہ ذخیرہ جو اس سلسلہ کے احکام وآداب اور وصایا پر مشتمل ہو، اس تفصیل سے یکجا کیا ہو جس تفصیل سے استاذ عبداللہ علوان نے یکجا کیا ہے۔

میرے علم میں سوائے شیخ عبداللہ علوان کے کوئی ایسا مؤلف نہیں جس نے تربیت واصلاح سے متعلق اتنی اہم مباحث میں صرف مسلمانوں کی بنیادی تحریرات پر اکتفا کیا ہو اور ان کے علاوہ دوسرے اہل قلم کے اقوال کو سوائے ضرورت شدیدہ اور اضطرار کے یا ایسے مواقع پر جہاں کسی خاص وجہ سے ان کے اقوال کا بیان کرنا ضروری ہو اور کسی جگہ ذکر نہیں کیا۔ اور اس کی وجہ صاف ظاہر ہے۔ اور وہ یہ کہ موصوف نے یہ کتاب مسلمانوں کے لئے مسلمانوں کی رہنمائی کے

سلسلہ میں لکھی ہے۔ چنانچہ وہ آسان اور مختصر راستہ اختیار کرتے ہیں اور اس لئے بھی کہ وہ اسلامی ثقافت جس کا مدار اسلام کے بنیادی اصولوں اور گزرے ہوئے سلف صالحین اور موجودہ اکابر کے تجربہ پر ہے اس میں دوسروں کے اقوال و رہنمائی کی قطعاً ضرورت نہیں رہتی۔

میرے علم میں کوئی ایسا مصنف نہیں جس نے تربیت اولاد کے موضوع پر استاذ شیخ عبداللہ سے زیادہ سوز و درد اور جذبہ و جوش اور پختگی سے قلم اٹھایا ہو۔

۳۔ میرا تو یہ ارادہ تھا کہ اس قیمتی کتاب کے بعض اہم مباحث و عنوانات اور اس کے مفید اور اہم نکات کی ایک جھلک پیش کروں جو اس میں بکثرت پائے جاتے ہیں. تاکہ نمونہ آپ کے سامنے آجائے اور اس کتاب کی حقیقت اور اہمیت کا اظہار ہو سکے۔ لیکن اس خیال سے کہ قارئین کے لئے پڑھنا تطویل کا ذریعہ بنے گا یہ ارادہ ترک کر دیا. تاکہ پڑھنے والے اپنے مطالعہ سے اس حقیقت کا ادراک کرلیں اور اس کی گہرائی تک پہنچیں۔ بلکہ میں جو لکھنا چاہتا تھا اس سے بھی آگے پہنچ جائیں۔

البتہ میں شیخ عبداللہ کے اس کلام کو یہاں نقل کئے دیتا ہوں جو انھوں نے اس کتاب کے اخیر میں تربیت کے سلسلہ میں "ضروری تجاویز" کے عنوان کے تحت تحریر کیا ہے۔

مؤلف کے خیال میں وہ تجاویز مندرجہ ذیل امور میں منحصر ہیں۔

بچہ کو اچھے پیشہ کی رغبت دلانا، بچہ کی فطری صلاحیتوں کا خیال کرنا۔
بچہ کو کھیل کود کے لئے موقع دینا۔ گھر، مسجد اور مدرسہ میں آپس میں باہمی ہم آہنگی

وتعاون پیدا کرنا، بچہ اور مربی کے درمیان تعلق کو مضبوط کرنا، شب و روز تربیتی نظام کے مطابق گزارنا، بچہ کے لئے ثقافتی وسائل مہیا کرنا، بچہ کو مستقل مطالعہ کا شوقین بنانا، بچہ کو اسلام کی ذمہ داریوں اور مسئولیات کا ہمیشہ احساس دلانا بچہ میں جہاد کی روح پھونک دینا۔ مؤلف نے ان تجاویز کی شرح میں ایک سو ستر صفحات تحریر کئے ہیں۔ اب آپ ہی بتلایئے کہ کیا فاضل مؤلف نے تربیت اولاد کے سلسلہ میں تربیت کرنے والوں اور اس سلسلہ میں رہنمائی کے طالبین حضرات کے لئے مزید کچھ لکھنے کی گنجائش چھوڑی ہے ؟

لہذا والدین، تربیت کرنے والوں اور تربیت کے میدان میں سرگرم عمل حضرات کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ اس کتاب "تربیۃ الاولاد فی الاسلام" کا مطالعہ کریں اور تربیت کے سلسلہ میں اس کتاب سے بھرپور فائدہ اٹھا کر ان لوگوں کی تربیت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں جن کی تربیت ان کے ذمہ ہے۔ اس لئے کہ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ انسان جن کا ذمہ دار و رکھوالا ہے انھیں ضائع کردے یعنی ان کی تربیت نہ کرے۔ امام مسلمؒ نے اسے روایت کیا ہے۔

بھلا اس سے بڑھ کر ضائع کرنا اور کیا ہوگا اور اس سے زیادہ خطرے اور نقصان کی کیا بات ہوگی کہ ان کے دلوں میں انحراف اور زیغ و ضلال پیدا ہو جائے اور وہ سیدھے راستہ سے ہٹ جائیں۔ یا ان کی طرف توجہ اور فکر نہ کرنے کی وجہ سے وہ یونہی بھٹکتے پھریں ؟

اس سے بڑھ کر اور کیا بربادی ہوگی کہ وہ اسلام کی مخالفت شروع کردیں، اور اس کے احکامات کو اوپرا سمجھنے لگیں۔

وتعاون پیدا کرنا، بچہ اور مربی کے درمیان تعلق کو مضبوط کرنا، شب و روز تربیتی نظام کے مطابق گزارنا، بچہ کے لئے ثقافتی وسائل مہیا کرنا، بچہ کو مستقل مطالعہ کا شوقین بنانا، بچہ کو اسلام کی ذمہ داریوں اور مسئولیات کا ہمیشہ احساس دلانا بچہ میں جہاد کی روح پھونک دینا۔ مؤلف نے ان تجاویز کی شرح میں ایک سو ستر صفحات تحریر کئے ہیں۔ اب آپ ہی بتلائیے کہ کیا فاضل مؤلف نے تربیت اولاد کے سلسلہ میں تربیت کرنے والوں اور اس سلسلہ میں رہنمائی کے طالبین حضرات کے لئے مزید کچھ لکھنے کی گنجائش چھوڑی ہے؟

لہذا والدین، تربیت کرنے والوں اور تربیت کے میدان میں سرگرم عمل حضرات کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ اس کتاب "تربیۃ الاولاد فی الاسلام" کا مطالعہ کریں اور تربیت کے سلسلہ میں اس کتاب سے بھرپور فائدہ اٹھا کر ان لوگوں کی تربیت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں جن کی تربیت ان کے ذمہ ہے۔ اس لئے کہ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ انسان جن کا ذمہ دار و رکھوالا ہے انھیں ضائع کردے یعنی ان کی تربیت نہ کرے۔ امام مسلمؒ نے اسے روایت کیا ہے۔

بھلا اس سے بڑھ کر ضائع کرنا اور کیا ہوگا اور اس سے زیادہ خطرے اور نقصان کی کیا بات ہوگی کہ ان کے دلوں میں انحراف اور زیغ وضلال پیدا ہو جائے اور وہ سیدھے راستہ سے ہٹ جائیں۔ یا ان کی طرف توجہ اور فکر نہ کرنے کی وجہ سے وہ یونہی بھٹکتے پھریں؟

اس سے بڑھ کر اور کیا بربادی ہوگی کہ وہ اسلام کی مخالفت شروع کردیں، اور اس کے احکامات کو اوپرا سمجھنے لگیں۔

اس سے بڑھ کر ضائع کرنا اور کیا ہوگا کہ بچوں کے دل اور عقلیں اور اخلاق تباہ وبرباد ہو جائیں، اور ان کا جسم محض ایک لاشہ بن کر رہ جائے اور ایک بے جان لکڑی کی طرح زندگی گزاریں، نہ ان کا کوئی عقیدہ وایمان ہو اور نہ کوئی منزل ومقصود ہے۔

اللہ تعالیٰ شیخ عبداللہ کو خوش وخرم رکھے اور ان حضرات کو بھی جو ان جیسے کارنامے انجام دیتے ہیں۔ تاکہ ایک ایسا معاشرہ اور قوم وجود میں آئے جسے مثالی قوم کہا جاسکے۔ اور وہ روئے زمین پر ویسی زندگی گزاریں جیسی زندگی روئے زمین پر پہلے مثالی معاشرہ وقوم کے افراد نے گزاری تھی اور اللہ ان کو بھی ویسی ہی توفیق عطا فرمائے جیسی توفیق ان کو دی تھی۔ وہ مثالی قوم جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کیا تھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص، برگزیدہ متقی وپارسا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی جماعت تھی، تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی اپنا خلیفہ بنالے اور اپنے محبوب وپسندیدہ دین کو پھیلانے کی توفیق دے، اور ان کے خوف وڈر کو امن وامان سے بدل دے۔ اور اسلام کے جھنڈے کو ہر حکومت وملک پر لہرا دے۔ اور ہر جگہ اللہ کے دین کا بول بالا ہو، اور یہ اللہ تعالیٰ پر کچھ بھی مشکل نہیں۔ اور وہ دن واقعی مسلمانوں کی خوشی کا دن ہوگا۔

وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ بِنَصْرِ اللَّهِ ۚ يَنصُرُ مَن يَشَاءُ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (الروم ۴، ۵)	اور اس دن مسلمان خوش ہوں گے اللہ کی مدد سے (اللہ) مدد کرتا ہے جس کی چاہتا ہے اور وہی زبردست، رحم والا ہے۔

وہبی سلیمان البانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

فاضل مصنف شیخ عبداللہ ناصح علوان رحمہ اللہ

الحمد للہ الذی أبان للعباد منهج التربية القويمة في قرآنه المجيد و أوضح للعالمين مبادئ الخير والهدى والإصلاح في أحكام شرعه الحنيف۔

والصلوٰة والسلام على سيدنا محمد الذی بعثه الله للإنسانية مؤدبا ومربيا وأنزل عليه تشريعا يحقق للبشرية أسمى آيات عزها ومجدها وأعظم غايات سؤددها ومكانتها ورفعتها واستقرارها وعلى آله وأصحابه الطيبين الأطهار، الذين أعطوا الأجيال المتعاقبة نماذج فريدة في تربية الأبناء وتكوين الأمم، وعلى من نهج نهجهم واقتفى أثرهم بإحسان إلى يوم الدين۔

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے قرآن مجید میں بندوں کے لئے بہترین تربیت کے طریق کو واشگاف فرمایا اور اپنے شرع حنیف میں تمام عالم کے لئے خیر و ہدایت اور اصلاح کے بنیادی اصولوں کو واضح فرمایا۔

اور درود و سلام ہو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کو اللہ تعالیٰ نے انسانیت کے لئے مربی و معلم بنا کر مبعوث فرمایا، اور جن پر ایسی عظیم الشان شریعت

نازل فرمائی جو بنی نوع انسان کے لئے عزت وکرامت اور بزرگی وشرافت کے دروازے کھولتی ہے۔ اور سیادت وقیادت اور بلندی واستحکام کے مراتب عالیہ تک پہنچنے میں بہترین معاون ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کی رحمت ہو انکی آل واولاد اور ان کے اصحاب پر جو طیب وطاہر ہیں، جنھوں نے بعد والوں کے لئے اولاد کی تربیت، اور امتوں کی اصلاح وتعمیر کے سلسلہ میں بے نظیر نمونے چھوڑے۔ اور اللہ تعالےٰ کی رحمت ہو ان حضرات پر جو ان کے طریقہ پر چلے، اور ان لوگوں پر جو ان کے نقش قدم پر قیامت تک چلتے رہیں گے۔ آمین یارب العالمین!

دین اسلام کے احسانات

حمد وثنا اور صلوٰۃ وسلام کے بعد معلوم ہو کر

(۱) بنی نوع انسان پر دین اسلام کے بیشمار احسانات میں سے ایک احسان یہ ہے کہ انسانیت کے لئے ایسا جامع نظام پیش کرتا ہے جو انسانی نفوس کی تربیت اور معاشرے کے درست کرنے اور ان میں شرافت اور ترقی کی راہ ہموار کرنے میں بنیادی کام کرتا ہے اور ہدایت کی راہ دکھاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (المائدہ ۱۶)

تمھارے پاس اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک روشن چیز آئی ہے اور ایک کتاب واضح (یعنی قرآن مجید) کہ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ ایسے شخصوں کو جو رضائے حق کے طالب ہوں سلامتی کی راہیں بتلاتے ہیں اور انکو اپنی توفیق سے تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آتے ہیں اور انکو راہ راست پر قائم رکھتے ہیں۔

(۲) اسلامی شریعت کے فضل وکمال اور فخر کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ دشمنان اسلام بھی اسلام کے ترقی پذیر و ابدی ہونے اور اس کے فعّال اور ہر زمانہ اور ہر جگہ کی اصلاح کے لئے صلاحیت رکھنے کے معترف ہیں۔ چنانچہ مشہور انگریز فلسفی برنارڈ شا کے الفاظ سنئے :-

"حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین نہایت بلند و بالا ہے اس لئے کہ اس میں حیران کُن صلاحیت ہے اور وہ ہر دور کے لئے قابل عمل ہے۔ اور یہ ایک ایسا منفرد دین ہے جس میں یہ ملکہ بخوبی پایا جاتا ہے کہ زندگی کے مختلف اطوار و عادات کو قابو میں کرلے۔ اور میرے نزدیک تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو انسانیت کا محسن اور ہلاکت سے بچانے والے کا لقب دینا فرض ہے۔ اور اگر ان جیسا کوئی شخص آج کے دور میں اس عالم کی زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لے، تو وہ آج کل کی مشکلات و مسائل آسانی سے حل کرلے گا۔ انتہی۔

اور یقیناً کمال تو وہ ہے جس کا مخالفین بھی اعتراف کریں اور اس کی حقانیت کی دشمن بھی شہادت دیں ؎

شهد الانام بفضله حتى العدا   والفضل ما شهدت به الاعداء

ترجمہ: سبھی لوگوں نے یہاں تک کہ دشمنوں نے بھی اس کے فضل وکمال کی شہادت دی اور کمال تو واقعی وہی ہے جس کی دشمن بھی شہادت دیں۔

(۳) اب یہ سوال ہے کہ شریعت اسلامیہ صرف ایک ذہنی وفکری اور کتابوں میں مدون نظریات تک محدود ہے۔ یا یہ نظریات عملی شکل میں کسی امت کے اندر

موجود ہیں ؛ جس کا مشاہدہ کیا جاسکے۔

اس کے متعلق سید قطبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی دن کامیابی کی منزل تک پہنچ گئے جس دن کہ انھوں نے اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ایمان ویقین کی ایک ایسی زندہ مثال بنادیا تھا جو کھاتی پیتی اور بازاروں میں چلتی پھرتی تھی۔ اور ہر صحابی کو زمین پر چلتا پھرتا قرآن کریم بنادیا تھا۔ اور ہر فرد صحابہ کو اسلام کا مجسمہ بنادیا تھا کہ ان کو دیکھ کر لوگ اسلام کا مشاہدہ کر لیا کرتے تھے۔

آگے مصنف تحریر فرماتے ہیں ، سنئے صرف تحریرات وتصنیفات کچھ نہیں کرسکتیں، جب تک کہ اسلام پر عمل کرنے والے موجود نہ ہوں۔ اسی لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ وتقریر کے بجائے سب سے پہلے آدمیوں کو مثالی بنانے پر توجہ دی۔ اور بجائے منقش ومسجّع تقاریر کے انسانوں کے ضمیر کو درست کیا۔ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی دن کامیاب ہوگئے جس دن آپ نے اسلامی تصور کو انسانوں کی شکل میں ڈھال دیا اور ان کو اسلام کا عملی جامہ پہنادیا۔

پس اگر اس کی جھلک دیکھنا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کی کس طرح تربیت فرمائی، اور ان کے بعد آنے والوں نے کس طرح اس دین کو پیش کیا اور اس پر کیسے عمل کیا؟ تو تاریخ کے زریں صفحات کا مطالعہ کیجئے، تاکہ ان کے جلیل القدر مناقب اور کارناموں کا بڑا حصہ نظروں کے سامنے آسکے۔

اور حضرات صحابہؓ کے فضل وکمال اور عزوشرف کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے ان کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے:۔

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ — محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں

رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا	تیز ہیں اور آپس میں مہربان ہیں۔ (اے مخاطب)
سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ	تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں کبھی سجدہ
اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاهُمْ	کر رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے فضل اور رضامندی
فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ	کی جستجو میں لگے ہیں ان کے آثار بوجہ تاثیر سجدہ کے
(الفتح ۲۹)	ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔

اس کے علاوہ بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں اور بہت سی آیات نازل ہوئی ہیں۔ نیز ان حضرات کی مدح میں بہت سی احادیث بھی منقول ہیں جو کتب حدیث میں مذکور ہیں۔ مطالعہ سے معلوم ہو سکتی ہیں۔

لیجئے صحابہ کرام رض کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے جلیل القدر صحابی نے جو تحسینی کلمات طیبات فرمائے ہیں ان کو ملاحظہ فرمائیے جو نہایت جامع و بصیرت افروز ہیں۔

جو شخص کسی کو اپنا مقتدا بنانا چاہے تو اسے چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنا مقتدا بنائے۔ اور ان کی پیروی کرے، اس لئے کہ وہ حضرات اس امت کے نہایت نیک دل افراد تھے، اور وسیع علم کے مالک تھے تکلف سے بہت دور تھے، عادات و اخلاق میں نہایت ستھرے اور حالات کے اعتبار سے بہت ممتاز تھے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و معیت اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لئے منتخب فرمایا تھا۔ لہذا ان کے مرتبہ کو پہچانو اور ان کے نقش قدم پر چلو۔ اس لئے کہ وہی حضرات سیدھے راستہ پر گامزن تھے۔

(۴) مسلمان قوم میں شروع ہی سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے علم وفضل کے چشمہ

سے سیرابی اور ان کے مکارم ومحاسن کے نور سے روشنی حاصل کرتی رہیں اور تربیت وتعلیم کے سلسلہ میں انہی کے طریقہ کو اپنایا۔ اور مجد وشرافت کی عمارت تعمیر کرنے میں ان کو اپنا مقتدا و پیشوا بنایا۔ تا آنکہ وہ دور آگیا جس میں اسلامی معاشرہ سے اسلامی احکام ختم اور روئے زمین سے خلافت اسلامیہ کے نشانات زائل ہونے لگے اور دشمنان اسلام اس بات میں کامیاب ہوگئے کہ وہ اپنے گندے مقاصد اور ناپسندیدہ اغراض تک پہنچ جائیں اور اپنی آرزو پالیں جو عرصہ دراز سے ان کے دلوں میں پوشیدہ تھی۔۔۔۔

۔۔۔ اور اب نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ بہت سے مصلحین و داعیان اس حالت کو دیکھ کر مایوس ہو چلے ہیں اور ناامیدی کے بادل ان پر چھانے لگے ہیں اس لئے کہ وہ سمجھنے لگے ہیں کہ اب اس امت کی اصلاح کا کوئی راستہ نہیں۔

اصلاح سے مایوسی کے وجوہ

(الف) اس دین کے مزاج سے ناواقفیت۔ (ب) دنیا کی محبت اور موت سے نفرت (ج) اس مقصد کو فراموش کر دینا جس کی خاطر مسلمان کو پیدا کیا گیا ہے۔

(الف) جس دن مسلمان سمجھ لیں گے کہ اسلام قوت وطاقت والا دین ہے، اسلام علم والا دین ہے، اسلام ایسا دین ہے جس نے روئے زمین پر انسان کو اللہ تعالے کا خلیفہ اور نائب قرار دیا ہے تاکہ انسان اس کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں تھامے اور اس کے خزانوں کو ظاہر کرے۔

جس دن مسلمان یہ سمجھ لیں گے کہ اسلام نے انسان کو باعزت مقام دیا اور اس کو اللہ کی بے شمار مخلوق پر فضیلت دی ہے تاکہ اپنی ذمہ داریوں کو کمال خوبی سے ادا کرے اور جس دن یہ سمجھ لیں گے کہ اسلام نے اس پورے عالم کو انسان کیلئے مسخر کیا ہے

تاکہ انسان اسے علم کی خدمت اور انسان کی بھلائی کے لئے استعمال کر سکے۔ اور جس دن یہ بات سمجھ لیں گے کہ اسلام عمل پیہم جدو جہد اور عزم و نشاط والا دین ہے۔ اور جس روز یہ سمجھ لیں گے کہ اسلام نے ناامیدی کو حرام قرار دیا ہے اور مایوسی سے منع کیا ہے اور جس دن یہ سمجھ لیں گے کہ اسلام عزت و کرامت کا دین ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس کا تاج اپنے سروں پر رکھیں اور پورے عالم میں اس کا جھنڈا بلند کریں اور اس سلسلہ میں اس کا یہ شعار ہے۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (المنافقون ۸)	اللہ ہی کی ہے عزت (بالذات) اور اس کے رسول کی (بواسطہ تعلق مع اللہ کے) اور مسلمانوں کی (بواسطہ تعلق مع اللہ والرسول کے)۔ لیکن منافقین جانتے نہیں۔

جس دن مسلمان اپنے دین کے بارے میں یہ مندرجہ بالا حقائق سمجھ لیں گے اور لوگ خصوصاً دعوت الی اللہ کا فریضہ انجام دینے والے اس مزاج سے واقف ہو جائیں گے تو نہ ان پر ناامیدی سوار ہوگی اور نہ ان میں مایوسی سرایت کرے گی۔ بلکہ وہ دعوت و اصلاح اور تعمیر قوم کے میدان میں گھس جائیں گے تاکہ اپنے اسلاف کی طرح پوری دنیا کے استاذ و معلم اور راہنما بن سکیں۔ اور زندگی کی تاریک گھاٹیوں میں روشن مینارے بن جائیں اور انسانیت ان کے علوم سے سیراب ہوتی رہے اور یہ لوگوں کے مقتدا بنے رہیں یہاں تک کہ دنیا ختم ہو جائے اور قیامت قائم ہو جائے۔ (ترجمہ ۴۴)

(ب) جس دن مسلمان بالخصوص علماء اور دعوت و تبلیغ کرنے والے حضرات دنیا کی محبت سے آزاد ہو جائیں گے اور اس کی شادابی اور ساز و سامان سے ضرورت سے زیادہ دل لگانا چھوڑ دیں گے اور اپنا مطمح نظر لوگوں کی ہدایت اور معاشرہ کی

اصلاح اور روئے زمین پر اللہ کے حکم کو نافذ کرنے کو بنا لیں گے۔ اور جس روز بزدلی اور موت کی ناپسندیدگی سے نجات حاصل کر لیں گے اور سچے دل سے یہ سمجھ لیں گے کہ رزق اللہ کے ہاتھوں میں ہے اور نفع و نقصان پہنچانے والا وہی ہے تو اسی دن دعوت الی اللہ اور تربیت و اصلاح کے میدان میں بلا خوف و خطر آگے بڑھیں گے اور ان کو یقین ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ضرور ان کی نصرت فرمائیں گے۔

(ج) جس روز مسلمان یہ سمجھ لیں گے کہ دنیا کی زندگی ایک عظیم الشان مقصد کیلئے عطا کی گئی ہے تو پھر ان کا حال ہی کچھ اور ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مقصد عظیم کو ان کلمات بیان فرمایا ہے :۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۝ (الذاریات ۵۶) — اور میں نے جن وانس کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں۔

اور یہ بات صاف ظاہر ہے کہ عبادت و عبودیت، دین و شریعت کے سامنے گردن جھکا دینے اور اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے صراط مستقیم پر چلنے کا نام ہے۔

اس لئے مسلمانوں کو اپنے مذہب اور دین کے مزاج کو سمجھ لینا چاہئے تاکہ وہ دنیا کی محبت اور موت کی ناپسندیدگی کے مرض سے نجات پائیں اور اس مقصد عالی کو پہچان لیں جس کے لئے وہ پیدا کئے گئے ہیں۔ تاکہ اسلام کی سربلندی کے لئے جدوجہد کریں اور اپنی عزت و شوکت کو دوبارہ حاصل کر لیں۔ (ترجمہ ص۲۱)

(۵) لیکن یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اصلاح کا کیا طریقہ ہو؟ اور اس زمانہ میں والدین اور اصلاح و تربیت کرنے والے حضرات کی کیا ذمہ داریاں ہیں؟

تو اس کا جواب ایک لفظ سے دیا جا سکتا ہے اور وہ ہے لفظ "تربیت" لیکن اس کلمہ کے مدلولات بہت سے ہیں اور اس کا میدان نہایت وسیع اور اس کا

مفہوم بہت عام ہے۔ اس لئے کہ تربیت کا مفہوم یہ بھی ہے کہ افراد کی تربیت ہو اور یہ بھی کہ خاندان کی تربیت ہو اور معاشرہ اور انسانیت کی تربیت ہو، جس کا مقصد صرف یہ ہے کہ ایک باوقار اور عمدہ ترین معاشرہ قائم ہو اور بے نظیر امت رونما ہو۔

تربیت اولاد در حقیقت ایک شاخ ہے اس فرد کی تربیت کی جس کو اسلام اس لئے تیار کرنا چاہتا ہے کہ وہ ایک فعال اور کام کا عضو بن سکے اور زندگی کی دوڑ میں کام کا انسان ثابت ہو۔ (تربیۃ الاولاد فی الاسلام ص۱۵)

(۶) محترم قارئین کرام! جب آپ اس کتاب کو پڑھ لیں گے تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ اسلامی شریعت کی خصوصیات میں سے یہ بات ہے کہ یہ دین انسان کی ہر ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ اس دین نے ان تمام چیزوں کو بیان کر دیا ہے جو انسان کو دین و دنیا اور آخرت غرض ہر جگہ فائدہ پہنچاتی ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بات بھی معلوم ہو جائے گی کہ تربیت کے سلسلہ میں اسلام کا ایک خصوصی نظام ہے چنانچہ تربیت کرنے والے حضرات جب اس نظام کو اپنا لیں گے تو امت میں سکون واطمینان اور امن وامان عام ہو جائے گا۔ اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ اسلام اللہ کا دین ہے اور فخر انسانیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ہے اور ایک ایسی کامل اور جامع شریعت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام بشریت کے لئے دستور اور نظام کے طور پر پسند فرمایا ہے۔

(۷) یہ بات ذہن نشین رہے کہ بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں تحریر شدہ مواد اسلامی کتب خانوں میں بالکل نہ ہونے کے برابر ہے اور جہاں تک میرا مطالعہ ہے تو اب تک کوئی ایسی جامع کتاب نہیں دیکھی جو کامل و مکمل کہی جا سکے اور مستقل طور سے اس موضوع پر لکھی گئی ہو اور اس میں بچہ کی پیدائش سے بالغ ہونے تک کے زمانہ کی

تربیت کا طریقہ بیان کیا گیا ہو۔ سوائے علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ کی کتاب "تحفۃ المودود فی احکام المولود" کے کہ اس میں مؤلف کتاب نے نومولود بچہ کے سلسلہ میں تحریر کیا ہے اور اس کے احکام ذکر کئے ہیں۔ اور میں نے اپنی اس کتاب کی قسم اول کی تیسری فصل اور اس کے بعد کے حصہ میں ان سے بہت فائدہ حاصل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف رحمہ اللہ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اجر عظیم دے اور آخرت میں ان کے مرتبہ و مقام کو بڑھائے۔ آمین!

خدا کو معلوم ہے کہ میں نے کتنی محنت کی ہے اور کتنے مراجع کا مطالعہ کیا ہے تاکہ عربی داں حضرات کے سامنے ایسی جامع کتاب پیش کر سکوں جو بچہ کی تربیت کے متعلق ہو۔ اور پیدائش سے لے کر سمجھدار اور ہوشیار ہونے تک اور اس وقت سے بالغ اور مکلف ہونے تک کے احکام پر محیط ہو۔ اور ساتھ ہی اس میں ایسے کامل و مکمل نظام کو بیان کیا گیا ہے جس کا والدین اور تربیت کرنے والے حضرات اور اصلاح و تربیت کے ذمہ داروں کے لئے جاننا اور اس پر عمل کرنا بہت ضروری ہے۔ اور اللہ کا شکر ہے کہ جو مقصد تحریر تھا کتاب اس کے مطابق ہے۔ چنانچہ اس میں وسائل و مقاصد اور اہداف و اغراض کو تفصیلی طور سے بیان کیا گیا ہے۔

ان سب کے باوجود میں اپنی اس تحریر میں اس کا دعویدار ہرگز نہیں کہ میں کمال و منتہی کو پہنچ گیا ہوں اور میں نے جو کچھ لکھا ہے اس میں خطا و غلطی سے پاک ہوں اور جو لکھا ہے وہ نہایت جامع ہے۔ البتہ مجھے خدا کی ذات سے یہ پوری امید ہے کہ میری یہ ابتداء اس دور کے اسلامی فکر و درد رکھنے والے حضرات کو اس جانب ضرور متوجہ کرے گی کہ وہ اپنی ہمتوں اور عزائم کو حرکت دیں، اور قلم سنبھال لیں تاکہ بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں لکھیں۔ اور اس سلسلہ میں بحث کو

کمال تک پہنچادیں۔ اور اس تربیت کے وسائل واغراض بیان کرنے کے سلسلہ میں کثرت سے مقالے اور کتابیں لکھیں۔ تاکہ کچھ عرصہ بعد ہم یہ دیکھ لیں کہ اسلامی کتب خانے تربیت کے سلسلہ کی کتابوں سے مزین وآراستہ ہے۔ اور اس سلسلہ میں رہنما کتابیں عام ہوں۔ تاکہ ہر وہ شخص جس کو تربیت واصلاح کی خواہش ہے اس کے پاس مراجع کا اچھا ذخیرہ موجود ہو۔ تاکہ بچوں کو اسلامی تربیت دینے کے لئے عمدہ واعلیٰ راستہ اختیار کرنا آسان ہو۔ اور بچوں کو روحانی، اخلاقی اور فکری طور پر اسلامی تربیت دی جاسکے۔ اور جس دن بھی اس میدان عمل میں سرگرم حضرات کی توجہ کا محور اسلامی تربیت کے موضوع پر لکھنا ہو جائیگا۔ اور اس طرح اسی سلسلہ میں وہ اپنی ذمہ داری اور مسئولیات سے عہدہ برآ ہوں گے تو واقعی اس دن انھوں نے موجودہ زمانہ کے معاشرہ کے لئے عزت وقوت کے راستہ کو واضح کر دیا ہوگا جو ایک باکمال معاشرہ کے وجود میں آنے کا سبب بنتے ہیں۔ اور جس کے ذریعہ مثالی قوم وجود میں آتی ہے۔

(۸) میں نے یہ مناسب سمجھا ہے کہ اس کتاب "تربیۃ الاولاد فی الاسلام" بچوں کی اسلامی تربیت کو تین اقسام پر تقسیم کروں، جن میں سے ہر قسم کے ضمن میں مختلف فصلیں ہوں۔ اور ہر فصل کے تحت مختلف موضوع اور عنوانات مذکور ہوں اور فصلوں کے عنوانات ہر قسم میں مندرجہ ذیل طریقہ کے ہوں گے۔

قسم اول: جس میں چار فصلیں ہیں۔

پہلی فصل: مثالی شادی اور اس کا تربیت سے باہمی تعلق۔

دوسری فصل: بچوں سے متعلق نفسیاتی شعور واحساسات

تیسری فصل: بچہ سے متعلق عمومی احکام۔ اور یہ فصل چار مباحث پر مشتمل ہے۔

کتاب میں ذکر کردہ تینوں قسموں میں سے ہر قسم کے تحت مندرج فصلوں کا یہ تفصیلی خاکہ ہے۔ اور قارئین کی نظر سے ہر فصل میں نہایت اہم مباحث اور مفید موضوعات گزریں گے۔ جن کا مقصد یہ ہے کہ بچوں کے سلسلہ میں صحیح تربیت کا بہترین راستہ واضح کر دیا جائے اور بچوں کو معاشرہ کا صالح اور کارآمد عضو بنایا جائے تاکہ وہ اسلام کا طاقتور لشکر بن سکیں اور ایسے مثالی نوجوان بن جائیں جن میں قربانی ایثار اور شرافت اعلیٰ پیمانے پر جھلکتی ہو۔

اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے اس عمل کو محض اپنی رضا وخوشنودی کا ذریعہ بنائے اور روز قیامت اس کو قبول فرمائے۔ اور مخلوق کے لئے اس سلسلہ کو فائدہ کا ذریعہ بنائے۔ اور ہر وہ شخص جو دنیاوی زندگانی میں سیدھے راستہ اور راہِ ہدایت پر چلنا چاہتا ہے، اس کتاب کو اس کے لئے روشنی اور نور کی کرن اور ہدایت ورہنمائی کا ذریعہ بنائے۔ اللہ ہی وہ ذات ہے جس سے امید قائم کی جاسکے اور وہی قبول کرنے والا ہے۔

عبداللہ ناصح علوان

تنبیہ

اصل کتاب کے شروع ہونے سے پہلے تعلیم وتربیت کے سلسلہ کی چند آیتیں اور حدیثیں پیش خدمت ہیں۔ تاکہ ناظرین کرام کو اگلے صفحات میں درج شدہ مضامین سے مناسبت، بلکہ ان کے مآخذ ومصادر کی کسی قدر معرفت ہو جائے اور علیٰ وجہ البصیرت مطالعہ کرسکیں۔ (مرتب)

تربیت کے سلسلہ میں چند آیتیں اور حدیثیں

آیتیں :-

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا ۝ (تحریم ۶)

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو (جہنم کی) آگ سے بچاؤ۔

وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ ۝ (شعراء ۲۱۴)

اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیے۔

وَاْمُرْ اَھْلَکَ بِالصَّلٰوۃِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْھَا (طٰہٰ ۱۳۲)

اپنے اہل وعیال کو نماز کا حکم کیجئے اور خود بھی اس کے پابند رہیے۔

حدیثیں :-

کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ۔ (بخاری)

تم میں کا ہر شخص اپنی رعیت کا نگراں و ذمہ دار ہے لہذا اس کی رعیت کے سلسلہ میں ہر ایک سے سوال ہوگا

اِعْمَلُوْا بِطَاعَۃِ اللّٰہِ وَاتَّقُوْا مَعَاصِیَ اللّٰہِ وَمُرُوْا اَوْلَادَکُمْ بِامْتِثَالِ الْاَوَامِرِ وَاجْتِنَابِ النَّوَاھِیْ فَذٰلِکَ وِقَایَۃٌ لَّھُمْ

اللہ کی فرمانبرداری کا عمل کرو اور اس کی نافرمانی سے بچو۔ اور اپنی اولاد کو نیکیوں کا عمل کرنے اور برائیوں سے بچنے کا حکم کرو (اگر تم ایسا کروگے) تو یہ ان کے لئے اور تمھارے لئے

وَلَكُمْ مِنَ النَّارِ۔ (ابن جریر وابن المنذر)	آگ سے بچاؤ کا سامان ہوگا۔
إِنَّ اللّٰهَ سَائِلٌ كُلَّ رَاعٍ عَمَّا اسْتَرْعَاهُ حَفِظَ أَمْ ضَيَّعَ حَتّٰى يُسْئَلَ الرَّجُلُ عَنْ أَهْلِ بَيْتِهٖ۔ (رواہ ابن حبان)	بیشک اللہ ہر ذمہ دار سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کریگا کہ انکی حفاظت کی یا ضائع کردیا؟ یہانتک کہ آدمی سے اسکے گھر والوں کے بارے میں سوال کیا جائیگا۔
عَلِّمُوا أَوْلَادَكُمْ وَأَهْلِيكُمُ الْخَيْرَ وَأَدِّبُوهُمْ۔	اپنی اولاد کو اور اپنے گھر والوں کو بھلائی کی تعلیم دو۔ اور ان کو ادب سکھاؤ۔

(رواہ عبدالرزاق وسعید بن منصور فی مصنفہ برمز کنز العمال)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ افْتَحُوا عَلٰى صِبْيَانِكُمْ أَوَّلَ كَلِمَةٍ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بچوں کو سب سے پہلے کلمہ لا الٰہ الا اللہ سکھاؤ۔

(رواہ الحاکم، کنز العمال ج ۱۶ - ۴۵۳۳۲)

عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم زوجوا ابناءكم وبناتكم وحلوهن الذهب والفضة واجيدوا لهن الكسوة واحسنوا اليهن بالخلة ليرغب فيهن۔ (مستدرک حاکم، کنز العمال ج ۱۶ - ۴۵۹۶۱)	حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی شادی کرو اور ان (بیٹیوں کو) سونے اور چاندی سے آراستہ کرو اور انکو اچھا لباس پہناؤ اور عطیہ دیکر ان پر احسان کرو تاکہ لوگوں کو انکی طرف رغبت ہو۔

(آخری دو حدیثیں رسالہ البلاغ محرم ۱۴۰۷ھ سے لی گئی ہیں)

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
عَلٰى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قسم اوّل

- مثالی شادی اور تربیت سے اس کا ربط و تعلق
- بچوں کے متعلق نفسیاتی شعور و احساسات
- نومولود کے متعلق عمومی احکام
- بچوں میں انحراف کے اسباب اور ان کا علاج

فصل اوّل

مثالی شادی اور تربیت سے اس کا ربط و تعلق

شادی کے تین پہلو ہیں، جن پر اولاً روشنی ڈالنی ضروری ہے۔

(الف) شادی انسانی فطرت ہے۔ (ب) شادی معاشرتی ضرورت ہے۔ (ج) شادی خوب سے خوب تر کے انتخاب کا نام ہے۔

اب لیجئے ان تینوں گوشوں میں سے ہر ایک پہلو پر کچھ تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔

(الف) شادی انسانی فطرت ہے۔

شریعت اسلام کی بنیادی تعلیمات میں یہ بات صاف اور واضح نظر آتی ہے کہ اسلام نے رہبانیت اور مجرد زندگی گزارنے کی سخت مخالفت کی ہے جس کی اصل وجہ یہ ہے کہ رہبانیت انسانی فطرت کے خلاف اور اس کی خواہشات و جذبات اور طبیعت و مزاج سے متصادم ہے۔ چنانچہ بیہقی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مبارک نقل فرماتے ہیں کہ

إن الله ابدلنا بالرهبانية الحنيفية السمحة۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں رہبانیت کے بدلے آسان اور سیدھا دین حنیف عطا فرمایا ہے۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

من كان موسرا لان ينكح ثم

جو شخص نکاح کر سکتا ہو اور پھر بھی نکاح نہ کرے

لم ینکح فلیس منی۔ (طبرانی)　　　　تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔

ان دونوں احادیث مبارکہ اور ان جیسی دیگر احادیث سے آپ کو یہ بات صاف معلوم ہو رہی ہوگی کہ اسلامی شریعت باوجود قدرت اور وسائل کے رہبانیت کی غرض سے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور قرب کے حصول میں لگے رہنے کی نیت سے شادی نہ کرنے کو ممنوع قرار دیتی ہے۔ اب اس سلسلہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا موقف ملاحظہ فرمائیے۔

امام بخاری و مسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ تین حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے دولتکدہ پر تشریف لائے اور ان سے آپ کی عبادت اور مجاہدے کے بارے میں سوال کیا۔ جب انھیں صورت حال بتلائی گئی تو بظاہر ایسا معلوم ہوا کہ انھوں نے اس کو کم سمجھا۔ اس لئے انھوں نے کہا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ کو بھلا کہاں پہنچ سکتے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بخشا بخشایا بنا کر بھیجا ہے۔ اور ایک صاحب ان میں سے گویا ہوئے کہ میں تو ہمیشہ ساری رات نماز پڑھتا رہوں گا۔ دوسرے صاحب نے ارشاد فرمایا۔ میں ہمیشہ روزے رکھوں گا اور کبھی افطار نہیں کروں گا۔ تیسرے صاحب نے کہا کہ میں عورتوں سے ہمیشہ دور رہوں گا، کبھی شادی نہ کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے ان سے پوچھا کہ تم تینوں نے ایسی ایسی بات کہی ہے؟ خدا کی قسم میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا، اور اسکی عبادت کرنے والا اور متقی ہوں۔ لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں۔ (رات میں) نماز بھی پڑھتا ہوں، سوتا بھی ہوں۔ اور شادی بھی کرتا ہوں۔ یاد رکھو، جس نے میری سنت سے روگردانی کی، اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

اس سے ہر عقل وبصیرت رکھنے والے شخص کے سامنے یہ بات کھل کر آجاتی ہے کہ اسلام شادی کو انسانی فطرت قرار دیتا ہے۔ تاکہ انسان اپنی اس ذمہ داری کو محسوس کرے جو بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں عائد کی گئی ہے۔ اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ وہ انسانی فطرت کی آواز پر لبیک کہے۔ اور انسانی مزاج اور طبیعت کی پُر شوق آواز کو قبول کرے۔ اور زندگی کے اس معاشرتی راستہ پر چلے۔

(ب) شادی معاشرتی ضرورت ہے۔

یہ بات نہایت واضح ہے کہ اسلام نے نکاح کا جو نظام جاری کیا ہے اس میں بہت سے منافع اور معاشرتی وقومی فائدے ہیں جن میں سے اہم اہم کو انشاء اللہ تعالیٰ ہم بیان کریں گے۔ اور ان کا تربیت سے جو تعلق ہے اسے واضح کریں گے۔

(۱) نوع انسانی کی بقاء۔

یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ شادی کے ذریعہ ہی انسانی نسل باقی رہ سکتی ہے۔ قرآن کریم نے اس معاشرتی حکمت اور انسانی مصلحت کی جانب ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے :-

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً۔ (نحل ۲)	اور اللہ تعالیٰ نے تم ہی میں سے تمہارے لئے بیویاں بنائیں اور (پھر) ان بیویوں سے تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کئے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے ۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً	اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جاندار سے پیدا کیا اور اس جاندار سے اس کا جوڑا پیدا کیا۔ اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں۔ (نساء - ۱)

(۲) نسب کی حفاظت

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے لئے نکاح و شادی کا جو نظام جاری فرمایا ہے یہ ایک ایسا نظام ہے جس کے ذریعہ اولاد اپنے کو اپنے والدین کی طرف منسوب کر کے فخر کرتی ہے اس کو نفسیاتی طور پر سکون اور انسانی اعتبار سے عزت حاصل ہوتی ہے۔ اگر بالفرض شادی کا یہ نظام الٰہی نہ ہوتا، تو معاشرہ میں ایسے بچوں کی بھرمار ہوتی جن کا نہ کوئی نسب ہوتا، نہ عزت و احترام۔ اور یقیناً یہ اخلاق کریمانہ کے ماتھے پر بدنما داغ ہوتا۔ اور خطرناک فساد کے پھیلنے کا ذریعہ بنتا۔

(۳) معاشرہ کا اخلاقی گراوٹ سے محفوظ رہنا۔

شادی ہی کے ذریعہ انسانی معاشرہ اخلاقی انحطاط اور گراوٹ سے بچ سکتا ہے اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نوجوانوں کی ایک جماعت کو شادی کی طرف رغبت دلاتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء	اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو شخص نکاح کی طاقت رکھتا ہو، تو اس کو چاہئے کہ وہ شادی کرے اس لئے کہ شادی نگاہ کو بہت جھکانے والی ہے اور فرج (شرمگاہ) کو بہت محفوظ رکھنے والی ہے۔ اور جو شادی کی قدرت نہ رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ روزہ کو لازم پکڑے کیونکہ یہ اس کیلئے سپر اور ڈھال ہے
(بخاری و مسلم۔ از مشکوٰۃ)	

(۴) معاشرہ کو بیماریوں سے محفوظ رکھنا۔

زنا کے نتیجہ میں جو متعدی قسم کے مہلک امراض لوگوں میں پیدا ہوتے ہیں اور پھیلائی

کا دور دورہ اور حرامکاری کا بازار گرم ہوتا ہے تو شادی کی وجہ سے معاشرہ ان امراض سے محفوظ رہتا ہے۔ ان امراض میں آتشک، سوزاک، سیلان الرحم (لیکوریا) اور ایڈس وغیرہ ہیں۔ بلکہ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے امراض پیدا ہو جاتے ہیں جو نسل انسانی کو تباہ اور جسم کو کمزور کرتے ہیں۔ اور جن سے وبائیں پھیلتی ہیں اور بچوں کی صحت تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ (ترجمہ صفحہ)

(۵) روحانی اور نفسیاتی اطمینان وسکون۔

شادی کے ذریعہ میاں بیوی میں الفت ومحبت کی روح پروان چڑھتی ہے چنانچہ شوہر جب کام کاج سے فارغ ہو کر اپنے گھر لوٹتا ہے اور بیوی بچوں سے مل بیٹھتا ہے، تو وہ ان تمام افکار وپریشانیوں کو بھول جاتا ہے جو دن بھر اس کو پیش آئی تھیں۔ اور دن بھر کی تگ ودو سے جو تکان اس پر سوار تھی وہ کافور ہو جاتی ہے۔ بالکل یہی حالت عورت کی بھی ہوتی ہے کہ جب وہ اپنے شوہر سے ملاقات کرتی ہے اور شام کو اپنے رفیق حیات کا استقبال کرتی ہے تو دن بھر کی محنت اور کام کاج کی مشقت بھول جاتی ہے۔ اس طرح میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کے زیر سایہ نفسیاتی سکون اور باہمی الفت وتعلق محسوس کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نہایت ہی بلیغ اور عمدہ تعبیر کے ذریعہ اس کا نقشہ کھینچا ہے۔ ارشاد ہے:۔

وَمِنْ اٰیَاتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ○ (روم ۲۱)

اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ تم کو تمہارے واسطے تمہاری جنس کی بیویاں بنائیں تاکہ تم کو ان کے پاس آرام ملے۔ اور تم میاں بیوی میں محبت اور ہمدردی پیدا کی۔ اسمیں ان لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں جو فکر سے کام لیتے ہیں۔

اس روحانی اور نفسیاتی سکون کی وجہ سے بچوں کی تربیت، دیکھ بھال، اور نگہداشت کا جو داعیہ پیدا ہوتا ہے وہ کوئی چھپی ہوئی بات نہیں۔

(۶) خاندان کی تعمیر اور بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں میاں بیوی کا باہمی تعاون۔

شادی ہی ایک ایسا ذریعہ ہے کہ زوجین میں سے ہر ایک دوسرے کے کام کو مکمل کرتا ہے۔ چنانچہ بیوی اپنی طبیعت کے مطابق گھر کے نظم ونسق اور بچوں کی دیکھ بھال کی خدمت کو سنبھال لیتی ہے۔ اسی طرح مرد اپنے مزاج کے مطابق بیوی بچوں کے لئے کماتا ہے اور اپنے کنبہ کو مصائب سے بچاتا ہے۔ جس کا نتیجہ خوش کن نکلتا ہے۔ اور اس کی وجہ سے ایسی اولاد وجود میں آتی ہے جو مہذب اور نیک ہوتی ہے۔ اور ہر گھر خوش وخرم زندگی گزارتا ہے۔

(۷) ماں باپ بننے کے جذبہ کا بیدار ہونا۔

شادی کے بعد ماں باپ میں جذبات ابھرتے ہیں اور ان کے دلوں سے اچھے احساسات اور کریمانہ خیالات کے چشمے موجزن ہوتے ہیں جس سے بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں ایسے شاندار نتائج نکلتے ہیں جو سب پر عیاں ہیں۔

یہ وہ اہم معاشرتی فائدے ہیں جو شادی کی وجہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور اے محترم قرّاء کرام! ان مصالح کا بچوں کی تربیت، خاندان کی اصلاح، معاشرہ کو بنانے میں، میں نے بڑا قریبی تعلق ورابطہ پایا ہے۔ اسی لئے جب ہم دیکھتے ہیں کہ اسلامی شریعت نے نکاح کا حکم دیا، اس کی ترغیب دی، تو اس میں ہمیں ذرا تعجب نہیں ہوتا۔ واقعی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔

الدنیا متاع وخیر	دنیا سب کی سب عیش وعشرت کا سامان ہے
متاعها المرءة	اور ان میں سب سے بہترین سازوسامان

الصالحة۔ (صحیح مسلم)   نیک و پارسا عورت ہے۔

(ج) شادی خوب سے خوب تر کے انتخاب کا نام ہے۔

اسلام نے نکاح کرنے والے مرد و عورت کے لئے ایسے اصول و آداب بتلائے ہیں کہ اگر لوگ اس کے مطابق عمل کریں، تو شادی کامل ترین ہو سکتی ہے۔ اور الفت و محبت اور اتفاق و اتحاد کا بہترین ذریعہ بن سکتی ہے۔ ان میں سے چند اہم اصول و قواعد پیش خدمت ہیں :۔

(۱) شادی میں معیار دین کو بنانا چاہیئے۔

دین کا مفہوم شریعت اسلامیہ کے بیان کردہ نظام کو مکمل طریقہ سے اپنانا اور اس کے ابدی اصولوں اور بنیادی قوانین کی پابندی کرنا ہے۔ لہذا جب دولہا یا دلہن ان اصولوں پر اتریں گے تو وہی دیندار کہے جانے کے مستحق ہوں گے اور وہی از روئے شرع شادی کے لئے قابل انتخاب ہوں گے۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔

ان اللہ لا ینظر الی صورکم واجسادکم وانما ینظر الی قلوبکم واعمالکم۔ (صحیح مسلم)   اللہ تعالے تمھاری شکل و صورت اور جسم کو نہیں دیکھتے بلکہ تمھارے دلوں اور اعمال کو دیکھتے ہیں۔

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کے خواہاں حضرات کی اس جانب رہنمائی فرمائی کہ وہ دیندار کا انتخاب کریں، تاکہ عورت اپنے شوہر اور بچوں کے حق کو مکمل طریقے سے ادا کر سکے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔

تنکح المرأۃ لاربع لمالها ولحسبها ولجمالها ولدینها فاظفر بذات الدین تربت یداك (بخاری ومسلم)

عورت سے چار باتوں کی وجہ سے شادی کی جاتی ہے۔ یا تو اس کے مال کی وجہ سے، یا حسب ونسب کی وجہ سے، یا جمال خوبصورتی کی وجہ سے، یا دین کی بنا پر لہذا تم دیندار عورت کو حاصل کرو۔ تمہارے ہاتھ غبار آلود ہوں۔ (عربی زبان میں یہ کلمہ کسی چیز پر ابھارنے کیلئے بولا جاتا ہے) ترجمہ مدؔ

اور دوسری جانب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے ولی کو اس جانب رہنمائی فرمائی کہ وہ ایسے لڑکے تلاش کریں جو دیندار اور با اخلاق ہوں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اذا جاءکم من ترضون دینہ وخلقہ فزوجوہ ان لا تفعلوا تکن فتنۃ فی الارض وفساد عریض۔ (ترمذی)

جب تمہارے پاس ایسا شخص شادی کے لئے آئے جس کو تم دیندار سمجھتے ہو، اور اس کے اخلاق تمہیں پسند ہوں تو اس سے شادی کردو۔ ورنہ روئے زمین پر فتنہ اور زبردست فساد پھیل جائے گا۔

آپ بتلایئے اس سے بڑھ کر فساد کیا ہوگا کہ ایک مومن عورت ایسے آزاد اور ملحد شوہر کے جال میں پھنس جائے جو رشتہ کی پرواہ نہ کرے، اور جس کے نزدیک غیرت، عزت وآبرو اور شرافت کی کوئی حیثیت نہ ہو۔ چنانچہ کتنی ہی ایسی شریف زادیاں ہیں جن کا خاندان عفت وپاکبازی میں ضرب المثل تھا، لیکن جب شادی کے بعد کسی آزاد خیال گھرانے میں چلی گئیں، یا آزاد خیال شوہر کے نکاح میں آگئیں، تو وہ ایسی بدکردار وبے حیا بن گئیں جن کی نظر میں نہ شرافت وناموس کی کوئی قیمت ہے

وما لخضراء الدمن یا رسول اللہ۔ قال المرأۃ الحسناء فی المنبت السوء (دار قطنی)	عرض کیا یا رسول اللہ گندگی کے سبزہ سے کیا مراد ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ وہ حسین وجمیل عورت جو گندے خاندان میں پیدا ہوئی ہو۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مروی ہے۔

تخیروا لنطفکم وانکحوا الاکفاء۔ (دار قطنی)	اپنے نطفہ اور اولاد کے لئے اچھی عورت کا انتخاب کرو۔ اور کفو یعنی ہم پلہ لوگوں میں شادی کرو۔

نیز ابن ماجہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

تخیروا لنطفکم فان العرق دساس (ابن ماجہ)	اپنی اولاد کے لئے اچھے خاندان والی عورت کا انتخاب کرو اس لئے کہ خاندان کا اثر سرایت کر جاتا ہے۔

اس لئے شادی کے خواہشمند حضرات اگر یہ چاہتے ہیں کہ ان کی اولاد نیک، صالح اور پاکباز ہو تو ان کے لئے ضروری ہے کہ رفیق حیات کے انتخاب میں خوب جانچ پڑتال سے کام لیں۔ (ترجمہ ص۵۵)

(۳) شادی کیلئے دوسرے خاندان کی عورتوں کا انتخاب[1]۔

بیوی کے انتخاب کے سلسلہ میں اسلام کی منجملہ ہدایات کے ایک ہدایت یہ بھی ہے کہ غیر رشتہ دار عورت کو اپنی رشتہ دار اور قریبی عورتوں پر فوقیت دو، تاکہ نجیب و شریف اولاد پیدا ہو۔ اور وہ متعدی امراض اور خاندانی بیماریوں سے محفوظ رہے

---

[1] لیکن یہ ایسا کلیہ نہیں کہ اس کے خلاف کرنا ناجائز ہو۔ اگر دوسری مصالح شرعیہ وعقلیہ رشتہ دار عورت سے ہی شادی کرنے کا تقاضی ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ حضورؐ نے حضرت فاطمہؓ کا نکاح اپنے چچا زاد بھائی حضرت علیؓ سے کیا۔ (مرتب)

اور عفت و پاکدامنی کا کوئی مقام ہے۔

اور بالکل یقینی بات ہے کہ بچے جب ایسے آزاد خیال، گندے اور بے حیا گھروں میں نشو و نما پائیں گے تو لا محالہ ان کے اندر بھی وہی آزاد خیالی اور دین سے انحراف پیدا ہوگا۔ اور آزادی ان میں سرایت کرے گی۔

اس لئے دین و اخلاق کو بنیاد بنانا اور اس کی بنیاد پر رشتہ کا انتخاب کرنا ایک ایسی اہم چیز ہے جو مومن عورت کے لئے سکون و اطمینان کا سبب اور بچوں کے لئے اسلامی تربیت کا وسیلہ، اور خاندان کے لئے عزت و شرافت کا ذریعہ ہے۔

(۲) انتخاب شرافت اور حسب و نسب کی بنیاد پر ہونا چاہئے۔

میاں بیوی کے انتخاب کے وقت اس کا بھی لحاظ رکھنا چاہئے کہ شریک حیات حسب و نسب والا ہو۔ اور خاندانی لحاظ سے بہتر ہو۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ

الناس معادن فی الخیر والشر۔ خیارھم فی الجاھلیۃ خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا (ابوداؤد طیالسی)

لوگ اچھائی اور برائی کے لحاظ سے معدن اور کان کی طرح ہیں۔ انمیں سے جو زمانۂ جاہلیت میں بہتر تھے وہ زمانۂ اسلام میں بھی بہتر ہیں بشرطیکہ وہ دین کی سمجھ پیدا کریں۔

اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شادی کرنے والے کو اس پر ابھارا ہے کہ انتخاب کی بنیاد خاندانی شرافت اور تقویٰ و طہارت ہونی چاہئے (تربیۃ الاولاد)

چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

ایاکم وخضراء الدمن قالوا

تم گندگی کے سبزہ سے بچو۔ تو صحابہ کرام نے

اور صحتمند جسم کی مالک ہو۔ اور ساتھ ہی تعلقات اور خاندان کا دائرہ وسیع ہو اور معاشرتی روابط مضبوط ہوں۔

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لا تنکحوا القرابۃ فان الولد یخلق ضاویا۔ (تذکرۃ الموضوعات)

اپنے خاندان اور رشتہ داروں میں شادی نہ کرو اس لئے کہ اس صورت میں بچہ نحیف، کمزور اور ناسمجھ پیدا ہوگا۔

نیز ارشاد فرمایا۔

اغتربوا ولا تضووا[1] (نہایہ)

سفر کرو اور غیر خاندان میں شادی کرو اور کمزور وضعیف بچے پیدا نہ کرو۔

---

[1] مترجم کتاب حضرت مولانا حبیب اللہ مختار صاحب نے ان دو حدیثوں کے متعلق لکھا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں مجھے ذخیرۂ احادیث میں نہ مل سکیں۔ تو اس حقیر نے محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی کی حیات ہی میں ان کے صاحبزادے مولانا رشید احمد صاحب اعظمی کو اس امر سے مطلع کیا۔ تو انھوں نے ارقام فرمایا کہ کتب حدیث میں ان کا ذکر موجود ہے۔ چنانچہ نہایہ میں ابن اثیر نے اس کا ذکر کیا ہے اسی طرح محدث محمد طاہر پٹنی نے "تذکرۃ الموضوعات" میں لا تنکحوا القرابۃ والی حدیث ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ لیس بمرفوع۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ غیر مرفوع حدیث ہے۔ البتہ نہایہ میں لا تنکحوا القرابۃ القریبۃ لفظ قریبۃ کے اضافہ کے ساتھ ہے۔ اسی طرح اغتربوا لا تضووا بدون الواو ہے۔ اور ابن اثیر کی عبارت مع تشریح یوں ہے۔

وفیہ "اغتربوا لا تضووا" ای تزوجوا الغرائب دون القرائب فان ولد الغریبۃ انجب واقوی من ولد القریبۃ، وقد اضوت المرأۃ اذا ولدت ولدا ضعیفا، فمعنی لا تضووا لا تاتوا باولاد ضاوین ای ضعفاء نحفاء ومنہ الحدیث "لا تنکحوا القرابۃ القریبۃ فان الولد یخلق ضاویا" (انتہی)

حضرت امام غزالی رح نے بھی احیاء العلوم ج ۲ باب آداب النکاح میں لا تنکحوا القرابۃ والی حدیث نقل فرمائی ہے۔ مگر حاشیہ پر حافظ عراقی نے لکھا ہے کہ یہ حضرت عمر رض کے مقولہ کی حیثیت سے معروف ہے۔ (قمر الزمان)

علم توارث نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ اپنے خاندان کی عورتوں سے (خاندانی)
شادی کرنے سے اولاد جسمانی طور پر کمزور اور عقل وسمجھ کے لحاظ سے ضعیف ہوتی ہے
اور اولاد میں بداخلاقیاں اور خراب قسم کی معاشرتی خصلتیں وعادتیں پیدا ہوتی ہیں
غور فرمایئے کہ چودہ سو سال پہلے جبکہ علم وفن کی یہ موشگافیاں وجود میں نہ آئی
تھیں اور یہ حقیقت آشکارا نہیں ہوئی تھی۔ اس وقت اس حقیقت کو رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف اور کھلے الفاظ میں بیان کر دیا تھا۔ پس یہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کھلا ہوا معجزہ ہے جو آپ کے دیگر معجزات صادقہ اور
سچی باتوں کا جزء ہے۔ (مگر یہ ایسا حکم نہیں کہ اس کے خلاف کرنے میں کوئی شرعی قباحت ہو۔)

(۴) غیر شادی شدہ عورتوں کو ترجیح دینا۔

دین اسلام کی بتلائی ہوئی باتوں میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ شادی شدہ
عورت کے بجائے غیر شادی شدہ عورت کو ترجیح دی جائے۔ جس میں بے شمار فوائد
مضمر ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ خاندان کو ان حالات سے بچایا جائے جو اُن کی
روزمرہ کی زندگی بے مزہ کر دیں اور لڑائی جھگڑے کے دام میں گرفتار کر دیں۔ اس کے
برخلاف غیر شادی شدہ لڑکی سے شادی کرنے میں ازدواجی نسبت ومحبت مضبوط
وقوی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ لڑکی طبعاً اس مرد سے مانوس ہوتی ہے جس کے نکاح
میں اولاً آتی ہے۔ بخلاف شادی شدہ عورت کے، کیونکہ ممکن ہے کہ دوسرے شوہر
میں پہلے شوہر جیسی محبت والفت نہ پائے اور اخلاق وعادات میں فرق محسوس
کرے۔ جس کی وجہ سے باہم مناسبت پیدا نہ ہو[1]۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

---

[1] شاید اسی بنا پر مثل مشہور ہے "زن بیوہ مکن گرچہ حور است" یعنی بیوہ عورت سے شادی نہ کرو، اگرچہ حور کی طرح خوبصورت ہو۔ (قمر الزماں)

نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! آپ بتلائیے کہ اگر آپ کسی گھاٹی میں پڑاؤ ڈالیں جس میں ایسا درخت بھی ہو جس کو جانور نے چر لیا ہو، اور ایسا بھی ہو جس کو کسی نے منہ نہ لگایا ہو، تو بتلائیے آپ اپنے اونٹ کو کس درخت سے چرائیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا، اس درخت سے جس کو کسی نے منہ نہ مارا ہو۔ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں ہی وہ درخت ہوں۔ (بخاری)

ان کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالٰی نے ان کو یہ سعادت بخشی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علاوہ کسی اور غیر شادی شدہ عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔ اور یہ ان کے فضل ومنقبت کے لئے کافی ہے۔

غیر شادی شدہ عورتوں سے شادی کرنے کی بعض حکمتوں کی جانب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود رہنمائی فرمائی ہے۔ چنانچہ ابن ماجہ اور بیہقی رحمہا اللہ روایت کرتے ہیں۔

علیکم بالابکار فانھن اعذب افواھا وانتق ارحاما واقل خبا وارضی بالیسیر۔	تم غیر شادی شدہ عورتوں سے شادی کرو اس لئے کہ وہ شیریں دہن اور پاک صاف رحم والی اور کم دھوکہ دینے والی اور تھوڑے پر قناعت کرنے والی ہوتی ہیں۔

ہاں بعض حالات میں شادی شدہ عورت سے شادی کرنا مناسب ہوتا ہے جیسا کہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں ہے کہ میں نے شادی شدہ عورت سے شادی کر لی تھی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ کیوں نہیں غیر شادی شدہ لڑکی سے شادی کی، تا کہ وہ تم سے دل لگی کرتی، تم اس سے۔ تو میں نے عرض کیا

اے اللہ کے رسول۔ جنگ اُحد کے موقع پر میرے والد شہید ہو گئے۔ انھوں نے پسماندگان میں سات لڑکیاں چھوڑی ہیں۔ تو میں نے ایسی شادی شدہ عورت سے شادی کرنا مناسب سمجھا جو ان کو اکٹھا رکھ سکے، اور ان کی دیکھ بھال کر سکے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا اَصَبْتَ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ خدا نے چاہا تو تم نے اچھا ہی کیا۔

(بخاری، مسلم)

فائدہ: اسی طرح اور بھی ایسی مصلحتیں ہو سکتی ہیں جن کی بنا پر بیوہ عورت ہی سے شادی کرنا مناسب ہو۔ مثلاً بیوہ عورت سے ہمدردی وغمخواری مقصود ہو۔ یا اتباع سنت رسول اللہ کا داعیہ وجذبہ موجزن ہو۔ تو پھر یہ عمل موجب ثواب بھی ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (قمر الزماں)

(۵) ایسی عورت کا انتخاب کرنا جو خوب بچے جننے والی ہو۔

عورت کے انتخاب میں اس بات کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ وہ خوب بچے جننے والی ہو۔ اس کا صحیح اندازہ دو باتوں سے ہو سکتا ہے۔

۱۔ عورت کا ایسے امراض سے محفوظ ہونا جو استقرار حمل کے منافی ہو۔

۲۔ عورت کی ماں اور شادی شدہ بہنوں کے حالات معلوم کرنا، کیونکہ اگر وہ بچوں والیاں ہیں تو یہ بھی ایسی ہی ہو گی۔ اس لئے کہ عام طور سے ایسا ہوتا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورت سے شادی کرنے کی طرف ترغیب دیتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا۔

تزوجوا الولود الودود فانی مکاثر بکم الامم

(رواہ ابوداؤد والنسائی والحاکم)

تم لوگ ایسی عورت سے شادی کرو جو بہت بچے جننے والی اور بہت محبت کرنے والی ہو اس لئے کہ میں تمھاری کثرت کی وجہ سے اور امتوں پر فخر کروں گا۔

شادی کے سلسلہ میں یہ بنیادی باتیں ہیں، جن کا تربیت کے مسئلہ سے نہایت گہرا تعلق ہے۔ اسی لئے اسلام نے افراد کی تربیت کے سلسلہ میں خاندان کی پہلی کڑی سے دیکھ بھال کی ہے، اور وہ شادی ہے۔ اس لئے کہ یہ فطرت انسانی کی حاجت وضرورت ہے۔ اور شادی ہی کے ذریعہ تو میاں بیوی باہمی تعاون سے اولاد کی تربیت کرتے ہیں۔ اور ان کے دلوں میں ماں باپ ہونے کا شعور وجذبہ ٹھاٹھیں مارتا ہے۔ اور اسی لئے اسلام نے شریک حیات کے سلسلہ میں شادی کی بنیاد اور دارومدار دین ودیانت، خاندانی شرافت اور غیر شادی شدہ عورت کے انتخاب پر رکھا ہے۔

فصل ثانی

بچوں کے سلسلہ میں نفسیاتی شعور واحساسات

نفسیاتی شعور سے مراد وہ محبت وشفقت اور رحمت وعاطفت ہے جو اللہ تعالیٰ نے والدین کے دلوں میں اپنی اولاد کے لئے پیدا کی ہیں۔ اس سلسلہ میں چند باتیں لکھی جارہی ہیں۔

(الف) ماں باپ میں بچوں کی محبت فطری ہے۔

یہ بات نہایت واضح ہے کہ والدین کے دلوں میں بچوں کی محبت فطری ہوتی ہے اور بچوں کی دیکھ بھال کی زحمت برداشت کرنا، ان پر رحمت وشفقت کرنا اور ان کے معاملات وضروریات کا اہتمام کرنا، یہ سب چیزیں نفسیاتی طور پر والدین میں موجود اور ان کے دلوں میں راسخ اور ان کے احساسات وشعور میں داخل ہوتی ہیں۔ اگر بالفرض یہ نہ ہوتا تو روئے زمین سے انسان کا وجود ختم ہوجاتا اسی لئے قرآن کہیں بچوں کو دنیا کی زینت قرار دیتا ہے۔

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (الکهف ۴۶) مال اور اولاد حیات دنیا کی ایک رونق ہے۔

تو کہیں اللہ جل شانہٗ کی ایسی بڑی نعمت قرار دیتا ہے جس کا شکر کرنا واجب ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ اور مال اور بیٹوں سے ہم تمھاری امداد

وَبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا　　کریں گے۔ اور ہم تمھاری جماعت بڑھادیں گے

(اسراء ۶)

اور یہی اولاد اگر نیکوکاروں اور متقیوں کے راستہ پر چلنے والی ہو تو ان کو آنکھوں کی ٹھنڈک بتلاتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔ (الفرقان ۷۴)

اور وہ ایسے ہیں کہ دعا کرتے رہتے ہیں، کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔ اور ہم کو متقیوں کا افسر بنا دے۔

اس کے علاوہ قرآن کریم میں اور بہت سی ایسی آیتیں ہیں جو بچوں کے سلسلہ میں والدین کے جذبات واحساسات کی تصویر کشی کرتی ہیں اور اپنے جگر گوشوں اور دل کے ٹکڑوں کے سلسلہ میں ان کے جذبات کی صداقت اور دل کی محبت سے پردہ اٹھاتی ہیں۔　　(ترجمہ ص؟)

اب ہم امیہ بن صلت کے ان اشعار کو پیش کرتے ہیں جو انھوں نے اپنے نافرمان بیٹے کے بارے میں کہے ہیں۔ یہ اشعار ان منتخب قصائد میں سے ہیں جو رقت و تاثر سے لبریز اور بچوں کے والدین کے دلی جذبات کی صحیح عکاسی کرنے والے ہیں۔

غذوتك مولودا وعلتك يافعا　　تعل بما اجني عليك وتنهل

جب تم بچے تھے تو میں نے تمھیں کھلایا پلایا۔ اور جوان ہوئے تو دیکھ بھال کی تم اس سے فائدہ اٹھاتے جو میں تمھارے لئے جمع کرتا تھا اور اسی سے سیرابی حاصل کرتے تھے۔

اذا لیلۃ ضافتك بالسقم لم ابت لسقمك الا ساھرًا اتململ

اگر تم کسی شب بیمار ہو گئے تو میں نے تمہاری بیماری کی وجہ سے بے چینی میں جاگتے ہوئے رات گزار دی۔

کانی انا المطروق دونك بالذی طرقت بہ دونی فعینی تھمل

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا تمہارے بجائے میں ہی اس بیماری کا شکار ہوں جو تم کو لاحق ہے اور اس سبب سے میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔

تخاف الردی نفسی علیك وانھا لتعلم ان الموت وقت مؤجل

میرا دل تمہاری ہلاکت سے خوف زدہ رہتا تھا۔ حالانکہ اسے معلوم ہے کہ موت وقت مقررہ پر ہی آئے گی۔

فلما بلغت السن والغایۃ التی الیھا مدی ما کنت فیك أؤمل

جب تم اس عمر اور زمانہ کو پہنچ گئے جو میری امیدوں اور آرزوں کا منتہا تھا

جعلت جزائی غلظۃ وفظاظۃ کانك انت المنعم المتفضل

تو تم نے مجھے اس کا یہ صلہ دیا کہ سختی اور ترش روئی شروع کر دی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم میرے محسن و کرم فرما ہو۔

فلیتك اذ لم ترع حق ابوتی فعلت کما الجار المجاور یفعل

پس اگر تم نے میرے باپ ہونے کے حق کی رعایت نہ کی تو اتنا ہی کر لیتے جتنا ایک برابر میں رہنے والا پڑوسی کرتا ہے۔

فاولیتنی حق الجوار فلم تکن علی بمال دون مالك تبخل

تم مجھے وہ حق دیدیتے جو پڑوسی کا ہوتا ہے اور تم مجھ پر اپنے مال کے سلسلہ میں بخل نہ کرتے۔

ف: مگر افسوس کہ اب تو اولاد کا ایسا برتاؤ والدین کے ساتھ عام طور پر ہے۔ (ق)

(ب) بچوں سے محبت اور ان پر شفقت عطیۂ ربانی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کے دلوں میں جو قابل قدر جذبات ودیعت کئے ہیں ان میں بچوں پر رحم وشفقت، محبت والفت بھی ہے جو بچوں کی اصلاح وتربیت اور پرورش کے سلسلہ میں بڑا اثر رکھتا ہے اور عظیم نتائج کا حامل ہے۔

اسی وجہ سے شریعت مطہرہ نے مخلوق کے دلوں میں الفت ومحبت کے جذبہ کو راسخ کیا اور بڑوں کو خواہ وہ استاذ وشیخ ہوں یا ماں باپ، یا کسی شعبہ کے سربراہ، سب کو ان اوصاف کے اختیار کرنے کی جانب رغبت دلائی ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لیس منا من لم یرحم صغیرنا ویعرف حق کبیرنا۔

وہ شخص ہم میں سے نہیں جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کے حق کو نہ پہچانے۔

(ابوداؤد، ترمذی)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی موقع پر یوں ارشاد فرمایا۔

من لا یَرحم لا یُرحم (الادب المفرد للبخاری)

جو اوروں پر رحم نہیں کرتا۔ اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔

نیز امام بخاری رحمہ اللہ "الادب المفرد" میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس اپنے دو بچوں کو لے کر آئی۔ انھوں نے اس کو تین کھجوریں دیں، تو اس نے ہر بچے کو ایک ایک کھجور دیدی اور ایک اپنے لئے رکھ لی۔ دونوں بچوں نے اپنی کھجور کھالی اور اپنی ماں کی جانب دیکھنے لگے۔ ماں نے اپنی والی کھجور کے دو ٹکڑے کئے اور دونوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک ٹکڑا دیدیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

تشریف لائے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا

وما يعجبك من ذلك لقد رحمها الله برحمتها صبيتها	تمہیں اس پر تعجب کیوں ہوا۔ اللہ تعالےٰ نے بچوں پر اس عورت کے رحم کرنے کی وجہ سے اس پر بھی رحم کیا۔

لہذا یہ بات ذہن نشین ہونا چاہیے کہ والدین اپنے جذبۂ رحم ہی کی بنا پر اپنی ان تمام ذمہ داریوں اور فرائض کو پورا کرتے ہیں جو بچوں کی پرورش و نگرانی کے سلسلہ میں اللہ تعالےٰ نے ان پر عائد کی ہے۔ (ترجمہ ملخص)

(ج) لڑکیوں کو بُرا سمجھنا زمانۂ جاہلیت کی گندی عادت ہے۔

اسلام مساوات اور عدل کی دعوت دیتا ہے اور بچوں پر رحم و شفقت کے سلسلہ میں اسلام نے مرد و عورت میں کوئی تفریق نہیں کی ہے۔ اگر اسلامی معاشرے میں کچھ ایسے والدین نظر آتے ہیں جو لڑکے کی بہ نسبت لڑکی سے امتیازی سلوک روا رکھتے ہیں تو یہ محض زمانۂ جاہلیت کی عادات میں سے ایک عادت ہے جس کی کڑی دور جاہلیت سے جا ملتی ہے۔ جس کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۝ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝	اور ان میں سے کسی کو بیٹی کی پیدائش کی خبر دی جائے تو سارے دن اس کا چہرہ بے رونق رہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہے۔ اور جس چیز کی اس کو خبر دی گئی ہے اسکی عار سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرے (اور سوچے) کیا اس کو بحالت ذلت لئے رہے یا اس کو (زندہ یا مار کر) مٹی میں گاڑ دے۔ خوب سن لو

ان کی یہ تجویز بہت ہی بُری ہے۔ (النحل ۵۸، ۵۹)

اس کا اصل سبب ایمان کی کمزوری اور یقین کا عدم استحکام ہے۔ اس لئے کہ اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس فیصلہ سے خوش نہیں جو اللہ نے اسے لڑکی دے کر کیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کمزور نفوس اور ضعیف ایمان والوں سے زمانۂ جاہلیت کی ان رسوم کی جڑیں اکھاڑنے اور ان کی بیخ کنی کرنے کے لئے لڑکیوں کا خصوصی تذکرہ کیا ہے۔ اور والدین اور تربیت کرنے والوں کو ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے، ان کی دیکھ بھال اور ان کی ضروریات کے خیال رکھنے کا نہایت اہتمام سے حکم دیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور جنت کے داخلہ کے مستحق بن جائیں اور ساتھ ہی بچیوں کی صحیح تربیت بھی ہو، اور وہ ایسی لڑکیاں بن جائیں جیسی اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔

بچیوں کی دیکھ بھال، حسن سلوک اور خصوصی توجہ سے متعلق بعض ارشادات نبوی پیش خدمت ہیں۔

۱۔ جو شخص دو بچیوں کی بالغ ہونے تک کفالت کرے گا تو وہ قیامت میں اس طرح آئے گا کہ میں اور وہ اس طرح ہوں گے۔ اور آپ نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر اشارہ کر کے بتلایا۔ (مسلم)

۲۔ جس شخص کی تین لڑکیاں ہوں اور وہ ان کو خوش دلی سے برداشت کرے اور اپنے مال سے ان کو کھلائے پلائے اور پہنائے تو وہ لڑکیاں اس شخص کے لئے دوزخ سے بچانے کا ذریعہ بنیں گی۔ (مسند احمد)

۳۔ جس شخص کی تین لڑکیاں یا تین بہنیں ہوں۔ یا دو لڑکیاں یا دو بہنیں ہوں

اور وہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور خوشدلی سے انھیں برداشت کرے اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (حمیدی)

اس لئے تربیت کرنے والوں کو چاہئے کہ ان ارشادات نبویہ کو اپنا رہنما بنائیں اور لڑکیوں اور لڑکوں کے درمیان عدل ومساوات سے کام لیں تاکہ اس جنت کے مستحق بن سکیں جو آسمان وزمین سے بڑی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کو حاصل کرسکیں جو سب سے بڑی دولت ہے۔ (ترجمہ منتخب)

(د) بچے کی موت پر صبر کا اجر وثواب۔

مسلمان جب ایمان کے بلند وعالی درجہ پر پہنچ جاتا ہے اور تقدیر پر کامل ایمان رکھتا ہے تو مصائب کا جھیلنا اس کے لئے آسان ہو جاتا ہے۔ اور اللہ رب العالمین کے ہر فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا ہے۔ ایسے کامل الایمان شخص کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت سنائی ہے کہ جب کسی شخص کے بچے کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ جل شانہ، فرشتوں سے پوچھتے ہیں، کیا تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کرلی؟ وہ جواب میں کہتے ہیں، جی ہاں! پوچھتے ہیں، تم نے اس کے دل کے ٹکڑے کی روح قبض کرلی؟ وہ کہتے ہیں، جی ہاں! پوچھتے ہیں، میرے بندے نے کیا کہا؟ وہ کہتے ہیں کہ اس نے آپ کی حمد بیان کی اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں، میرے بندے کے لئے جنت میں ایک گھر بنادو اور اس کا نام "بیت الحمد" رکھ دو۔

اس صبر کے بڑے فوائد ہیں۔ جن میں ایک فائدہ یہ ہے کہ جنت تک پہنچانے اور دوزخ سے بچانے کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ عورتوں سے فرمایا۔ تم میں سے کوئی عورت نہیں جس کے تین بچے وفات

پا جائیں مگر یہ کہ وہ بچے اس عورت کے لئے دوزخ سے حجاب بنیں گے۔ ایک عورت نے کہا، اور اگر دو بچے مرجائیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو بھی۔ (بخاری ومسلم)

ایمان کی قوت اور جذبۂ ایمانی کی اگر بہترین مثال دیکھنی ہو تو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی ازواج طاہرات کی سیرت سامنے رکھئے جو اس بات پر کھلی دلیل ہے کہ انھوں نے بچوں کے مرنے پر کس قوت ایمانی اور رضا بالقضا اور صبر کا ثبوت دیا۔ (اس کے لئے "حکایات صحابہؓ" جیسی کتابوں کا مطالعہ مفید ہوگا۔ قمرالزمان) اس لئے ماں باپ کو چاہئے کہ اپنے ایمان میں قوت پیدا کریں۔ اور اگر کوئی مصیبت درپیش ہو تو اس وقت یقین وایمان کے ہتھیار کو استعمال کریں۔ اگر کسی بچے کا انتقال ہو جائے تو تنگ دل اور آزردہ خاطر نہ ہوں۔ بلکہ صبر کریں تاکہ جو ذات سب چیزوں کی مالک اور حاکم مطلق ہے اس سے اجر وثواب حاصل ہو۔

اے اللہ! دنیا کے مصائب ہم پر آسان کردے اور اپنے فیصلے اور تقدیر پر ہم کو راضی کر دے۔ اور دنیا وآخرت دونوں میں تو ہی ہمارا والی بن جا۔ اس لئے کہ آپ ہی رب العالمین ہیں اور آپ ہی بہترین والی ومولی ہیں۔ (ترجمہ ملک)

(۷) اسلام کے مصالح کو بچے کی محبت پر فوقیت دینا۔

چونکہ ماں باپ کے دل میں اپنے جگر گوشوں اور بچوں کی محبت والفت، شفقت ورحمت کے سچے جذبات موجزن رہتے ہیں۔ اس لئے یہ مدنظر رہنا چاہئے کہ یہ جذبات فی سبیل اللہ اور دعوت وتبلیغ کے لئے سفر سے رکاوٹ نہ بن جائیں۔ اس لئے کہ اسلام کے مصالح تمام جذبات اور ضروریات پر مقدم ہیں۔ اور اسلامی معاشرت کا قائم کرنا ہر مومن کا مقصد اصلی اور زندگی کی غرض وغایت ہے کیونکہ گم کردہ راہ انسانیت

کو سیدھا راستہ دکھانا مسلمان کی سب سے بڑی خواہش ہوتی ہے، جس کو حاصل کرنے کے لیے مسلمان سب کچھ قربان کر دیتا ہے۔

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ تعالٰی نے اس بات کو بالکل صحیح سمجھا تھا، اسی لئے ان کے سامنے جہاد اور تبلیغ دین اور اسلام کی نشر و اشاعت کے سوا اور کوئی مقصد نہ تھا۔ اس لئے کہ ان حضرات کے سامنے اللہ تعالٰی کا یہ ارشاد تھا۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ	آپ کہہ دیجئے، اگر تمہارے باپ اور بیٹے
وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ	اور بھائی اور عورتیں اور برادری اور وہ
وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ	مال جو تم نے کمائے ہیں، اور وہ تجارت
تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ	جس کے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو، اور وہ
تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ	حویلیاں جن کو تم پسند کرتے ہو، تم کو اللہ
وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ	اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے
فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ	سے زیادہ پیاری ہیں تو انتظار کرو یہاں تک
بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي	اللہ تعالٰی اپنا حکم بھیجیں۔ اور اللہ تعالٰی راستہ
الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ (توبہ ۲۴)	نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو۔

نیز یہ حدیث پاک بھی ان کے پیش نظر تھی۔

لا یؤمن احدکم حتّٰی	تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل
اکون احب الیہ من مالہ	مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ میں اس
وولدہٖ والناس اجمعین۔	کے مال و اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ
(بخاری و مسلم)	اسے محبوب نہ ہو جاؤں۔ (ترجمہ ص۵)

(د) بچے کو سزا دینا اور مصلحت و تربیت کی خاطر اس سے قطع تعلق کرنا۔

بچے کی اصلاح و تربیت کے سلسلہ میں اسلام کا اپنا ایک مخصوص طریقۂ کار ہے۔ چنانچہ اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ اگر بچے کو پیار و محبت سے سمجھانا فائدہ دیتا ہو، تو مربی کے لئے اس سے قطع تعلق و اعراض کرنا درست نہیں ہے۔ اور اگر بچے سے قطع تعلق کرنا، اور ڈانٹنا ڈپٹنا مفید ہو، تو پھر اس کو مارنا پیٹنا درست نہیں۔ ہاں اگر اصلاح و تربیت سمجھانے بجھانے سے نہ ہو اور وعظ و نصیحت اور ڈانٹ ڈپٹ کے تمام طریقے غیر مؤثر ثابت ہوں تو ایسی صورت میں اتنا مارنے کی اجازت ہے جو حدود کے اندر ہو۔ اور ظالمانہ اور بے رحمانہ طریقہ سے نہ ہو۔ اس طریقہ سے ممکن ہے کہ مربی اس کی اصلاح کر سکے اور بچے کا کردار و چال چلن درست ہو جائے۔

لہٰذا اصلاح و تربیت کے تمام مراحل سنت نبویہ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے طرز حیات کو سامنے رکھ کر آپ کی خدمت میں پیش کئے جا رہے ہیں۔ تاکہ تربیت کرنے والے حضرات کو تربیت و اصلاح کا اسلامی طریقہ معلوم ہو جائے۔

پیار و محبت سے بچے کی تربیت اور نرمی سے اس کو سمجھانے بجھانے سے متعلق ایک واقعہ امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر نگرانی اور زیر پرورش نوعمر لڑکا تھا۔ کھانے کے برتن میں میرا ہاتھ ادھر اُدھر گھوما کرتا تھا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

یا غلام سمّ اللہ وکل بیمینک وکل مما یلیک۔	اے لڑکے! اللہ کا نام لے کر کھانا شروع کرو اور داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنی طرف سے کھاؤ۔
(بخاری ومسلم)	

ایک دوسرا واقعہ ملاحظہ فرمایئے۔ امام بخاری ومسلم رحمہما اللہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مشروب (پینے کی کوئی چیز) لایا گیا۔ آپ کے داہنی جانب ایک نوعمر لڑکے تھے اور بائیں جانب عمر رسیدہ حضرات تشریف فرما تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صاحبزادے سے کہا، کیا تم مجھے اس بات کی اجازت دیتے ہو کہ میں یہ ان حضرات کو دیدوں؟ یہ سمجھانے کا پیار بھرا انداز تھا۔ ان صاحبزادے نے کہا کہ خدا کی قسم، میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا آپ کے دیئے ہوئے مبارک حصے پر میں کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بچا ہوا مشروب ان کو تھما دیا۔ یہ صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔

بچے سے اعراض اور قطع تعلق کے سلسلے میں امام بخاری حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکر پھینک کر مارنے سے منع فرمایا ہے۔ اور یہ فرمایا ہے۔

انه لا يقتل الصيد ولا ينكأ العدو وانه يفقأ العين ويكسر السن۔

اس طرح کنکر مارنا نہ تو شکار مار سکتا ہے اور نہ دشمن کو زخمی کر سکتا ہے البتہ یہ کسی کی آنکھ پھوڑنے یا دانت توڑنے کا ذریعہ بن سکتا ہے

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابن مغفل رضی اللہ عنہ کے کسی عزیز نے جو ابھی بالغ نہ ہوئے تھے اس طرح کنکر پھینکا، تو انھوں نے اسے اس سے منع کیا اور یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکر مارنے سے منع فرمایا ہے کہ

انها لا تصيد صيدا — اس سے کوئی جانور شکار نہیں ہو سکتا۔

اس نے دوبارہ اسی طرح کنکر پھینکا تو انھوں نے اس سے منع فرمایا کہ میں تو تمھیں

بتلا رہا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اور تم پھر دوبارہ ایسا ہی کر رہے ہو۔ میں تم سے ہرگز بات نہیں کروں گا۔

بچے کو مارنے سے متعلق ابوداؤد و حاکم حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مروا اولادکم بالصلوٰۃ وھم ابناء سبع سنین واضربوھم علیھا وھم ابناء عشر و فرقوا بینھم فی المضاجع۔	تمہارے بچے سات سال کے ہو جائیں تو ان کو نماز پڑھنے کا حکم دو۔ اور دس سال کے ہو جائیں تو نماز پڑھوانے کے لئے ان کو مارو۔ اور ان کے بستر الگ کر دو۔

تربیت کے یہ طریقے اس وقت ہیں جب کہ بچہ نو عمر ہو۔ لیکن جب بالغ ہو جائے اور بڑا ہو جائے تو اس وقت تربیت و اصلاح کے طریقے کچھ مختلف ہیں۔ پس اگر اس وقت لڑکے کو سمجھانا اور نصیحت کرنا فائدہ نہ دے تو مربی اور مصلح کو چاہئے کہ جب تک لڑکا اپنی کجی اور گمراہی اور فسق و فجور سے باز نہ آئے اس وقت تک اس سے قطع تعلق رکھے اور اس سے کسی قسم کا میل جول نہ رکھے۔ طبرانی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

اوثق عری الایمان الموالاۃ فی اللہ والمعاداۃ فی اللہ والحب فی اللہ والبغض فی اللہ۔	ایمان کی کڑیوں میں سے مضبوط ترین کڑی اللہ کے لئے دوستی، اور اللہ کے لئے دشمنی، اور اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے بغض ہے۔

امام بخاری رحؒ "باب ما یجوز من الھجران لمن عصیٰ" کے ذیل میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت کعب رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب وہ غزوہ تبوک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ جا سکے اور پیچھے رہ گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ان سے بات چیت کرنے سے روک دیا اور پچاس دن اس طرح گزر گئے۔ اور روئے زمین ان کے لئے باوجود وسعت کے تنگ ہو گئی اور وہ نہایت تنگ دل ہو گئے۔ نہ ان سے کوئی شخص بات کرتا تھا، نہ سلام کرتا تھا، نہ ان کے ساتھ کوئی اٹھتا بیٹھتا تھا۔ ان کے ساتھ یہ معاملہ اس وقت تک جاری رہا جب تک اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم کے ذریعہ ان کے توبہ قبول کرنے کی آیت نازل نہ فرما دی۔

صحیح روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو زجر و توبیخ کے لئے ایک ماہ تک چھوڑے رکھا۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ نے کسی بات پر اپنے بیٹے سے قطع تعلق کر لیا تھا۔ اور مرتے دم تک ان سے بات نہ کی۔

اولاد کے ساتھ یہ رویہ اس وقت روا رکھا جائے گا جبکہ وہ مومن و مسلم تو ہوں، مگر ان کے عمل میں سستی اور کچھ انحراف پیدا ہو جائے۔ لیکن اگر بالفرض وہ کافر و ملحد ہو جائے تو اس وقت ایمان کا تقاضا اور قرآن کریم کی تعلیم یہ ہے کہ اس سے مکمل قطع تعلق ہو اور کھلم کھلا اس سے برارت کا اعلان کر دیا جائے۔

(اس کے بعد متعدد آیات اس کے استناد اور استشہاد میں درج فرمائی ہیں، جو قابل مطالعہ ہیں۔ قمرالزماں) ۔ بہر حال اس فصل میں ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ ایسا اہم نفسیاتی شعور و احساس اور قلبی جذبہ ہے جو تربیت کرنے والوں میں پیدا ہونا چاہئے۔ بغیر اس کے اصلاح و تربیت کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ (تربیۃ الاولاد ص۹۵)

فصل ثالث

بچے سے متعلق عمومی احکام :۔

اس فصل میں چار بحثیں ہیں :۔

پہلی بحث : بچہ کی ولادت پر تہنیت کرنے والے کو جو اہم احکام بجالانا چاہئے وہ آپ کی خدمت میں پیش کئے جارہے ہیں ۔

۱۔ بچہ کی پیدائش پر مبارکباد پیش کرنا۔

کسی کے یہاں بچہ پیدا ہو تو اس کے مسلمان بھائی کے لئے مستحب یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی خوشی میں شریک ہو اور اس کو مبارکباد دے۔ اور ایسا طریق اختیار کرے جس سے اس کو مزید خوشی ہو۔ ایسا کرنا اس کے تعلقات کو مستحکم اور روابط کو مضبوط کرتا ہے۔ اگر بالفرض مبارکباد نہ دے سکے تو بہتر یہ ہے کہ اس کے اور نومولود بچے کے لئے دعا کرے۔ اللہ تعالیٰ مسلمان کی دعا مسلمان بھائی کے حق میں قبول فرماتے ہیں۔ امت اسلامیہ کی رہنمائی کے لئے قرآن کریم نے مختلف مناسبات سے بچہ کی پیدائش پر مبارکباد و خوشخبری دینے کا تذکرہ کیا ہے۔

چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام کے قصہ میں ارشاد ربانی ہے ۔

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى (آل عمران ۳۹)

پھر ان کو آواز دی فرشتوں نے جب وہ کھڑے تھے نماز میں حجرے کے اندر کہ اللہ تعالیٰ ان کو یحیٰی کی خوشخبری دیتا ہے۔

اور ایک آیت میں ہے ۔

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ

اے زکریا ہم تم کو ایک لڑکے کی خوشخبری

إِسْمُهُ يَحْيىٰ لَمْ نَجْعَل لَّهُ مِن قَبْلُ سَمِيًّا ۝ (مریم ۷) — سناتے ہیں جس کا نام یحیٰی ہے۔ ہم نے اس سے پہلے اس نام کا کوئی نہیں بنایا۔

حضرت حسین رضؓ سے مروی ہے کہ بچہ کی پیدائش پر ان الفاظ میں مبارکباد پیش کرے۔

بورك لك فی الموهوب وشكرت الواهب ورزقت برّه وبلغ اشده۔ — اللہ تعالیٰ آپ کے اس بچہ کو مبارک کرے اور آپ کو اللہ تعالیٰ کا شکر کرنے کی توفیق ہو اور یہ بچہ آپ کا فرماں بردار اور نیک ہو۔ اور جوانی کو پہنچے۔

(کتاب الاذکار، باب استحباب التہنئہ صؔ۳۴۶)

تہنیت و مبارکباد ہر بچہ پر دینا چاہیئے۔ اس میں لڑکا یا لڑکی میں تفریق نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ لڑکی کی پیدائش پر مزید خوشی کا اظہار کرنا چاہیئے۔

ہم مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنے معاشرہ میں اس سنت کو قائم کریں تاکہ آپس کے تعلقات مستحکم ہوں اور صحیح معنوں میں اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہ سکیں۔ اور ان کی وحدت اس مضبوط قلعہ کی طرح ہو، جس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط بناتا ہے۔

۲۔ بچے کی پیدائش پر اذان و اقامت کہنا۔

پیدائش کے فوراً بعد بچے کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے۔ چنانچہ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں حسن بن علی رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کان میں اذان دی نیز حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حسن بن علی رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے داہنے کان میں اذان دی اور

بائیں کان میں اقامت کہی۔

اذان واقامت کہنے کا راز علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "تحفۃ المودود" میں لکھتے ہیں۔ انسان کے کان میں سب سے پہلی آواز ایسے کلمات کی پڑے جو اللہ تعالیٰ کی عظمت وکبریائی پر مشتمل ہو، جیسے کہ مرتے وقت کلمۂ توحید کی تلقین کی جاتی ہے۔ نیز ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اذان کے کلمات سُن کر شیطان بھاگ جاتا ہے۔ نیز ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ اس بچہ کو شروع ہی سے اللہ اور اسلام کی طرف اور اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دی جائے اور شیطان کی دعوت سے پہلے رحمٰن کی دعوت دی جائے۔

اس لئے کہ یہی وہ فطرت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے جس کو شیطان بدلنا چاہتا ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ کے پیدا ہوتے ہی عقیدۂ توحید کی حفاظت اور شیطان سے بچانے کا اہتمام فرمایا ہے۔ تاکہ وہ دنیا میں اللہ کا صحیح بندہ بن کر دنیا کی فانی زندگی گزار سکے۔ (ترجمہ صفحہ)

۳۔ بچہ کی پیدائش پر تحنیک کرنا۔

نومولود بچے کے سلسلے میں منجملہ احکام اسلامیہ کے تحنیک بھی ہے۔ اور تحنیک کے معنی ہیں کھجور کو چبا کر بچے کے تالو پر لگا دینا۔ یعنی جو کھجور چبائی گئی ہے اس کا کچھ حصہ انگلی پر رکھ کر نومولود بچے کے منہ میں داخل کر دینا اور آہستہ آہستہ انگلی سے اس کے منہ میں داہنے بائیں پھیرنا تاکہ وہ چبائی ہوئی کھجور پورے منہ میں پہنچ جائے۔ اور اگر بالفرض کھجور موجود نہ ہو تو پھر کسی بھی میٹھی چیز سے تحنیک کر دینا چاہیئے۔ چاہے مصری ہو یا شیرہ۔ تاکہ سنت پر عمل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی پیروی ہو جائے۔

بہتر یہ ہے کہ تحنیک کسی متقی عالم نیک وصالح بزرگ سے کرائی جائے تاکہ بچہ کو برکت حاصل ہو اور اس کے لئے نیک فال ہو۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میرے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا تو میں اس کو لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور ایک کھجور سے اس کی تحنیک کی۔ اور اس کے لئے برکت کی دعا کر کے اسے میرے حوالے کر دیا۔ (بخاری، مسلم)

۴ ۔ نومولود بچے کا سر مونڈنا ۔

نومولود کے سلسلہ میں منجملہ احکام اسلام کے ایک یہ ہے کہ اسلام نے ساتویں دن اس کے سر کے بال مونڈنے اور ان بالوں کے برابر چاندی فقراء پر صدقہ کرنے کو مستحب قرار دیا ہے۔ اس میں دو حکمتیں ہیں :۔

(۱) صحت وطب کے لحاظ سے یہ فائدہ ہے کہ بچہ کا سر مونڈنے سے اسے قوت حاصل ہوتی ہے اندر سر کے مسامات کھل جاتے ہیں۔ اور ساتھ ہی اس سے نگاہ اور سننے اور سونگھنے کی قوت کو فائدہ پہنچتا ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ اس کے بال کے برابر چاندی صدقہ کرنے سے معاشرہ میں باہمی امداد کا جذبہ پیدا ہو گا۔ اور آپس میں تعاون وترحم کی خوشگوار فضا وجود میں آئے گی۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے والدین اور تربیت کرنے والے ان احکامات سے مکمل طور پر ناآشنا ہیں۔ مگر میں ان لوگوں سے یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ اسلام کی نظر میں ناواقفیت کوئی عذر نہیں ہے۔ اس لئے ان امور میں کوتاہی کرنا قیامت میں باز پرس سے نہیں بچا سکتا۔ جو انسان سے روز محشر اس کے

فرائض و ذمہ داریوں کے سلسلہ میں ہو گی۔

یہ احکام جو ذکر کیے گئے اگرچہ مندوبات و مستحبات کے قبیل سے ہیں۔ لیکن ہمیں چاہیے کہ ہم ان کو کامل طور پر اپنی اولاد، رشتہ داروں و متعلقین پر نافذ کریں اور خود عمل کریں اور دوسروں سے عمل کرائیں۔ اس لئے کہ آج اگر مستحبات میں تساہل سے کام لیں گے تو آگے چل کر واجب و فرض بلکہ اسلام کے معاملہ میں بھی تساہل برتنے لگیں گے۔ جس کے نتیجہ میں صرف نام کے مسلمان رہ جائیں گے۔ بلکہ ممکن ہے کہ دین و اسلام ہی سے خارج ہو جائیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ ف: نہایت حکمت آموز اور بصیرت افروز بات لکھی ہے جو لائحہ عمل بنانے کے لائق ہے۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ۔

دوسری بحث

بچہ کا نام رکھنا اور اس سے متعلق احکام

بچے کا نام رکھنے کے سلسلہ میں اسلام نے جو احکام دیئے ہیں ان میں سے خاص خاص درج ذیل ہیں:۔

۱۔ بچے کا نام کب رکھا جائے؟

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بچے کا نام ساتویں دن رکھا جائے۔ اور بعض حدیثوں سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ بچے کا نام پیدا ہوتے ہی رکھنا چاہئے اور بعض سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فوراً رکھنا ضروری نہیں ہے۔ بہر حال احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نام کے معاملہ میں وسعت ہے تنگی نہیں ہے۔ خواہ اس کا نام پیدا ہوتے ہی رکھ دیا جائے یا تین دن بعد، یا ساتویں دن رکھا جائے جس دن اس کا عقیقہ ہو سب کی گنجائش ہے۔

۲۔ کون سے نام رکھنا مستحب ہے اور کون سے مکروہ ؟

نام رکھتے وقت والد یا گھر کے بڑے یا مربّی کو چاہیئے کہ بچّے کے لئے ایسا نام منتخب کرے جو پُرمعنی، اچھا اور پیارا ہو۔ تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق عمل ہو جائے :۔

انکم تدعون یوم القیامة	تم لوگوں کو قیامت میں تمھارے اور تمھارے
باسمائکم وباسماء آبائکم	والدین کے ناموں سے پکارا جائے گا۔ اس لئے
فاحسنوا اسمائکم۔ (ابوداؤد)	نام اچھا رکھا کرو۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔

انّ احبَّ اسمائکم الی اللہ	اللہ کو تمھارے ناموں میں سب سے زیادہ
عزّ وجلّ عبد اللہ وعبد الرحمٰن	محبوب نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہے۔

ہاں والدین وغیرہ کو چاہیئے کہ بچّے کا نام ان کلمات کے ساتھ نہ رکھیں جو اللہ تعالےٰ کے خصوصی نام ہیں لہٰذا احد، صمد، خالق، رزاق، رحمٰن وغیرہ نام نہیں رکھنا چاہیئے بلکہ عبدالاحد، عبدالصمد وغیرہ نام رکھنا چاہیئے۔

اسی طرح شہنشاہ نام نہیں رکھنا چاہیئے۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالےٰ کے نزدیک سب سے زیادہ خبیث اور قابل غضب وہ شخص ہوگا جسے شہنشاہ کہا جاتا ہے اس لئے کہ شہنشاہ (بادشاہوں کا بادشاہ) صرف اللہ تعالےٰ ہی ہے۔

اسی طرح ایسا نام نہ رکھنا چاہیئے جس میں نیک فالی اور یُمن ہو، تاکہ اگر اس نام والے کو پکارا جائے اور وہ وہاں موجود نہ ہو تو یہ نہ کہا جائے کہ وہ نہیں ہے۔

مثلاً افلح، نافع، رباح اور یسار وغیرہ۔ چنانچہ حدیث میں صراحۃً ان ناموں کے رکھنے کی ممانعت آئی ہے۔ (مسلم، ترمذی)

اسی طرح بچوں کا نام معبودان باطلہ کے نام پر نہیں رکھنا چاہئے مثلاً عبدالعزیٰ عبدالکعبہ، عبدالنبی وغیرہ۔ اس لئے کہ اس قسم کا نام رکھنا بالاتفاق ناجائز ہے۔

نیز ایسے نام نہ رکھنا چاہئے جس میں عشق و محبت کا پہلو ہو، یا گندے اور فحش معنی نکلتے ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام چاہتا ہے کہ مسلمان قوم ممتاز شخصیت کی مالک ہو۔ اور وہ اپنی خصوصیات اور صفات سے پہچانی جائے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ و طریقہ نام رکھنے کے سلسلہ میں ملاحظہ ہو۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے نام رکھا کرو۔ اور اللہ تعالےٰ کو ناموں میں سب سے زیادہ محبوب نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہے۔ اور سب سے سچا حارث[1] اور ہمام ہے۔ اور سب سے ناپسند و قبیح حرب[2] و مرّہ ہے۔ (ترجمہ مشکوٰۃ ج ۱)

ف: غرض مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے بچوں کا نام اللہ تعالےٰ کے ناموں سے پہلے عبد لگا کر رکھیں۔ یا حضرات انبیاء علیہم السلام وصحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور صالحین کے نام رکھا کریں۔ اسی میں خیر و برکت اور اسلامی شعار اور شان و شوکت ہے

واللہ ولی التوفیق۔ قمرالزماں۔

۳۔ بچّہ کی کنیت ابو فلاں کر کے رکھنا سنت ہے۔

اسلام کے بنیادی تربیتی نظام میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مولود کی کنیت ابو فلاں کر کے رکھی جائے۔ اس طرح کنیت رکھنے سے نہایت عمدہ نفسیاتی اور عظیم الشان

---

[1] حارث کے معنی۔ کسب کرنے والا۔ ہمام۔ ارادہ کرنیوالا۔ [2] حرب کے معنی جنگ اور مرّہ کے معنی کڑواہٹ کے ہیں۔

تربیتی فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ جو یہ ہیں:۔

۱۔ بچہ کی نفسیات اور دل میں اکرام واحترام کا شعور بڑھانا۔

۲۔ معاشرتی طور پر اس کی شخصیت کو ابھارنا۔ اس لئے کہ وہ محسوس کرے گا کہ وہ بڑوں کے مرتبہ اور قابل احترام عمر کو پہنچ گیا ہے۔

۳۔ نیز دلچسپ اور پیاری کنیت سے پکارنے سے اس کے دل کو خوش کرنا بھی مقصود ہوتا ہے۔

۴۔ نیز اس لئے کہ اس کو اپنے بڑوں کو مخاطب کرنے اور اپنے چھوٹوں کو پکارنے کا طریقہ معلوم ہو جائے۔

ہاں کنیت رکھنے میں یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کی اولاد ہی کے نام پر ہو، بلکہ دوسرے کی اولاد کی نسبت سے بھی کنیت رکھی جاسکتی ہے۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو "اُم عبداللہ" کنیت رکھنے کی اجازت دی تھی۔ جبکہ عبداللہ ان کی ہمشیرہ اسماء بنت ابی بکر کے صاحبزادے تھے۔ نیز یہ جائز ہے کہ انسان اپنی اولاد کے علاوہ کسی اور نام سے کنیت رکھ دے چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا کوئی لڑکا بکر نامی نہ تھا، لیکن ان کی کنیت ابو بکر تھی۔ (ترجمہ ص۹۹)

نام اور کنیت رکھنے کے سلسلہ میں قابل لحاظ چند امور۔

(الف) اگر ماں اور باپ کے درمیان بچے کا نام رکھنے کے سلسلہ میں اختلاف ہو جائے تو ایسی صورت میں نام رکھنا باپ کا حق ہے۔ اس لئے کہ قرآن کریم نے تصریح کر دی ہے کہ بچہ باپ کی طرف منسوب ہوگا۔ نہ کہ ماں کی طرف۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ۔ (الاحزاب ۵)

لے پالکوں کو ان کے باپ کی طرف نسبت کرکے پکارو۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں یہی پورا انصاف ہے۔

(ب) بچے کا لقب مذموم اور ناپسندیدہ رکھنا نہ باپ کیلئے جائز ہے نہ کسی اور کیلئے۔

(ج) علمائے کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ بچوں کا نام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی پر رکھنا درست ہے۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت کے رکھنے میں اختلاف ہے۔ اس سلسلے میں ائمہ کرام کے مختلف مذاہب و اقوال ہیں۔

۱۔ آپ کی کنیت رکھنا مطلقاً مکروہ ہے۔ یہ امام شافعیؒ کی رائے ہے۔

۲۔ آپ کی کنیت رکھنا مطلقاً مباح ہے۔

۳۔ کنیت اور نام دونوں کو جمع کرنا جائز نہیں۔ مثلاً کوئی شخص اپنے بیٹے کا نام محمد اور کنیت ابوالقاسم رکھے۔ ہاں صرف محمد نام رکھنا یا صرف ابوالقاسم کنیت رکھنا جائز ہے۔

۴۔ آپ کی کنیت رکھنے کی ممانعت آپ کی حیات میں تھی۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی کنیت رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ان اقوال کے نقل کرنے کے بعد حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ چوتھا قول زیادہ راجح اور معقول معلوم ہوتا ہے۔ یہی مذہب امام مالک رحمہ اللہ کا ہے۔ نیز احادیث بھی اس پر صاف دلالت کر رہی ہیں۔ لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اور کنیت دونوں ایک ساتھ رکھنا جائز ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم اپنی برباد شدہ عزت و کرامت اور چھنا ہوا وطن دوبارہ حاصل کرنا چاہیں تو ہم سب اس کے محتاج ہیں کہ اس طرح کی عمدہ ترین تربیت

کی بنیادی باتوں پر عمل پیرا ہوں، تو اللہ تعالےٰ پہلے کی طرح ہمیں معزز و مکرم بنا دے گا اور اللہ تعالےٰ کے لئے یہ کچھ مشکل نہیں ہے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔ (ترجمہ ص۱۰۲)

تیسری بحث

بچے کا عقیقہ اور اس کے احکام

لغت میں عقیقہ کے معنی کاٹنے کے آتے ہیں۔ اسی سے والدین کی نافرمانی اور قطع تعلق کو "عقوق والدین" کہا جاتا ہے۔

شریعت کی اصطلاح میں عقیقہ کے معنی ہیں بچے کی پیدائش کے ساتویں دن بچے کی طرف سے بکرے یا بکری کا ذبح کرنا۔

عقیقہ مسنون ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

بچہ کے پیدا ہونے پر عقیقہ کرنا چاہئے۔ لہذا اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس بچے سے گندگی دور کرو۔	مع الغلام عقیقۃ فاھریقوا عنہ دما وامیطوا عنہ الاذی (بخاری)

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

لڑکے کی طرف سے دو برابر کے سے بکرے یا بکری ذبح کئے جائیں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکرا یا بکری۔	عن الغلام شاتان مکافئتان وعن الجاریۃ شاۃ (ترمذی)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے:۔

کل غلام مرتھن بعقیقته تذبح عنه عند یوم سابعة ویحلق راسه ویسمی (ترمذی وغیرہ)

یعنی ہر بچہ اپنے عقیقہ کا مرہون ہے اس کی طرف سے ساتویں دن جانور ذبح کیا جائے اور سر مونڈا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔

مطلب یہ ہے کہ بچہ بھلائیوں اور سلامتی آفات اور زیادہ نشوونما سے رکا رہتا ہے جب تک کہ اس کی طرف سے عقیقہ نہ کر دیا جائے۔ ان حدیثوں سے عقیقہ کا مسنون ومستحب ہونا معلوم ہوتا ہے۔ یہی حنفیہ، جمہور فقہاء اور اہل علم کا مذہب ہے۔

عقیقہ کا مستحب وقت: اگر ساتویں دن نہ کر سکیں تو پھر چودھویں دن، اور اسمیں بھی نہ کر سکیں تو پھر اکیسویں دن عقیقہ کریں۔ یہ حکم استحبابی ہے۔ اگر اس کے علاوہ اور کسی دن بھی کریں گے تو عقیقہ درست ہو جائیگا۔ مگر ساتویں دن کا لحاظ کرنا بہتر ہے۔

کیا لڑکے اور لڑکی کے عقیقہ میں فرق ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لڑکے کی طرف سے دو بکرے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکرا کیا جائے گا۔ یہی مذہب حضرت ابن عباس وعائشہ رضی اللہ عنہما اور اہل علم کی ایک جماعت کا ہے۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ لڑکے کے عقیقہ میں بھی ایک ہی بکرا ذبح کیا جائے گا جیسا کہ لڑکی کے عقیقہ میں ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ نکلا کہ جس کو وسعت ہو وہ لڑکے کی طرف سے دو بکرے کرے اور اگر گنجائش نہ ہو تو لڑکے کی طرف سے بھی ایک ہی کرے۔ اس کو اس صورت میں بھی پورا اجر وثواب ملے گا اور سنت پر عمل کرنے والا کہلائے گا۔ واللہ اعلم۔ (ترجمہ صفحہ ۱۱)

عقیقہ کے جانور کی ہڈیوں کا نہ توڑنا مستحسن ہے۔

عقیقہ کے جانوروں کی ہڈیاں نہیں توڑنا چاہئے۔ چاہے ذبح کرتے اور گوشت بناتے وقت یا کھاتے وقت۔ بلکہ ہر ہڈی کو توڑے بغیر اس کے جوڑ سے کاٹنا چاہئے۔ اس کی دو حکمتیں معلوم ہوتی ہیں۔

(۱) فقراء اور پڑوسیوں کے سامنے عقیقہ کے گوشت کی حیثیت کو ظاہر کرنا کہ اس کے بڑے بڑے ٹکڑے پیش کئے جائیں۔ اور جن لوگوں کو یہ گوشت ہدیہ کیا جائے گا ان پر گہرا اثر ڈالے گا۔ اور یہ جود و کرم کا بڑا اثر چھوڑے گا۔

(۲) بچہ کے اعضاء کی سلامتی اور صحت و قوت کی نیک فالی لینے کے لئے۔ اس لئے کہ عقیقہ گویا بچہ کے فدیہ کے قائم مقام ہے۔ واللہ اعلم۔ (صـ۱۱)

عقیقہ سے متعلق دیگر احکام۔

(الف) علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ عقیقہ میں وہ جانور جائز نہیں ہے جو قربانی میں جائز نہیں ہے۔ اور جو قربانی میں جائز ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ بکرا، بھیڑ، دُنبہ ایک سال کا ہونا چاہئے۔ البتہ اگر چھ ماہ کا دُنبہ موٹا تازہ ہو اور سال بھر کے برابر معلوم ہوتا ہو، تو ایسے چھ ماہ کے دنبہ کی قربانی اور عقیقہ درست ہے۔ لیکن بکرا، بکری جب تک ایک سال کے نہ ہو جائیں انکی قربانی وعقیقہ درست نہیں ہے۔

(۲) قربانی کا جانور عیوب سے مبرّا وسالم ہونا چاہئے۔ لہذا اندھے، بھینگے اور ایسے لاغر جانور جن کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو، اور ایسے لنگڑے جانور کی قربانی بھی جائز نہیں ہے جو قربان گاہ تک خود سے نہ چل سکے۔

عـہ یعنی توڑنا بھی جائز ہے، البتہ نہ توڑے تو بہتر ہے۔ (قمرالزمان)

۲۔ گائے بھینس کی قربانی اس وقت تک درست نہیں جب تک کہ دو سال پورے کر کے تیسرے سال میں داخل نہ ہو چکی ہو اور اونٹ کی قربانی اس وقت تک درست نہیں جب تک پانچ سال پورے کر کے چھٹے سال میں داخل نہ ہو چکا ہو۔

(ب) عقیقہ میں شرکت جائز نہیں ہے (مگر حنفیہ کے یہاں اگر ثواب اور قربت کی نیت ہو تو ایک جانور میں شرکت ہو سکتی ہے۔ جیسے کسی کی نیت قربانی کی ہو اور کسی کی عقیقہ کی۔ اسی طرح ایک گائے اور ایک اونٹ میں سات بچوں کے عقیقے بھی ہو سکتے ہیں تفصیل کے لئے شامی (۵ ۔ ۲۲۹) وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے۔ (مترجم)

(ج) یہ درست ہے کہ بکرے کے بجائے اونٹ یا گائے کر دی جائے (اس کی تفصیل اوپر بیان ہو چکی۔ قمر الزماں)

(د) جو حکم قربانی کے گوشت کا ہے وہی عقیقہ کے گوشت کا بھی ہے۔ لہذا اسے صدقہ کرنا، ہدیہ کرنا سب درست ہے۔ البتہ عقیقہ میں مستحب یہ ہے کہ اس کے گوشت کا کچھ حصہ دائی کو بھی دے دیا جائے تاکہ وہ بھی خوشی میں شریک ہو جائے۔ اگر کوئی شخص عقیقہ کی خوشی میں دعوت کرنا اور اس کا گوشت پکا کر کھلانا چاہے تو یہ بھی درست ہے۔

مستحب یہ ہے کہ عقیقہ بچے کے نام سے کیا جائے۔ اس لئے کہ ابن منذر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اذبحوا علی اسمہ فقولوا! بچے کے نام سے عقیقہ کا جانور ذبح کرو۔ لہذا

لہ یہ صورت تو ایام قربانی ہی میں ہو سکتی ہے۔ مگر اس کے علاوہ دنوں میں بڑے جانور میں سات بچوں کے عقیقے ہو سکتے ہیں۔ (قمر الزمان)

بسم الله اللهم لك و اليك هذه عقيقة فلان

یوں کہو، اللہ کے نام سے ذبح کرتا ہوں اے اللہ آپ ہی کیلئے ہے اور آپ ہی کیطرف یہ لوٹ کر جائیگا اے اللہ! یہ فلاں کی طرف سے عقیقہ ہے۔

(فلاں کی جگہ بچے یا بچی کا نام لے۔

عقیقہ کے مشروع ہونے کی حکمت۔

بچے کے عالم وجود میں آتے ہی اس کی طرف سے تقرب الی اللہ کا یہ ذریعہ ہے نیز بچے کو مصائب سے بچانے کے لئے ایک قسم کا فدیہ ہے۔ نیز والدین کے لئے شفاعت کا وسیلہ ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی حکمتیں ہیں جو اصل کتاب میں مذکور ہیں۔

چوتھی بحث

بچے کا ختنہ اور اس کے احکام

ختنہ کے لغوی و اصطلاحی معنی۔

لغت میں ختنہ کے معنی اس کھال کا کاٹنا جو آلۂ تناسل کے سر پر ہوتی ہے اور شریعت کی اصطلاح میں اس گول حصے اور کنارے کو کہتے ہیں جو سپاری کے اوپر ہوتا ہے۔ یعنی وہ حصہ جو آلۂ تناسل سے کاٹے جانے کے مقام پر ہوتا ہے۔ اسی پر شرعی احکام مرتب ہوتے ہیں۔ جیسے کہ امام احمد و ترمذی و نسائی رحمہم اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ:۔

اذا التقی الختانان فقد وجب الغسل۔

جب دونوں ختنہ کی جگہیں مل جائیں (یعنی مرد کی سپاری عورت کی فرج میں داخل ہو جائے) تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

اور طبرانی کی روایت میں آتا ہے کہ جب ختنہ کی جگہیں مل جائیں اور سپاری (عورت کی فرج میں) چھپ جائے تو چاہے انزال ہو یا نہ ہو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

ختنہ واجب ہے یا سنت؟

امام حسن بصری، امام ابو حنیفہ اور بعض حنابلہ رحمہم اللہ ختنہ کے سنت ہونے کے قائل ہیں۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بہت سے حضرات اسلام لائے، لیکن آپ نے ان میں سے کسی سے ختنہ کے بارے میں تحقیق نہ فرمائی۔ اگر ختنہ واجب ہوتا تو ضرور اس کی تحقیق فرماتے۔ نیز اس کے سنت ہونے پر اس سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں ختنہ کا ذکر دیگر مسنون چیزوں کے ساتھ کیا ہے۔ مثلاً ناخن کاٹنا، بغل کے بال اکھاڑنا وغیرہ۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ختنہ سنت ہے، واجب نہیں۔ اور جو حضرات اس کے واجب ہونے کے قائل ہیں، وہ شعبی، ربیعہ، اوزاعی، یحییٰ بن سعید انصاری مالک، شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے اور کہا کہ میں اسلام لایا ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

الق عنك شعر الكفر واختتن۔

تم اپنے حالت کفر کے سر کے بال مونڈو اور ختنہ کراؤ۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

من اسلم فلیختتن وان کان کبیرا — جو شخص اسلام لائے اس کو چاہئے کہ ختنہ کرائے چاہے وہ بڑا کیوں نہ ہو۔

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ختنہ اگرچہ سنتوں کے ذیل میں مذکور ہے لیکن بہت سے علماء اس کے وجوب کے قائل ہیں اس لئے کہ ختنہ دین کا شعار ہے، اور اسی کے ذریعہ مسلم و کافر میں فرق ہوتا ہے۔ (ترجمہ صـ۱۱)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔

اربع من سنن المرسلین الختان والتعطر والسواک والنکاح۔ (ترمذی) — چار چیزیں رسولوں کی سنت ہیں۔ ختنہ کرانا۔ خوشبو لگانا۔ مسواک کرنا اور نکاح کرنا۔

ختنہ کب ہونا چاہئے؟

بیشتر اہل علم کا مسلک ہے کہ بلوغ سے پہلے ختنہ ہو جانا چاہئے۔ اور بہتر ہے کہ شروع ہی میں ختنہ کرا دیا جائے۔ جیسا کہ بیہقی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ و ختنہ ساتویں دن کرا دیا تھا۔

ختنہ کی عظیم الشان حکمتیں۔

ختنہ فطرت سلیم کی اساس، اسلام کا شعار اور شریعت کا عنوان ہے۔ یہ اس ملت حنیفہ کی تکمیل ہے جسے اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبانی جاری فرمایا یہ ملت حنیفہ ہی ہے جس نے دلوں کو توحید و ایمان پر ڈھالا۔ یہی وہ ملت ہے جس نے بدن کو فطرت سلیم سے آراستہ کیا۔ جن میں ختنہ، مونچھوں کا کتروانا، ناخن ترشوانا اور بغل کے بالوں کا اکھاڑنا داخل ہے۔ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں :-

ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا۔
(النحل ۱۲۳)

پھر ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی کہ آپ ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ پر چلئے جو بالکل ایک طرف کے ہو رہے تھے۔

ختنہ مسلمان کو دوسرے مذاہب کے متبعین سے ممتاز کرتا ہے۔ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی عبودیت کا اقرار، اس کے اوامر کا بجالانا اور اس کے حکم کے سامنے گردن جھکانا متحقق ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ختنہ کے بہت سے طبی فائدے ہیں جو اصل کتاب میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ اخیر میں بطور خلاصہ کے تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

گزشتہ صفحات میں جو احکام ذکر کئے گئے، خواہ وہ بچے کی پیدائش پر مبارک باد پیش کرنے سے متعلق ہوں، یا ان کے کان میں اذان دینے کے بارے میں ہوں یا عقیقہ یا سر مونڈنے یا نام رکھنے کے قبیل سے ہوں، یا ختنہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ یہ تمام احکام تربیت کرنے والوں کے لئے ایک اہم حقیقت ثابت کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ بچہ کی پیدائش سے ہی اس کی دیکھ بھال رکھی جائے۔ (تربیۃ الاولاد فی الاسلام ص۱۱۱)

(ترجمہ ص۱۲۳ ج ۱)

فصلِ رابع

بچوں میں انحراف[1] پیدا ہونے کے اسباب اور ان کا علاج

تمہید: وہ بڑے عوامل و اسباب کیا ہیں جو بچوں میں انحراف پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ اور ان کے اخلاق کو خراب کرکے ان کو تباہی کے کنارے پہنچا دیتے ہیں؟ ان کا جاننا تربیت کرنے والوں کے لئے ضروری ہے۔ تاکہ بچوں کو زیغ و ضلال (کجی و گمراہی) سے بچا سکیں۔ اس لئے ہم اسلام کی روشنی میں انحراف کے اسباب اور اس کا علاج آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں، تاکہ تربیت کرنے والے حضرات اپنے فرائض و واجبات کے معاملہ میں سیدھے راستہ پر دلیل و برہان کے ساتھ چل سکیں۔

(الف) غربت وافلاس: یہ ایک ظاہری بات ہے کہ جب بچہ اپنے گھر میں ضرورت کے مطابق کھانا، کپڑا نہ پائے گا تو وہ لازماً گھر چھوڑ کر باہر نکلے گا۔ تو ایسے موقع پر اس کو بدمعاش و بدکار لوگ اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ معاشرے میں مجرم بن کر ابھرتا ہے اور انسانی جانوں اور عزت وآبرو اور مال و دولت کے لئے خطرہ بن جاتا ہے۔ اسلام کی عادلانہ شریعت نے

---

[1] راہ راست سے پھرنا۔

فقر و فاقہ کے ازالہ کے لئے اپنی مضبوط بنیادیں استوار کی ہیں۔ جن سے ہر فرد کو روٹی کپڑا اور مکان بقدر ضرورت حاصل ہو جائے۔ چنانچہ معذور و عاجز لوگوں کے لئے بیت المال سے ماہوار وظیفہ مقرر کیا اور ایسے قوانین بنائے جن کے ذریعہ ایسے شخص کی امداد ہو جو خاندان وافراد کا کفیل ہے۔ اور یتیموں، بیواؤں، اور بوڑھوں کی ایسے طریقہ سے دیکھ بھال ہو جس سے ان کی عزت وکرامت محفوظ رہے۔ پس اگر ان طریقوں کو صحیح طور پر نافذ کر دیا جائے تو معاشرہ میں انحراف اور مجرمانہ ذہنیت کی روک تھام ہو جائے۔ اور فقر و فاقہ اور محرومی وغربت کی بنیادیں ختم ہو جائیں۔ ف: مگر افسوس کہ ممالک اسلامیہ میں اس کا لحاظ نہیں ہے۔ واللہ الموفق۔

(ب) ماں باپ کے درمیان لڑائی جھگڑا۔

بچے میں انحراف پیدا کرنے کا ایک سبب ماں باپ کا باہمی نزاع واختلاف بھی ہے۔ چنانچہ جب بچہ گھر میں آنکھیں کھولتا ہے اور لڑائی جھگڑا دیکھتا ہے تو لازمی طور سے وہ گھر سے دور ہونا چاہتا ہے تاکہ من پسند دوستوں کے ساتھ وقت گزارے۔ یہ دوست اکثر گھٹیا قسم کے ہوتے ہیں اس لئے وہ بچہ ان کے ساتھ رہ کر ان کے گندے اخلاق کو اختیار کرتا چلا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے دین سے منحرف اور مجرم بن جاتا ہے اس لئے اسلام نے اپنے پُرحکمت اصول کے ذریعہ نکاح کے خواہشمند مرد کو بیوی کے انتخاب میں صحیح راستہ متعین کر دیا ہے۔ اسی طرح لڑکی اولیاء کو اس کے شوہر کے انتخاب میں صحیح رہنمائی فرمادی ہے جس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ میاں بیوی میں محبت والفت کی فضا پیدا ہو۔ تاکہ بچہ اس فضا میں پرورش پائے اور خاندان کے لئے نیک نامی کا سبب بنے۔

(ترجمہ ص ۱۲۶)

(ج) طلاق کے نتیجہ میں پیدا ہونے والا فقر و فاقہ۔

بچہ کے انحراف کا سبب طلاق کے بعد پیدا ہونے والے حالات بھی ہیں۔ اس لئے کہ بچہ جب دنیا میں آنکھ کھولتا ہے اور اس پر شفقت کرنے والی ماں اور نگرانی کرنے والا باپ نہیں ہوتا تو لازمی طور پر احساس محرومی اسے برائیوں کی طرف لے جاتا ہے اور یہ صورت حال اس وقت مزید خراب ہو جاتی ہے جبکہ مطلقہ عورت دوسرا خاوند کرلیتی ہے۔ تو عام طور پر اولاد خراب اور ضائع ہو جاتی ہے۔

طلاق کے بعد اس پریشانی کو ماں کی غربت اور بھی پیچیدہ بنا دیتی ہے۔ اس لئے کہ ایسی صورت حال میں مطلقہ عورت کام کاج کرنے کیلئے گھر سے نکلنے پر مجبور ہوتی ہے، لہٰذا وہ گھر کو چھوڑ کر کام کرنے چلی جاتی ہے اور چھوٹے بچے بے یار و مددگار ادھر اُدھر پھرتے ہیں اور حوادث ایام اور شب و روز کے فتنے ان کو کھلونا بنا لیتے ہیں۔ نہ کوئی ان کی دیکھ بھال کرنے والا ہوتا ہے نہ نگہداشت کرنے والا۔ اب آپ ہی بتلایئے کہ ایسی اولاد سے آپ کیا توقع رکھتے ہیں جنھیں نہ باپ کی محبت میسر ہو نہ اس کی نگرانی و نگہداشت۔ نہ ماں کا پیار ملا ہو نہ اس کی توجہ و ہمدردیاں پس ایسی صورت میں ہم ان سے آوارگی اور خراب ہونے کی ہی توقع کرسکتے ہیں کسی خیر و صلاح کی نہیں۔

اس لئے اسلام نے اپنے بنیادی احکام میں میاں بیوی میں سے ہر ایک کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے اپنے فرائض و واجبات کو پورا کرے اور ایک دوسرے کے حقوق کو پوری طرح ادا کرے۔ تاکہ ایسی صورت حال پیدا نہ ہو جس کا انجام کار برا اور قابل ملامت ہو۔ ان حقوق کا مختصر تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے۔

میاں بیوی کے حقوق :-

ان حقوق میں سے بیوی کے ذمہ شوہر کا ایک یہ حق ہے کہ بیوی اپنے شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری کرے۔ جیساکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی طرف سے ایک سوال کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا کہ "شوہر کی فرمانبرداری اور اس کے حق کا اعتراف کرنا جہاد فی سبیل اللہ کے اجر و ثواب کے برابر ہے"۔ (ملخصاً۔ بزاز و طبرانی) (ترجمہ ص۱۲)

ان حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ عورت اپنے شوہر کے مال اور اپنی عصمت و آبرو کی حفاظت کرے۔ اس لئے کہ ابن ماجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مبارک نقل کرتے ہیں کہ "کیا میں تمہیں ایسی بہترین چیز نہ بتاؤں جسے انسان جمع کرتا ہے۔ وہ ایسی نیک و صالح عورت ہے کہ جب شوہر اس کی طرف دیکھے تو وہ اس کو خوش کر دے اور جب وہ کسی بات کا حکم دے تو وہ عورت اس کی فرماں برداری کرے۔ اور جب شوہر موجود نہ ہو تو عورت شوہر کے مال اور اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کرے"۔ (ابن ماجہ)

ان حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ اگر شوہر بیوی کو ہمبستری کے لئے بلائے تو وہ انکار نہ کرے۔ جیساکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "جب مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ اس کے پاس جانے سے انکار کر دے اور شوہر اس سے ناراض ہو کر رات گزارے تو صبح تک فرشتے اس عورت پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں"۔ (بخاری و مسلم)

ان حقوق میں سے شوہر کے ذمہ بیوی بچوں کے نان و نفقہ کی ذمہ داری کا پورا کرنا بھی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (بقرہ ۲۳۳)	اور جس کا بچہ ہے اس کے ذمہ ان ماؤں کا کھانا کپڑا قاعدہ کے موافق ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو
اس لئے کہ تم نے انھیں اللہ کی امان کے ذریعہ حاصل کیا ہے اور ان کی شرمگاہوں کو اللہ کے
کلمہ کے ذریعہ حلال کیا ہے۔ تم پر ان کے نان ونفقہ اور کپڑے کی دستور کے مطابق ذمہ
داری ہے۔ (مسلم)

انہی حقوق میں سے گھر کے معاملات میں شوہر کا بیوی سے مشورہ کرنا بھی داخل ہے
اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ عورتوں سے ان کی بچیوں کے بارے
میں مشورہ کر لیا کرو۔ (ابوداؤد)

اس کا مطلب یہ ہے کہ لڑکیوں کی شادی سے قبل ان کی ماؤں سے اجازت
لے لیا کرو اور مشورہ کر لیا کرو۔

انہی حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ شوہر بیوی کی بعض کمزوریوں اور عیوب سے
درگزر کرے۔ خصوصاً اگر اس میں کچھ ایسی خوبیاں اور اوصاف پائے جاتے ہوں
جو ان کمزوریوں اور عیوب کی تلافی کرتے ہوں۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کا فرمان مبارک ہے۔

لا یفرک مومن مومنۃ ان کرہ منہا خلقا رضی منہا آخر (مسلم)

کوئی مومن مرد کسی مومن عورت سے بغض نہ رکھے اس لئے کہ اگر اس کی کوئی بات ناپسند ہوگی تو اس کے بدلے دوسری پسند ہوگی۔

ان حقوق میں سے مرد کا بیوی کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی گزارنا اور اس سے
ملاطفت اور دل لگی کرنا بھی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ

اور ان عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزران کیا کرو۔ اور اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے

اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا۔ (النساء)

کہ تم ایک شے کو ناپسند کرو اور اللہ تعالے اس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھ دے۔

اور اسی کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے

خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی۔ (ابن ماجہ، حاکم)

تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہو۔ اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ تم سب سے بہتر برتاؤ کرتا ہوں۔

ان حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں گھر کے کام کاج میں مرد کو بیوی کا ہاتھ بٹانا چاہیئے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان سے جب یہ پوچھا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کرتے تھے؟ تو انھوں نے فرمایا جیسے تم لوگ کرتے ہو، یہ چیز ادھر سے اٹھا کر ادھر رکھدی، بے موقع رکھی ہوئی چیز موقع پر رکھدی، گھر والوں کا کام کاج کر دیا۔ ان کے لئے گوشت کاٹ دیا۔ گھر کو جھاڑ پونچھ دیا، خادم کا ہاتھ بٹا لیا۔ (طبرانی)

یہ وہ اہم حقوق ہیں جنھیں اسلام نے میاں بیوی میں سے ہر ایک پر لازم کیا ہے۔ اور یہ درحقیقت واقعی اور عادلانہ امور ہیں۔ اور اگر میاں بیوی میں سے ہر ایک ان کو پورا کرے تو بجائے اختلاف و لڑائی کے اتحاد و یگانگت وجود میں آئے گی۔ اور بغض و ناپسندیدگی کی جگہ الفت و محبت لے لے گی۔ اور پورا خاندان خوشحال اور محبت و سکون سے بھرپور اور بہتر سے بہتر زندگی گزاریگا اور یہ قطعاً ناممکن ہوگا کہ کوئی بھی ایسی بات ہو جس سے خاندان والوں کی زندگی مکدر ہو۔ یا جس سے میاں بیوی میں سے ایک کو دوسرے سے ناگواری گزرے یا تکلیف پہنچے۔

اور اگر مرد کی بداخلاقی یا عورت کے اخلاق کی خرابی کی وجہ سے آپس میں اتفاق و اتحاد ناممکن ہو، اور ان دونوں کا ایک ساتھ زندگی گزارنا مشکل ہو تو شوہر کو چاہیے کہ طلاق دینے سے پہلے اصلاح کی کوشش کرے اور اس سلسلہ کی تدابیر اختیار کرے۔ اور یہ کوششیں اور تدبیریں اس طرح ہیں۔

۱۔ وعظ و نصیحت کرنا اور سمجھانا۔ تاکہ اس آیت کریمہ پر عمل ہو جائے

وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (الذاریات ۵۵) نصیحت کرتے رہیے اس لئے کہ نصیحت کرنا مومنوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

۲۔ الگ بستر پر سونا۔ یہ ایک نفسیاتی سزا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے ذریعہ عورت صحیح راستہ پر آجائے۔

۳۔ تنبیہ کے لئے معمولی سی مار پیٹ۔ بشرطیکہ یہ امید ہو کہ مارنے سے فائدہ ہوگا لیکن شرط یہ ہے کہ زیادہ نہ مارا جائے اور اس طرح نہ مارا جائے جس سے عورت کے جسم پر نشانات پڑ جائیں۔ اسی طرح یہ بھی شرط ہے کہ ایسی جگہ نہ مارا جائے جہاں مارنا نقصان دہ ہو سکتا ہو۔ مثلاً چہرہ، سینہ اور پیٹ لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ مقتدائے کامل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی کسی عورت کو نہیں مارا۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے نہ کبھی کسی عورت کو مارا۔ اور نہ کسی خادم یا کسی اور کو۔ مگر یہ کہ آپ اللہ کے راستہ میں جہاد کر رہے ہوں۔ چنانچہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب ایک عورت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے شوہر کی مار پیٹ کی شکایت کی تو آپ نے شوہر سے ارشاد فرمایا۔

یظل احد کم یضرب امراتہ ضرب العبد ثم یظل یعانقها ولا یستحی	تم میں سے ایک شخص اپنی بیوی کو غلام کی طرح مارتا ہے اور پھر اس سے بغلگیر ہوتا ہے اور اسے شرم بھی نہیں آتی۔

۴۔ آخری تدبیر یہ ہے کہ کسی کو حکم بنا لیا جائے اور وہ اس طرح کہ میاں بیوی کے خاندان والوں کے معتدل مزاج، عقلمند، سمجھدار آدمیوں کو بیچ میں ڈال لیا جائے جو میاں بیوی کو درپیش مشکلات کا جائزہ لیں اور پھر ان دونوں میں دوبارہ اتفاق و یگانگت اور اتحاد پیدا کرنے کی عملی تجاویز پیش کریں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ تجاویز مقصد حاصل کرنے میں مفید ثابت ہوں اور طلاق سے بچا لیں۔ ان احتیاطی تدابیر کا اختیار کرنا ضروری ہے تاکہ اللہ تعالےٰ کے فرمان مبارک پر عمل ہو جائے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ○ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا۔ اِنَّ اللّٰهَ	اور جو عورتیں ایسی ہوں کہ تم کو ان کی بد دماغی کا احتمال ہو تو انکو زبانی نصیحت کرو اور انکو ان کے لیٹنے کی جگہوں میں تنہا چھوڑ دو۔ اور انکو مارو۔ پھر اگر وہ تمھاری اطاعت کرنا شروع کر دیں تو ان پر بہانہ مت ڈھونڈو۔ بلاشبہ اللہ تعالےٰ بڑے رفعت اور عظمت والے ہیں۔ اور اگر تم اوپر والوں کو ان دونوں میاں بیوی میں کشاکشی کا اندیشہ ہو تو تم لوگ ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو، مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی جو تصفیہ کرنے

كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ۝ (النساء ۳۴-۳۵)

کی لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان سے بھیجو۔ اگر ان دونوں آدمیوں کو اصلاح منظور ہوگی تو اللہ تعالیٰ ان میاں بیوی میں اتفاق فرما دیں گے بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم اور بڑے خبر والے ہیں۔

ان مراحل سے گزرنے اور ان تدابیر پر عمل کرنے کے بعد بھی اگر اتفاق ناممکن ہو تو مرد کو چاہیے کہ عورت کو پاکی کے ایسے زمانے میں ایک طلاق دے جس میں اس سے ہمبستری نہ کی ہو۔ تاکہ پہلی طلاق دینے کے بعد بھی ازدواجی زندگی دوبارہ لوٹنے کی گنجائش باقی رہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ (البقرۃ ۲۳۰)

پھر اگر یہ اس کو طلاق دیدے تو ان دونوں پر اس میں کچھ گناہ نہیں کہ بدستور پھر مل جاویں بشرطیکہ دونوں غالب گمان رکھتے ہوں کہ خداوندی ضابطوں کو قائم رکھیں گے اور یہ خداوندی ضابطے ہیں، حق تعالیٰ انکو بیان فرماتے ہیں ایسے لوگوں کیلئے جو دانشمند ہیں۔

جو امور ہم نے بیان کئے ہیں ان سے روز روشن کی طرح یہ بات معلوم ہوگئی کہ اسلام نے ایسی اہم تدابیر و احتیاطی اقدامات کو اختیار کیا ہے جو طلاق واقع ہونے کے درمیان حائل ہو سکیں۔ اس لئے کہ میاں بیوی اور بچوں پر طلاق کے بہت برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اسی لئے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق کو ایسی حلال چیز بتایا ہے جو اللہ کو سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔ تو ہمیں اس میں ذرا بھی تعجب نہیں ہوتا۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

ابغض الحلال الی اللہ الطلاق　　اللہ تعالیٰ کو حلال چیزوں میں سب سے زیادہ
(ابوداؤد)　　ناپسند چیز طلاق ہے۔

دین اسلام نے طلاق دینے کی صورت میں شوہر پر مطلقہ بیوی کے عدت کے دنوں کا نان ونفقہ اور بچوں کا نفقہ لازم کیا ہے۔ تاکہ مطلقہ عورت اور اس کے بچے در در کی ٹھوکریں نہ کھاتے پھریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ○ (البقرہ-۲۳۶)

اور ان کو کچھ خرچ[1] دو۔ مقدور والے پر اس کے موافق ہے اور تنگی والے پر اسی کے موافق۔ جو خرچ کہ قاعدے کے موافق ہے۔ نیکی کرنے والوں پر لازم ہے

اور اگر شوہر فقیر و مسکین ہو اور نان ونفقہ دینے پر قادر نہ ہو تو پھر حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کے نفقہ وخرچ کا بندوبست کرے اور بچوں کی تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں جن مادی اسباب اور پیسوں کی ضرورت ہو وہ اس وقت تک مہیا کرتی رہے جب تک بچے بڑے اور جوان نہ ہو جائیں۔ اور ان کو خراب ہونے اور بگڑنے سے بچانے کا یہ ایک راستہ ہے۔ یہ اس امداد و معاونت

---

[1] خرچ دینے کی صورت حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ ایسی عورت جس سے بوقت نکاح شوہر نے مہر مقرر نہیں کیا اور قبل مجامعت یا خلوت صحیحہ اسکو طلاق دیدی تو شوہر پر مہر تو واجب نہ ہوگا لیکن شوہر پر لازم ہے کہ اپنے پاس سے عورت کو کچھ دیدے کم از کم ایک جوڑا کپڑا یعنی کرتا، سربند، چادر دیدے۔ رہا عام مطلقہ یا متوفی عنہا زوجہا کا نان و نفقہ اور سکنی کا شوہر پر واجب ہونا تو وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ثابت ہے أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ مطلقہ عورتوں کو اپنی وسعت کے مطابق رہنے کا مکان دو جہاں تم رہتے ہو اسی سے معلوم ہوا کہ اسکو نفقہ بھی دینا چاہئے کیونکہ عورت آخر دن تک اسی شوہر کی وجہ سے مکان میں محبوس و مقید رہیگی۔

کے علاوہ ہے جو اسلام نے ان لوگوں پر لازم کی ہے جو ان کے حالات سے باخبر ہوں اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔ جس شخص کے پاس ضرورت سے زائد سواری ہو اس کو چاہئے کہ وہ اس کو دیدے جس کے پاس سواری نہیں ہے اور جس کے پاس ضرورت سے زائد توشہ ہو تو وہ اس کو دے دے جس کے پاس توشہ نہیں ہے۔ (مسلم)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے

فی المال حق سوی الزکوٰۃ — مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔

نیز طبرانی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مالدار مسلمانوں کے مال میں اتنی مقدار کا نکالنا فرض کیا ہے جو مسکینوں کی ضرورت پوری کر دے اور فقراء بھوک اور بے لباسی کی مصیبت میں گرفتار نہیں ہوئے مگر مالداروں کے کرتوتوں کی وجہ سے۔ اللہ تعالیٰ ان مالداروں سے سخت حساب لے گا اور ان کو دردناک عذاب دے گا۔

اسی طرح بزاز اور طبرانی رحمہما اللہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا درج ذیل فرمان مبارک روایت کرتے ہیں۔

ما آمن بی من بات شبعان وجارہ جائع الی جنبہ وھو یعلم بہ	مجھ پر وہ شخص ایمان نہیں لایا جو خود تو پیٹ بھر کر رات گزارے اور اس کے ساتھ کا پڑوسی بھوکا ہو۔ اور اس کو اس کا علم بھی ہو۔ (ترجمہ مسلک ج ۱)

(د) قریب البلوغ لڑکوں کا بیکار رہنا۔

بچوں کے انحراف کا ایک سبب ان کی فراغت وبیکاری بھی ہے۔ اس لئے کہ یہ کھلی حقیقت ہے کہ بچہ ہر وقت متحرک رہتا ہے۔ کبھی اپنے ہمعمروں کے ساتھ کھیل کود

میں مصروف رہتا ہے اور کبھی ورزش وغیرہ میں مشغول رہتا ہے۔ اس لئے تربیت کرنے والوں کو چاہئے کہ اس موقع سے فائدہ اٹھائیں۔ یعنی ان کے فارغ وقت کو ایسے کاموں میں لگائیں جو ان کے جسم کے لئے مفید ہوں۔ لہذا ان کے کھیل کود کے لئے کھلی زمین کا انتظام کرنا چاہئے اور تیرنے کے لئے تالاب بنانا چاہئے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو پھر بچے گندے ساتھیوں کے ساتھ ملیں جلیں گے، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان میں بھی ان کی سی عادتیں اور خرابیاں پیدا ہو جائیں گی۔

خصوصاً نماز کا بچوں کو عادی بنانا چاہئے جو اسلام کا ستون ہے۔ اس لئے کہ نماز میں بیشمار روحانی وجسمانی فائدے ہیں۔ (اس کے بعد مصنف نے نماز کے فائدے شمار کرائے ہیں جو چاہے اصل کتاب کا مطالعہ کرلے)

نیز اسلام نے بچوں کو جنگ کے طریقے، شہسواری، تیرنا، چھلانگ لگانا، کشتی لڑنا اور پچھاڑنے کا فن سیکھنے کا حکم دیا۔ اس طرح بچہ کی اس جانب رہنمائی کی تاکہ وہ اپنے فارغ وقت کو پُرمغز بنائے اور وقت کو ضائع نہ کرے۔

(۵) بُری صحبت اور بُرے ساتھی۔

بچوں کو بگاڑنے اور خراب کرنے کا سب سے بڑا سبب بری صحبت اور بدکردار ساتھی ہوتے ہیں۔ خاص طور سے اگر بچہ سیدھا اور بھولا بھالا ہو تو بُری عادات کو بہت جلد جذب کر لیتا ہے۔ اس لئے اسلام نے تربیت کرنے والوں اور والدین کی توجہ اس طرف مرکوز کردی کہ وہ اپنی اولاد کی مکمل نگرانی کریں تاکہ ان کو معلوم ہو کہ بچے کس کے ساتھ رہتے ہیں اور کہاں صبح وشام گزارتے ہیں۔
اور اسلام نے اس کی طرف بھی رہنمائی کی ہے کہ اولاد کے لئے نیک اور اچھے ساتھیوں کا انتخاب کریں تاکہ ان کے اچھے اخلاق سیکھیں۔

اسلام نے بدکردار لوگوں اور گندے اور بُرے ساتھیوں سے بچنے کے سلسلے میں جو تعلیمات پیش کی ہیں اس کا ایک نمونہ یہ ارشاد ربانی ہے۔

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ	اور جس روز ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ
يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ	کھاوے گا اور کہے گا کیا اچھا ہوتا
مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا يَا وَيْلَتَى	میں رسول کے ساتھ (دین کی) راہ پر لگ
لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا	لیتا۔ ہائے میری شامت۔ کیا اچھا ہوتا کہ
لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ	میں فلاں شخص کو دوست نہ بناتا۔ اس نے
بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي وَكَانَ	مجھ کو نصیحت آنے کے بعد اس سے بہکا دیا۔
الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ خَذُولًا	اور شیطان تو انسان کو امداد کرکے
(الفرقان ۲۷ تا ۲۹)	جواب دے دیتا ہے۔

مصنف نے اور بہت سی آیات واحادیث پیش کی ہیں جو اصل کتاب میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

(و) بچہ کے ساتھ والدین کا نامناسب برتاؤ کرنا۔

علماء تربیت کا تقریباً اس بات پر اتفاق ہو چکا ہے کہ والدین اور تربیت کرنے والے حضرات اگر بچہ کے ساتھ سخت یا ترش روی اختیار کریں گے اور اسکی تحقیر و تذلیل کرتے رہیں گے تو اس کا ردعمل اس کے عادات واخلاق میں ظاہر ہوگا اور ممکن ہے کہ نوبت خودکشی یا والدین کے ساتھ لڑائی جھگڑے اور قتل تک پہنچ جائے۔ یا گھر سے وہ اس لئے بھاگ جائے کہ ظالمانہ سختی اور مار پیٹ کی اذیت سے بچ جائے۔ پھر اس کے اندر جو بگاڑ و فساد نہ پیدا ہو جائے کم ہے۔

(ترجمہ صفحہ ۱۴۰)

اسلام میں رفق وشفقت اور رحمدلی کی مثالیں۔

اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی۔ (النحل ۹۰)	بیشک اللہ تعالےٰ اعتدال اور احسان اور اہل قرابت کو دینے کا حکم فرماتے ہیں۔

نیز ارشاد ربانی ہے۔

وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ۔ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (آل عمران ۱۳۴)	اور غصہ کو ضبط کرنے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے۔ اور اللہ تعالےٰ ایسے نیکو کاروں کو محبوب رکھتا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالےٰ ہے۔

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (البقرہ ۸۳)	اور سب لوگوں سے نیک بات کہو۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ان اللہ یحب الرفق فی الامر کلہ۔	اللہ تعالےٰ ہر معاملہ میں نرمی کو پسند فرماتے ہیں۔

امام احمد و بیہقی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک نقل فرماتے ہیں

ان اراد اللہ تعالیٰ باھل بیت خیرا ادخل علیھم الرفق۔ وان الرفق لو کان خلقا لما رای الناس خلقا احسن منہ وان العنف	اللہ تعالےٰ جب کسی گھر والوں کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو ان میں نرمی پیدا کر دیتے ہیں۔ اور نرمی و رفق اگر بالفرض کوئی مخلوق ہوتی تو ایسی خوبصورت ہوتی کہ لوگوں نے اس سے خوبصورت کوئی اور

لوكان خلقا لما راى الناس خلقا اقبح منه (احمد)

مخلوق نہ دیکھی ہوتی۔ اور سختی اگر کسی مخلوق کی شکل میں ہوتی تو ایسی بدصورت ہوتی کہ اس سے زیادہ بدصورت کوئی مخلوق نہ دیکھی ہوتی۔

نیز ابوالشیخ "کتاب الثواب" میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں۔

رحم الله والدا اعان ولده على بره

اللہ تعالےٰ اس والد پر رحم کرے جو بھلائی میں اپنے بچے کی معاونت کرے۔

لہٰذا والدین کو اپنے بچوں کی تربیت میں رفق وخوش خلقی کا معاملہ کرنا چاہئے ورنہ عنف وسختی کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ان میں سرکشی، نافرمانی اور انحراف پیدا ہوگا جس کے ذمہ دار والدین ہی ہوں گے۔

سیرت کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما اپنے بیٹے یزید سے ناراض ہوگئے تو احنف بن قیس کے پاس آدمی بھیجا، تاکہ ان سے بچوں کے بارے میں ان کی رائے معلوم کریں۔ تو انھوں نے کہا بچے ہمارے دلوں کا پھل اور ہماری پشت کا سہارا ہیں۔ اور ہم ان کے لئے ہموار زمین ہیں، اور سایہ فگن آسمان ہیں۔ لہٰذا اگر وہ تم سے کچھ مانگیں تو دے دیا کرو۔ اور اگر وہ ناراض ہوجائیں تو انھیں راضی کرلیا کرو۔ اس لئے کہ وہ اس کے بدلے تمھیں اپنی محبت کا صلہ دیں گے اور اپنی محبت کا پھل دیں گے۔ اور ان پر سختی نہ کرنا۔ ورنہ وہ تمھاری زندگی سے تنگ ہوجائیں گے اور تمھارے مرنے کی تمنا کریں گے۔ (ترجمہ صـ ۱۴۲)

ف: بہت ہی بصیرت وحکمت کی باتیں ہیں جن کو پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے

وَاللّٰہُ الْھَادِیْ اِلٰی سَوَاءِ السَّبِیْلِ۔ (قمرالزماں)

(۲) بچوں کا جنس اور جرائم پر مشتمل فلمیں دیکھنا۔

بچوں کے خراب ہونے کا سب سے بڑا ذریعہ جواں کو بدکرداری اور بداخلاقی کا عادی بناتا ہے وہ ہے سینما اور فلموں میں اور ٹیلیویژن پر پولیس کی کارروائی اور حیاسوز مناظر سے پُر فلمیں اور گندے مناظر۔ اسی طرح وہ رسالے اور کتابیں جو مخرب اخلاق جنسی واقعات وکہانیوں اور شہوت انگیز قصوں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ ان سب کا مقصد اور غرض شہوت کو بھڑکانا اور انحراف وجرم پر آمادہ اور جری کرنا ہوتا ہے۔ ان سے تو بڑوں کے اخلاق بھی خراب ہوتے ہیں چہ جائیکہ بچے اور بلوغ کی عمر کو پہنچنے والے ناسمجھ لڑکے۔ چنانچہ اس عام ابتلاء کی بنا پر بچوں میں بے حد خرابیاں اور بداخلاقیاں رونما ہو رہی ہیں۔ اس لئے نظام تربیت کی بنیادی باتوں میں سے یہ ہے کہ بچوں کو ایسی چیزوں سے بچایا جائے جو غضب الٰہی کا موجب ہوں، جیسا کہ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا۔ (التحریم ۶)

اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ۔

اس لئے والدین کو اپنی اس ذمہ داری کو محسوس کرنا چاہئے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

الرجل راعٍ فی اھل بیتہ ومسئول عن رعیتہ۔ (بخاری، مسلم)

انسان اپنے گھر کا رکھوالا ہے اور اس سے اپنی رعیت کے بارے میں بازپرس ہوگی۔ (ترجمہ صلا)

(ح) معاشرہ میں بیکاری و بے روزگاری پھیلنا۔

بچے کے خراب ہونے کے اسباب میں بیکاری و بے روزگاری کا ہونا بھی ہے اس لئے کہ ایسی صورت میں پورا خاندان تباہ و برباد اور تتر بتر ہو جائے گا اور بچے لازمی طور پر بے راہ روی اور مجرمانہ طبیعتوں کی طرف مائل ہوں گے چنانچہ اسلام نے اس کے لئے علاج کے دو طریقے تجویز فرمائے ہیں۔

الف۔ حکومت پر لازم کر دیا کہ وہ لوگوں کے لئے کسب و کمائی کے راستے و اسباب مہیا کرے۔

ب۔ معاشرہ اور قوم پر اس وقت تک اس کی امداد لازم کر دی جب تک وہ کام کاج نہ پالے۔ حکومت پر روزگار کے مواقع مہیا کرنے کی ذمہ داری اس لئے ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے کچھ سوال کیا۔ تو آپ نے ان سے پوچھا کہ تمھارے پاس کچھ نہیں ہے؟ انھوں نے کہا کیوں نہیں ایک ٹاٹ ہے جس کے کچھ حصہ کو ہم بچھا لیتے ہیں اور کچھ کو اوڑھ لیتے ہیں۔ اور پانی پینے کے لئے ایک برتن ہے۔ آپ نے فرمایا جاؤ، وہ دونوں چیزیں میرے پاس لے آؤ۔ وہ ان دونوں چیزوں کو لے آئے۔ آپ نے دونوں کو ہاتھ میں لے کر فرمایا یہ دونوں چیزیں کون خریدتا ہے؟ ایک صاحب نے کہا، ان کو ایک درہم میں میں خریدتا ہوں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دیا اور پھر اسی طرح اعلان فرمایا، تو دوسرے شخص نے کہا کہ میں اس کو دو درہم میں خریدتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے وہ دونوں چیزیں ان کو دیدیں۔ اور درہم لے کر انصاری صحابی کو دیا اور ان سے فرمایا ایک درہم کا کھانا خرید کر گھر پہنچاؤ۔ اور دوسرے درہم سے ایک کلہاڑی خرید کر میرے

پاس لاؤ۔ چنانچہ وہ لے آئے۔ آپ نے اس میں خود اپنے دست مبارک سے لکڑی کی بینٹ لگائی۔ اور ان سے فرمایا جاؤ اس سے لکڑی کاٹ کر فروخت کرو۔ پندرہ دن تک میں تم کو نہ دیکھوں۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ دوبارہ آئے تو ان کے پاس دس درہم تھے۔ ان میں سے کچھ کے کپڑے خرید لئے اور کچھ سے کھانے کا سامان وغیرہ خرید لیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

هذا خير لك من ان تجيئ والمسئلة نقطة في وجهك يوم القيمة (بخاری)

یہ (محنت مزدوری) تمھارے لئے اس سے بہتر ہے کہ تم قیامت کے دن اس حال میں آؤ کہ تمھارا مانگنا تمھاری پیشانی پر ایک نقطہ کی شکل میں ظاہر ہو۔

بے کار شخص جب تک کام کاج نہ پالے اور برسر روزگار نہ ہو جائے اس وقت تک اس کی امداد لازم ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

جو شخص مالداروں کے اردگرد رہتے ہوئے بھی ان کی بے توجہی کی وجہ سے مر جائے تو مالداروں سے اللہ تعالے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذمہ بری ہو گیا۔

ہاں اسلام نے اس بے روزگاری پر نکیر کی ہے جو سستی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور ایسا کرنے والوں کی کڑی نگرانی کی ہے۔ اور حکومت اسلامیہ ان کو نصیحت کرتی ہے۔ تاہم آمادہ نہ ہوں تو حکومت ان کو زبردستی کام میں لگاتی ہے رہی زکوٰۃ تو وہ اس لئے دی جاتی ہے کہ وقتی ضرورت پوری ہو جائے اور کام کاج تلاش کرنے میں مدد ملے۔ نہ کہ انسان اس سے سست ہو جائے اور بیٹھ کر کھانے کا عادی بن جائے۔ ہاں اگر بیکاری کا سبب معذوری یا بڑھاپا، یا

کوئی بیماری ہے تو حکومت کا فرض ہے کہ ان لوگوں کے حقوق وضروریات کا خیال رکھے۔ اور ان کے لئے خوشگوار زندگی گزارنے کے مواقع فراہم کرے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ ہے کہ وہ عیسائیوں کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے جن کو جذام ہوگیا تھا۔ تو آپ نے بیت المال سے ان کو مال دینے کا حکم دیا جن سے ان کی ضروریات پوری ہوسکیں اور علاج ہوسکے اور عزت نفس باقی رہے۔

سبحان اللہ! اسلام نے بے روزگاری اور بیکاری کا کس طرح علاج کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اسلام رحمت وشفقت اور عدل وانصاف کا دین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دین کو اس لئے نازل فرمایا کہ وہ بشریت کے لئے پُرسکون رہنمائی کا ذریعہ بن جائے۔ اور اللہ جل شانہٗ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہادی، بشارت دینے والا، ڈرانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔ (ترجمہ ص۱۴۱)

(ط) بچوں کی تربیت سے والدین کی کنارہ کشی۔

بچوں کے بگڑنے کا سب سے بڑا سبب والدین کا بچوں کی تربیت سے کنارہ کشی ہوتا ہے۔ اور ماں بھی اس امانت کی بڑی ذمہ دار ہے۔ اس لئے کہ ذمہ داری اور مسئولیت کے سلسلہ میں ماں بھی مسئول اور ذمہ دار ہے۔ بلکہ ماں کی ذمہ داری زیادہ اہم ونازک ہے۔ اس لئے کہ ماں ولادت سے جوان ہونے تک بچے کے ساتھ رہتی۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذمہ دار ہونے کی حیثیت سے ماں کا مستقل تذکرہ فرمایا ہے:-

الام[1] راعیة فی بیت زوجها ومسئولة عن رعیتها۔ — ماں اپنے شوہر کے گھر کی نگہبان ہے اور اس سے اسکی رعایا کے بارے میں بازپرس ہوگی۔

[1] الام کے لفظ سے یہ روایت باوجود تلاش کے نہ ملی۔ (ق)

پس اگر ماں باپ اپنا فارغ وقت گھومنے پھرنے، دوستوں سہیلیوں کے ساتھ لہو و لعب اور چائے پانی میں ضائع کریں گے تو پھر لازمی طور پر بچوں کی تربیت یتیموں کی طرح ہوگی اور وہ آوارہ بچوں کی طرح گھومیں پھریں گے۔ اور مجرمانہ زندگی میں حد سے زیادہ بڑھ جائیں گے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کی نگرانی اور تربیت کے سلسلہ میں ایک سے زیادہ مرتبہ حکم دیا اور بہت سی مرتبہ وصیت فرمائی ہے۔ جن میں سے چند احادیث درج ذیل ہیں :۔

۱۔ ادبوا اولادکم واحسنوا ادبھم۔ (ابن ماجہ)	اپنے بچوں کو ادب سکھاؤ۔ اور ان کی اچھی تربیت کرو۔
۲۔ علموا اولادکم واھلیکم الخیر وادبوھم۔ (رواہ عبدالرزاق)	اپنے بچوں کو اور گھر والوں کو خیر کی تعلیم دو اور ان کو ادب سکھاؤ۔
۳۔ مروا اولادکم بامتثال الاوامر واجتناب النواھی فذلک وقایۃ لھم من النار۔ (ابن جریر)	اپنی اولاد کو شریعت پر عمل کرنے اور ممنوع چیزوں سے بچنے کا حکم دو۔ کیونکہ یہ ان کے لئے جہنم سے بچنے کا ذریعہ ہے۔
۴۔ ادبوا اولادکم علی ثلث خصال حب نبیکم وحب ال بیتہ وتلاوۃ القرآن فان حملۃ القرآن فی ظل عرش اللہ یوم لاظل الا ظلہ۔ (طبرانی)	اپنے بچوں کو تین باتیں سکھاؤ۔ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ان کے اہل[1] بیت سے محبت۔ اور قرآن پاک کی تلاوت اس لئے کہ قرآن کریم کے حاملین اُس دن اللہ کے عرش کے سایہ میں ہوں گے جس دن اس عرش کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔

---

[1] ظاہر ہے کہ اہل بیت سے وہ حضرات مراد ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طور طریقہ پر قائم ہوں۔ (مترجم)

(ی) یتیم ہونا۔

انحراف اور خرابی کے اسباب میں بچے کا یتیم ہو جانا بھی ہے۔ اس لئے کہ یتیم بچہ اگر اپنے سر پر شفقت کرنے والا ہاتھ اور رحم کرنے والا دل نہ پائے گا تو وہ بتدریج دین سے انحراف کی طرف بڑھتا رہے گا۔ بلکہ مستقبل میں امت کے شیرازہ کو بکھیرنے اور اس کی عمارت کو ڈھانے اور اس کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے اور قوم کے افراد میں آوارگی اور آزادی اور انتشار پھیلانے کا سبب بنے گا۔ اس لئے اسلام نے (جو ابدی دین ہے) یتیموں کی کفالت کرنے والوں کو حکم دیا ہے کہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں اور بذات خود اس کی نگرانی اور تربیت کریں تاکہ وہ اچھی تربیت حاصل کریں، اور ان میں اچھے اخلاق پیدا ہوں۔ چنانچہ یتیم بچہ کی دیکھ بھال اور اس سے شفقت و محبت، پیار و الفت کے سلسلہ میں بہت سی آیتیں اور حدیثیں ہیں جو معروف و مشہور ہیں۔ ہاں اگر یتیم کے رشتہ دار غریب ہوں اور یتیم بچوں کی کفالت سے معذور ہوں تو حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ ان کی کفالت کرے اور دیکھ بھال کی ذمہ داری سنبھالے اور ان کی تربیت کرے تاکہ وہ آوارگی اور جہل پھرنے اور خراب ہونے سے محفوظ رہیں۔

پس بچوں کے انحراف اور خراب ہونے کے یہ اہم بنیادی اسباب و عوامل ہیں جو نہایت خطرناک اور ضرر رساں ہیں۔ اس لئے اگر تربیت کے ذمہ داروں نے ان عوامل کا تدارک نہ کیا تو بچوں کی نشو و نما برائیوں میں ہو گی اور وہ ہر قسم کی بے حیائی اور گمراہی کو اختیار کریں گے اور لوگوں کے امن و سکون کو برباد کریں گے۔ پھر ان کو راہ راست پر لانا نہایت دشوار ہو جائے گا۔

لہٰذا تربیت کرنے والے حضرات کو چاہئے کہ ان کی اصلاح کے لئے

اسلامی طریقہ کو اپنائیں۔ تاکہ بچے ارواح کی پاکیزگی، نفوس کی صفائی، باطن کی طہارت اور اللہ تعالیٰ کے حکم بجالانے میں مثل فرشتوں کے ہوجائیں اور دوسروں کے لئے بہترین نمونہ بن جائیں۔

اب میں اخیر میں سوائے اس کے اور کچھ نہیں کرسکتا کہ نہایت عاجزی کے ساتھ اللہ جل شانہٗ سے دعا کروں کہ مسلمانوں کو ایسے کاموں کی توفیق دے جو ان کی عزت وسعادت کا ذریعہ بنیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ مشکل نہیں۔ بیشک دعاؤں کا قبول کرنا اس کی شان کے لائق ہے اور وہ بہترین مسئول ہے اور اسی لئے کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جو تمام عالم کا رب ہے۔

(ترجمہ صـ۱۵۴)

الحمدللہ کہ بروز دوشنبہ ۱۱ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ م ۲۱ اکتوبر ۱۹۹۱ء کو قسم اول کی تلخیص سے فراغت حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ بقیہ کی تلخیص کو بھی آسان فرمائے اور قبول فرمائے۔ آمین! قمرالزماں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قسمِ ثانی

تربیت کرنے والوں کی ذمہ داریاں

۱۔ ایمانی تربیت کی ذمہ داری۔
۲۔ اخلاقی تربیت کی ذمہ داری۔
۳۔ جسمانی تربیت کی ذمہ داری۔
۴۔ عقلی تربیت کی ذمہ داری۔
۵۔ نفسیاتی تربیت کی ذمہ داری۔
۶۔ معاشرتی تربیت کی ذمہ داری۔
۷۔ جنسی تربیت کی ذمہ داری۔

(تربیۃ الاولاد فی الاسلام ج ۱ ص ۱۴۱)

مقدمہ

وہ ذمہ داریاں جن کا اسلام نے بہت اہتمام کیا ہے اور ان پر ابھارا ہے ان میں سے مربیوں کے ذمہ ان لوگوں کی تربیت بھی ہے جن کی تعلیم و تربیت ان کے سپرد ہے۔ اس لئے کہ بہت سی آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اس فریضہ میں کوتاہی سے ڈراتی ہیں۔ تاکہ ہر مربی کو اپنی امانت کی عظمت اور مسئولیت کی

نزاکت اور اہمیت معلوم ہو جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا۔ (طٰہٰ ۱۳۲)	اور اپنے متعلقین کو بھی نماز کا حکم کرتے رہیے اور خود بھی اس کے پابند رہیے۔
۲۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا۔ (التحریم ۶)	اے ایمان والو! تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔
۳۔ فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ (الحجر ۹۲-۹۳)	آپ کے پروردگار کی قسم، ہم ان سب سے ان کے اعمال کی ضرور بازپرس کریں گے۔

چند احادیث کا بھی مطالعہ فرمائیں۔

۱۔ الرجل راع فی اھلہ ومسئول عن رعیتہ۔ (بخاری ومسلم)	مرد اپنے گھر کا رکھوالا ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں بازپرس ہوگی
۲۔ ما نحل والد ولدا افضل من ادب حسن (ترمذی)	کسی باپ نے اپنے بیٹے کو اچھے ادب سے بہتر عطیہ وہدیہ نہیں دیا۔
۳۔ علموا اولادکم واھلیکم الخیر وادبوھم (رواہ عبدالرزاق)	اپنی اولاد اور گھر والوں کو خیر سکھلاؤ اور باادب بناؤ۔

چنانچہ قرآن کریم کی ان آیات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کی رہنمائی کے بموجب ہر دور میں تربیت کرنے والوں[1] نے بچوں کی تعلیم وتربیت کا خوب اہتمام کیا ہے۔ اور ان کے انحراف اور کج روی کو دور کرنے کا خیال رکھا ہے۔ بلکہ اس مقصد عالی کے لئے ایسے اساتذہ ومعلمین کا انتخاب کیا ہے جو علم وادب کے لحاظ سے بلند وارفع ہوں۔ تاکہ وہ صحیح عقائد اور اچھے اخلاق

---

[1] بعض اکابر کے واقعات بھی نقل فرمائے ہیں اگر کسی کا جی چاہے تو اصل کتاب کی طرف مراجعت کرے۔ قمرالزماں۔

سکھلائیں اور اسلام کے اس فریضہ کو بحسن وخوبی ادا کرسکیں۔ (ترجمہ ص۱۵۸)

اب ہم ان ساتوں ذمہ داریوں میں سے ہر ایک کے ہر ہر گوشہ پر انشاء اللہ مفصل روشنی ڈالیں گے۔ اللہ ہی سیدھا راستہ دکھانے والا ہے اور اسی سے ہم مدد اور توفیق حاصل کرتے ہیں۔

فصلِ اوّل

ایمانی تربیت کی ذمہ داری

ایمانی تربیت سے مقصود یہ ہے کہ جب سے بچہ میں شعور و سمجھ پیدا ہو، اسی وقت سے اس کو ایمان کی بنیادی باتیں اور اصول سکھانے چاہئیں اور اسے ارکانِ اسلام کا عادی بنایا جائے۔ اور جب تھوڑا اور بڑا ہو جائے تو اسے شریعت مطہرہ کے بنیادی اصولوں کی تعلیم دی جائے۔ اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہم ارشادات اور وصایا ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ بچہ کو سب سے پہلے کلمۂ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ سکھلانے کا حکم۔

حاکم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

افتحوا علی صبیانکم اول کلمۃ بلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ۔	اپنے بچوں کو سب سے پہلے کلمۂ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ سکھاؤ۔

اس کا راز یہ ہے کہ بچے کے کان میں سب سے پہلے کلمۂ توحید پڑے جو شعار اسلام

ہے۔ جیسا کہ نومولود بچے کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا مستحب ہے۔

۲۔ بچے میں عقل و شعور کے آنے سے پہلے ہی حلال و حرام کے احکام سکھانا چاہئے۔

ابن جریر اور ابن منذر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچو۔ اور اپنے اولاد کو اوامر پر عمل کرنے اور ممنوعات سے بچنے کا حکم کرو۔ اس لئے کہ یہ خود تمہارے لئے اور تمہاری اولاد کے لئے آگ سے بچنے کا ذریعہ ہے۔ اس میں راز یہ ہے کہ بچہ جب آنکھ کھولے تو احکام الٰہیہ پر عمل کرنے والا ہو۔ اور جب بچپن ہی سے شریعت کے احکام سے اس کا ربط ہو گا تو اسلام کے علاوہ کسی اور دین و مذہب کو شریعت نہ سمجھے گا۔ اور نہ لائحہ عمل بنائے گا۔ (ترجمہ ص۱۳۳)

۳۔ سات سال کی عمر ہونے پر عبادات کا حکم دینا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مروا اولادکم بالصلوٰۃ وھم ابناء سبع سنین واضربوھم علیھا وھم ابناء عشر وفرقوا بینھم فی المضاجع۔ (حاکم، ابوداؤد)	اپنی اولاد کو سات سال عمر ہونے پر نماز کا حکم کرو۔ اور نماز نہ پڑھنے پر ان کو مارو جب وہ دس سال کے ہو جائیں۔ اور ان کے بستر الگ الگ کر دو۔

روزہ کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہئے۔ لہٰذا جب بچہ روزہ رکھنے کے قابل ہو جائے تو روزہ کی عادت ڈالنے کے لئے روزہ بھی رکھوانا چاہئے۔ اور اگر باپ کے پاس حج کی گنجائش ہو تو بچے کو حج کا بھی عادی بنانا چاہئے۔ اور اسی طرح اللہ کے

راستہ میں خرچ کرنے کی بھی عادت ڈلوانی چاہئے۔

نیز بستر الگ کرنے کے حکم سے معلوم ہوا کہ تمام برائیوں سے بچانے کا اہتمام کرنا چاہئے تاکہ بچے عفت و پارسائی کی خصلت کے ساتھ جوان ہوں اور پھر اسی پر بوڑھے ہوں اور اسی پر وفات پائیں۔ فللہ درہ۔

۴۔ بچے کو اہل بیت سے محبت اور قرآن پاک کی تلاوت کا عادی بنانا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ اپنے بچوں کو تین باتیں سکھاؤ۔ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت، ان کے اہل بیت سے محبت، اور قرآن پاک کی تلاوت۔ اس لئے کہ قرآن کے حاملین اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے میں انبیاء علیہم السلام اور اصفیاء کے ساتھ ہوں گے، جس دن اس کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔

اس سے یہ بات بھی متفرع ہوتی ہے کہ بچوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت اور مسلمانوں کے بڑے بڑے قائدین کی سوانح حیات اور ان کی شجاعت و بہادری کے کارناموں کی بھی تعلیم دی جائے تاکہ بچہ اپنے سے پہلے زمانہ کے لوگوں کی پیروی کرے اور ان کے نقش قدم پر چل کر درجات عالیہ تک پہنچے۔

چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اپنے بچوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اس طرح یاد کراتے تھے جس طرح انھیں قرآن پاک کی سورتیں یاد کراتے تھے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے "احیاء العلوم" میں یہ وصیت کی ہے کہ بچے کو قرآن کریم، احادیث نبویہ اور نیک لوگوں کے واقعات اور دینی احکام کی

تعلیم دی جائے

ابن سینا نے "کتاب السیاسۃ" میں یہ نصیحت لکھی ہے کہ جیسے ہی بچہ جسمانی اور عقلی اعتبار سے تعلیم و تعلم کے لائق ہو جائے تو اس کی تعلیم کی ابتداء قرآن کریم سے کرنی چاہیے۔ تاکہ اصل لغت اس کی گھٹی میں پڑے اور ایمان اور اس کی صفات اس کے نفس میں راسخ ہو جائے۔ اس لئے بہت ضروری ہے کہ تربیت کرنے والے حضرات ان بنیادی ہدایات کے مطابق اپنے بچوں کی تربیت کریں تاکہ بچوں کے عقائد کو زیغ و ضلال اور الحاد و انحراف سے بچانے کی ضمانت مل سکے۔

(تربیۃ الاولاد ص۱۵۵)

اس ذمہ داری اور مسئولیت کے حدود۔

اس کے بعد مؤلف نے تربیت کرنے والوں کو یہ ہدایت فرمائی ہے کہ:۔

۱۔ بچوں کے ایمان باللہ اور اس کی عظیم قدرت اور عجب انداز سے ایجاد اور خلق کی جانب اس طرح سے رہنمائی کریں کہ وہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں غور و فکر کرنے لگ جائیں۔

اس سلسلہ میں بہت سی آیتیں درج فرمائی ہیں اسکیلئے اصل کتاب کا مطالعہ کیا جائے۔

۲۔ بچوں کے نفوس میں خشوع و خضوع اور تقوی اللہ اور عبدیت کی روح پیدا کریں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت واضح طور پر بیان کیا جائے کہ اس کی حکومت نہایت عظیم ہے اور اس کی حکومت ہر چھوٹی بڑی چیز کو محیط ہے۔

ہو سکتا ہے کہ شروع شروع میں مربی حضرات کو بچے میں خشوع و خضوع کی کیفیت پیدا کرنے میں مشکلات پیش آئیں لیکن بار بار تنبیہ سے بچے میں

خشوع وخضوع کی کیفیت فطری طور سے سما جائے گی اور یہ اس کی عادت اور فطرت بن جائے گی جو بڑے ہونے کے بعد مشکل سے حاصل ہوتی ہے۔

اس خشوع وخضوع اور آہ وزاری کا عادی بنانے کی جو مشق اولیاء اللہ کے یہاں کرائی جاتی ہے اس کا باعث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے۔

اقرءوا القرآن وابکوا فان لم تبکوا فتباکوا۔ (طبرانی)	قرآن کریم پڑھو اور رویا کرو۔ اور اگر رونا نہ آئے تو رونے کی صورت بنا لیا کرو۔ (ترجمہ ۱۶۵)

۳۔ بچوں میں یہ کیفیت پیدا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کے تمام تصرفات وحالات میں انھیں دیکھ رہا ہے۔ یہ مربی کی سب سے بڑی کوشش اور مقصد اصلی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ۔ (البینۃ ۵)	حالانکہ ان کو (کتب سابقہ میں) یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت اسی کیلئے خاص رکھیں۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

ان اللہ عزوجل لا یقبل من العمل الا ما کان خالصا وابتغی به وجهه۔ (ابوداؤد، نسائی)	اللہ تعالیٰ صرف وہی عمل قبول فرماتے ہیں جو صرف ان کی ذات کیلئے کیا گیا ہو۔ اور اس سے اسی کی رضا مقصود ہو۔

۴۔ اسی طرح مربی کے ذمہ ہے کہ بچے کو اللہ تعالیٰ کے مراقبہ اور دیکھنے کا عادی بنائے تاکہ وہ ان افکار کو سمجھ سکے جو اسے خالق عظیم سے قریب کرنے والی ہیں۔ جن سے خود اسے بھی نفع پہنچے گا اور دوسروں کو بھی۔ لہذا وہ نہ حسد کرے گا

نہ غیبت و چغلخوری وغیرہ۔

۵۔ اسی طرح مربی پر یہ بھی لازم ہے کہ بچے میں محاسبہ کی عادت ڈالے اور اس کو ایسا بنادے کہ وہ اپنا محاسبہ ان برے خیالات اور بے سروپا افکار میں بھی کرے جو اس کے دل میں کبھی کبھار آتے ہوں۔

۶۔ مربی کو چاہئے کہ بچے کو سورۂ بقرہ کی آخری آیات یاد کرادے اور ساتھ ہی ان آیات میں جو ارشادات اور دعائیں ہیں ان کو واضح طور سے بیان کرے۔

سنئے! یہ ایمانی تربیت ہے جسے ہم نے بیان کیا اور اس پر کسی قدر روشنی ڈالی۔ یہ وہ تربیت ہے جس کے لئے مغرب کے علمائے تربیت و اخلاق نہایت شدت سے کوشاں ہیں۔ تاکہ اپنے معاشرہ کو بد دینی، جرائم اور گندے اخلاق و بے حیائی کے کاموں سے نجات دلاسکیں۔

چنانچہ مغرب کے سب سے بڑے قصہ نویس "دستوفسکی" نے یہ واضح کرنا چاہا ہے کہ انسان جب اللہ تعالٰی کو چھوڑ بیٹھتا ہے تو پھر وہ کسی طرح سے شیطان کے ہتھے چڑھ جاتا ہے (یعنی اس کے قابو میں آجاتا ہے)۔

فلسفی کینٹ نے یہ اعلان کیا کہ تین قسم کے اعتقاد پیدا کئے بغیر اخلاق وجود میں نہیں آسکتے۔ خدا کے وجود کا اعتقاد۔ روح کے ہمیشہ ہمیشہ رہنے کا اعتقاد۔ مرنے کے بعد حساب و کتاب کا ایقان۔

مذکورہ بالا تصریحات کے بعد خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ بچے کی اصلاح اور اسکی اخلاقی و نفسیاتی تربیت کی بنیاد و جڑ اللہ تعالٰی پر ایمان لانا ہے۔ لہذا باپ اور مربی کو چاہئے کہ بچے کو ہر لمحہ ایسے براہین اور دلائل سے آشنا کرائے جو اللہ تعالٰی کے وجود اور وحدانیت پر دلالت کرتے ہوں۔ اور اس کی ایسی رہنمائی کرے جو

اس کے ایمان کو مضبوط کرے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر سوار تھا کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔

یا غلام انی اعلمك كلمات احفظ الله يحفظك احفظ الله تجده تجاهك اذا سئلت فاسئل الله واذا استعنت فاستعن بالله۔ واعلم ان الامة لو اجتمعت على ان ينفعوك بشیء لن ينفعوك الا بشیء قد كتبه الله لك وان اجتمعوا على ان يضروك بشیء لم يضروك الا بشیء قد كتبه الله عليك۔ رفعت الاقلام وجفت الصحف۔

(ترمذی)

صاحبزادے! میں تمہیں چند باتیں بتلاتا ہوں تم اللہ تعالٰے کے حقوق کی حفاظت کرو، اللہ تمہاری حفاظت کریگا۔ تم حقوق اللہ کا خیال رکھو، اللہ تعالٰے کو اپنے سامنے پاؤ گے۔ اور جب مانگو تو صرف اللہ تعالیٰ سے مانگو۔ اور جب مدد طلب کرو تو اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرو۔ اور اس بات کو جان لو کہ اگر تمام مخلوق بھی تمہیں کچھ فائدہ پہنچانا چاہے تو تمہیں صرف وہی فائدہ پہنچا سکتی ہے جو اللہ تعالٰے نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے۔ اور اگر سب مل کر بھی تمہیں کچھ نقصان پہنچانا چاہیں تو تمہیں اتنا ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں جتنا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھالئے گئے اور صحیفے خشک ہو گئے۔

ایک اور روایت میں آتا ہے۔

احفظ الله تجده امامك تعرف الى الله فى الرخاء

اللہ تعالٰے کے حقوق کا خیال رکھو اس کو اپنے سامنے پاؤ گے۔ خوشحالی میں اللہ تعالٰے کو یاد

یعرفك فی الشدۃ واعلم	رکھو، اللہ تعالیٰ تمھیں تنگی و پریشانی میں یاد
ان ما اخطاك لم یکن	رکھے گا۔ اور تم یہ یاد رکھو کہ جو چیز تم تک
لیصیبك۔ وما اصابك	نہیں پہنچی وہ ہرگز تم تک نہیں پہنچ سکتی
لم یکن لیخطئك واعلم	تھی۔ اور جو چیز تمھیں پہنچ گئی تم اس سے
ان النصر مع الصبر	قطعاً بچ نہیں سکتے تھے۔ اور تم جان لو، کہ
وان الفرج مع الکرب	کامیابی صبر کے ساتھ ہوتی ہے اور فراخی و
وان مع العسر یسرا۔	کشادگی تکلیف و کرب کے بعد ہوتی ہے
(ترمذی)	اور تنگی کے ساتھ آسانی ہوا کرتی ہے۔

ف: سبحان اللہ! یہ حدیثیں کیسی ایمان افروز ہیں جو ہر مسلمان کو پیش نظر رکھنے اور لائحہ عمل بنانے کے لائق ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

اس کے بعد مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے مرحلہ وار ایسی ایسی کتابوں کے مطالعہ کا مشورہ دیا ہے جو اولاً یہ کہ عربی زبان میں ہیں اور ثانیاً یہ کہ وہ یہاں دستیاب نہیں اسلئے ان کو ہم نے نقل نہیں کیا ہے۔ مگر اپنے یہاں کے علماء حق سے رجوع کر کے اپنے لئے اردو میں کتابیں منتخب کرائیں اور ان کا مطالعہ کریں۔ ہم نے مستند علماء سے مشورہ کر کے اپنے اکابر کی کچھ کتابوں کے نام اس کتاب کے خاتمہ کے بعد درج کئے ہیں۔ ان کا مطالعہ بھی انشاء اللہ مفید ہوگا۔ (قمرالزمان)

فصل ثانی

اخلاقی تربیت کی ذمہ داری

اخلاقی تربیت سے ہماری مراد تمام اخلاقی بنیادی باتوں اور کردار اور وجدان سے متعلق فضائل کا وہ مجموعہ ہے جنھیں حاصل کرنا اور سیکھنا بچے کے لئے ضروری ہے تاکہ جب وہ مکلف ہو اور جوان ہو اور زندگی کے گہرے سمندر میں قدم رکھے تو یہ تمام فضائل و کمالات اس میں موجود ہوں۔ چنانچہ بچپن میں جب نوعمری ہی سے ایمان باللہ پیدا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کے مراقبہ کی اس کو عادت ہوگی اور اس سے مدد مانگنے اور اس کے سامنے گردن جھکانے کا عادی ہوگا تو ہر فضیلت اور ہر شریفانہ اخلاق کو اختیار کرنے کا اس میں فطری ملکہ اور وجدانی شعور و احساس پیدا ہوگا۔ اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ بہت سے دیندار والدین اور بہت سے مرشدوں و پیروں اور تربیت کرنے والوں کا اپنے شاگردوں، مریدوں اور اولاد کے سلسلہ میں یہ عملی تجربہ کامیاب رہا ہے۔ چنانچہ یہ تجربہ و مشاہدہ سلف صالحین کی سیرت اور حقیقت و واقعہ کی دنیا میں صحیح ثابت ہو چکا ہے ــ اور جب بچے کی تربیت اسلامی عقیدہ سے بعید اور دینی توجہات سے عاری ہوگی اور اللہ تعالیٰ سے تعلق نہ ہوگا تو بلاشبہ بچہ فسق و فجور اور آزادی میں پروان چڑھے گا اور الحاد و گمراہی میں بڑھے اور پلے گا۔ پس اگر اس کا مزاج جامد ہوگا تو دنیاوی زندگی میں بے وقوفوں اور غافلوں کی طرح رہے گا۔ زندہ ہوگا لیکن

مردہ کی طرح۔ اور موجود ہوگا مگر غیر موجود کی طرح۔ کسی کو نہ اس کی زندگی کی خبر ہوگی اور نہ ہی اس کے مرنے سے کوئی خلا پیدا ہوگا۔

ف : معلوم ہوا کہ جمود و تعطل کوئی کمال کی بات نہیں ہے۔ بلکہ اس کی وجہ سے بہت سے کمالات کی تحصیل سے آدمی عاری رہ جاتا ہے۔ (قمرالزمان)

اور اگر اس پر بہیمیت کا پہلو غالب ہوگا تو شہوات، خواہشات اور لذتوں کے پیچھے پیچھے مارا مارا پھرے گا۔ نہ شرم و حیا اس کو روکے گی اور نہ اس کا ضمیر اس کی سرکوبی کرے گا اور نہ عقل اس کے لئے مانع بنے گی۔

اور اگر اس کا مزاج جذباتی قسم کا ہوگا تو اس کا مقصد دنیا میں غلبہ اور طاقت حاصل کرنا اور لوگوں پر بڑائی جتلانا اور حکم چلانا اور اپنی فوقیت کا اظہار کرنا اور اپنی زبان سے فخر و مباہات کرنا۔ اور اپنے کارناموں پر اترانا ہوگا۔ اور اس سلسلہ میں اسے اس کی بھی پرواہ نہ ہوگی کہ وہ اس مقصد کے حصول کے لئے لوگوں کی کھوپڑیوں سے محل تعمیر کرے اور پاک و صاف لوگوں کے خون سے اسے منقش و آراستہ کرے۔

العیاذ باللہ تعالیٰ۔

ف : چنانچہ آجکل کے سربراہوں اور سیاسی لیڈروں کا عموماً یہی حال زار ہے توبہ، توبہ۔ برین عقل و دانش بباید گریست۔ (قمرالزمان)

اور اگر اس پر شیطانی پہلو غالب ہوگا، تو وہ مکاریاں کرتا اور تدبیریں سوچتا رہے گا۔ اور دوستوں میں تفریق کرے گا۔ اور ہلاک کرنے کے لئے بارودی سرنگیں بچھا دے گا۔ اور قتل کرنے کے لئے کنووں میں زہر گھول دے گا اور شکار کرنے کیلئے پانی کو گدلا کر دے گا۔ اور گناہوں کو آراستہ کرے گا اور لوگوں میں بغض و عداوت پیدا کرے گا۔

ف: ایسے لوگ اس زمانہ میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسی قساوتِ قلبی اور سنگدل لوگوں کے شر سے ہم لوگوں کو محفوظ رکھیں۔ آمین! (ق)

پس اس طرح کا انسان اپنے نفس امارہ کے ساتھ ساتھ پھرتا رہتا ہے۔ جہاں اس کا نفس لے جاتا ہے وہاں چلا جاتا ہے اور اپنی خواہشات کا غلام بن جاتا ہے۔ شہوت اور ہوا و ہوس اس کو اندھا بہرہ کر دیتی ہیں۔ اور یہ ایسی بری چیز ہے جو خدا اور معبود بن بیٹھتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :۔

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ۔ (القصص ۵۰)

اور ایسے شخص سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہو۔ بدون اس کے کہ منجانب اللہ کوئی دلیل (اسکے پاس) ہو۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایمانی تربیت ہی آزاد اور ہر قسم کے منحرف مزاج لوگوں کی اصلاح کرتی ہے۔ اس کے بغیر نہ کسی قسم کی اصلاح ممکن ہے نہ استقرار و سکون کی توقع۔

ایمان و اخلاق کے درمیان اسی مضبوط ربط و تعلق اور عقیدہ و عمل کے درمیان اس عظیم و مستحکم رابطہ کی وجہ سے مغرب کے علماء تربیت اور ذمہ داران اصلاحِ معاشرہ اور ان کے علاوہ دوسری بہت سی قوموں کے مصلحین اس جانب متنبہ اور متوجہ ہوگئے ہیں اور اس سلسلہ میں رہنمائی کرنا شروع کر دیا ہے۔ اور انھوں نے اپنا نقطۂ نظر اور رائے یہ ظاہر کی ہے کہ دین کے بغیر نہ تو کامل و مکمل استقرار پایا جا سکتا ہے اور نہ ایمان کے بغیر اصلاح متحقق ہو سکتی ہے اور نہ اخلاق درست ہو سکتے ہیں۔

چند اقوال :-

۱- چنانچہ جرمنی فلسفی فیختہ کہتے ہیں کہ دین کے بغیر اخلاق عبث و بیکار چیز ہے۔

۲- ہندوستان کے مشہور لیڈر گاندھی کہتے ہیں کہ دین اور اچھے اخلاق یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں اور یہ انفصال و جدائی قبول نہیں کرتے اور ان میں سے کوئی بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتا۔ یہ دونوں ایسی وحدت و اتحاد ہیں جس میں تجزی نہیں ہو سکتی۔ دین اخلاق کے لئے روح کی مانند ہے اور اخلاق روح کے لئے فضا کی طرح ہے۔ بالفاظ دیگر دین، اخلاق کو اس طرح غذا پہنچاتا ہے جیسا کہ پانی کھیتی کو غذا پہنچاتا اور نشو و نما کرتا ہے۔

۳- برطانوی جج مسٹر ڈیننگ لکھتے ہیں کہ دین کے بغیر اخلاق کا وجود ناممکن ہے اور اخلاق کے بغیر کسی قانون کا پایا جانا ناممکن ہے۔ (ترجمہ صفحہ ۱۸۶)

ف: غیر مسلموں کے مندرجہ بالا اقوال سے دین و ایمان کی ضرورت و اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوا۔ مگر ظاہر ہے کہ اسلام ہی ایسا مکمل دین ہے جس میں تعلیم و تربیت کا بہترین نظام ہے جس کو اپنا کر ہی آدمی اپنے لئے نیز جملہ مخلوق کیلئے مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ واللہ الموفق۔ (ق)

اخلاق و کردار کے سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہم نصیحتیں۔

۱- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کسی باپ نے اپنے بیٹے کو عمدہ اور بہترین ادب سے زیادہ اچھا ہدیہ نہ دیا۔ (ترمذی)

۲- نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے بچوں کا اکرام کرو اور انھیں اچھی تربیت دو۔ (ابن ماجہ)

۳- نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بچہ کا باپ پر حق ہے کہ وہ اس کو اچھی تربیت دے۔ اور اس کا نام اچھا رکھے۔ (بیہقی)

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اپنی اولاد اور گھر والوں کو خیر و بھلائی کی باتیں سکھاؤ اور ان کو اچھی تربیت دو۔ (عبدالرزاق)

اس سے معلوم ہوا کہ تربیت کرنے والوں خصوصاً والدین پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی اولاد کو خیر کی باتیں سکھائیں اور اخلاق کی بنیادی باتیں ان کی گھٹی میں ڈال دیں۔

بچوں میں پائی جانے والی چار بُری عادتیں۔

تربیت کرنے والوں اور والدین کو چاہئے کہ اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ بچوں میں یہ چار باتیں نہ آنے پائیں۔ اس لئے کہ یہ نہایت قبیح اور بدترین اوصاف ہیں۔ اور وہ یہ ہیں:۔

جھوٹ کی عادت۔ چوری کی عادت۔ گالی گلوچ کی عادت۔ بے لگام روی و آزادی کی عادت۔

۱۔ جھوٹ کی عادت:۔

اسلام کی نظر میں سب سے بُری خصلت جھوٹ ہے۔ چنانچہ جھوٹ کی بُرائی کے لئے اتنا کافی ہے کہ اسلام نے اس کو نفاق کی خصلتوں میں سے شمار کیا ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اربع من کن فیہ کان منافقا خالصا ومن کان فیہ خصلۃ منھن کان فیہ خصلۃ من النفاق حتی یدعھا

جس شخص میں یہ چار باتیں ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا۔ اور جس میں ان میں سے ایک بات ہوگی اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی۔ جب تک کہ اس کو چھوڑ نہ دے

اذا اؤتمن خان	جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو
واذا حدث کذب	خیانت کرے۔ اور جب گفتگو کرے تو
واذا عاهد غدر	جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو
واذا خاصم فجر۔	اس کی خلاف ورزی کرے اور جب جھگڑا
(بخاری ومسلم)	کرے تو گالی گلوج کرے۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں جن سے جھوٹ کی قباحت ومذمت کا پتہ چلتا ہے۔ یہاں تک کہ مذاق میں بھی جھوٹ بولنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

ف: اس حدیث سے جھوٹ، خیانت، وعدہ خلافی اور جھگڑے میں گالی گلوج کی کیسی کچھ قباحت ثابت ہوئی، جس سے ہر مسلمان کو بچنا لازم ہے۔ اسی لئے اس حدیث کی بہترین شرح کرتے ہوئے مصری عالم علامہ عبد العزیز خولی "الادب النبوی" میں یوں رقمطراز ہیں "والحدیث دعامة کبیرة من دعائم الاخلاق التی ترتکز علیها عزة الامم وسعادتها" (الادب النبوی ملا) یعنی یہ حدیث اخلاق کے ستونوں میں نہایت اہم واعظم ستون ہے جس پر امتوں کی سعادت وعزت کا مدار ہے۔ اس عبارت کو حضرت مرشدی مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب قدس سرہٗ بہت پسند فرماتے اور سناتے تھے۔ (قمر الزمان)

۲۔ چوری کی عادت۔

چوری کی عادت جھوٹ کی عادت سے کم خطرناک نہیں ہے۔ اور چوری کی عادت ان پسماندہ علاقوں میں زیادہ عام ہے جنھوں نے اپنے آپ کو اسلامی اخلاق سے آراستہ نہیں کیا ہے۔ اور جو ایمانی تربیت سے صحیح طور پر فیضیاب نہیں ہوئے ہیں۔ اور یہ بدیہی امر ہے کہ اگر بچپن سے بچے میں اللہ تعالیٰ کا خوف

اور اس کے حاضر و ناظر ہونے کا یقین پیدا نہ ہو، اور امانت داری اور ادائے حقوق کا خیال نہ ہو تو بلاشبہ بچہ آہستہ آہستہ دھوکہ بازی، چوری اور خیانت اور دوسروں کا مال ناحق کھانے کا عادی بن جائے گا۔ بلکہ وہ ایسا بدبخت اور مجرم ثابت ہوگا جس سے معاشرہ والے پناہ مانگیں گے اور اس کے بُرے کاموں سے لوگ امان چاہیں گے۔

اس لئے والدین اور مربی حضرات کے ذمہ فرض ہے کہ بچوں کے دل میں اللہ کے حاضر و ناظر ہونے کا تصور پیدا کریں اور یہ عقیدہ ان کے نفوس میں راسخ کریں۔ اور ان میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کریں۔ اور خیانت اور چوری کے بُرے نتائج سے آگاہ کریں تاکہ چوری کی عادت نہ پڑے۔

یہ بات نہایت تکلیف دہ اور افسوسناک ہے کہ بہت سے ماں باپ اپنے بچوں کے پاس جو ساز و سامان اور روپیہ پیسہ ہے اس کی صحیح نگرانی نہیں کرتے اور اولاد کے صرف یہ کہنے سے کہ انھیں راستہ میں پڑا مل گیا ہے یا کسی ساتھی نے دے دیا ہے اس کو تسلیم کر لیتے ہیں اور ان کی جھوٹی بات مان لیتے ہیں۔ تو ظاہری بات ہے کہ بچہ جب دیکھے گا کہ اس کا نگراں اور مربی تحقیق سے کام نہیں لیتا تو بچہ مجرمانہ زندگی میں اور زیادہ منہمک ہو جائے گا۔

ایک شرعی عدالت نے ایک چور پر چوری کی سزا نافذ کرنے کا حکم دے دیا۔ اور جب سزا پر عملدرآمد کا وقت آگیا تو اس چور نے لوگوں سے باآواز بلند کہا، میرا ہاتھ کاٹنے سے پہلے میری والدہ کی زبان کاٹ دو۔ اس لئے کہ میں نے زندگی میں پہلی مرتبہ اپنے پڑوسی کے یہاں سے ایک انڈے کی چوری کی تھی تو میری والدہ نے مجھے نہ تنبیہ کی، اور نہ مجھے یہ حکم دیا کہ میں انڈا پڑوسی کو واپس کر دوں۔ بلکہ چہچہانے لگی اور اس نے کہا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اب میرا بیٹا پورا آدمی بن گیا ہے۔

اگر میری ماں کے پاس جرم پر چھپانے والی زبان نہ ہوتی تو آج میں معاشرہ میں چور نہ بنتا۔

لہٰذا ماں باپ اور تربیت کرنے والوں پر لازم ہے کہ اولاد کی ایمانی تربیت کا خاص خیال رکھیں۔ یعنی اٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کا مراقبہ اور اس کے حاضر وناظر ہونے کے عقیدے کو مضبوط کرنے کی سعی کریں۔ اس لئے کہ قانون اس سے قطعاً عاجز ہے کہ لوگوں کو خیانت اور دھوکہ بازی سے باز رکھے۔ صرف اللہ تعالیٰ کے حاضر وناظر ہونے کا یقین ہی اس میدان میں اپنا کام دکھاتا ہے۔

ف: سبحان اللہ! کیا خوب بات ارشاد فرمائی۔ کاش مسلمان اس کو سمجھتے۔ (ق)

۳- گالی گلوج اور بدزبانی کی عادت۔

گالی گلوج اور فحش گوئی کی عادت ان قبیح ترین عادتوں میں سے ہے جو بچوں میں عام طور سے رائج ہے۔ اس کا اصل سبب دو بنیادی باتیں ہیں۔

۱- برا نمونہ۔ جب بچہ ماں باپ کی زبان سے گالی گلوج سنے گا تو لازمی طور سے بچہ بھی ان کلمات کی نقل اتارے گا اور بری باتیں اور جھوٹ ہی ان کے منہ سے نکلے گا۔

۲- بری صحبت۔ بچہ جب گلیوں میں اور سڑکوں پر آزاد چھوڑ دیا جائے گا اور برے ساتھیوں کے ساتھ رہے گا تو ظاہر بات ہے کہ ایسا بچہ ان غلط قسم کے لوگوں سے لعن طعن، گالی گلوج اور گندی زبان ہی سنے گا۔ اس لئے ماں باپ اور تربیت کرنے والوں پر لازم ہے کہ اپنی اولاد کے لئے نہایت پیار بھرا، میٹھا انداز شائستہ زبان، پیارے اور اچھے الفاظ سے بہترین نمونہ پیش کریں اور ساتھ ہی لازم ہے کہ گلیوں میں اور سڑکوں پر کھیلنے اور گندے لوگوں کی صحبت اور بدتری

ساتھیوں کی رفاقت سے بچائیں تاکہ وہ ان لوگوں کی کجی اور انحراف سے متاثر نہ ہو، اور ان کی عادت اپنے اندر پیدا نہ کرے۔ نیز ان حضرات کا یہ بھی فریضہ ہے کہ بچوں کو زبان کی آفات و نتائج بد سے جو انسانی شخصیت کو نقصان پہنچاتے اور اس کے وقار کو مجروح کرتے ہیں، آگاہ کریں اور ان کے سامنے ان کے نتائج کو کھول کر بیان کریں۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ وہ احادیث بتلائیں اور سکھائیں جو گالی گلوچ اور فحش گوئی سے منع کرتی ہیں۔ جیسا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

۱۔ سباب المسلم فسوق وقتاله کفر۔ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کو قتل کرنا کفر ہے۔ (بخاری و مسلم)

۲۔ نیز ارشاد فرمایا کہ نہیں گرائیں لوگوں کو جہنم میں چہرے کے بل مگر وہ باتیں جو وہ اپنی زبان سے نکالتے ہیں۔ (سنن اربعہ، مسند احمد)

۳۔ نیز ارشاد فرمایا۔ مومن نہ طعنہ دینے والا ہوتا ہے، نہ لعنت کرنے والا، نہ فحش گو اور گندی و بیہودہ باتیں کرنے والا۔ (جامع ترمذی)

چنانچہ دیکھ لیجئے کہ بچہ جب پیارے اور اچھے الفاظ بولتا ہے تو کتنا بھلا معلوم ہوتا ہے اور جب وہ لعن طعن گالم گلوچ کرتا ہے تو کس قدر افسوس ہوتا ہے۔ لہذا تربیت کرنے والوں کو اس کا بیحد خیال رکھنا چاہئے۔ تاکہ بچہ باادب طریقہ سے گفتگو کرنے کا عادی ہو۔ اس لئے کہ ایسی صورت میں ایسا بچہ بلاشبہ گھر کا ایک پھول اور لوگوں میں ممتاز حیثیت کا مالک ہوگا۔ (ترجمہ ۱۹۶)

۴۔ بے راہ روی اور آزادی کی عادت۔

اس بیسویں صدی میں جو بدترین چیز مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں میں پھیل گئی ہے وہ بے حیائی اور آزادی ہے۔ چنانچہ آپ بہت سے قریب البلوغ اور نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو دیکھیں گے کہ وہ اندھی تقلید کے پیچھے بری طرح پڑے ہوئے ہیں۔ اور گمراہی اور آزادی کے سیلاب میں بہے جارہے ہیں۔ اس لئے بہتوں کو دیکھیں گے کہ ان کا مقصد حیات ہی صرف یہ ہے کہ وہ ظاہر کے لحاظ سے ہپی بن جائیں۔ ان کی چال میں لڑکھڑاہٹ اور گفتگو میں فحش اور بے حجابی جھلکتی ہوگی۔ اور وہ کسی ایسی آزاد اور گمراہی لڑکی کی تلاش میں سرگرداں ہوں گے۔ جس کے قدموں پر اپنی مردانگی ذبح کر ڈالیں اور اس کی دوستی حاصل کرنے میں اپنی شخصیت کو قتل کر ڈالیں۔ اس طرح ایک فساد سے دوسرے فساد کی جانب اور ایک بے حیائی سے دوسری بے حیائی کی طرف چلتے رہتے ہیں۔ اور آخرکار ایک ایسے گڑھے میں گرجاتے ہیں جو انکی تباہی و بربادی کا سبب بن جاتا ہے۔ العیاذ باللہ۔ ف: زمانۂ حال کی کیا خوب ترجمانی فرمائی جس کی صداقت میں ذرا بھی شک نہیں۔ (قمرالزمان)

شخصیت کے محفوظ کرنے کے بنیادی اصول:۔

پس اس بے راہ روی اور آزادی کی اصلاح و تربیت کے لئے اسلام نے جو بنیادی اصول مقرر کئے ہیں ان میں سے اہم واضح اور ممتاز بنیادی اصول درج ذیل ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ اندھی تقلید اور دوسروں کی مشابہت سے ممانعت۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

خالفوا المشرکین اوفروا اللحی — مشرکین کی مخالفت کرو، ڈاڑھی بڑھاؤ

واحفوا الشوارب (بخاری ومسلم)   اور مونچھیں کاٹو۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو دوسروں کی مشابہت اختیار کرے۔ یہود و نصاریٰ کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو۔ (ترمذی)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے۔ (ابو داؤد)

۲۔ عیش وعشرت میں پڑنے کی ممانعت۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ایاکم والتنعم فان عباد اللہ لیسوا بالمتنعمین۔ (احمد۔ ابو نعیم)	تم لوگ ناز و نعمت اور عیش وعشرت میں پڑنے سے بچو۔ اس لئے کہ اللہ تعالٰی کے بندے ناز و نعمت میں نہیں پڑتے۔

ناز و نعمت سے مراد یہ ہے کہ ضرورت سے زیادہ لذتوں میں منہمک ہو جائے اور عیش وعشرت اور ناز و نخرے میں پڑا رہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ ہمیشہ ناز و نعمت میں پڑے رہنے سے انسان دعوت و ارشاد اور جہاد کے فریضہ سے پیچھے رہ جائیگا اور آزادی و بے راہ روی کی وادیوں میں پھنسا رہے گا۔ اور یہ چیز بیماریوں کے پھیلنے کا ذریعہ بھی ہے۔ (تربیۃ الاولاد ج ا ص ۱۸۳)

۳۔ موسیقی، باجے اور فحش گانے سننے کی ممانعت۔

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے مجھے دونوں جہان کے لئے رحمت اور ہدایت بنا کر بھیجا ہے۔ اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں بانسریوں، گانے بجانے کے آلات، شراب اور ان کے بتوں کو ختم کر ڈالوں جن کی زمانۂ جاہلیت میں پوجا ہوا کرتی تھی۔ (احمد)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص گانے کی آواز سنتا ہے اسے اس بات کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ جنت میں روحانیین کی آواز سنے۔

(ترمذی)

اور یہ بات کسی بھی عقلمند اور صاحب بصیرت پر مخفی نہیں کہ ان حرام چیزوں کا سننا بچے کے اخلاق پر اثر انداز ہوتا ہے اور اس کو شہوات اور حیوانی لذتوں کے سمندر میں ڈھکیل دیتا ہے۔ اور چونکہ اس زمانہ میں عام طور پر ریڈیو، اور ٹیلیویژن وغیرہ میں انتہائی فحش قسم کے باجے وگانے اور عریاں ڈانس ورقص نشر ہوتے ہیں اس لئے ان کو دیکھنا اور ان کے موجودہ پروگراموں کو سننا بہت بڑا گناہ اور سخت حرام ہے۔ (ترجمہ ص ۲۰۲)

۴۔ ہیجڑاپن اور عورتوں سے مشابہت کی ممانعت۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالے نے ان مردوں پر لعنت بھیجی ہے جو ہیجڑے بنتے ہیں اور ان عورتوں پر بھی جو مرد بنتی ہیں۔ (یعنی مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے ریشم کا ایک ٹکڑا لیا اور اپنے داہنے ہاتھ میں تھام لیا اور سونا اٹھا کر بائیں ہاتھ میں تھام لیا اور فرمایا ریشم کا لباس اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام کر دیا گیا ہے اور عورتوں کے لئے حلال کر دیا گیا ہے۔

لہذا وگ (یعنی مصنوعی بال) یا دوسروں کے بال لگانا، مردوں کے لئے سونا اور ریشم استعمال کرنا، عورتوں کا مردوں سے مشابہت اختیار کرنا، اسی طرح مردوں کا عورتوں سے مشابہت اختیار کرنا، عورتوں کا ایسا لباس پہننا جسے پہننے

کے باوجود عریاں نظر آویں۔ تو یہ سب کے سب بیہودے پن اور بے حیائی کے مظاہر ہیں۔ اور مردانگی کو ختم کرنے والے اور شخصیت کو رسوا و ذلیل کرنے والے اور شرافت و اخلاق کے لئے گہرا زخم ہیں۔ بلکہ اس کے ذریعہ سے امت کو گندی آزادی، اور ناپسندیدہ اختلاط اور نابالغوں اور نوجوانوں کو برائی، بے حیائی اور بداخلاقی کی طرف ڈھکیلنا ہے۔

۵۔ بے پردگی اور بن سنور کر نکلنے کی ممانعت۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ۔ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا۔

(الاحزاب ۵۹)

اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی بیویوں سے بھی کہہ دیجئے کہ اپنی چادریں (سر سے) اپنے (چہرے کے) اوپر تھوڑی سی نیچی کر لیا کریں۔ اس سے جلد پہچان ہو جایا کرے گی۔ تو آزار نہ دی جایا کریں گی۔ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیت کے تحت ابن جریرؒ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کرتے ہیں کہ۔

اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کو یہ حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی کام یا ضرورت سے باہر نکلیں تو اپنے چہرے کو چادر سے ڈھانپ لیا کریں اور صرف ایک آنکھ کھولیں۔ اور علامہ ابوبکر جصاصؒ لکھتے ہیں کہ

اس آیت میں اس بات پر دلالت ہے کہ اجنبی مردوں سے جوان عورت کو

اپنا چہرہ چھپا لے اور باہر نکلنے کے وقت پردہ کرنے اور پاکدامن رہنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ فاسق وبدکردار ان کے سلسلہ میں کسی خوش فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔

اور قاضی بیضاوی اللہ تعالیٰ کے فرمان مبارک یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ عورتیں کسی ضرورت سے باہر نکلیں تو اپنے چہرے اور جسم کو چادر سے ڈھانک لیں۔

اس سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور صحابیات کے اقوال۔

ابوداؤد، ترمذی اور مؤطا امام مالک میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کرنے والی عورت کو حالت احرام میں یہ حکم دیا کہ وہ نہ نقاب لگائیں اور نہ دستانے پہنیں۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوت میں عورتیں چہرہ ڈھانپنے اور دستانے پہننے کی عادی تھیں۔ اسی لئے حالت احرام میں انھیں اس سے روکا گیا ہے۔ لیکن یہ حکم علی الاطلاق نہیں ہے۔ جیسا کہ آئندہ آنے والی وہ احادیث جنھیں ہم ابھی ذکر کریں گے وہ خود اس بات پر دلالت کرتی ہیں۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ قافلے ہمارے پاس سے گزرتے تھے اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حالتِ احرام میں ہوتے تھے، چنانچہ جب وہ ہمارے پاس سے گزرتے تو ہم میں سے ہر عورت اپنی چادر کو اپنے چہرے پر ڈال لیتی۔ اور جب وہ ہم سے آگے بڑھ جاتے تو چہرہ کھول لیا کرتی تھیں۔ (سنن ابوداؤد)

نیز حضرت فاطمہ بنت المنذر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ ہم حالت احرام میں اپنے چہرے کو چھپایا کرتے تھے اور ہم حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کے

ساتھ تھے۔ لیکن چہرہ چھپانے پر وہ ہم پر کوئی اعتراض نہیں کرتی تھیں۔

(موطأ امام مالکؒ)

نیز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ عورت اپنی چادر سر کے اوپر سے اپنے چہرے پر لٹکائے گی۔ (فتح الباری)

ان صحیح احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی بیویاں کسی کام سے اگر باہر نکلتی تھیں تو منہ کو چھپایا کرتی تھیں، خواہ حالتِ احرام میں کیوں نہ ہوں۔ اور وہ یہ سمجھتی تھیں کہ پردہ ضروری ہے اور شریعت مطہرہ نے اس کا حکم دیا ہے۔

ائمہ مجتہدین کے اقوال:-

جمہور ائمہ مجتہدین جن میں امام شافعیؒ واحمدؒ و مالکؒ شامل ہیں، یہ حضرات فرماتے ہیں کہ عورت کا چہرہ بھی عورت ہے۔ اس کا چھپانا واجب ہے اور غیر محرم کے سامنے اس کا کھولنا حرام ہے۔ اس کے بعد مؤلف رحمہ اللہ نے ان حضرات میں سے ہر ایک کے دلائل بھی پیش کئے ہیں جو چاہے ان کا مطالعہ کرلے۔

ائمہ احناف اور ان کے متبعین کا مذہب یہ ہے عورت کا چہرہ عورت نہیں ہے۔ لہٰذا اگر چہرہ کھولنے سے کوئی فتنہ مرتب نہ ہو تو اس کا کھولنا جائز ہے لیکن اگر کسی فتنہ کا احتمال ہو تو فتنہ کے سدباب اور فساد کے دور کرنے کے لئے اس کا کھولنا حرام ہو جائے گا۔ مگر مؤلف رحمۃ اللہ علیہ آخر میں فرماتے ہیں کہ ہمارے اس معاشرہ میں جبکہ ہم حیوانوں کی طرح زندگی گزار رہے ہیں۔ کیا اس میں کوئی شخص چہرہ کھولنے سے فتنہ و فساد پھیلنے سے انکار کرسکتا ہے۔؟ ۔ لہٰذا جب صورت حال یہ ہے، تو

عہ یس عورت حالت احرام میں کوئی چیز پیشانی کے اوپر اس طرح لٹکا کر اوال لٹکا کر اپنا چہرے کو ڈھکنگے۔ (ماخوذ از علم الجان)

غیرت مند باپ کو چاہئے کہ اپنی بیوی اور بچیوں کو چہرے پر نقاب ڈالنے کا حکم دے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی بجاآوری اور پاکباز صحابیات رضی اللہ عنہن کی پیروی اور ائمہ مجتہدین کے فیصلے کی اتباع کے لئے ان کو منہ چھپانے کا حکم دے۔ (ترجمہ ص۲۰۹)

ف: یقیناً دریں زمانۂ فساد احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ عورتوں کے چہرے کا بھی پردہ واجب ہو۔ (قمر الزماں)

مرد وزن کے اختلاط کی ممانعت

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت و تنہائی اختیار نہیں کرتا مگر یہ کہ شیطان اس کے ساتھ ان کا تیسرا (ساتھی) ہوتا ہے۔ (ترمذی)

نیز ارشاد فرمایا کہ تم عورتوں کے پاس جانے سے بچو۔ ایک صاحب نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! جیٹھ اور دیور وغیرہ کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا یہ لوگ موت ہیں (یعنی موت کی طرح نقصان دہ ہیں)۔ (بخاری و مسلم)

(تربیۃ الاولاد ص۱۹۴)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تم میں سے کوئی شخص بھی عورت کے ساتھ تنہائی میں یکجا نہ ہو۔ سوائے اس رشتہ دار کے جو محرم ہو۔ (یعنی جس سے نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہو۔ (بخاری و مسلم)

ف: بلکہ اس زمانہ فساد میں ان سے بھی پرہیز رکھا جائے تو مناسب ہے۔ یعنی ان سے بے محابا بے پردگی نہ کی جائے۔ (قمر الزمان)

اجنبی عورتوں کیطرف نظر کرنے کی حرمت

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ۔ (النور ۳۰)	آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اچانک پڑ جانے والی نگاہ کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا اصرف بصرک یعنی اپنی نگاہ کو پھیر لو (ہٹالو)۔

پس جب تمام معاشرے اور سب قومیں ان اسلامی احکام پر عمل کریں گی تو یقیناً وہ پاکیزگی اور عزت و بزرگی کے باغوں میں شان سے اکڑ کر چلیں گی، اور امن و امان کے سایہ میں مزے کریں گی اور عزت و شرافت کی چوٹی پر پہنچ جائیں گی۔ واللہ ولی التوفیق

ف : مگر افسوس کہ اب ہم میں سے اکثر مردوں اور عورتوں کا عمل اس کے خلاف ہے جیسا کہ مشاہد ہے۔ اسی لئے ہمارے سلف اکابر عزت و شرافت کے جس درجہ تک پہنچے اس سے ہم لوگ محروم ہیں۔ (قمر الزمان)

اس لئے تربیت کرنے والوں اور والدین کی ذمہ داری ہے کہ اخلاق کی درستگی اور اس کی اصلاح اور شخصیت کے نکھارنے کے لئے دقیق نگرانی کریں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ احادیث جو مکارم اخلاق اور خوش خلقی کی طرف رہنمائی کرتی ہیں، ان سے بچوں کو آگاہ کریں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا، مجھے مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے۔ (احمد)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ سب سے بھاری چیز جو قیامت کے روز میزان عمل میں رکھی جائے گی وہ اللہ تعالےٰ کا خوف اور حسن اخلاق ہے۔ (ابو داؤد)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مومنوں میں کامل ایمان والا وہ شخص ہے جو ان میں بہترین اخلاق کا مالک ہو۔ (ابوداؤد، ترمذی)

اس لئے والدین اور تربیت کرنے والوں کا بھی فریضہ ہے کہ وہ اپنے اندر یہ اوصاف پیدا کریں اور اپنے آپ کو اس پر قائم رکھیں تاکہ بچوں کے لئے بہترین نمونہ پیش کر سکیں۔ پس اے مربی حضرات! اللہ تعالےٰ نے آپ حضرات کو جو ذمہ داری سونپی ہے اسے پوری کیجئے اور اپنا فریضہ بحسن وخوبی ادا کیجئے۔ اگر آپ نے صحیح طریقہ سے امانت ادا کر دی تو آپ اپنے بچوں کو گھر میں مہکتا ہوا پھول، معاشرہ میں پرنور اور عالم میں روشن چاند پائیں گے جو فرشتوں کے مثل پرسکون طریقہ سے زمین پر چلتے پھرتے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔

وقل اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ والمؤمنون (التوبہ ۱۰۵)	اور آپ کہہ دیجئے کہ جو چاہو عمل کئے جاؤ سو ابھی دیکھے لیتا ہے تمہارے عمل کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور اہل ایمان۔

(تربیۃ الاولاد ج ۱ ص ۲۰۳)

فصل ثالث

جسمانی تربیت کی ذمہ داری

وہ بڑی ذمہ داریاں جو اسلام نے تربیت کرنے والے والدین اور اساتذہ کو سونپی ہے اس میں جسمانی تربیت کی ذمہ داری بھی ہے۔ تاکہ بچے جسمانی قوت وسلامتی، نشاط وچستی اور صحت وتندرستی کے مالک ہوں۔ اب آپ حضرات اپنی اس ذمہ داری کے نکات کو سمجھ لیں جو اسلام نے آپ پر فرض کی ہے۔

۱۔ بیوی بچوں کے اخراجات کا واجب ہونا:۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:۔

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔ (البقرۃ ۲۳۳)	اور جس کا بچہ ہے (یعنی باپ) اس کے ذمہ ہے ان (ماؤں) کا کھانا اور کپڑا قاعدے کے موافق۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل وعیال پر خرچ کرنے اور فراخی کرنے سے مزید اجر وثواب ملتا ہے۔ اسی لئے اگر ان پر خرچ نہ کرے تو اسے گناہ ہوتا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

کفی بالمرء اثما ان یضیع من یقوت۔ (ابوداؤد)	انسان کے گنہگار ہونے کیلئے اتنی بات کافی ہے کہ وہ ان لوگوں کو ضائع کردے جن کے نان ونفقہ کی ذمہ داری اس پر

عائد ہوتی ہے۔

اہل وعیال پر نفقہ اور خرچ میں یہ بھی شامل ہے کہ شوہر اپنی بیوی اور بچوں کے لئے صحیح غذا اور قابل رہائش مکان اور قابل استعمال لباس مہیا کرے تاکہ وہ لوگ بیمار نہ پڑ جائیں اور ان کے جسم وباؤں اور بیماریوں کا نشانہ نہ بن جائیں۔

۲۔ کھانے، پینے اور سونے میں طبی قواعد کا لحاظ رکھنا

کھانے کے سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی یہ ہے کہ پیٹ بھرنے سے بچا جائے اور ضرورت سے زائد کھانے پینے سے احتراز کیا جائے۔

پینے کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایت فرمائی ہے کہ تین سانس یا دو سانس میں پانی پینا چاہیے اور برتن میں سانس نہ لینا چاہیے۔ اور کھڑے ہو کر پانی (یا چائے وغیرہ) نہیں پینا چاہیے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اونٹ کی طرح ایک سانس میں نہ پیو۔ بلکہ دو یا تین سانسوں میں پانی پیا کرو۔ اور جب پانی پینا ہو، تو اللہ تعالےٰ کا نام لیا کرو۔ (یعنی بسم اللہ کہہ لیا کرو) اور جب پی چکو تو اللہ تعالےٰ کی حمد و تعریف بیان کرو (یعنی الحمدُ للہ کہو۔) (ترمذی)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تم میں سے کوئی کھڑے ہو کر ہرگز پانی نہ پیئے۔ اور جو بھول کر پی لے اسے چاہیئے کہ قے کر دے۔ (مسلم)

ف: اس سے کھڑے ہو کر پانی پینے کی کس قدر مذمت مفہوم ہوئی۔ مگر آج کل اکثر مسلمان اس سنت کی بھی اتباع نہیں کرتے۔ البتہ وہ حدیثیں جن سے کھڑے ہو کر پینے کا ثبوت ملتا ہے وہ ضرورت کے وقت بیان جواز کیلئے ہیں۔ (ق)

سونے کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ نصیحت ہے کہ انسان

داہنے کروٹ پر لیٹے۔ اس لئے کہ بائیں کروٹ پر لیٹنا دل کو نقصان پہنچاتا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب تم اپنے بستر پر آؤ تو پہلے نماز والا وضو کرو۔ پھر اپنے داہنے کروٹ پر لیٹ جاؤ اور یہ دعا پڑھو :۔

اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ	اے اللہ! میں نے اپنا نفس وجان آپ
وَوَجَّھْتُ وَجْھِیْ اِلَیْکَ	کے سپرد کردی اور اپنا چہرہ آپ کی طرف
وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ	کردیا اور اپنا معاملہ آپ کے حوالے کیا اور
وَاَلْجَاْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْکَ	اپنی پشت آپ کے سامنے جھکادی آپ سے
رَغْبَۃً وَّرَھْبَۃً اِلَیْکَ	امید و رغبت اور آپ کے خوف و ڈر کے
لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَاَ اِلَّا	ساتھ۔ آپ کے سوا نہ کوئی پناہ گاہ ہے اور
اِلَیْکَ اٰمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ	نہ کوئی نجات کی جگہ۔ میں آپ کی اس کتاب
اَنْزَلْتَ وَنَبِیِّکَ الَّذِیْ	پر ایمان لایا جسے آپ نے نازل کیا اور اس
اَرْسَلْتَ۔ (بخاری، مسلم)	نبی پر جسے آپ نے بھیجا۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کلمات کو تم اپنی آخری گفتگو بنالو۔

۳۔ متعدی امراض سے بچنا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ثقیف کے وفد میں ایک صاحب جذام (کوڑھ) کے مرض میں گرفتار تھے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ :۔

ارجع فقد بایعناک	تم واپس چلے جاؤ۔ ہم نے تمہیں
(مسلم)	بیعت کرلیا ہے۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

فرّ من المجذوم فرارك من الاسد۔ (بخاری)	تم جذامی سے ایسا دور بھاگو جیسا کہ تم شیر سے دور بھاگتے ہو۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی بیمار (متعدی امراض میں مبتلا) آدمی تندرست کے پاس نہ جائے۔

اس لئے مربیوں خصوصاً ماؤں کو چاہیئے کہ اگر ان کی اولاد میں سے کوئی بچہ کسی متعدی مرض میں مبتلا ہو جائے تو اسے دوسرے بچوں سے الگ تھلگ اور دور رکھیں۔ تاکہ مرض پھیلنے نہ پائے۔ دیکھئے بدن کی نشو و نما اور صحت کی حفاظت کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ رہنمائی کتنی عظیم ہے۔

(ترجمہ صد۲۲۳)

۴۔ مرض اور اس کا علاج

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لکل داء دواء فاذا اصاب الدواء الداء برأ باذن الله عزوجل۔ (مسلم، احمد)	ہر بیماری کی ایک دوا ہوتی ہے۔ چنانچہ جب بیماری کے مطابق دوا پہنچتی ہے تو اللہ تعالےٰ کے حکم سے شفا حاصل ہو جاتی ہے

اس لئے والدین اور مربیوں کو چاہیئے کہ بچوں کی بیماری کی صورت میں ان کے علاج و معالجہ کا خیال رکھیں۔ اس لئے کہ اسباب و وسائل کا اختیار کرنا فطری تقاضوں اور اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ہے۔

۵۔ نہ نقصان اٹھاؤ اور نہ دوسروں کو نقصان پہنچاؤ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام — نہ خود نقصان اٹھاؤ اور نہ دوسروں کو نقصان پہنچاؤ۔
(ابن ماجہ)

اس قاعدے کی رو سے مربیوں اور خصوصاً ماؤں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو ان طبی تعلیمات اور ہدایات کا پابند بنائیں جو صحت کیلئے ضروری ہیں۔

چنانچہ کچا پھل کھانا جسم کو نقصان پہنچاتا ہے اور بیماری کا سبب ہے اس لئے مربیوں کا فریضہ ہے کہ اس سے ان کو منع کریں۔ نیز چونکہ پھلوں اور سبزیوں کو دھوئے بغیر کھانا بیماری کا ذریعہ بنتا ہے۔ اس لئے تربیت کرنے والوں کا فریضہ ہے کہ وہ بچوں کو ہدایت کریں کہ وہ پھل اور سبزیاں دھو کر استعمال کریں۔

اسی طرح کھانے پر کھانا یعنی پیٹ بھرا ہونے کے باوجود کھانا امراض معدہ کا سبب بنتا ہے۔ اس لئے مربیوں کو چاہئے کہ وہ بچوں کو اس بات کا عادی بنائیں کہ وہ صرف مخصوص اوقات ہی میں کھائیں۔

اور چونکہ بغیر ہاتھ دھوئے کھانا مرض پھیلنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ اس لئے مربیوں کو چاہئے کہ وہ بچوں کو بتائیں کہ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کے اسلامی طریقہ پر عمل کریں۔

اور چونکہ کھانے میں پھونک مار کر ٹھنڈا کرنا جسمانی تکالیف کا سبب بنتا ہے اس لئے مربیوں کو اس سے منع کرنا چاہئے۔ پس جب اس طرح مربی طبی تعلیم پر عمل کرے گا تو بلاشک اولاد توانا و تندرست اور صحیح و سالم پرورش پائے گی۔

۶۔ بچوں کو ریاضت، ورزش اور شہسواری کا عادی بنانا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

المومن القوی خیر واحب — طاقتور مومن بہتر اور اللہ تعالیٰ کو زیادہ

الی اللہ من المومن الضعیف (مسلم)	محبوب ہے اس مومن کے نسبت جو کمزور ہو۔

اس لیے اسلام نے تیراکی اور تیر اندازی اور گھوڑ سواری سیکھنے کی دعوت دی ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔

علیکم بالرمی فانہ من خیر لھوکم۔ (طبرانی)	تم تیر اندازی سیکھو اس لئے کہ یہ تمہارے کھیل کود میں سے بہترین کھیل ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا :۔

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ۔ ثم قال الا ان القوۃ الرمی۔ الا ان القوۃ الرمی۔ الا ان القوۃ الرمی۔ (مسلم)	(اور ان کافروں کیلئے جس قدر تم سے ہو سکے ہتھیار اور پلے ہوئے گھوڑوں سے سامان درست رکھو) اور پھر آپ نے فرمایا سن لو، قوت تیر اندازی ہے۔ سن لو قوت تیر اندازی ہے۔ سن لو قوت تیر اندازی ہے۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ریس، مسابقت اور مقابلہ سوائے اونٹوں اور گھوڑوں اور تیر اندازی کے اور کسی چیز میں جائز نہیں اس لئے کہ جنگ وجہاد میں یہ مسابقت اور مقابلہ بیحد اثر انداز ہوتا ہے۔

ف : لہٰذا اس زمانہ میں جو چیزیں جہاد کی تیاری میں مفید و موثر ہو سکتی ہوں، ان کو اختیار کرنے میں مضائقہ نہیں۔ بلکہ ضروری ہیں۔ (ق)

۷۔ بچوں کو عیش وعشرت میں نہ پڑنے کا عادی بنانا۔

امام احمد اور ابو نعیم حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ :۔

ایاکم والتنعم فان عباد اللہ لیسوا بالمتنعمین۔ — تم ناز و نعمت میں پڑنے سے بچو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے بندے عیش پسند نہیں ہوتے۔

سادہ زندگی اختیار کرنے اور معمولی لباس استعمال کرنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے بہترین نمونہ اور اعلیٰ ترین مقتدا ہیں۔ آپ نے کھانے پینے میں، رہائش میں، غرضکہ زندگی کے ہر شعبہ میں سادگی کو پسند فرمایا ہے۔ تاکہ مسلم معاشرہ اور امت آپ کی اقتدار کر کے بے جا نمود و نمائش سے چھٹکارا پا جائے۔ اور یہ بات تو صاف ہے کہ جب امت مسلمہ نعمتوں میں مست اور کھانے پینے میں مستغرق ہو جائے گی تو بہت جلد اپنے مقام سے گر جائے گی۔ اور دشمن کے سامنے گردن جھکا دیگی اور اس کے نوجوانوں کے دلوں سے صبر اور جہاد فی سبیل اللہ کی روح ملنر پڑ جائیگی چنانچہ حال ہی میں جو اندلس کا ہولناک واقعہ پیش آیا تو اس کا سبب بھی تھا کہ وہاں کے لوگ عیش و عشرت میں ایسے مست و بیخود ہو گئے کہ انکے اندر دشمن سے مقابلہ کی سکت ہی باقی نہ رہی جسکی وجہ سے تباہ و برباد ہو گئے۔ والعیاذ باللہ

۸۔ بچے کو لا ابالی پن اور بے راہ روی سے بچانا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

احرص علی ماینفعک واستعن باللہ ولا تعجز۔ (مسلم) — ایسی چیز کے حریص بنو جو تمھیں فائدہ پہنچانے والی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے رہو اور عاجز و کاہل نہ ہو۔

اس قسم کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں جن سے عجز و کاہلی وغیرہ کی مذمت و قباحت ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے مربی حضرات خصوصاً والدین کا فریضہ ہے کہ بچپن ہی سے بچوں کی دیکھ بھال رکھیں۔ اور ان میں مردانگی، خودداری، رفعت اور اخلاق کی برتری اور اہمیت پیدا کریں۔ اسی طرح یہ ذمہ داری بھی ہے کہ

بچوں کو ہر اس چیز سے دور رکھیں جو ان کی مردانگی اور شخصیت کو تباہ کرنے والی ہوں۔ واللہ ولی التوفیق۔

قریب البلوغ اور نوجوانوں میں پائی جانیوالی عادتیں:۔

۱ سگریٹ نوشی کی عادت ۲ مشت زنی کی عادت ۳ منشیات کے استعمال کی عادت ۴ زنا اور لواطت کی عادت۔

۱۔ سگریٹ نوشی کی عادت۔

ہمارے معاشرہ میں جو چیز وبائی شکل میں پائی جاتی ہے وہ سگریٹ نوشی ہے جو تمام عادات سے زیادہ چھوٹوں، بڑوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس لعنت سے وہی شخص محفوظ رہا ہے جس نے خواہشات پر قوت ارادہ کو اور جذبات پر عقل کو اور فساد پر اصلاح کو فوقیت و ترجیح دی ہے۔ اور ایسے لوگ بہت کم ہیں سگریٹ نوشی میں بہت سے نقصانات ہیں۔ مثلاً :۔

الف۔ صحت سے متعلق نقصانات۔

اطباء کے فیصلے کے مطابق یہ بات قطعی ہے کہ سگریٹ نوشی مورث سِل ہے اور پھیپھڑوں میں سرطان پیدا کرتی ہے۔ حافظہ کو کمزور کرتی ہے اور اشتہا (بھوک) کو کم کرتی ہے۔ اور چہرہ اور دانتوں کو زرد کرتی ہے۔ اور دمہ و تنفس کی موجب ہے۔ اعصاب میں ہیجان پیدا کرتی ہے اور جسم میں عمومی انحطاط کا سبب بنتی ہے اخلاق کو بگاڑتی ہے اور قوت ارادی کو کمزور کرتی ہے۔ نیز سستی اور کاہلی پیدا کرتی ہے۔

(ترجمہ صفحہ ۲۳۱)

ب۔ مالی نقصانات۔

یہ یقینی بات ہے کہ ایک محدود آمدنی والا شخص روزانہ سگریٹ نوشی پر اپنی تنخواہ کا چوتھائی حصہ یا اس سے زیادہ خرچ کر ڈالتا ہے۔ اور اس طرح سے جو ضیاع اور گھر بار کا نقصان ہوتا ہے۔ اور جو خاندان میں اختلاف پیدا ہوتا ہے وہ کوئی مخفی چیز نہیں ہے۔ مگر نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اکثر لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے اس لئے اس عادت کو نہیں چھوڑتے۔

سگریٹ نوشی کا شرعی حکم

ا۔ فقہاء و مجتہدین کے یہاں یہ متفق علیہ مسئلہ ہے کہ ہر وہ چیز جو تباہی تک پہنچائے اور ہلاکت میں ڈال دے اس سے بچنا واجب اور اس کو اختیار کرنا حرام ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا تُلْقُوا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (البقرۃ ۱۹۵) اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "نہ خود نقصان اٹھاؤ۔ اور نہ دوسروں کو نقصان پہنچاؤ" (احمد)۔ اس لحاظ سے جب سگریٹ نوشی کا جسمانی لحاظ سے نقصان دہ ہونا ثابت ہو گیا ہے تو شرعاً اس سے بچنا واجب اور اس کا استعمال حرام ہوگا۔

ب۔ عقل سلیم والوں کا مسلمہ فیصلہ ہے کہ سگریٹ خبیث اور گندی چیزوں کے زمرہ میں شامل ہے۔ کیونکہ وہ جسم کے لئے مضر ہے اور منہ میں گندگی پیدا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے اچھی اور پاکیزہ چیزوں کو حلال کیا ہے اور گندی چیزوں کو حرام کیا ہے۔ تاکہ اس کے جسم کی حفاظت ہو۔ اور اخلاق

اور قوت فکریہ محفوظ رہے۔ اور معاشرہ میں انسان اچھی شکل میں جا سکے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔

وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ (نساء ۲) تم اچھی چیز سے بری چیز کو مت بدلو۔

نیز فرمایا:۔

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ۔ (الاعراف ۱۵۷) اور پاکیزہ چیزوں کو ان کے لئے حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو (بدستور) ان پر حرام فرماتے ہیں۔

ج۔ اس کے ساتھ ساتھ تمباکو نوشی عقل میں خلل اور جسم میں فتور پیدا کرتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر فتور پیدا کرنے والی چیز کے استعمال سے منع فرمایا ہے۔

یہ تمام نصوص اپنے مدلول ومفہوم کے لحاظ سے اس بات کی تاکید کرتی ہیں کہ سگریٹ نوشی حرام ہے اور اس سے بچنا واجب ہے۔ اس لئے کہ اس کا نقصان بہت زیادہ اور اس کی گندگی اور خباثت کھلی ہوئی ہے۔

مذکورہ بیماری کا علاج:۔

اولاً تو حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اخبارات، رسالوں اور ریڈیو کے ذریعہ اس کے نقصانات نشر کرے اور مفکرین اور اصحاب قلم سے مدد لے۔ اور اس پر ٹیکس زیادہ لگاوے اور عمومی جگہوں پر پینے سے روک دے۔ اور جو بڑے بوڑھے سگریٹ نوشی کے عادی ہو گئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جانے اور پیش ہونے کا خیال کریں۔ اور یہ ذہن میں رکھیں کہ اللہ تعالیٰ حاضر وناظر ہے اور اس سگریٹ نوشی کو بھی دیکھ رہا ہے جو اسے ناپسند ہے۔ اور جو بچے اس مرض کا شکار ہو گئے ہیں انکو

ہرگز آزاد نہ چھوڑا جائے بلکہ انہیں سمجھا بجھا کر اس سے باز رکھا جائے۔ ورنہ وہ درجہ بدرجہ اس سے زیادہ قبیح اور بری چیز کا ارتکاب کریں گے جو بہت زیادہ فساد اور انحراف کا سبب اور ذریعہ بنے گا۔

۲۔ مشت زنی کی عادت :۔

یہ لعنت قریب البلوغ لڑکوں اور نوجوانوں میں بہت عام ہے۔ اور اس کے پھیلنے اور عام ہونے کا اصل سبب سڑکوں، بازاروں اور تفریح گاہوں میں عورتوں کا فتنہ انگیز، بھڑکیلا، چست و عریاں لباس اور بیہودہ چال ڈھال اور ہیجان خیز زیب و زینت کے ساتھ مردوں کے سامنے بے دھڑک نکلنا اور گھومنا پھرنا ہے اور جوانوں کو دعوت نظارہ دینا ہے۔ پس اگر قریب البلوغ لڑکوں میں اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کا وہ تصور نہ پایا جائے جو اسے گناہوں سے روک دے تو ظاہر ہے کہ وہ دو باتوں میں سے ایک میں ضرور گرفتار ہو جائیں گے۔ یا تو حرام کاری کے ذریعہ اپنی جنسی بھوک مٹائیں گے، یا مشت زنی کے ذریعہ اپنی شہوت کی شدت کو کم کریں گے۔

مشت زنی کے نقصانات :۔

طبی نقطۂ نظر سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اس کا عادی مندرجہ ذیل امراض کا شکار ہو جاتا ہے۔

ا۔ جسمانی نقصانات

اس سے طاقت اور قویٰ کا کمزور ہونا، جسم کی لاغری، اعضاء میں ارتعاش و کپکپی، دل کی دھڑکن، نگاہ و حافظہ کی کمزوری، نظام ہضم کی خرابی، پیشاب کی نالی میں سوزش کا پیدا ہو جانا جو بالعموم دق و سل کا سبب بنتا ہے اور آخری دور میں

خون پر اثر پڑتا ہے اور خون کی کمی کی شکایت ہو جاتی ہے۔

ب ۔ جنسی نقصانات

ان نقصانات میں سے اہم ترین نقصان نامردی کا مرض ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ نوجوان آدمی شادی کے لائق نہیں رہ جاتا۔ اور ظاہر ہے کہ ایسے شخص سے عورت نفرت ہی کرے گی۔ جس کی وجہ سے ازدواجی سلسلہ برقرار نہیں رہ سکتا۔ اور عورت در پردہ دوسرے مردوں سے دوستیاں پیدا کریگی۔

ج ۔ نفسیاتی اور عقلی نقصانات

نفسیات کے ماہرین نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس عادت میں مبتلا شخص بہت سے نفسیاتی اور خطرناک عقلی و دماغی امراض کا شکار ہو جاتا ہے۔ مثلاً ذہول، نسیان، قوت ارادی کی کمزوری، حافظہ کی کمزوری، تنہائی اور گوشہ نشینی کی طرف میلان حیاو شرم کا غلبہ، سستی کا احساس، نیز احساس کمتری وغیرہ۔

اس کا مفید ترین علاج :۔

۱۔ ابتدا جوانی میں شادی کر دینا:۔ اس لئے کہ شادی اس خطرناک عادت کی بیخ کنی کرنے کا کامیاب و مفید علاج ہے۔

۲۔ نفل روزے۔ اگر ایسے ناسازگار حالات ہوں کہ نوعمری میں شادی نہ ہو سکے تو اسلام نے ایسے لوگوں کو روزے پر مداومت کی جانب رہنمائی کی ہے۔ اس لئے کہ روزہ شہوت کی زیادتی کو کم کرتا ہے اور اللہ تعالےٰ کے خوف و خشیت کو زیادہ کرتا ہے اور روزے سے اللہ تعالےٰ کے مراقبہ میں قوت پیدا ہوتی ہے۔

۳۔ جنسی جذبات کو بھڑکانے والی چیزوں سے بچنا۔ مربیوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ نصیحت کے فریضے کو ادا کریں اور بچوں کے ذہن میں یہ بات بٹھلاتے رہیں کہ

ایسی عورتوں کو دیکھنا جو لباس پہن کر بھی ننگی ہوتی ہیں اور اپنے محاسن وجمال کی نمائش کرتی ہیں۔ اور ایسے رسائل کا پڑھنا جس کو عزت وآبرو سے کھیلنے والے تاجر رواج دیتے ہیں، اور ان بیہودہ وفحش گانوں کا سننا جو ریڈیو سے نشر کئے جاتے ہیں یہ سب غیرت کو مدہوش اور شرافت کو ملوث اور اخلاق کو خراب اور عزت وکرامت کو ختم اور جسم کو کمزور اور عقل وسمجھ کو معطل اور حافظہ کو کمزور کرتے ہیں۔ اور جنسی جذبات کو ابھارتے اور شخصیت کو ختم کر دیتے ہیں۔ اے کاش کہ ہمارا نوجوان طبقہ یہ نصیحت سن لے اور ان نتائج کا حساب کتاب کر لے۔ تو پھر پاکباز صالحین اور نیک مومنین کے زمرہ میں شامل ہو جائے جو عظیم ترین نعمت ہے۔

۴۔ فرصت کو نفع بخش امور میں صرف کرنا۔

قریب البلوغ لڑکوں کو سمجھائیں کہ وہ اپنا وقت کس طرح گزاریں۔ وقت کے گزارنے اور فرصت کو پُر کرنے کے بہت سے طریقے ہیں۔ بس ایسے لڑکے کو چاہئے کہ یا تو وہ جسمانی ریاضت میں لگ جائے جس سے جسم کو قوت حاصل ہو یا پاکیزہ سیر و تفریح میں مشغول ہو جس میں قابل اعتماد ساتھی ہوں۔ یا کسی کتاب کے مطالعہ میں مشغول ہو جو اسے علمی میدان میں فائدہ پہنچائے۔ یا کسی دستکاری میں مشغول ہو کر اپنے رجحانات کو جلا بخشے، یا کسی دینی درس میں شریک ہو جائے جس سے اس کے اخلاق درست ہوں، یا کسی ثقافتی علمی مقابلہ میں شریک ہو جس سے عقل میں تیزی آئے، یا تیر اندازی وغیرہ و دیگر وسائل جہاد کی مشق کرے اور اس کے علاوہ دوسرے اور فائدہ بخش میدان و وسائل کو اختیار کرے جو فکر کو غذا پہنچائے۔ اور روح کو بالیدگی اور جسم کو قوت بخشے۔

۵۔ اچھے ساتھی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان اپنے دوست کا ہم مذہب ہوتا ہے اور ساتھی ساتھی ہی کی اقتدا کرتا ہے اور پرندے اپنے ساتھیوں کے پاس ہی اترتے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل سچ فرمایا ہے۔

المرء علی دین خلیلہ فلینظر احدکم من یخالل۔ (ترمذی)	انسان اپنے دوست کے مذہب پر ہوتا ہے اس لئے تم میں سے ہر شخص کو چاہئے کہ وہ دیکھ لے کہ وہ کس سے دوستی کرتا ہے۔

اور یہ بات تو یقینی طور سے معلوم ہے کہ جو شخص گناہگاروں، فاسقوں فاجروں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے تو وہ اس کو لازمی طور پر گمراہی کی طرف لے جائیں گے اور فسق وفجور کی طرف ہی دھکے دیں گے اور شخصی منافع اور دنیوی اغراض کی وجہ سے اس کی دوستی اختیار کریں گے (بخلاف نیک ساتھیوں کے کہ وہ صلاح کی طرف لے جائیں گے اور ان کی دوستی خلوص پر مبنی ہوگی۔)

۶۔ طبّی تعلیمات پر عمل کرنا۔

گرمی کے دنوں میں ٹھنڈے حماموں میں جانا، ریاضت، کھیل کود اور جسمانی ورزش کرنا۔ ایسے کھانوں سے بچنا جو گرم مصالحوں وغیرہ پر مشتمل ہوں۔ کافی، چائے گوشت، انڈے وغیرہ کا استعمال کم کرنا۔ چت یا اوندھے منہ نہ سونا، بلکہ سنت کے مطابق داہنی کروٹ پر سونا۔

۷۔ اللہ تبارک وتعالٰی کے خوف کو محسوس کرتے رہنا۔

یہ بات مسلّم ہے کہ نوجوان آدمی جب اپنے دل کی گہرائیوں سے یہ محسوس کریگا کہ اللہ تعالٰی اس کو دیکھ رہا ہے اور اس کی نگرانی کر رہا ہے تو وہ مہلک چیزوں،

گناہوں اور بُرے کاموں سے رک جائے گا، اور منکرات و فواحش سے دور رہے گا
یہ بات یقینی ہے کہ علم و ذکر کی مجلس میں حاضر ہونا، فرض و نفل اور تلاوت قرآن
کریم پر مواظبت کرنا، اور رات میں تہجد پڑھنا، صحابہ کرامؓ کے واقعات سننا، اور
نیک لوگوں کی رفاقت اختیار کرنا اور موت اور موت کے بعد جو کچھ پیش آنے والا
ہے اسے یاد کرنا مومن کے دل میں اللہ تعالےٰ کے خشیت کے پہلو اور اس کے مراقبہ
اور اس کی عظمت کے احساس کو تقویت بخشتا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ
ان وسائل کو اختیار کریں اور اپنے نفوس میں اللہ تعالےٰ کے حاضر و ناظر ہونے اور
اس کے تقویٰ و خشیت کے عقیدے کو قوی کریں۔ تاکہ جذبات کو برانگیختہ کرنے
والی چیزیں اپنی طرف مائل نہ کرسکیں۔

۳۔ نشہ آور اور مخدرات استعمال کرنے کی عادت
(دش کرنیوالی چیزیں)

یہ ایک نہایت خطرناک اور تکلیف دہ وبا ہے جو ان معاشروں میں عام ہے
جن میں اچھے اخلاق کی کوئی قدر و قیمت اور اسلامی تربیت کا کوئی احترام نہیں ہے
یہ وبا عام طور سے ہم ان بچوں میں بکثرت پاتے ہیں جو در بدر پھرتے ہیں اور ان کا
کوئی سرپرست اور ان کی تربیت و رہنمائی کرنے والا نہیں ہوتا۔ یا وہ بچے جو
والدین اور سرپرستوں کی غفلت اور عدم توجہی کی وجہ سے بے راہ روی کے شکار
ہو جاتے ہیں۔ اس بیماری پر پوری طرح بحث کرنے کے لئے تین امور پر گفتگو کرنا
مناسب ہے۔ (۱) اس کے نقصانات۔ (۲) اس کے متعلق اسلام کا حکم (۳) اس کا
ازالہ اور علاج۔

(۱) ا۔ صحت سے متعلق نقصانات :۔

اطباء اور علماء صحت کے یہاں یہ بات طے شدہ ہے کہ نشہ آور چیزوں، اور مخدرات کا استعمال کرنا جنون اور حافظہ کی کمزوری کا سبب بنتا ہے اور بہت سے دوسرے اعصابی اور معدے اور آنتوں کے امراض پیدا کرتا ہے۔ اس وبا کے نقصانات کے سلسلہ میں فرانس کے قومی اعداد و شمار کے ادارے نے لکھا ہے کہ شراب سے ہلاک ہونے والوں کی تعداد ان سے زیادہ ہے جو دق و سل کی وجہ سے ہلاک ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ ۱۹۵۵ء میں شراب نوشی کی وجہ سے سترہ ہزار فرانسیسی لقمۂ اجل بنے جبکہ اسی سال دق و سل کے مرض سے صرف بارہ ہزار آدمی ہلاک ہوئے تھے۔

ب۔ اقتصادی نقصانات۔

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ جو شخص شراب اور نشہ آور چیزیں استعمال کرتا ہے وہ اس کے لئے مال بے حساب خرچ کرتا ہے جس کے ذریعہ خاندان کی بربادی اور فقر و فاقہ کی طرف دعوت دی جاتی ہے۔

ج۔ نفسیاتی و اخلاقی نقصانات۔

جو شخص نشہ آور چیزوں کا عادی ہو جاتا ہے وہ اور بھی بہت سی بُری عادتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے جیسے جھوٹ، بزدلی، چوری اور حرام کاری وغیرہ جس سے اپنی آخرت کو برباد کرتا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ استعماری حکومتیں نشہ آور اشیاء اور مخدرات کو دوسری قوموں کی شان و شوکت کو ختم کرنے اخلاق کو بگاڑنے اور جہاد کی روح کو ختم کرنے کے لئے رائج کرتی ہیں اور مصر اب تک مخدرات اور نشہ آور اشیاء کی اس جنگ کو جھیل رہا ہے جو وہاں

بہت پہلے پھیل گئی تھی۔

(۲) نشہ آور اشیاء اور مخدرات کے استعمال کا شرعی حکم :۔

نشہ آور اشیاء اور مخدرات کے استعمال کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے اور اس سلسلہ میں قرآن و حدیث میں سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ وَیَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝ (المائدۃ ۹۰۔۹۱)	اے ایمان والو! یہی بات ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر، یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں۔ سو ان سے بالکل الگ رہو۔ تاکہ تم کو فلاح ہو شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کر دے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے سو اب بھی باز آؤ گے۔

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

لعن اللہ الخمر وشاربها وساقيها ومبتاعها وبائعها وعاصرها ومعتصرها وحاملها والمحمولة اليه۔ (ابو داؤد)	اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو شراب پر اور اس کے پینے والے پر اور پلانے والے پر اور خریدنے والے پر اور بیچنے والے پر اور نچوڑنے والے پر اور نچوڑوانے والے پر اور اس کے اٹھانے والے پر اور اس پر جس کے لئے اسے اٹھا کر لے جایا جا رہا ہے۔

عن ام سلمة رضی اللہ عنہا زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہا قالت نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کل مسکر ومفتر یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نشہ آور اور فتور پیدا کرنے والی چیز سے منع فرمایا ہے (ابو داؤد)

ف: اس میں تمام نشہ آور چیزیں شامل ہیں۔ (ق)

(۳) اس کا ازالہ اور علاج :-

(ا) اچھی اور نیک تربیت (ب) ان کے اسباب کی روک تھام (ج) اس کے ارتکاب کرنے والوں کو سزا دینا۔

ا۔ نیک اور اچھی تربیت یہ ہے کہ بچپن ہی سے ان برائیوں سے نفرت دلائی جائے اور ان میں اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کا خوف و خشیت پیدا کی جائے۔ اس لئے کہ اس کے قلب کے سنوارنے میں اس کا بہت اچھا اثر پڑے گا۔ جیسا کہ اسلامی تاریخ اس پر شاہد ہے۔

ب۔ رہا اس کے اسباب کی روک تھام تو یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ بازاروں اور دوسری تمام جگہوں میں شراب اور اس کے انواع و اقسام پر پابندی لگادے اور اس کی بیخ کنی کے لئے تمام اسباب و ذرائع کو بروئے کار لائے۔

ج۔ اس کے استعمال کرنے والوں کے لئے اسلام نے سخت سزا مقرر کر رکھی ہے اس لئے حکومت کو چاہئے کہ اس کو نافذ کرے۔ پس اگر حکومت اس کے لئے مستعد ہو جائے تو معاشرہ شراب اور مخدرات کے مضر اثرات سے اور نقصانات سے بچ جائے۔

۴۔ زنا اور لواطت کی عادت

زنا اور لواطت قریب البلوغ لڑکوں اور نوجوانوں میں پائی جانے والی ایک

نہایت خطرناک بیماری ہے۔ ہمیں بہت سے لڑکوں کے متعلق اطلاع ملی ہے جو قبل بلوغ ہی اپنے والدین کی غفلت کی وجہ سے بداخلاقی، بے راہ روی، اور بے حیائی کے دلدل میں پھنس گئے اور ہلاکت وتباہی کے گڑھوں میں دفن ہو گئے۔

پس جب والدین اور سرپرست اپنے جگر گوشوں اور دل کے ٹکڑوں کو برائیوں کے دلدل میں پھنسا ہوا اور فساد وبے حیائی کے تالابوں میں ڈوبتا ہوا دیکھیں گے تو اس وقت سوائے حسرت کے اور کیا حاصل ہوگا۔ لیکن اگر یہ لوگ ان کی نگرانی کرتے اور ان کے دوستوں اور یاروں پر کڑی نظر رکھتے تو ان کے بچے اس تکلیف دہ صورت حال اور اس رُسواکن انجام تک ہرگز نہ پہنچے۔

اب ہم اس لعنت کے سلسلہ میں تین امور پر بحث کرتے ہیں۔ (۱) اس لعنت سے وجود میں آنے والے نقصانات (۲) اس کے بارے میں اسلام کا فیصلہ (۳) اس کے خاتمہ کے لئے مؤثر علاج۔

زنا اور لواطت سے صحت وجسم کو پہنچنے والے امراض ونقصانات

(الف) ۱۔ آتشک کی بیماری:۔

جس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ عضو تناسل یا ہونٹ یا زبان یا پپوٹوں پر زخم یا ورم آجاتے ہیں۔ اور جسم کے مختلف حصوں پر سفید داغ پڑجاتے ہیں۔ اس بیماری کی وجہ سے خطرناک امراض مثلاً شل ہونا اور ... وغیرہ پیدا ہو سکتے ہیں۔

۲۔ سیلان یا سوزاک:۔

اس بیماری کی اہم علامات یہ ہیں:۔ پیشاب کے وقت درد یا سخت جلن ہونا اور مردوں کو پیشاب کے راستہ سے پیپ آنا، عورتوں کو رحم اور پیشاب کی نالی سے

پیپ آنا یا درد محسوس ہونا۔ اور کبھی سوزاک کی وجہ سے مرد کے پیشاب کی نالی میں زخم ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے عام طور پر پیشاب بند ہو جاتا ہے جس سے کبھی کبھی جان تک نکل جاتی ہے۔

۲۔ متعدی امراض کا پھیلنا۔

زنا و لواطت سے بہت سے خطرناک متعدی امراض پیدا ہو جاتے ہیں، جو بہت خوفناک شکل اختیار کر لیتے ہیں اور معاشرہ کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔

صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس قوم میں زنا کی بیماری عام ہو جائے گی تو اللہ تعالےٰ اس قوم کو ایسے امراض میں مبتلا فرما دیں گے جو پہلے لوگوں میں نہیں پائے جاتے رہے ہوں گے۔ ف، جیسا کہ یورپ ممالک میں ایڈز جیسے لاعلاج مرض کا شیوع ہو رہا ہے۔ (ق)

ب۔ معاشرتی نقصانات

اس لعنت کے نقصان کے لئے اتنا کافی ہے کہ اس سے نسب میں اختلاط اور نسل کا ضیاع ہوتا ہے۔ عزت و آبرو کی پامالی ہو جاتی ہے اور مرد و عورت کے تعلقات خراب ہو جاتے ہیں۔ خاندان کی وحدت پارہ پارہ ہو جاتی ہے۔ اور آدمی بے حیائی کے دلدل میں پھنس کر رہ جاتا ہے۔ نیز مردانگی اور عزت و شرافت کو کھو بیٹھتا ہے۔ آپ ہی بتائیں کہ اس معاشرے کی کیا حیثیت ہو گی جس کے اخلاق تباہ، حیا ختم اور وحدت و تشخص پارہ پارہ ہو گیا ہو۔ اور ایسے معاشرے کی کیا قدر و قیمت ہو گی جس کے بچے آزاد، بے سر و سامان ہوں اور عورتیں آبرو باختہ اور مرد بدکردار ہوں۔ ظاہر ہے کہ ایسا معاشرہ بے کار اور ہر لمحہ زوال و تباہی کا نشانہ بنا رہے گا۔ اور اللہ تعالےٰ نے سچ فرمایا ہے:۔

وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً   اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں

اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ۝ (الاسراء ۱۶)	تو اس کے خوش عیش لوگوں کو حکم دیتے ہیں۔ پھر (جب) وہ لوگ وہاں شرارت مچاتے ہیں تب ان پر حجت تمام ہو جاتی ہے پھر اس بستی کو تباہ اور غارت کر ڈالتے ہیں۔

زنا اور لواطت کے بارے میں اسلام کا فیصلہ

زنا حرام ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا ۝ (الاسراء ۳۲)	اور زنا کے پاس بھی مت پھٹکو۔ بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے اور بری راہ ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لا یزنی الزانی حین یزنی وھو مومن (بخاری ومسلم)	نہیں زنا کرتا زانی جبکہ وہ زنا کر رہا ہو اور پھر وہ مومن ہو۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ زنا کاروں کے چہروں پر آگ بھڑک رہی ہو گی۔ (طبرانی)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب کسی بستی میں زنا اور سود عام ہو جائے تو اس بستی والوں نے اپنے اوپر عذاب نازل کر لیا۔ (حاکم)

رہا لواطت کا حرام ہونا۔ تو اس کے بارے میں اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ	کیا تمام دنیا جہان والوں میں سے تم

الْعٰلَمِیْنَ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ۝ (الشعراء ۱۶۵)

دیہ حرکت کرتے ہوکر) مردوں سے بدفعلی کرتے ہواور تمھارے رب نے جو تمھارے لئے بیویاں پیدا کی ہیں انکو نظر انداز کئے دیتے ہو بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) تم حد (انسانیت سے) گزرجانے والے ہو۔

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "ملعون ہے وہ شخص جو قوم لوط والی حرکت کرے، ملعون ہے وہ شخص جو قوم لوط والی حرکت کرے، ملعون ہے وہ شخص جو قوم لوط والی حرکت کرے۔ (حاکم)

نیز ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنی امت پر جس چیز کا سب سے زیادہ خوف ہے وہ یہ ہے کہ آدمی قوم لوط والا کام کرنے لگے۔ (ترمذی)

شریعت میں زنا اور لواطت کی سزا

۱۔ زنا کی سزا:۔

شریعت نے زنا کی دو سزائیں مقرر کی ہیں (۱) کوڑے مارنا (۲) رجم وسنگسار کرنا۔

۱۔ کوڑے مارنے اور شہر بدر کرنے کی سزا اس زانی کو دی جائے گی جو غیر شادی شدہ ہو۔ چاہے زنا کا مرتکب مرد ہو یا عورت۔ لہذا اس کو سو کوڑے لگائے جائیں گے۔ اس لئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔

اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ۔ (النور ۲)

زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد، سو اُن میں سے ہر ایک کو سو دُرّے مارو۔

شہر بدر کرنے کی سزا حنفیہ کے نزدیک تعزیر کے باب سے ہے۔ لہذا اگر امام کو

اس میں فائدہ کی توقع ہو تو اس کو شہر بدر کر دے گا۔ اور باقی ائمہ کے یہاں کوڑے لگانے کے بعد زانی کو شہر بدر کیا جائے گا اور اس کو اتنی دور بھیجا جائے گا جس میں نماز قصر نہ ہو۔ اور شہر بدر کرنے کا فیصلہ خلفاء راشدین نے بھی کیا تھا اور یہی بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی ارشاد ہے۔

۲- رجم کی سزا اس زانی کے لئے ہے جو شادی شدہ ہو۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ جو مسلمان یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس کا خون بہانا سوائے تین باتوں میں سے ایک بات کے کسی صورت میں حلال نہیں۔ (۱) ایسا زانی جو شادی شدہ ہو (۲) قصاص (یعنی قتل کے بدلے قتل) (۳) اور وہ شخص جو دین بدل لے اور جماعتِ مسلمین سے الگ ہو جائے۔

اور صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ اور غامدیہ رضی اللہ عنہا کے رجم کا حکم دیا تھا۔ اس لئے کہ ان دونوں حضرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زنا کا اعتراف کیا تھا اور وہ دونوں شادی شدہ تھے۔ (ترجمہ صفحہ ۲۵۶)

۲- لواطت کی سزا۔

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ لواطت زنا کے حکم میں ہے۔ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ سزا کیا دی جائے؟ علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ لواطت کی سزا کے بارے میں بعض حضرات کہتے ہیں کہ لواطت کی وہی سزا ہے جو زنا کی ہے۔ یعنی اگر وہ شادی شدہ ہے تو رجم کیا جائے گا اور غیر شادی شدہ ہے تو سو کوڑے لگائے جائیں گے۔ اور یہی امام شافعی رحمۃ اللہ کے دو قولوں میں سے مشہور قول ہے

اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ لواطت کرنے والے کو رجم کیا جائے گا چاہے شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ، امام مالکؒ اور امام محمدؒ یہی فرماتے ہیں۔ امام شافعی رح کا دوسرا قول یہ ہے کہ ایسا کرنے والے اور کروانے والے دونوں کو قتل کر دیا جائے گا۔ حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ ایسے مجرم کے لئے امام اور حاکم جو سزا مناسب سمجھے وہ دے۔ اور اگر کوئی شخص یہ حرکت بار بار کرے اور اس سے باز نہ آئے تو سزا کے طور پر اس کی گردن اُڑا دی جائے گی۔

(۲) اس کا علاج :۔

اس لعنت کی بیخ کنی کا طریقہ وعلاج وہی ہے جو مشت زنی کا ہے۔ اس لئے کہ ان دونوں بیماریوں اور ان کے علاج کی حالت بالکل مشابہ ہے لہٰذا اس سلسلہ میں دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

محترم قارئین! میں آپ کو مزید ایک علاج بتائے دیتا ہوں کہ اس امت کے آخر والوں کی انہی چیزوں سے اصلاح ہوگی جن سے ان کے پہلے لوگوں کی ہوئی ہے۔ چنانچہ جیسا کہ گزشتہ ادوار میں ہماری اصلاح اسلام کے نظام اور شریعت مطہرہ سے ہوئی ہے۔ تو آج بھی ہماری اصلاح اسی سے ہوگی۔ اگر ہم نے اس طریقہ کو اپنا لیا تو اس امت مسلمہ کی کھوئی ہوئی عزت اور شان وشوکت اور بے نظیر قوت اور مضبوط حکومت اور قابل ذکر استقرار واستحکام واپس لوٹ آئے گا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایسی قوم ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی بدولت عزت بخشی ہے۔ لہٰذا جب بھی اس کا چھوڑ کر ہم عزت چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں ذلیل کر دے گا۔

احتیاطی تدابیر، جو جسمانی تربیت میں مفید ہیں۔

۱۔ زہریلی چیزوں کو بند الماری میں رکھنا چاہیئے

۲۔ جو دوائیں ضرورت سے زائد ہوں انھیں پھینک دینا چاہیئے۔

۳۔ چولھا جلانے کے آلات، گرم برتنوں اور کھانے پکانے کے سامان بچوں کی دسترس سے دور رکھنا چاہیئے۔

۴۔ دھاردار آلات مثلاً قینچیاں چھریاں اور شیشے کے برتن بھی بچوں کی پہنچ سے دور رکھنا چاہیئے۔

۵۔ ایسے کھیل کود کی اجازت نہ دینا چاہیئے جو خطرے کا سبب بن سکتے ہوں جیسے رسّی سے کھیلنا اور اس کو گردن کے اردگرد لپیٹنا۔

۶۔ ماں کو چاہیئے کہ بچہ کو دودھ پلا کر پستان اس کے منہ سے الگ کردے۔ اسلئے کہ سننے میں آیا ہے کہ ماں سو گئی اور بچہ بھی پستان (چھاتی) منہ میں لئے لئے سو گیا۔ اور پھر ماں جیسے ہی بچے کی طرف جھکی بچے کا دم گھٹ گیا۔

۷۔ اوپر کی منزلوں کی کھڑکیوں کے صحیح وسالم ہونے کا یقین کرلینا چاہیئے۔ اور کھڑکیاں ایسی ہونی چاہئیں کہ جنھیں بچہ پھلانگ کر باہر نہ نکل سکے۔

۸۔ مشینری اور میکانکی آلات اور بجلی کے سامان استعمال کرتے وقت ہوشیار رہنا چاہیئے۔ خصوصاً کپڑے دھونے، قیمہ پیسنے اور کباب بنانے والی مشین وغیرہ کے استعمال کے وقت۔

۹۔ گھر کے بیرونی دروازے کے بارے میں خیال رکھنا چاہیئے کہ وہ کھلا نہ رہ جائے کہ بچہ چپکے سے باہر نکل جائے اور ماں باپ کو پتہ بھی نہ چلے اور باہر کوئی حادثہ پیش آجائے، یا گھر میں کوئی چور یا جانور وغیرہ داخل ہو جائے۔

۱۰۔ دروازہ بند کرتے وقت خیال رکھنا چاہئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بچے نے انگلیاں اڑکھی ہوں اور دروازہ بند کرنے سے اس کی انگلیاں دب جائیں۔

بچوں کی جسمانی تربیت کے لئے یہ وہ اہم وسائل ہیں جنھیں اسلام نے مقرر کیا ہے۔ اور جیسا کہ آپ نے دیکھ لیا یہ وسائل لازمی وضروری ہیں اور یہ احتیاطی تدابیر ہیں۔ اگر والدین اور مربیوں نے ان تعلیمات پر عمل کیا تو دیکھیں گے کہ اس قوم کے بچے صحت کے وسیع میدانوں میں دوڑتے ہوں گے اور قوت کی نعمت سے مالا مال ہوں گے۔ ممکن ہے کہ اس طریق سے آج کا ہمارا معاشرہ الحاد، آزادی اور جاہلیت کی تاریکیوں سے ایمان کے نور، مکارم اخلاق اور اسلام کی ہدایت کی طرف منتقل ہو۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔ یعنی یہ کام اللہ کیلئے کچھ مشکل بھی نہیں۔ (تربیۃ الاولاد فی الاسلام ص ۲۴۹ ج ۱)

فصل رابع

ذہنی اور عقلی تربیت کی ذمہ داری

ذہنی اور عقلی تربیت سے مراد یہ ہے کہ علوم شرعیہ اور علمی اور عصری تہذیب وثقافت اور فکری ونفسیاتی سوجھ بوجھ پر مبنی ایسی نفع بخش چیزوں سے بچے کے ذہن کو آراستہ کیا جائے جو بچے کے افکار میں پختگی پیدا کر دیں اور اسے علمی وثقافتی لحاظ سے کامل ومکمل بنا دیں۔

اہمیت کے لحاظ سے یہ ذمہ داری ایمانی، اخلاقی اور جسمانی تربیت کی ذمہ داریوں سے کچھ کم اہمیت کی حامل نہیں ہے۔ لہذا بچوں کے سلسلہ میں بھی مربیوں پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان کے مختلف مراحل کو بیان کرنا ضروری ہے

تاکہ تربیت کرنے والے ان پر مرحلہ وار چلتے رہیں۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ عقلی تربیت کے سلسلہ میں ان کی مسئولیت مندرجہ ذیل امور میں منحصر ہے۔
(۱) تعلیمی ذمہ داری (۲) فکری ذہن سازی کی ذمہ داری (۳) ذہنی تندرستی کی ذمہ داری

۱۔ تعلیمی ذمہ داری اور مسئولیت

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام کی نظر میں یہ ذمہ داری نہایت اہم و نازک ہے۔ اس لئے کہ اسلام نے والدین اور مربیوں پر بچوں کی تعلیم اور ان میں صحیح ادراک کے قابل بنانے کے سلسلہ میں بڑی ذمہ داری ڈالی ہے۔ تاریخی اعتبار سے ہر شخص کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے جو آیات نازل ہوئی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ۔ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ۔

(العلق ۱ تا ۵)

(اے پیغمبر!) آپ (پڑھو) قرآن (نازل ہوا کریگا) اپنے رب کا نام لیکر پڑھا کیجئے (یعنی جب پڑھئے تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہکر پڑھا کیجئے) جس نے (مخلوقات کو) پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ آپ قرآن پڑھا کیجئے اور آپکا رب بڑا کریم ہے (جو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور) ایسا ہے جس نے (لکھے پڑھوں کو) قلم سے تعلیم دی (اور عموماً) انسان کو (دوسرے ذرائع سے) ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا۔

اور یہ اس لئے تھا کہ علم اور پڑھنے پڑھانے کی حقیقت وعظمت اور بڑائی کا اظہار ہو اور یہ بتلا دیا جائے کہ فکر وعقل کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ اور ساتھ ہی علم و ثقافت کے دروازے کو مکمل طور سے کھولنا مقصود تھا۔

قرآنی آیات اور نبوی احادیث بکثرت ہیں جو علم پر ابھارتی اور علماء کی قدر ومنزلت کی بلندی کو بیان کرتی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

۱۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔ (زمر ۹)	آپ کہئے، کیا علم والے اور جہل والے (کہیں) برابر ہوتے ہیں !

۲۔ اور ارشاد پاک ہے۔

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا (طٰہٰ ۱۱۴)	اور آپ یہ دعا کیجئے کہ اے میرے رب میرا علم بڑھا دیجئے۔

احادیث نبویہ میں سے چند حدیثیں یہ ہیں۔

۱۔ من سلك طريقا يلتمس فيه علما سهل الله له طريقا الى الجنة (مسلم)	جو شخص کسی ایسے راستے پر چلے جس میں علم کو تلاش کر رہا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت کا راستہ آسان فرما دیتے ہیں۔
۲۔ من خرج فی طلب العلم فهو فی سبیل اللہ حتی یرجع (ترمذی)	جو شخص طلب علم کے لئے نکلتا ہے وہ اللہ کے راستے میں اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ واپس نہ آجائے۔
۳۔ فضل العالم على العابد كفضلی علی ادناکم۔ ان اللہ وملٰئکته واهل السمٰوٰت والارض	عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری (فضیلت) تم میں سے معمولی آدمی پر۔ بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور آسمانوں

حتی النملة فی جحرھا وحتی الحوت لیصلون علی معلمو الناس الخیر (ترمذی)

اور زمین والے حتی کہ چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں اور مچھلیاں لوگوں کو خیر سکھانے والے کیلئے دعا کرتی ہیں۔

قرآن کریم کی اس رہنمائی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کی روشنی میں صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین اور ان کے بعد کے مسلمان علوم کونیہ کے پڑھنے اور ان سے عبرت حاصل کرنے میں لگ گئے اور انھوں نے ہر علم نافع کے سیکھنے کو فرض یا واجب قرار دیا اور عالم میں موجود دوسری قوموں کے تمدن و ثقافت سے فائدہ اٹھایا۔ اور اس میں جدت پیدا کی اور اس کو اپنا تابع بنا کر اسلام کے ممتاز اسلامی سانچے میں ڈھال لیا۔ پھر صدیوں تک سارا جہان ان کے علوم سے خوشہ چینی کرتا اور مستفید ہوتا رہا۔ اور مشرق و مغرب میں مادی ترقی کو جو اس دور جدید میں چمک دمک و شان و شوکت نصیب ہوئی ہے وہ صرف اس وجہ سے کہ انھوں نے صقلیہ اور اندلس اور دیگر صلیبی جنگوں کی بدولت مسلمانوں کے علوم اور ان کے ثقافت سے فائدہ اٹھایا۔ اور یقیناً بجا طور پر گم کردہ راہ عالم اور پریشان انسانیت کے لئے اسلامی سلطنت ایک استاذ و معلم اور امام کی حیثیت رکھتی تھی۔

ف: تاریخ کے ایک طویل عرصہ میں مسلمانوں نے جو علمی و ثقافتی عظمت و بلندی حاصل کی اس کے ثبوت کے لئے اہل مغرب کے انصاف پسند فلاسفہ کے اقوال مؤلف نے نقل کئے ہیں جو قابل دید ہیں۔ بغرض اختصار ہم نے نقل نہیں کیا۔ (ق)

اس علمی بلندی اور ثقافتی ترقی کا راز :۔

(الف) یہ سب اس لئے تھا کہ اسلام روح اور مادیت، دین و دنیا دونوں ہی کا نام ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں :۔

۱۔ وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا۔ (القصص ۷۷)

اور تجھ کو اللہ تعالےٰ نے جتنا دے رکھا ہے اس میں عالم آخرت کی بھی جستجو کیا کر اور دنیا سے اپنا حصہ (آخرت میں لے جانا) فراموش مت کر۔

۲۔ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ (الجمعة)

پھر جب نماز (جمعہ) پوری ہو چکے تو (اس وقت تم کو اجازت ہے کہ) تم زمین پر چلو پھرو اور خدا کی روزی تلاش کرو۔

ب ۔ اور اس لئے کہ اسلام مساوات اور انسانیت کی دعوت دیتا ہے۔ تاکہ ہر وہ شخص جو اسلام کے جھنڈے تلے آئے خواہ کسی جنس و رنگ کا اور کوئی بھی زبان بولنے والا ہو سب کے سب مل کر اسلامی تمدن و ثقافت کی تعمیر میں اپنا فرض ادا کریں۔ اس سلسلہ میں اسلام کا شعار یہ ہے کہ

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (الحجرات ۱۳)

اللہ تعالےٰ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔

ج ۔ اور اس لئے کہ اسلام ہر ملت و قوم سے تعارف و تعلقات پیدا کرنے کی طرف دعوت دینے والا دین ہے۔ اور اسلام کا مزاج اس معاملہ میں اللہ تعالےٰ کا فرمان ذیل ہے :۔

يَآيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا (الحجرات ۱۳)

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے۔ اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا۔ تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔

اس آواز پر مسلمانوں نے لبیک کہا اور دوسری قوموں سے ملے اور ان کی ثقافت سے فائدہ اٹھایا۔ اس طرح ان کے پاس مختلف صنعتی، تجارتی، زراعتی اور فنی معلومات جمع ہو گئیں۔ چنانچہ ان سب کو اسلام کی بھٹی میں ڈال کر جلایا۔ اس کے بعد ان کو اسلام کے سانچے میں ڈھال کر اسلامی مہر لگا دیا۔

د۔ اس لئے کہ اسلام ہمیشہ رہنے والا دین ہے، جو نظاموں اور بنیادی اصولوں کی اس بلند چوٹی پر پہنچا ہوا ہے جس سے اونچی بلندی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اسکی شرافت کے لئے یہی کافی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ دین ہے اور قیامت تک اپنے کامل قانون سے انسانیت کی اعانت کرتا رہے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ۝ (المائدۃ ۵۰)

اور فیصلہ کرنے میں اللہ تعالیٰ سے اچھا کون ہوگا یقین رکھنے والوں کے نزدیک۔

اور اسلام کے افتخار وابدی ہونے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ اس کی عظمت اور اس کے قوانین کے زندہ و فعال ہونے کے مغرب کے بڑے بڑے اہل علم شاہد و گواہ ہیں۔ انگریز فلسفی برناڈشا کا یہ جملہ پڑھئے۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین نہایت عظیم اور بلند مرتبے کا مالک ہے اس لئے کہ اس میں حیران کن قوت پائی جاتی ہے۔ اور اسلام ہی ایک ایسا منفرد دین ہے جس میں زندگی کے مختلف اطوار و حالات کو

ہضم کرنے کی صلاحیت اور ملکہ ہے۔ اور میں ضروری سمجھتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو انسانیت کے نجات دہندہ کے نام سے پکارا جائے۔ اور اگر ان جیسا آدمی موجودہ دور کی سربراہی کا بیڑہ اٹھالے تو وہ آجکل کی مشکلات حل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔"

اور ڈاکٹر ایز کوانسا بانو کہتے ہیں کہ:۔

"اسلامی شریعت اپنی بہت سی ابحاث میں یورپی قانون پر فوقیت رکھتی ہے۔ بلکہ شریعت اسلامیہ ایک ایسی شریعت ہے جو تمام عالم کو مضبوط و پائدار ترین قانون عطا کرتی ہے۔"

۴۔ اور اس لئے کہ اسلام ایک ایسا منفرد دین ہے جس نے بچپن ہی سے تعلیم کو لازمی اور مفت بنایا ہے۔ جس میں نہ علوم شریعت کا امتیاز ہے اور نہ علوم کونیہ کا۔ ہاں البتہ حاجت، کفایت اور اختصاص کو ضرور مدنظر رکھا جائے گا۔ جس کی تفصیل آگے مذکور ہے۔

اسلام نے تعلیم کو لازمی قرار دیا ہے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم (ابن ماجہ) — علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر (خواہ مرد ہو یا عورت) فرض ہے۔

اس حدیث میں مسلم کا لفظ عام ہے جو عورتوں اور مردوں کو برابر سے شامل ہے۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

من کتم علما مما ینفع اللہ — جو شخص ایسے علم کو چھپائے گا جس سے

به الناس فی امر الدین	اللہ تعالیٰ لوگوں کو دین کے معاملہ میں
الجمه الله یوم القیٰمة	نفع پہنچاتے ہوں تو قیامت میں اس کو
بلجام من نار۔ (ابن ماجہ)	اللہ تعالیٰ آگ کی لگام پہنا دیں گے۔

پس جب اسلام کی نظر میں علم کی اس قدر اہمیت ہے تو پھر یہ کہنا بجا ہوگا کہ اسلام ایسا دین ہے جو علم سیکھنے اور سکھانے کو لازمی اور فرض قرار دیتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کو مفت و بلا عوض رکھا۔

چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعوت و تعلیم کے سلسلہ میں کسی سے کوئی عوض نہیں لیتے تھے۔ اور آپ کا اور جملہ انبیاء علیہم السلام کا یہ ارشاد مبارک تھا۔

اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ	میرا معاوضہ تو صرف (حسب وعدہ کرم)
(یونس ۲)	اللہ تعالیٰ ہی کے ذمہ ہے۔

نیز فرمایا۔

قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا۔	آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس (تبلیغ قرآن)
(انعام ۹۰)	پر کچھ معاوضہ نہیں چاہتا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود صحابہ رض کو اُجرت و عوض لینے سے ڈرایا کرتے تھے

اس سلسلہ میں ابو شیبہ سے روایت ہے کہ حضرت عبادہؓ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اہل صفہ کے کچھ آدمیوں کو لکھنا اور قرآن کریم پڑھنا سکھایا۔ تو ان میں سے ایک صاحب نے مجھے ایک کمان دے دی۔ میں نے اسے یہ سوچ کر قبول کر لیا کہ یہ تو مال نہیں ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں تیر اندازی کروں گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے بارے میں دریافت

کروں گا۔ چنانچہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! ایک صاحب کو میں لکھنا پڑھنا سکھاتا اور قرآن کریم پڑھایا کرتا تھا۔ انھوں نے مجھے ایک کمان ہدیہ کی ہے جو کہ مال نہیں ہے۔ میں اس سے اللہ کے راستہ میں تیر اندازی کروں گا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ان کنت تحب ان تکون طوقا من النار فاقبلها۔ (ابوداود)
اگر تم یہ پسند کرتے ہو کہ وہ تمھارے لئے آگ کا ایک طوق بنے تو تم اس کو قبول کرو۔

اور یہ بات تاریخی طور سے ثابت ہے کہ مسلمانوں کے بچے جو مساجد و مدارس کی طرف حصول علم کے لئے رُخ کرتے تو وہ مال و دولت صرف نہیں کرتے تھے بلکہ بعض زمانوں میں حکومت کے خرچ پر وہ علم حاصل کرتے تھے اور علماء سلف دعوت و ارشاد کے کام میں لگے ہوئے لوگوں کو اجرت و معاوضہ لینے سے منع فرماتے اور ڈراتے تھے۔

سوال وجواب

مگر یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی استاذ اپنے آپ کو تعلیم و تدریس کے لئے فارغ کر دے اور اس کے پاس کمائی کا کوئی ذریعہ نہ ہو۔ تو کیا اسے تعلیم پر اُجرت لینا جائز ہے۔ ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ بلا شبہہ اگر معلّم و استاذ علم و تعلیم کے لئے اپنے آپ کو فارغ کرلے اور اس کی ضروریات زندگی کے لئے دوسرے اسباب و ذرائع نہ ہوں اور حکومت تساہل و غفلت سے کام لے یا معاشرہ اس کی ضروریات کو پوری کرنے اور کفالت کرنے سے کوتاہی کرے تو ایسی صورت میں معلّم کو اُجرت و معاوضہ لینا جائز ہے جس سے اس کی کرامت نفس محفوظ رہے اور ضروریات زندگی پوری

ہو سکیں۔ (ترجمہ صـ۲۷۲)

قابسی روایت کرتے ہیں کہ ابو الحسن نے فرمایا کہ میں نے ایک حکایت پڑھی ہے جو ابن وہبؒ کی طرف منسوب ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں امام مالک رحمہ اللہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے پاس مدرسہ کے ایک معلم آئے اور انھوں نے امام مالکؒ سے کہا۔ اے ابو عبد اللہ! میں بچوں کو پڑھاتا ہوں اور مجھے ایک روایت پہنچی ہے جس کی وجہ سے میں اُجرت طے کرنے کو بُرا سمجھتا ہوں۔ اور لوگ بخیل ہو گئے ہیں جتنا پہلے دیا کرتے تھے اب اتنا نہیں دیتے۔ اور میں اپنے اہل وعیال کی وجہ سے مجبور ہوں اور میں سوائے پڑھانے کے اور کوئی کام نہیں کر سکتا۔ تو امام مالک رحمہ اللہ نے ان سے فرمایا، جاؤ پہلے سے طے کر لیا کرو۔ وہ صاحب چلے گئے تو امام مالک رحمہ اللہ سے ان کے بعض حاضرین نے کہا۔ اے ابو عبد اللہ! آپ نے انھیں یہ حکم دیا ہے کہ تعلیم کے سلسلہ میں اُجرت طے کر لیں؟ تو امام مالک رحمہ اللہ نے ان سے فرمایا۔ جی ہاں، ورنہ پھر ہمارے بچوں کی اصلاح کون کرے گا، انھیں تعلیم کون دے گا؟ اگر معلمین واساتذہ نہ ہوتے تو آج ہم معلوم نہیں کیا ہوتے۔

پس ہم جس معاشرے میں رہتے ہیں اس کی مناسبت سے ہم ایک بات یہ عرض کرتے ہیں کہ ہم لوگوں کے لئے ایسے معلم واستاذ کا وجود ضروری ہے جو ہماری اولاد کو عقیدہ کے مسائل اور اخلاق کی بنیادی باتیں اور تاریخی واقعات اور قرآن کریم کی تلاوت سکھائے۔ خواہ تنخواہ اور معاوضہ لے کر یا بلا معاوضہ۔ اگر ایسا نہ ہوا تو ہماری اولاد ملحد و گمراہ بن جائے گی۔

اُجرت ومعاوضہ کے جواز کے سلسلہ میں ہم اس واقعہ سے استشہاد کرتے ہیں کہ ایک صحابی نے مارگزیدہ شخص پر معاوضہ طے کرکے قرآن شریف پڑھ کر دم کیا، اور وہ

سانپ کا ڈسا ہوا

شفایاب ہو گیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جائز قرار دیا۔ گزشتہ بحث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شریعت اسلامیہ اصولی طور سے تعلیم پر اُجرت لینے کو نا جائز قرار دیتی ہے۔ الا یہ کہ کوئی ایسی وجہ و عذر ہو جس کی وجہ سے اُجرت لینا جائز ہو جائے۔ جیسے کہ وہ اساتذہ جو علم کے لئے وقف ہیں اور تعلیم کے سوا ان کے پاس اور کوئی ذریعۂ آمدنی نہیں ہے۔

اسلام ایسا دین ہے جو فریضۂ تعلیم کو فرض عین اور فرض کفایہ کی جانب تقسیم کرتا ہے۔ اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر تحصیل علم کا تعلق مسلم فرد کی روحانی اور جسمانی و اخلاقی شخصیت سازی سے ہو تو ایسا علم بقدر ضرورت و حاجت فرض عین ہے۔ یعنی مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا بوڑھا، ملازم ہو یا مزدور۔ غرضیکہ امت مسلمہ کے ہر طبقہ پر فرض ہے۔

اس اعتبار سے تلاوت قرآن پاک کا سیکھنا، عبادات کے احکام، اور بلند بنیادی اخلاق کے اصول اور حرام و حلال کے مسائل اور عمومی صحت سے متعلق قواعد اور تمام وہ چیزیں جن کی ضرورت ایک مسلمان کو اپنے دین و دنیا کے معاملات کے لئے پڑتی ہے ان سب کا سیکھنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض عین ہے۔

اور اگر اس علم کا تعلق زراعت، صناعت، تجارت، طب، انجینیرنگ، بجلی، ایٹم اور دفاع، نیز دیگر علوم نافعہ سے ہو تو ایسا علم فرض کفایہ ہے۔ اگر بعض آدمی اس کو حاصل کر لیں تو سب سے گناہ ساقط ہو جائے گا۔ اور اگر اسلامی معاشرہ میں سے کوئی شخص بھی اسے حاصل نہ کرے گا تو سب کے سب گنہگار اور اس سلسلہ میں مسئول ہوں گے۔ بہر حال ان اصول اسلامیہ کی تعمیل میں تاریخ کے ہر دور میں مسلمانوں نے اپنے بچوں کو ان بنیادی علوم اور ضروری فنون کی تعلیم دینے کی بہت کوشش کی چنانچہ

عتبہ بن ابی سفیان نے اپنے لڑکے کے استاذ عبدالصمد کو یہ وصیت کی کہ وہ اس کو اللہ کی کتاب کی تعلیم دیں اور پاکیزہ اشعار یاد کرائیں اور عمدہ احادیث و باتیں سکھائیں۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گورنروں کو مندرجہ ذیل فرمان جاری کیا ؛۔

" حمد و صلوٰۃ کے بعد ! آپ لوگوں کو چاہیئے کہ اپنے بچوں کو تیرنے اور شہسواری کی تعلیم دیں اور ان کو مشہور ضرب الامثال اور بہترین و عمدہ اشعار یاد کرائیں "۔

اسی طرح ابن سینا نے " کتاب السیاسۃ " میں بچوں کی تربیت سے متعلق بڑے قیمتی مشورے دیئے ہیں ۔ اور ابن خلدون نے بچوں کو قرآن کریم حفظ کرانے کی اہمیت بیان کی ہے ۔ بچے کی تعلیم کے سلسلے میں جو قواعد اسلام نے وضع کئے ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے زمانۂ طفولیت کی ابتدا تعلیم سے ہونی چاہیئے ۔ اس لئے کہ اس وقت بچے کا ذہن نہایت صاف ستھرا ، حافظہ قوی اور تعلیم میں خوب نشاط ہوتا ہے اسی جانب معلم اوّل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فرمان مبارک میں اشارہ فرمایا ہے ، جسے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے ؛۔

العلم فی الصغر کالنقش فی الحجر — بچپن میں علم حاصل کرنا ایسا ہے جیسے کہ پتھر پر نقش کر دینا۔

(معجم اوسط، بیہقی)

ف ؛ اس ارشاد کو " المقاصد الحسنۃ للسخاوی " میں حضرت حسن بصری ؒ کی طرف منسوب کیا ہے (ق)

ان علوم کے حاصل کرنے میں عورت کا کیا حصہ اور کیا حکم ہے ؟

متقدمین اور متاخرین دونوں علماء و فقہاء کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ جتنا علم حاصل کرنا فرض کے درجہ میں ہے اس میں مرد و عورت دونوں برابر ہیں ۔ ان علوم کے حاصل کرنے کا عورت کو بھی بالکل اسی طرح حکم ہے جس طرح مرد کو ۔ اس کے دو سبب ہیں (۱) شرعی

اور دینی احکام میں عورت بالکل مرد ہی کی طرح ہے۔ (۲) آخرت میں جزا سزا کے اعتبار سے بھی عورت مرد کی طرح ہے۔ رہی یہ بات کہ شرعی احکام و فرائض میں عورت مرد کی طرح ہے تو یہ اس لئے کہ اسلام نے عورت پر وہ تمام فرائض لازم کئے ہیں جو مرد پر لازم کئے ہیں اور مرد کی طرح عورت کو بھی اس کا مکلف بنایا ہے۔ جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور نیکی وطاعت، عدل وانصاف، حسن سلوک، خرید و فروخت، رہن، اور وکیل بننا اور بنانا اور اچھی باتوں کا حکم دینا اور بری باتوں سے روکنا۔ اور ان کے علاوہ دوسری ذمہ داریاں اور فرائض۔ لیکن بعض خصوصی حالات میں اسلام نے عورت سے وہ فرائض اٹھا لئے ہیں۔ یا تو اس خوف سے کہ عورت مشقت و کلفت میں گرفتار نہ ہو جائے۔ یا اس کی صحت کی خرابی کے ڈر سے۔ مثلاً حالتِ حیض و نفاس میں عورت سے نماز و روزہ کو معاف کرنا۔ اور یا اس وجہ سے کہ وہ کام عورت کے جسمانی وضع اور نسوانی طبیعت سے جوڑ نہیں کھاتے، مثلاً یہ کہ وہ میدانِ جنگ میں قتل وغارت میں شریک ہو۔ یا یہ کہ وہ معماری یا لوہاری کا کام کرے۔ یا یہ کہ وہ کام ایسا ہو جو اس کی فطری اور پیدائشی ذمہ داری سے متعارض ہو، مثلاً بچوں کی تربیت اور گھر کی دیکھ بھال میں رکاوٹ پیدا کرے۔ یا ایسا کام ہو جس کے کرنے سے معاشرتی فساد مرتب ہو، مثلاً ایسی ملازمت اختیار کرنا جہاں مرد وزن کا اختلاط ہوتا ہو، اور اہل نظر اور اصحاب بصیرت کے خیال میں ان کاموں سے عورت کو دور رکھنا درحقیقت عورت کی عزت اور اس کی قدر و منزلت کو بڑھانا ہے۔ ورنہ آپ ہی بتلائیے کہ کون اسے پسند کرے گا کہ عورت کو ایسے کام میں پھنسا دے جو اسکی عزت وآبرو کے برباد ہونے اور اس کی شرافت کو بٹہ لگنے کا ذریعہ ہو۔

اور کیا عورت کے لئے عزت وآبرو سے بڑھ کر اور کوئی چیز قیمتی ہو سکتی ہے؟!

اور بتلائیے کہ اگر عورت بُرائی کے راستہ پر چلنے لگے اور گندے راستہ کو اختیار کرلے تو پھر بچوں کی تربیت کس طرح ہو سکتی ہے۔ اللہ رحم کرے اس شاعر پر جس نے درج ذیل شعر کہے ہیں ؎

ولیس النبت ینبت فی جنان   کمثل النبت ینبت فی الفلاۃ

وہ گھاس جو باغ میں اُگتی ہے وہ اس گھاس کی طرح ہرگز نہیں ہو سکتی جو جنگل و بیابان میں اُگتی ہے۔

وھل یرجی لاطفال کمال   اذا ارتضعوا ثدی الناقصات

اور کیا ان بچوں سے کمال کو پہنچنے کی امید اس وقت رکھی جا سکتی ہے جب کہ انھیں ناقص عورتوں کے سینے سے دودھ پلایا گیا ہو۔

عورت کے گھر سے نکلنے کے متعلق اہل مغرب فلاسفہ کے خیالات

عورت کے گھر سے باہر نکلنے اور باہر کام کرنے اور ملازمت اختیار کرنے کے سلسلہ میں اہل مغرب کے فلاسفہ کے کلام کو ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔ انگریز عالم سموئیل سمائلس اپنی کتاب "الاخلاق" میں لکھتے ہیں :۔

"وہ نظام جو یہ فیصلہ کرتا ہے کہ عورت کارخانوں اور دوکانوں میں کام کاج کرے اس سے خواہ کتنی ہی دولت حاصل ہو جائے لیکن اس کا نتیجہ گھریلو زندگی کو تباہ کرنے کی شکل میں نکلتا ہے۔ اس لئے کہ اس نظام کا دوسرے نظام سے ٹکراؤ ہوتا ہے۔ اور اس کی وجہ سے خاندان کے ارکان ٹوٹ پھوٹ جاتے ہیں اور معاشرتی روابط پاش پاش ہو جاتے ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ عورت کی حقیقی ذمہ داری

یہ ہے کہ وہ گھر کی ذمہ داری پوری کرے اور اس کو سنبھالے۔ مثلاً گھر کو ترتیب دینا، بچوں کی تربیت کرنا اور معیشت کے وسائل میں توسط و میانہ روی اختیار کرنا اور ساتھ ساتھ عائلی و خاندانی ذمہ داریوں کو پورا کرنا۔ لیکن کارخانوں وغیرہ نے عورت کو ان تمام ذمہ داریوں سے دور کر دیا ہے اور نتیجہ یہ نکلا ہے کہ گھر گھر نہ رہے اور بچے صحیح تربیت میں نشو و نما نہیں پاتے۔ اس لئے کہ ان کی طرف سے بے توجہی برتی جاتی ہے۔ اور ان کارخانوں کی وجہ سے میاں بیوی کی محبت اجڑ گئی۔ اور عورت سمجھدار و عقلمند اور شوہر سے محبت کرنے والی بیوی ہونے کے بجائے کام کاج اور کمائی کی ذمہ داری میں اسکی ساتھی بن گئی ہے۔ اور وہ ان چیزوں کا نشانہ بن گئی جو عام طور سے اسکی فکری اور اخلاقی ان صفات کو نیست و نابود کر دیتی ہیں جن پر عزت و آبرو کی حفاظت کا دار و مدار ہوتا ہے“۔

”شجرۃ الدر“ نامی ماہنامے کے پہلے سال کے چھٹے پرچے میں انگریز مقالہ نگار مس انی رود لکھتی ہیں :-

” ہماری بیٹیاں گھروں میں خادمائیں یا خادماؤں کی طرح بن کر رہیں، یہ اس سے بہتر اور کم نقصان دہ ہے کہ وہ کارخانوں میں ملازمت اختیار کریں جہاں جاکر لڑکی ایسی گندگی و خرابی میں ملوث ہو جاتی ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کی زندگی کی رونق کو ختم کر دیتی ہے، اور کاش کہ ہمارے شہر اور ملک بھی مسلمانوں کے ان ملکوں اور شہروں کی طرح بن جاتے جہاں عصمت، پاک دامنی اور عفت پائی جاتی ہے۔ جہاں عورت نہایت

عمدہ و خوشگوار زندگی گزارتی ہے اور اس کی عزت و آبرو بھی محفوظ رہتی ہے۔۔۔

جی ہاں انگریزوں اور یورپی ملکوں کیلئے یہ بڑے عار کی بات ہے کہ وہ اپنی لڑکیوں کو مردوں کے ساتھ کثرت اختلاط و میل جول کے ذریعہ بے حیائی اور برائیوں کے لئے نمونہ و مثال بنادیں۔ ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم وہ راستہ کیوں نہیں اختیار کرتے جو ہماری لڑکیوں کو اس طرح ڈھال دے کہ جس کی وجہ سے وہ اپنی فطری طبیعت کے مطابق کام کرنے لگیں (جیسا کہ آسمانی مذاہب نے بھی یہی فیصلہ کیا ہے) اور وہ ہے عورت کا گھر میں رہنا اور مردوں کے کاموں کو مردوں کے لئے چھوڑ دینا۔ اور اس میں عورت کی عزت و شرافت محفوظ رہتی ہے۔

رہی یہ بات کہ اخروی جزا و سزا میں عورت مرد کی طرح ہے، تو اس سلسلہ میں ہمارے لئے یہ کافی ہے کہ ہم قرآن کریم کا مطالعہ کریں تاکہ ہم ان بے شمار آیات کا مشاہدہ کرسکیں جو اجر و ثواب کے حاصل کرنے میں عورت کو مرد کے مساوی قرار دیتی ہیں۔ لیجئے ان آیات میں سے چند ملاحظہ فرمائیے!

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي	پھر ان کے رب نے ان کی دعا قبول کی
لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم	کہ میں ضائع نہیں کرتا تم میں سے کسی محنت
مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ بَعْضُكُم	کرنے والے کی محنت کو مرد ہو یا عورت
مِّن بَعْضٍ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا	تم آپس میں ایک ہو۔ پھر وہ لوگ کہ
وَأُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ	ہجرت کی انھوں نے اور اپنے گھروں سے
وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَ	نکالے گئے، اور میری راہ میں ستائے گئے
قَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ	اور لڑے اور مارے گئے۔ البتہ میں ان سے

عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝

(آل عمران ۱۹۵)

دور کردوں گا ان کی برائیاں۔ اور ان کو داخل کروں گا ان باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ یہ اللہ کے یہاں سے بدلہ ہے اور اللہ کے یہاں اچھا بدلہ ہے۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ۝

(النساء ۱۲۴)

اور جو کوئی اچھے کام کرے مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان رکھتا ہو، سو وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ اور تل بھر ان کا حق ضائع نہ ہو گا

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا

بیشک اسلام والے اور اسلام والیاں
اور ایمان والے اور ایمان والیاں
اور فرمان بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں
اور سچے مرد اور سچی عورتیں،
اور صابر مرد، اور صابر عورتیں
اور خشوع والے مرد اور خشوع والیاں
اور صدقہ کرنے والے اور صدقہ کرنے والیاں
اور روزہ رکھنے والے اور روزہ رکھنے والیاں
اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے اور حفاظت کرنے والیاں، اور اللہ کو بکثرت یاد کرنے والے

وَالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا۝ (الاحزاب ۳۵)

اور یاد کرنے والیاں، ان (سب) کے لئے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

اجر و ثواب کے حاصل کرنے میں بلا کسی امتیاز عورت مرد کے برابر ہونے پر وہ روایت بھی دلالت کرتی ہے جسے ابن عبدالبر نے اپنی کتاب "الاستیعاب" میں اور امام مسلم ؒ نے "صحیح مسلم" میں روایت کیا ہے کہ حضرت اسماء بنت یزید بن السکن رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میں ان مسلمان عورتوں کی جماعت کی قاصد ہوں جو پیچھے رہ گئی ہیں (اور یہاں آپ کے پاس حاضر نہ ہو سکیں) وہ سب عورتیں وہی بات کہہ رہی ہیں جو میں کہہ رہی ہوں اور ان کی بھی وہی رائے ہے جو میری ہے کہ، اللہ تعالٰی نے آپ کو مردوں اور عورتوں دونوں کی طرف بھیجا ہے۔ ہم بھی آپ پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے بھی آپ کی پیروی کی ہے۔ اور ہم عورتوں کی جماعت گھروں میں مقیم اور باپردہ رہتی ہیں۔ گھروں میں بند رہتی ہیں۔ اور مردوں کو جمعہ وعیدین کی نماز اور نماز جنازہ اور جہاد میں شرکت کی وجہ سے فضیلت دی گئی ہے۔ مرد جب جہاد میں جاتے ہیں تو ہم ان کے مال و دولت کی حفاظت اور ان کے بچوں کی تربیت کرتے ہیں تو اے اللہ کے رسول! کیا اجر و ثواب میں ہم بھی ان کے ساتھ برابر کے شریک ہوں گے؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا چہرہ مبارک اپنے صحابہؓ کی طرف پھیرا اور فرمایا

هل سمعتم مقالة امرأة احسن — کیا تم نے کسی عورت کی گفتگو جو اپنے دین

مؤالاعن دينها من هـذه ؟	کے بارے میں کر رہی ہو اس عورت سے زیادہ
فقالوا بلى يا رسول الله فقال	بہتر انداز میں سنی ہے ؟ صحابہؓ نے عرض کیا
رسول الله صلى الله عليه وسلم	کیوں نہیں اے اللہ کے رسول۔ پھر رسول اللہ
انصرفي يا اسماء واعلمي من	صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اسماء جاؤ اور جو
وراءك من النساء أن حسن	عورتیں یہاں موجود نہیں ہیں ان کو یہ بتلا دو کہ
تبعل احداكن لزوجها وطلبها	تم میں سے کسی عورت کا اپنے شوہر کے ساتھ
لمرضاته واتباعها لموافقته	اچھا برتاؤ اور اس کی رضامندی حاصل کرنے
يعدل كل ما ذكرت فانصرفت	کی کوشش کرنا اور اس کی بات ماننا ان تمام
اسماء وهي تهلل وتكبر استبشارا	چیزوں کے برابر ہے جن کا تم نے تذکرہ کیا ہے۔
بما قال لها عليه الصلوٰة والسلام	حضرت اسماءؓ خوشی خوشی لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر

پڑھتی ہوئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زبان مبارک سے خوشخبری حاصل کرتی ہوئی وہاں سے واپس ہوئیں۔ (تربیۃ الاولاد ج ۱ ص ۲۷)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مبارک حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ عورت گھر کی دیکھ بھال کام کاج اور شوہر کی فرمانبرداری اور بچوں کی تربیت پر جو اجر حاصل کرتی ہے وہ اجر و ثواب اس اجر کے برابر ہے جو مرد کو جہاد اور دیگر کاموں پر ملتا ہے۔

اسلام لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کی طرف بھی توجہ دیتا ہے

اس سلسلہ میں درج ذیل صحیح احادیث ملاحظہ ہوں :۔

ترمذی اور ابو داؤد روایت کرتے ہیں اور الفاظ حدیث سنن ابی داؤد کے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔

من کان له ثلث بنات او ثلث اخوات او بنتان او اختان فادبھن واحسن الیھن وزوجھن فله الجنة	جس کی تین لڑکیاں یا تین بہنیں ہوں، یا دو لڑکیاں یا دو بہنیں ہوں اور وہ انھیں ادب سکھائے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور ان کی شادی کر دے، تو اس کو جنت ملے گی۔

اور ایک روایت میں یوں آتا ہے :۔

وایما رجل کانت عنده ولیدة (ای امة) فعلمھا فاحسن تعلیمھا وادبھا فاحسن تادیبھا ثم اعتقھا وتزوجھا فله اجران	جس شخص کے پاس کوئی باندی ہو اور وہ اسے تعلیم دے اور اچھی طرح سے پڑھائے اور اسے ادب سکھائے اور خوب اچھی طرح سے ادب سکھائے اور پھر اسے آزاد کر کے اس سے شادی کر لے، تو اس کو دو اجر (دوہرا ثواب) ملتے ہیں۔

صحیح بخاری و مسلم میں یہ آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے لئے کچھ دن مخصوص فرمایا کرتے تھے اور ان میں ان کو وہ باتیں سکھلایا کرتے تھے جو اللہ تعالےٰ نے آپ کو بتلائی تھیں۔ اور آپ نے یہ اس لئے کیا تھا کہ ایک مرتبہ ایک عورت آپ کے پاس حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! مرد تو آپ کی احادیث سن لیتے ہیں آپ ہمارے لئے بھی ایک دن مقرر فرما دیجئے جس میں ہم آپ کے پاس حاضر ہوا کریں اور آپ ہمیں وہ باتیں سکھایا کریں جو اللہ تعالےٰ نے آپ کو بتلائی ہیں۔ تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا :۔

اجتمعن یوم کذا کذا۔	فلاں فلاں دن اکٹھا ہو جایا کرو۔

چنانچہ وہ عورتیں حاضر ہوگئیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے اللہ کی تعلیم کردہ باتیں ان کو سکھلائیں اور بتلادیں۔

اور بلاذری کی کتاب "فتوح البلدان" میں لکھا ہے کہ امّ المومنین حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہا زمانۂ جاہلیت میں ایک عورت "شفاعدویہ" سے لکھنا سیکھتی تھیں۔ پھر جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے شادی کرلی، تو آپ نے شفاء سے فرمایا کہ انھیں تحریر وخط کی باریکی اور صفائی اور نوک پلک بھی اسی طرح سکھادو، جس طرح انھیں لکھنا سکھایا ہے۔

مذکورہ بالا احادیث وروایات سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اسلام نے لڑکی کو نافع علم اور مفید ثقافت سکھلانے کا حکم دیا ہے۔ اور اگر گزشتہ ادوار میں بعض علماء سے عورتوں کو تعلیم دینے کی ممانعت ملتی ہے تو اس کی وجہ وہ تعلیم ہے جو گندی و فحش شعر وشاعری اور بیہودہ باتوں اور بازاری ادب اور نقصان دہ علم پر مشتمل ہو۔

اگر عورت وہ علوم پڑھے جو اس کو دین ودنیا میں فائدہ پہنچائیں اور پُرمغز صاف ستھرے اچھے اشعار کہے اور عمدہ پُرمعنی نثر لکھے تو اس سے نہ کوئی روکنے والا ہے اور نہ کوئی منع کرنے والا۔

ابن سحنون کی "کتاب المعلمین" کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ متقی وپرہیزگار قاضی عیسیٰ بن مسکین اپنی بچیوں اور پوتیوں کو پڑھایا کرتے تھے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں عصر کے بعد وہ اپنی دونوں بچیوں اور بھتیجیوں کو بلاتے تھے تاکہ انھیں قرآن کریم اور علم پڑھائیں۔ اور ان کے قبل صقلیہ کے فاتح اسد بن فرات بھی اپنی بیٹی اسماء کو علم دین پڑھاتے تھے جو نہایت بڑے درجہ کی عالمہ بنی۔ اور خشنی روایت کرتے

ہیں کہ حاکم محمد بن اغلب کے محل میں ایک استاذ تھے جو دن میں بچوں کو پڑھایا کرتے تھے، اور رات میں بچیوں کو۔

اور تاریخی طور سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ عورت اسلام کے زیر سایہ علم و ثقافت کے نہایت بڑے درجہ تک پہنچی اور اسلام کے شروع کے دور میں عورت نے تعلیم و تربیت کا بہت بڑا حصہ حاصل کیا تھا۔ چنانچہ مسلمان عورتوں میں مقالہ نگار و انشاء پرداز بھی تھیں، اور شاعرات بھی۔ جیسے علیہ بنت المہدی اور عائشہ بنت احمد بن قادم اور خلیفہ مستکفی باللہ کی بیٹی ولادہ۔

ان میں بڑی بڑی طبیبائیں بھی تھیں جیسے کہ بنی اود کی طبیبہ زینب جو آنکھوں کے علاج کی ماہر تھیں۔ اور ابو جعفر طنجالی کی صاحبزادی ام الحسن جو اپنے زمانے کی نہایت زبردست اور مشہور طبیبہ تھیں۔

عورتوں میں بڑی بڑی محدثہ بھی تھیں جیسے کہ کریمہ مروزیہ اور سیدہ نفیسہ بنت محمد، حافظ ابن عساکر (جو رواۃ حدیث میں سے ہیں، وہ) لکھتے ہیں کہ ان کے استاذ مشائخ میں اسی سے زیادہ عورتیں تھیں۔

اور بے شمار عورتیں علم کے نہایت رفیع و بلند مرتبہ پر فائز تھیں، چنانچہ بعض ان میں سے حضرت امام شافعی و امام بخاری و ابن خلکان و ابن حیان کی استانیاں اور پڑھانے والیاں بھی تھیں۔ اور یہ سب حضرات فقہاء، علماء، اور مشہور ادیبوں میں سے گزرے ہیں جو اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ اسلامی تربیت علمی اور فکری ارتقاء کا بہت خیال رکھتی ہے۔ اور اسلامی ثقافت نہایت متنوع و جامع ہے۔

شریعت نے جب عورت کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ ایسے علوم حاصل کرے جو اسے دین و دنیا میں فائدہ پہنچائیں، تو اس میں یہ امر ضرور ملحوظ رکھنا چاہئے کہ یہ تعلیم لازمی طور سے مردوں سے الگ تھلگ اور دور رہ، تاکہ لڑکیوں کی عزت و شرافت اور آبرو محفوظ رہے۔ اور لڑکی ہمیشہ اچھی شہرت اور بہترین و پاکیزہ اخلاق کی مالک ہو اور قابل احترام شخصیت سمجھی جاتی رہے۔

اور غالباً علم تربیت کے وہ قلم پرداز جنھوں نے تعلیم وغیرہ کے میدان میں دونوں جنسوں کو الگ الگ رکھنے کا سب سے پہلے نعرہ بلند کیا وہ امام قابسی ہیں۔ چنانچہ تعلیم کے سلسلہ میں ان کے رسالہ میں لکھا ہے کہ "اچھی صورت یہ ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کو ایک جگہ جمع نہ کیا جائے" اور جب حضرت ابن سحنون سے لڑکوں اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا "مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ لڑکیوں کو لڑکوں کے ساتھ تعلیم دی جائے۔ اس لئے کہ یہ لڑکیوں کے بگاڑنے اور خراب کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔" غور فرمائیے جب کہ ابن سحنون اور قابسی جیسے حضرات کی رائے یہ ہے کہ لڑکیوں کو لڑکوں سے دور رکھا جائے تاکہ اخلاقی خرابیاں نہ پھیلیں اور یہ بدیہی بات ہے کہ ان دونوں کی رائے درحقیقت شریعت سے ہی ماخوذ ہے اور دنیا میں شریعت کا حکم ہر حکم اور فیصلہ پر فوقیت رکھتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے :۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ	اور کسی مومن یا مومنہ کے لئے یہ درست
اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ	نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر
يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ	کا حکم دے دیں تو پھر ان کو اپنے (اس) امر
اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ	میں کوئی اختیار باقی رہ جائے۔ اور جو کوئی

وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (الاحزاب ۳۶)

اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں جا پڑا۔

اور ہم نے یہ جو کہا کہ علامہ ابن سحنون اور قابسی کی رائے شریعت سے ماخوذ ہے وہ ان مندرجہ ذیل نصوص وآیات کی وجہ سے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں :۔

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ (الاحزاب ۵۳)

اور جب تم ان (رسول کی ازواج) سے کوئی چیز مانگو تو ان سے پردے کے باہر سے مانگا کرو۔

یہ آیت مسلمانوں کی ماؤں ازواج مطہرات کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور اصولیین کے قاعدے کے مطابق اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے نہ کہ خصوص سبب کا۔ اور جب وہ امہات المومنین جن کی پاکیزگی وعفت یقینی اور قطعی ہے جب انھیں پردے کا حکم دیا گیا ہے اور ان سے کہا گیا ہے کہ وہ اجنبیوں کے سامنے نہ آئیں، تو مسلمان عورتوں کو تو بدرجۂ اولیٰ یہ حکم ہے کہ وہ پردہ کریں اور کسی اجنبی کے سامنے قطعاً نہ آئیں۔ علماء اصول وفقہاء کے یہاں اسے مفہوم اولیٰ کا نام دیا جاتا ہے۔

اور اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں :۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ

آپ ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے حق میں زیادہ صفائی کی بات ہے۔ بیشک اللہ کو سب کچھ خبر ہے۔ جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں

مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ	اور آپ کہہ دیجئے ایمان والیوں سے کہ اپنی
فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ	نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی
زِينَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا	حفاظت کریں۔ اور اپنا سنگار ظاہر نہ ہونے
وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى	دیں مگر ہاں جو اس میں سے کھلا ہی رہتا ہے
جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ	اور اپنے ڈوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے
اِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ اَوْ اٰبَائِهِنَّ	رہا کریں۔ اور اپنی زینت ظاہر نہ ہونے
اَوْ اٰبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ اَوْ	دیں مگر ہاں اپنے شوہر پر اور اپنے باپ
اَبْنَائِهِنَّ۔	پر اور اپنے شوہر کے باپ پر اور اپنے
(النور ۳۰، ۳۱)	بیٹوں پر۔

اس آیت میں جب یہ حکم دیا گیا ہے کہ نگاہیں نیچی رکھیں اور ڈوپٹہ اوڑھیں سینہ کو ڈھانکیں اور زیب و زینت اور خوبصورتی کو محارم کے علاوہ کسی کے سامنے ظاہر نہ ہونے دیں۔ تو کیا یہ سب باتیں اس بات پر دلالت نہیں کرتیں کہ مسلمان عورت کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ پردہ میں رہے اور پاکبازی اور پاکدامنی کے دامن کو مضبوطی سے تھامے اور عزت و وقار سے رہے۔ اور اجنبیوں کے ساتھ میل جول اور اختلاط نہ رکھے۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِاَزْوَاجِكَ	اے نبی! آپ کہہ دیجئے اپنی بیویوں بیٹیوں
وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ	اور (عام) ایمان والوں کی عورتوں سے
يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ	کہ اپنے اوپر نیچی کر لیا کریں اپنی چادریں
ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا	تھوڑی سی، اس سے وہ جلد پہچان لی جایا

يُؤْذَيْنَ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا	کریں گی اور اس لئے انھیں ستایا نہ جائیگا۔
رَّحِيْمًا ۝ (الاحزاب ۵۹)	اور اللہ تو بڑا مغفرت والا بڑا رحمت والا ہے۔

اس آیت میں مسلمان عورت کو پردہ کرنے اور چادر اور برقعہ اوڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ تو پھر بھلا اس کا تصور کیا جا سکتا ہے کہ کوئی عورت کسی اجنبی مرد سے اختلاط کرے؟۔ امام ترمذی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

ما خلا رجل بامرأة	کوئی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی
الا کان الشیطن	میں اکٹھا نہیں ہوتا مگر یہ کہ شیطان ان کے
ثالثهما۔	ساتھ تیسرا ضرور ہوتا ہے (یعنی ان کو بہکا کر
(ترمذی)	گناہ میں گرفتار کرا دیتا ہے۔)

اور امام بخاری ومسلم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا:۔

ایاکم والدخول علی النساء	عورتوں کے پاس جانے سے بچو۔ تو ایک
فقال رجل یا رسول اللہ	صاحب نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول
افرایت الحمو، قال	بتائیے کہ کیا دیور وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے؟
الحمو الموت	تو آپ نے فرمایا کہ دیور تو موت (کی طرح
(بخاری ومسلم)	خطرناک) ہے۔

یہ قرآنی نصوص اور احادیث نبویہ قطعی طور سے مرد وزن کے اختلاط کو حرام قرار دے رہی ہیں۔ ان نصوص واحادیث میں نہ کسی شک وشبہہ کی گنجائش ہے اور نہ کسی بحث وتمحیص کی۔

لہذا جو لوگ مرد و زن کے اختلاط کو جائز قرار دیتے ہیں اور اس کے جواز کے لئے معاشرتی پروگراموں اور نفسیاتی معالجات اور شرعی دلیلوں کو بہانہ جواز بنلتے ہیں، یہ لوگ درحقیقت شریعت پر بہتان باندھتے ہیں۔ اور فطری اور طبعی جبلت سے غافل بننے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ لوگ اس تکلیف دہ حقیقت سے تغافل برتتے ہیں جس میں آج تمام انسانی معاشرے گرفتار ہیں۔

جو لوگ اختلاط کو جائز قرار دیتے ہیں ان کے بارے میں ہم نے جو یہ کہا ہے کہ وہ شریعت پر افترا پردازی کرتے ہیں۔ یہ ان بے شمار نصوص کی بنا پر کہا ہے جو ابھی ذکر کی جا چکی ہیں۔ اور جبلت اور فطری طبیعت سے تجاہل سے کام لینے کا حکم ہم نے اس لئے لگایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب مرد و زن کو پیدا کیا تو ان میں سے ہر ایک میں دوسرے کی طرف جنسی میلان وکشش ودیعت رکھ دی ہے۔

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا، لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ (الروم ۳۰)۔	اللہ کی اس فطرت کا اتباع کرو جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی بنائی ہوئی فطرت میں کوئی تبدیلی نہیں۔

اختلاط مرد و زن اور بے پردگی کی دعوت دینے والے کیا یہ چاہتے ہیں کہ دنیا کے نظام و مزاج اور انسان کی فطرت کو بدل ڈالیں اور زندگی کے طریقوں کو پلٹ دیں اور خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ اختلاط کی صورت میں مرد و عورت میں سے ہر ایک جنسی طور پر بھوکا اور اخلاقی طور سے بے لگام و بدکردار ہو۔ ظاہر ہے ایسی صورت میں فتنہ اور شدید ہوگا۔ اور برائی اور گناہ کی طرف رغبت اور زیادہ شدید ہوگی۔

اور اگر بچپن سے لڑکوں لڑکیوں کا باہمی اختلاط اور زندگی کے تمام مراحل میں ان کا ایک ساتھ رہنا عورت کی طرف دیکھنے کو ایک ایسا طبعی اور فطری مانوس امر

بنا دے جس سے مرد وعورت کے دل میں شہوت اور جنسی خواہش پیدا نہ ہو تو پھر تو میاں بیوی کے درمیان محبت عداوت سے بدل جائے گی اور ان کے درمیان رحمت والفت ظلم سے بدل جائے گی۔ اور پھر تو جنسی مواصلت واتصال میں برودت آجانا چاہیئے اور دونوں میں سے ہر ایک کو دوسرے کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک رہنے کو پسند نہیں کرنا چاہیئے۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط اور واقع اور مشاہدہ کے خلاف ہے۔

اور ہم نے جو کہا کہ یہ لوگ اس تکلیف دہ حقیقت سے تغافل برتتے ہیں جس میں بہت سے انسانی معاشرے مرد وزن کے اختلاط کی آزادی دے کر گرفتار ہوئے ہیں۔ اور اس زہریلے تجربے کی وجہ سے خطرناک صورت حال سے دوچار ہیں۔ انھیں چاہیئے کہ یہ مغربی اور مشرقی ممالک کے ان معاشروں سے پوچھیں کہ ان کے یہاں عورت آزادی، بےراہ روی وفساد اور گناہ کے کس انتہائی درجہ تک پہنچ گئی ہے۔ حالانکہ وہاں تمام طبقوں اور ہر معاشرے میں مرد وزن میں اختلاط عام ہے۔ سڑک ہو یا اسکول، بازار ہو یا دفتر، یونیورسٹی وکالج ہو، یا تفریح گاہیں، ہر جگہ مرد وعورت شانہ بشانہ پھرتے ہیں۔

لیجئے آپ کی خدمت میں ان کے معاشرہ کے چند واقعات پیش کئے جاتے ہیں۔ اور وہاں اس اختلاط کے جو نتائج برآمد ہوئے اور واقعات سامنے آئے ہیں ان واقعات میں سے چند یہ ہیں:۔

سید قطب شہید کی کتاب "الاسلام والسلام العالمی" میں لکھا ہے کہ امریکہ میں ثانوی سطح کے اسکولوں کی حاملہ طالبات کی تعداد اڑتالیس فی صد تک پہنچ گئی ہے۔

لبنانی اخبار "الاحد" اپنے شمارہ نمبر ۶۵۰ میں امریکی کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جنسی جرائم کے سلسلہ میں لکھتا ہے کہ "امریکی کالجوں اور یونیورسٹیوں میں طلبا و طالبات کے درمیان جنسی جرائم روز بروز نئی نئی شکل میں روز افزوں ہیں۔ امریکہ کی یونیورسٹیوں میں طلبار نے ایک مظاہرہ کیا جس میں ان کا نعرہ یہ تھا کہ ہمیں لڑکیاں چاہئیں، ہم مزے اڑانا اور عیش کرنا چاہتے ہیں۔

طالبات کے سونے کے کمروں پر رات کو اچانک طلبہ نے دھاوا بول دیا اور ان کے اندرونی مخصوص کپڑے چرا لئے۔

یونیورسٹی کا ذمہ دار حادثہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ: اکثر طلبہ و طالبات نہایت بھیانک جنسی بھوک کا شکار ہیں۔ اور اس میں ذرہ برابر کوئی شک و شبہ نہیں کہ موجودہ دور کے طرز زندگی کا طلبار کے اخلاقی بگاڑ میں سب سے زیادہ حصہ ہے

روزنامہ یہ بھی لکھتا ہے کہ: گزشتہ سال کے واقعات شمار کرنے اور تخمینہ لگانے سے یہ معلوم ہوا کہ ایک لاکھ بیس ہزار ناجائز بچے ان غیر شادی شدہ لڑکیوں نے جنم دیئے ہیں جن کی عمریں بیس سال سے زائد نہیں ہیں۔ اور ان میں سے اکثر کالجوں اور یونیورسٹیوں کی طالبات ہیں۔

روزنامہ مزید لکھتا ہے کہ: ولایت پروفیڈنس کی پولیس رپورٹ میں لکھا ہے کہ گزشتہ مئی کے اخیر ہفتہ کی چھٹیاں چھیاسٹھ طلبہ و طالبات نے روڈ ی لینڈ میں گزاریں، اور پھر وہ طلبار یونیورسٹی واپس نہیں لوٹے بلکہ ولایت کی جیل روانہ کر دیئے گئے۔ اس لئے کہ انھیں مشکوک و مشتبہ حالت میں گرفتار کیا گیا تھا اور ان میں سے بعض تو منشیات بھی استعمال کرتے تھے۔

قوم و معاشرے کی مربیہ مار گریٹ سمتھ سے ایک بات چیت نقل کرتے ہوئے

اخبار لکھتا ہے کہ انھوں نے کہا کہ :۔

طالبات کو صرف اپنے جذبات وخواہشات کی فکر ہی دامنگیر رہتی ہے اور وہ ان وسائل کے درپے رہتی ہیں جو ان کی اس خواہش کو پورا کر سکیں۔ سو میں ساٹھ سے زیادہ طالبات امتحانات میں ناکام ہو گئیں۔ اور ناکامی کے اسباب میں سے یہ ہے کہ وہ اپنے اسباق بلکہ مستقبل سے زیادہ جنس وجنسیات کے بارے میں سوچتی ہیں اور ان میں سے صرف دس فیصد ایسی طالبات ہیں جو اپنے اسباق اور عزت وآبرو کی حفاظت کرتی ہیں۔

اور جارج پالوشی اپنی کتاب "الثورۃ الجنسیۃ" میں لکھتے ہیں کہ :۔

کینیڈی نے ۱۹۶۲ء میں صاف صاف یہ کہا کہ امریکہ کا مستقبل خطرے میں ہے اس لئے کہ امریکہ کے نوجوان اخلاق باختہ ہیں اور وہ بے راہ روی میں مبتلا ہیں اور جنسی دھندوں میں ایسے غرق ہیں کہ وہ اس ذمہ داری کو ادا نہیں کر سکتے جو ان کے کاندھوں پر ڈالی گئی ہے۔ اور ہر ان سات نوجوانوں میں سے جو فوج میں بھرتی کے لئے پیش ہوتے ہیں چھ نا اہل ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ جنسی بے راہ روی میں غرق رہ چکے ہوتے ہیں۔ اس نے ان کی صحت وطاقت اور نفسیات کو تباہ کر دیا ہوتا ہے۔

اور ۱۹۶۲ء میں خروشیف نے بھی کینیڈی کی طرح یہ کہا ہے کہ۔ روس کا مستقبل خطرے میں ہے۔ اور روس کے نوجوانوں کا مستقبل غیر محفوظ ہے اس لئے کہ وہ بے راہ روی اور شہوات وجنسیات میں غرق ہیں۔

اور ڈیل ڈیورنٹ اپنی کتاب "مباہج الفلسفۃ" میں لکھتے ہیں کہ :۔

ایک مرتبہ ہم پھر اسی پریشانی اور مشکل کا شکار ہو گئے ہیں جس نے سقراط

کو بے چین کر دیا تھا۔ ہماری مراد یہ ہے کہ ہم ان فطری اخلاق تک دوبارہ کس طرح راستہ پائیں گے جو ان قانونی سزاؤں اور دفعات کی جگہ لیں جن کا اثر لوگوں کے کردار زندگی سے ختم ہو چکا ہے۔ ہم اس بے حیائی و بے راہ روی سے اپنے عظیم معاشرتی سرمایے کو تباہ و برباد کر رہے ہیں۔

مانع حمل اشیاء، وادویات کی ایجاد اور ان کا عام ہونا ہمارے اخلاق کے بگاڑنے کا ایک اہم اور بڑا سبب بنا ہے۔ اس لئے کہ پہلے زمانے میں اخلاقی قانون جنسی ملاپ کو شادی کے ساتھ مقید رکھتا تھا۔ اس لئے کہ نکاح کا لازمی نتیجہ باپ بننے کی شکل میں ظاہر ہوتا تھا جس سے کسی طرح مفر نہیں ہو سکتا تھا۔ اور باپ اپنے بچے کا مسئول وذمہ دار صرف نکاح کے راستہ سے ہی بنتا تھا۔ لیکن آج یہ صورتحال نہیں ہے بلکہ آج جنسی ملاپ اور توالد و تناسل کے درمیان رابطہ ڈھیلا پڑ گیا ہے اور ایک ایسا موقف وجود میں آگیا ہے جس کی ہمارے والدین کو ہرگز توقع نہیں تھی۔ اس لئے کہ اس سبب کی وجہ سے عورتوں اور مردوں کے درمیان تمام تعلقات بدل رہے ہیں۔

البتہ یہ بات نہایت رسواکن ہے کہ ہم پانچ لاکھ امریکی لڑکیوں کو اس بات کی خوشی خوشی اجازت دیدیں کہ وہ اپنے آپ کو آزادی، بے راہ روی اور اباحیت کی بھینٹ چڑھا دیں۔ جن کو ہمارے سامنے ڈراموں اور عریاں و فحش ادبی کتابوں میں پیش کیا جاتا ہے۔ وہ لڑکیاں جو یہ چاہتی ہیں کہ ان مردوں اور عورتوں میں جنسی جذبات وخواہش بھڑکا دی جائے۔ جو شادی کے محفوظ قلعے اور اس کے ذریعہ صحت کی حفاظت کرنے والی زندگی سے محروم ہیں۔

چنانچہ جو شخص بھی شادی میں تاخیر کرتا ہے تو وہ ان بازاری لڑکیوں کے ساتھ

میل جول اختیار کر لیتا ہے جو کھلم کھلا برائی کی گھاٹی میں اُلٹے سیدھے ہاتھ پاؤں مارتی رہتی ہیں۔ اور مرد کو اس عرصہ میں اپنی جنسی خواہشات اور سفلی جذبات پورے کرنے کا موقع مل جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ شادی مؤخر کر دیتا ہے۔ وہ ایسا بین الاقوامی آراستہ و پیراستہ نظام پاتا ہے جو نہایت جدید سے جدید لباس سے آراستہ ہوتا ہے اور مختلف اعلیٰ قسم کے اداروں کی تنظیم سے وابستہ ہوتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ساری دنیا نے ہر وہ طریقہ ایجاد کر لیا ہے جس کا جنسی خواہشات کے بھڑکانے اور ان کے پورا کرنے کے سلسلے میں تصور بھی کیا جا سکتا ہو۔

غالب گمان یہ ہے کہ لذت نفسانیہ کے حاصل کرنے کے لئے یہ نت نئے طریقے اختیار کرنے کا سب سے بڑا سبب اور عامل ڈارون کا دینی عقیدوں وغیرہ کی شدید مخالفت ہے۔ اس لئے کہ جب نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو یہ معلوم ہوا کہ دین ان کی ان جنسی شہوات و لذات کی مخالفت کرتا ہے۔ تو انھوں نے علم ہی کے ذریعہ دین کو رسوا و بدنام کرنے کے ہزاروں اسباب تلاش کر لئے۔

اور اس سے کوئی راہ فرار نہیں کہ جسم میں جنسی جذبات بھڑکیں، اور گزشتہ زمانہ کے لوگوں میں اپنے نفس پر کنٹرول کا جو ملکہ اور قوت تھی وہ کمزور پڑ جائے اور وہ پاکدامنی و عفت کا جوہر جو پہلے عظمت و عزت کا ذریعہ تھی وہ مذاق کا ذریعہ بن جائے اور وہ حیا جو خوبصورتی کو چار چاند لگایا کرتی تھی وہ نیست و نابود ہو جائے۔ اور لوگ اپنے گناہوں کو شمار کر کے فخر کرنے لگ جائیں۔ اور عورتیں اپنی غیر محدود آزادی اور ہر طرح کے گھومنے پھرنے کے حق کا اس بنیاد پر مطالبہ کریں تاکہ مردوں کے ساتھ برابری حاصل ہو جائے۔ اور شادی سے قبل ہی جنسی ملاپ ایک مانوس چیز بن جائے۔ اور پیشہ ور رنڈیاں پولیس کے خوف کے بجائے ان عورتوں کی

وجہ سے سڑکوں سے غائب ہوجائیں جو اپنے جذبات ٹھنڈے کرنے کے لئے آوارگی کو اختیار کرتی ہیں۔ (مباہج الفلسفہ ۱-۱۰۶ تا ۱۳۴)

مصری روزنامہ "الیوم" نے ۲۴/۲/۱۹۶۵ء کی اپنی اشاعت میں یہ خبر چھاپی ہے کہ:۔

سویڈن کی عورتوں نے ایک ایسے مظاہرہ میں شرکت کی جس میں سویڈن کے مختلف اطراف کی عورتیں شامل تھیں اور وہاں کے مختلف علاقوں میں مظاہرہ کرکے انھوں نے یہ مطالبہ کیا کہ کھلی جنسی آزادی پر پابندی لگائی جائے۔ اور اس مظاہرہ میں ایک لاکھ عورتوں نے شرکت کی تھی۔

یہی اخبار لکھتا ہے کہ:۔ اپریل ۱۹۶۴ء میں جب سویڈن میں ایک سو چالیس بڑے ڈاکٹروں نے بادشاہ اور پارلیمنٹ کو ایک یادداشت پیش کی تھی جس میں انھوں نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ ایسی دفعات نافذ کی جائیں جو اس جنسی انارکی اور آوارگی کی روک تھام کرسکیں جو درحقیقت لوگوں کی صحت و زندگی کو جھنجوڑ کر رکھ دینے والی ہے۔ اور ڈاکٹروں نے یہ مطالبہ کیا کہ جنسی آزادی کے خلاف قانون وضع کئے جائیں۔ تو اس پر بہت لے دے ہوئی اور شور شرابہ کیا گیا۔

بن لندسی نامی جج اپنی کتاب "نئی نسل کی سرکشی" میں لکھتے ہیں کہ:۔

امریکہ میں لڑکیاں وقت سے پہلے بالغ ہونے لگی ہیں۔ اور چھوٹی عمر سے ہی ان میں جنسی شعور نہایت تیزی سے بیدار ہوجاتا ہے۔ موصوف جج نے آزمائشی طور پر تین سو بارہ لڑکیوں پر ریسرچ کی تو معلوم ہوا کہ ان میں سے دو سو پچاس لڑکیاں گیارہ سے تیرہ سال کی عمر میں بلوغ کو پہنچ گئی تھیں۔ اور اس چھوٹی عمر میں ہی ان کی جنسی خواہش اور جسمانی ساخت ایسی ہو گئی تھی جو عام طور سے اٹھارہ

سال اور اس سے زیادہ عمر کی لڑکیوں کی ہوتی ہے۔

شکاگو کی امریکی سی آئی اے کی رپورٹ جو تیرہ جلدوں میں شائع ہوئی ہے اس نے یہ لکھا ہے کہ: اس تباہ کن آزادی اور حیوانوں کی سی ترقی و تہذیب نے امریکہ کے صرف خاندانوں ہی کے نظام کو خراب نہیں کیا ہے، بلکہ اس نے امریکہ میں ایسی تہذیب کی بنیاد ڈال دی ہے جس کا تدارک نہ پولیس سے ہو سکتا ہے اور نہ عدالتوں سے۔

امریکی اخبار "ہیرالڈ ٹریبون" اپنی اشاعت ۲۹/۶/۱۹۷۹ء میں ان مباحث کا خلاصہ پیش کرتا ہے جو امریکہ کے اسپشلسٹوں نے اس گندی اور ناپسندیدہ صورت حال کے بارے میں پیش کی ہیں جو مغربی معاشروں میں عمومی طور سے اور امریکی معاشرہ میں خصوصی طور سے پھیل رہی ہے۔ اور وہ بیماری محرمات یعنی بیٹی اور بہن کے ساتھ حرامکاری کا ارتکاب کرنا ہے۔

محققین لکھتے ہیں کہ یہ بات کوئی انوکھی اور نادر نہیں رہی ہے۔ بلکہ یہ صورتحال اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ اس کی تصدیق کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ چنانچہ وہاں ہر دس خاندانوں میں سے ایک خاندان ایسا ضرور ہے جس میں اس بے حیائی کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔

یہ صورت حال تو بہن بھائیوں اور دوسرے قریبی محرم رشتہ داروں میں ہے پھر بھلا آپ ہی بتائیے کہ اس وقت کیا صورتحال ہوگی جب نوجوان لڑکے اور نوجوان لڑکیاں ایک دوسرے کے ساتھ تعلیمی یا کام کاج اور ملازمت کے میدان میں جمع ہوں گے اور ان میں نہ تو نسب کا رابطہ ہوگا اور نہ رشتہ داری کا تعلق۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں ان کا گناہ میں ملوث ہونا اور بے حیائی میں گرفتار ہونا

زیادہ یقینی ہوگا !!؟

مغربی قوموں کی حقیقی زندگی اور اختلاط مرد وزن کا تجربہ کرنے کی وجہ سے وہ جس صورت حال سے دوچار ہیں اس کے جو حقیقی اور سچے واقعات ہم نے پیش کئے ہیں یہ مشتے از خروارے، سمندر سے چلو بھرنے کے برابر ہیں۔ اور یہ دراصل جنسی بے راہ روی اور اخلاقی کجروی اور انحراف کے اس سمندر کا ایک قطرہ ہے جس میں تمام عالم کے معاشرے گرفتار ہیں جو دراصل آزادی وبے پردگی اور گمراہی وانحطاط کے دور میں اختلاط کے عام ہونے کا ایک دردناک وبھیانک نتیجہ ہے۔ یہ یاد رہے کہ اہل مغرب اور مشرق والوں کے یہاں مرد وزن کا باہمی اختلاط بچوں کی ابتدائی تعلیم گاہوں، اعدادی، ثانوی اور کالج ویونیورسٹی تک برقرار رہتا ہے۔ بلکہ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے ان معاشروں کی تمام معاشرتی زندگی کے ہر شعبہ میں مکمل طور سے اختلاط موجود اور عام ہے۔

اب آپ ہی بتلائیے کہ اس وضاحت وتفصیل کے بعد کیا کوئی صاحب بصیرت عقلمند آج کل کے اختلاط کے دعویداروں کی اس بات کو صحیح تسلیم کرسکتا ہے کہ مرد وزن کا باہمی اختلاط فطری جذبات کو ٹھنڈا اور شہوت کی تیزی کو کم کرنے کا ایک ذریعہ ہے اور اس کی وجہ سے دونوں جنسوں کا ایک دوسرے کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، اکٹھا ہونا ایک مانوس وعام چیز بن جاتا ہے۔

علامہ زاہد کوثری رحمہ اللہ نے اپنے مقالات میں جو لطائف بیان کئے ہیں ان میں سے ایک لطیفہ یہ بھی ہے کہ دولت عثمانیہ کا ایک سفیر ایک مرتبہ انگریزوں کے ملک میں برطانوی حکومت کے اعلیٰ عہدیداروں کے ساتھ ایک محفل میں شریک ہوا۔ تو وہاں موجود لیڈروں میں سے ایک صاحب نے اس سے کہا:

آپ لوگ اس پر کیوں مُصر ہیں کہ مشرق کی مسلمان عورت ترقی کی دوڑ میں مرد سے پیچھے اور مردوں سے الگ تھلگ اور نور و روشنیوں سے محجوب رہے!؟ عثمانی حکومت کے سفیر نے ان صاحب سے فرمایا: اس لئے کہ مشرق کی ہماری عورتیں یہ پسند نہیں کرتیں کہ اپنے شوہروں کے علاوہ کسی اور سے بچے پیدا کریں!! یہ بات سن کر وہ صاحب بہت شرمندہ ہوئے اور کوئی جواب نہ دے سکے۔ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ۔ بتلائیے اب اس کے بعد اور کس بات پر وہ ایمان لائیں گے؟۔ (تربیت الاولاد صـ ۲۰۲)

مرد و زن کے باہمی اختلاط اور اس کے نتائج کے سلسلہ میں گفتگو کرتے ہوئے والدین اور تربیت کرنے والے حضرات کے سامنے میں یہ حقیقت کھول کر بیان کردینا چاہتا ہوں کہ صیہونیت اور استعمار و سامراجیوں اور مادیت اور اباحت پسندوں کے پروگراموں کا سب سے بڑا اور اولین مقصد یہ ہوتا ہے کہ مسلم معاشرہ کو بگاڑ دیا جائے اور اس کی حیثیت کو ختم کرکے اسے ٹکڑے ٹکڑے اور پراگندہ کر دیا جائے جس کا طریقہ یہ ہے کہ اخلاقی اقدار کو ختم کر دیا جائے اور نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے دلوں سے دینی مفاہیم و مذہب کی عظمت ختم کر دی جائے۔ اور مسلم معاشرہ میں ہر اعتبار و ہر پہلو سے آزادی، بے راہ روی اور برائیوں کو پھیلا دیا جائے۔ اباحیت و آزادی کی اس دعوت کے عام کرنے اور مکر و فریب کا جال پھیلانے کے لئے ان لوگوں کے یہاں عورت سب سے کارآمد اسلحہ اور اولین مقصود اور ہدف ہے۔ اس لئے کہ اباحیت کی دعوت کو عام کرنے اور سامراج کا پروگرام نافذ کرنے کے لئے عورت ہی سب سے ضعیف و کمزور اور جذباتی عنصر ہے جو ان کے مقاصد کے حصول کا بہترین ذریعہ

بنتی ہے۔

سامراجیوں کا ایک پوپ کہتا ہے: شراب کا جام اور حسین وجمیل دوشیزہ امت محمدیہ کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے میں وہ اثر رکھتی ہے جو ہزار توپیں نہیں رکھتیں۔ لہٰذا اس امت محمدیہ کو مادہ اور جنس وشہوت کی محبت میں غرق کر ڈالو۔

بدنام زمانہ فری میسن تنظیم کے لیڈروں میں سے ایک لیڈر کہتا ہے: عورت کو اعتماد میں لینا ہمارا فریضہ ہے اس لئے کہ جس دن بھی اس نے اپنا ہاتھ ہماری طرف بڑھا دیا اسی دن ہم حرام تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور دین کی فتح وکامیابی کے لیے کوشش کرنے والوں کا لشکر تتر بتر ہو جائے گا۔

صہیونی حکماء کے پروٹوکول میں یہ لکھا ہے کہ: یہ نہایت ضروری ہے کہ ہم اس بات کی کوشش کریں کہ ہر جگہ اخلاقی حالت دگرگوں ہو جائے تاکہ ہر جگہ ہم غلبہ حاصل کر سکیں۔ "فرائڈ" ہماری جماعت کا آدمی ہے اور وہ کھلم کھلا جنسی تعلقات کے مناظر پیش کرتا رہے گا تاکہ نوجوانوں کی نظر میں کوئی چیز بھی مقدس نہ رہے اور ان کا سب سے بڑا مقصد اپنی جنسی خواہشات کی تسکین بن جائے اور اس صورت میں ان کے اخلاق کا جنازہ نکل چکا ہوگا۔

لہٰذا جو لوگ اسلامی ملکوں میں مرد وزن کے اختلاط کے دعویدار ہیں، اور یہ چاہتے ہیں کہ یہ اختلاط ہماری معاشرتی زندگی کے ہر شعبہ میں عام ہو جائے یہ لوگ درحقیقت اسلام کے دشمن مادی الحادی اور اباحیت پسند مذاہب والوں کی سازشوں کو نافذ کرنے کا ذریعہ اور ان کے لئے پروپیگنڈہ کرنے کا آلہ بن رہے ہیں۔ اور یہ لوگ سامراجی اور صہیونی اور ماسونی (فری میسن کے) افکار کی دعوت دینے والوں کو فائدہ پہنچا رہے ہیں۔ خواہ اس بات کو یہ لوگ

سمجھ رہے ہوں یا نہ سمجھیں۔ اور خواہ انھیں یہ حقیقت محسوس ہو رہی ہو یا محسوس نہ ہو رہی ہو۔

اس لئے والدین، مربیوں اور مسئولین کا یہ فریضہ ہے کہ وہ لڑکیوں کو لڑکوں سے مکمل طور پر دور رکھیں۔ خواہ تعلیم کا میدان ہو یا اور کوئی دوسرا میدان۔ تاکہ لڑکیوں میں عزت نفس اور پاکدامنی کا جوہر پیدا ہو۔ اور معاشرہ برائیوں اور آزادی کے مسموم اثرات سے محفوظ رہے۔ اور نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں میں جسمانی اور نفسیاتی لیاقت و صلاحیت پیدا ہو اور امت اسلامیہ اعداء اسلام کی ان سازشوں سے بچ سکے جو وہ مسلمان عورت کو خراب کر کے نقصان پہنچانے کے لئے کیا کرتے ہیں۔

عائشہ تیموریہ نے اپنے علم پاکدامنی و حجاب پر فخر کرتے ہوئے کتنے عمدہ اور بہترین اشعار کہے ہیں ؎

بيد العفاف اصون عز حجابي وبهمتي أسمو على أترابي

پاکدامنی کے ذریعہ میں اپنے حجاب کی عزت محفوظ رکھتی ہوں۔ اور اپنی بلند ہمتی سے میں اپنے ہمعصروں پر فوقیت حاصل کرتی ہوں۔

ما ضرني أدبي وحسن تعلمي إلا بكوني زهرة الالباب

میرے علم و ادب اور تعلیم و تعلم نے مجھے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچایا سوائے اس کے کہ مجھے عقلمندوں کی کلی اور پھول بنا دیا

ما عاقني خجلي عن العلياولا سدل الخمار بلمتي ونقابي

میری شرم و حیا نے مجھے بلندیوں تک پہنچنے سے نہیں روکا اور نہ بالوں پر دوپٹہ ڈالنے اور نقاب لگانے نے

(تربیۃ الاولاد ج ا ص۲۵۵)

۲۔ فکری ذہن سازی کی ذمہ داری

دین اسلام نے بچوں کے سلسلہ میں والدین اور مربیوں پر جو نہایت عظیم ذمہ داری ڈالی ہے وہ یہ کہ بچوں کو بچپن اور شروع سے ہی فکری و ذہنی طور سے تیار کیا جائے اور سمجھداری و عقل کی پختگی کے دور تک ان کی ذہنی و فکری تربیت کی جائے اور فکری تربیت کا مقصد یہ ہے کہ مندرجہ ذیل چیزوں سے بچے کا ربط و تعلق ہو۔

اسلام کے ساتھ دین و حکومت کے اعتبار سے۔

قرآن عظیم کے ساتھ نظام و قانون کے اعتبار سے۔

اسلامی تاریخ کے ساتھ عزت اور مجد و عظمت کے لحاظ سے۔

عمومی اسلامی تہذیب و تمدن کے ساتھ فکری اور روحانی طور پر۔

اور اسلامی دعوت کے ساتھ نہایت جرأت مندانہ فعال ربط و لگاؤ اور خصوصی تعلق و جذبہ کے طور پر۔

اس لئے تربیت کرنے والوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ بچہ جب سمجھدار اور باشعور ہو جائے تو بچے کو مندرجہ ذیل حقائق اسی وقت سے ذہن نشین کرائیں۔

الف۔ اسلام ایک ابدی اور دائمی مذہب ہے اور وہ ہر زمانہ اور ہر جگہ کے لئے پوری صلاحیت رکھتا ہے کہ ہر دور اور ہر ملک کے پیش آنے والے مسائل کا حل پیش کرے۔

ب: ہمارے آباء و اجداد عزت و قوت، تہذیب و تمدن کے جن عظیم مراتب تک پہنچے تھے وہ صرف اس وجہ سے کہ انھیں اسلام کی دولت نے طاقت و عزت بخشی تھی۔

ج: اعداء اسلام جو سازشوں کا جال بچھاتے ہیں اسے کھول کھول کر بیان کیا جائے

کہ یہ سب اس مقصد کے لئے ہوتی ہیں کہ روئے زمین سے اسلامی عقائد کو ختم کر دیا جائے

د : اسلام کی اس تہذیب وتمدن کو بیان کیا جائے جس سے طویل مدت تک تمام دنیا سیرابی حاصل کرتی رہی ہے۔

۴ : اور بچے کو یہ یاد کرایا جائے کہ ہم ایک ایسی امت ہیں کہ ابوجہل، ابولہب کی وجہ سے نہیں پہچانے جاتے۔ بلکہ ہمارا نام تاریخ کے زریں صفحات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم کی وجہ سے درج ہوا ہے۔ اور ہم نے سبعہ معلقہ کے ذریعہ نہیں بلکہ قرآن کریم کے ذریعہ دنیا پر حکومت کی ہے۔ اور ہم نے لوگوں کو بتوں کا پیغام نہیں پہنچایا ہے بلکہ ہم نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی ہے اور قرآن پاک کی تعلیمات سے روشناس کرایا ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ، اپنے بچوں کو تین باتیں سکھاؤ: اپنے نبی کی محبت، ان کے اہل بیت کی محبت اور قرآن کریم کی تلاوت۔ (خیال رہے کہ اہل بیت میں تمام ازواج مطہرات اور تمام نبی زادیاں شامل ہیں۔)

اس لئے ہمارے اسلاف رحمہم اللہ نے اس قسم کی ذہن سازی کا بہت اہتمام کیا ہے۔ اور وہ حضرات نو عمری سے ہی بچوں کو قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور بزرگوں اور بڑوں کے کارناموں کی تعلیم دینے کو ضروری سمجھتے تھے۔

والدین اور مربیوں کو مؤلف کی نصیحت

کیا یہ صورتحال افسوسناک نہیں ہے کہ ہمارے نوجوان سن شعور کو پہنچ جاتے ہیں لیکن ان کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اسلام دین وحکومت، قرآن وتلوار، عبادت وسیاست سب کے مجموعہ کا نام ہے۔ اور اسلام ہی وہ واحد دین ہے جو ترقی پذیر زمانہ اور

ترقی یافتہ زندگی کے ساتھ چلنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے۔ کیا یہ تکلیف دہ بات نہیں ہے کہ ہماری اولاد اسکولوں میں مغرب کے سرکردہ لوگوں اور مشرق کے فلاسفہ کے کارناموں میں تو معلومات رکھتی ہو مگر مسلمانوں کے بڑے لوگوں اور اسلام کے بہادروں کی زندگی کے بارے میں ان کو معمولی معلومات بھی حاصل نہ ہوں؟ اور کیا یہ بات دل و جگر کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے والی نہیں ہے کہ مسلمان نوجوان ایسے مدعیوں کے پیچھے چلنے لگ جائیں جو ان کی قوت فکریہ کو معطل کر دیں اور اسلامی ثقافت سے ان کو بالکل منقطع کر دیں اور ہر مخلص مرشد سے تعلق ختم کر دیں جو انھیں اسلام کی حقیقت سمجھا سکے اور اسلام کا کامل نظریہ واضح کر سکے۔ اور آخری بات یہ ہے کہ کیا یہ ذلت و رسوائی اور عیب کی بات نہیں ہے کہ ہماری اولاد ملحدانہ نظریات پر مشتمل کتابیں اور گندے اور عریاں رسالے اور عشقیہ قصے کہانیاں تو جمع کرے لیکن ان کا ایسی کتابوں سے قطعاً واسطہ نہ ہو جو اسلام کے نظام کو پیش کرتی ہوں اور دشمنوں کے اعتراضات کو دور کرتی ہوں۔ اور تاریخ کے قابل فخر کارناموں کو بیان کرتی ہوں۔ مگر افسوس کہ اب مسلمان ایسی علمی دینی کتابوں کے نہ خریدنے کی ضرورت سمجھتے ہیں اور نہ پڑھنے کی۔

اس لئے اے والدین اور اے مربیو! آپ کی یہ ذمہ داری ہے کہ آپ لوگ اپنے جگر گوشوں کے سلسلہ میں اپنی ذمہ داری کو ادا کریں۔ اگر ان کے نظریات و افکار گمراہ کن آرا پر مشتمل ہوں تو ان کی اصلاح کی پوری کوشش کریں۔ اور ساتھ ہی یہ فرض ہے کہ مادہ پرستوں مستشرقین کی بہتان طرازیوں سے بھی آگاہ کرتے رہیں۔ اگر آپ حضرات اس راستہ پر چلے تو آپ کی اولاد اپنے دین کو عزت و افتخار کا ذریعہ سمجھے گی اور اپنے بزرگوں کی تاریخ پر فخر کرے گی۔ اور اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو دین نہ سمجھے گی۔

۳۔ ذہنی صحت وتندرستی کی ذمہ داری :۔

والدین پر از روئے شریعت یہ بھی ذمہ داری ہے کہ اپنی اولاد کی ذہنی صحت کی اصلاح کی فکر کریں۔ تاکہ ان کی فکر ورائے درست رہے۔ اور ان کا حافظہ قوی اور ذہن صاف اور عقل پختہ رہے۔ اس مناسبت سے اب ہم جسم وعقل کو نقصان پہنچانے والی چیزوں کا ذکر کرتے ہیں۔

جسم وعقل کو نقصان پہنچانے والی چیزیں :۔

۱۔ شراب نوشی کی لعنت۔ خواہ کسی شکل میں ہو۔ یہ ایک ایسی بیماری ہے جو صحت کو تباہ وبرباد کر دیتی ہے۔

۲۔ مشت زنی کی عادت۔ اس پر مداومت دق وسل پیدا کرتی ہے۔ اور حافظہ کو کمزور کرتی ہے۔

۳۔ تمباکو نوشی کی عادت۔ یہ ایسی لعنت ہے جو عقل پر اثر انداز ہوتی ہے اور حافظہ کو کمزور کر دیتی ہے۔

۴۔ جنسی جذبات کو بھڑکانے والی چیزوں کی آفت۔ جیسے گندے فلموں کا دیکھنا ننگی تصویروں کو دیکھنا۔ اس لئے کہ یہ چیزیں عقل کی ذمہ داری اور فریضہ کو معطل کر دیتی ہیں اور ذہنی پراگندگی پیدا کرتی ہیں (نیز اس کی زیادتی سے اچھا خاصا انسان ہوس کا غلام بن کر رہ جاتا ہے)۔ اور قیمتی وقت کے ضیاع کی موجب ہیں۔

پس یہ وہ ذمہ داریاں ہیں جو بچوں کی عقلی تربیت کے سلسلہ میں والدین اساتذہ اور مربیوں پر عائد ہوتی ہیں۔ ہذا اگر یہ لوگ اس کی ادائیگی میں کوتاہی

کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے عنقریب حساب لے گا اور بازپرس فرمائے گا۔

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے:۔

إن الله سائلٌ كلَّ راعٍ عمّا استرعاه حفِظ ام ضيّع (ابن حبان)

اللہ تعالیٰ ہر نگہبان سے اس کی رعایا کے بارے میں دریافت فرمائیں گے کہ اس نے انکی دیکھ بھال کی یا انھیں ضائع کر دیا؟

اے اللہ! ہمیں ان لوگوں میں سے بنا دیجئے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں۔ اور ان لوگوں میں سے بنائیے جنھوں نے اپنی اولاد اور گھر بار کی دیکھ بھال کی۔ اور اپنی ذمہ داری کے فرائض کو بہتر طریقے سے پورا کیا۔ آپ ہی سے اچھی امید قائم کی جاسکتی ہے اور آپ ہی وہ کریم داتا ہیں جس سے سوال کیا جاتا ہے۔

(ترجمہ ص۳۰۰) تربیۃ الاولاد ص۲۹۸)

فصلِ خامس

نفسیاتی تربیت کی ذمّہ داری

نفسیاتی تربیت سے مراد یہ ہے کہ بچّہ جب سمجھدار ہو جائے تو اسی وقت سے اس کو حق کے سلسلہ میں جرأت، صداقت اور شجاعت کی تربیت دی جائے اور دوسروں کے لئے خیر و بھلائی پسند کرے، غصّہ کے وقت قابو میں رہنے اور نفسیاتی اور اخلاقی فضائل و کمالات سے آراستہ ہونے کی ترغیب دی جائے۔

اس تربیت کا مقصد بچّے کی شخصیت کو بنانا اور اس کی تکمیل و آراستگی ہے۔ تاکہ جب وہ بڑا ہو تو جو ذمّہ داریاں اس پر ڈالی جائیں انھیں عمدگی اور خوبی کے ساتھ صحیح طریقہ سے ادا کر سکیں۔

بچّے میں نفسیاتی امراض و عادات :-

میرے خیال میں وہ اہم عوامل و عادات جن سے مربّیوں اور اساتذہ کو اپنے بچّوں اور شاگردوں کو بچانا چاہیے وہ مندرجہ ذیل ہیں:-

(۱) شرمیلاپن اور جھینپنے کا مرض (۲) خوف و دہشت کی عادت (۳) احساسِ کمتری کا شعور (۴) حسد و بغض کی بیماری (۵) غصّہ میں آپے سے باہر ہو جانا۔ (۶) غفلت[1] و لاپروائی۔

---

[1] مصنف نے اس مرض غفلت و لاپروائی پر کلام نہیں فرمایا ہے البتہ یہ ۔ (جاری اگلے صفحہ پر)

(۱) شرمیلاپن اور جھینپنے کا مرض :-

بچوں میں فطری طور سے شرمیلاپن ہوتا ہے۔ اور اس کی ابتدائی علامات چار مہینے کی عمر سے شروع ہو جاتی ہے۔ اور ایک سال کی عمر مکمل ہونے کے بعد شرملنے کی عادت مکمل طور پر نظر آنے لگتی ہے۔ اور تین سال کی عمر میں شرم کو اس وقت محسوس کرتا ہے جبکہ وہ نئی جگہ جاتا ہے اور بسا اوقات وہ اپنی ماں کی گود میں یا اس کے پاس بیٹھ کر تمام وقت گزار دیتا ہے اور اپنا ہونٹ تک نہیں ہلاتا۔

بعض بچوں میں تو یہ مرض موروثی ہوتا ہے۔ نیز گھر کے ماحول کا بھی بچے پر کافی اثر پڑتا ہے۔ پس وہ بچے کم شرمیلے ہوتے ہیں جو دوسروں سے میل جول رکھتے ہیں۔

اس مرض کا علاج :-

اس مرض کا علاج اس کے بغیر نہیں ہو سکتا کہ ہم بچوں کو لوگوں کے ساتھ میل جول کا عادی بنائیں۔ اب خواہ اس سلسلہ میں یہ کریں کہ اپنے دوستوں کو اپنے گھر پر بار بار بلا کر ان بچوں کے اندر میل جول کی عادت ڈالیں۔ یا والدین جب اپنے دوستوں عزیزوں سے ملنے جائیں تو بچوں کو بھی اپنے ساتھ لے جائیں اور ان سے ملاقات کرائیں۔ یا نرمی سے ان کو سمجھائیں کہ دوسروں سے بھی ملا جلا کریں اور بات چیت کیا کریں خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے۔

ذیل میں چند وہ تاریخی مثالیں اور احادیث نبویہ پیش کی جا رہی ہیں جو تمام

(بقیہ صفحہ گزشتہ کا) لکھا ہے کہ اگلے ایڈیشنوں میں اس کا اضافہ کیا جائیگا۔ مگر اتنا تو ظاہر ہی ہے کہ یہ نہایت بری بیماری ہے جس میں عام طور پر ہمارے نوجوان مبتلا ہیں جس کی وجہ سے بہت سے کمالات سے محروم ہیں۔ اس لئے اس کے متعلق اس حقیر نے اس موقع پر کچھ لکھا ہے۔ اس کا بغور مطالعہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو مصنف کے منشاء و مرضی کے مطابق فرمائے۔ (ق)

تربیت کرنے والے حضرات کے لئے مشعل راہ کا کام دیں گی۔

الف : امام بخاری وغیرہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جو کہ ابھی بالغ نہیں ہوئے تھے، یہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے کہ جس کے پتے نہیں جھڑتے اور وہ (نفع پہنچانے میں) مسلمان کی طرح ہے۔ بتلاؤ وہ کونسا درخت ہے؟ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ لوگ وادی کے مختلف درختوں کے بارے میں بتلانے اور سوچنے لگے۔ اور میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ وہ درخت کھجور کا ہے۔ لیکن شرم کی وجہ سے لب کشائی نہ کی۔ پھر صحابہ کرامؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ "اے اللہ کے رسول! آپ ہی ہمیں بتلادیں کہ وہ کون سا درخت ہے؟ قال ھی النخلۃ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ کھجور کا درخت ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر و عمرؓ خاموش ہیں، اس لئے میں نے بات کرنا مناسب نہ سمجھا۔ پھر جب وہاں سے رخصت ہوئے تو میں نے اپنے والد ماجد سے اپنے دل میں آنے والا خیال ظاہر کیا تو انھوں نے فرمایا، اگر تم یہ بات اس وقت کہہ دیتے تو مجھے سرخ اونٹوں کے حصول سے زیادہ خوشی حاصل ہوتی۔

ب : امام مسلم حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی مشروب (پینے کی چیز) لایا گیا۔ آپ نے اسے نوش فرمایا۔ اس وقت آپ کے داہنی جانب ایک نوعمر جوان (یعنی حضرت ابن عباسؓ) بیٹھے تھے اور بائیں جانب عمر رسیدہ حضرات بیٹھے تھے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نوعمر صاحبزادے سے فرمایا أتأذن لی أن أعطی ھؤلاء یعنی کیا تم مجھے

اس بات کی اجازت دیتے ہو کہ میں پہلے ان حضرات کو دے دوں ؟ تو اس نوجوان نے کہا، نہیں۔ ۔ ۔ بخدا ہرگز نہیں! آپ سے حاصل ہونے والے متبرک حصہ کے بارے میں میں کسی کو ہرگز ترجیح نہیں دے سکتا۔

فائدہ: سبحان اللہ! کیسی فراست و دانشمندی کی بات فرمائی۔ (ق)

ج: عید کے موقع پر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بیٹے کو پرانے کپڑے پہنے دیکھا تو ان کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں۔ ان کے صاحبزادے نے دیکھ لیا اور ان سے پوچھا اے امیرالمومنین! آپ کو کس چیز نے رُلایا ہے ؟ انھوں نے جواب دیا۔ میرے بیٹے! مجھے ڈر ہے کہ جب دوسرے لڑکے تمھیں ان پُرانے کپڑوں میں دیکھیں گے تو اس سے تمھارا دل ٹوٹ جائے گا۔ اس لڑکے نے جواب دیا اے امیرالمومنین! دل تو اس شخص کا ٹوٹتا ہے جس سے اللہ ناراض ہو یا جو اپنے ماں باپ کا نافرمان ہو۔ اور مجھے تو یہ امید ہے کہ آپ کی رضامندی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی مجھ سے راضی ہوں گے۔

فائدہ: سبحان اللہ! یہ تھا حال امیرالمومنین کے صاحبزادے کا۔ جبکہ یہ حال امیرزادوں کا تو کیا درویش زادوں کا بھی نہیں ہے۔ جس کا سبب اصلی یہ ہے کہ شروع سے اسلامی طریقہ سے ان کی تعلیم و تربیت نہیں کی جاتی، جس کو تفصیل کے ساتھ اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے۔ (ق)

د: ایک مرتبہ مدینہ کے راستوں میں سے کسی راستہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا۔ وہاں بچے کھیل رہے تھے، جن میں عبداللہ بن زبیر رضؓ بھی تھے جو چھوٹے تھے اور کھیل رہے تھے۔ اور بچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ڈر سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ لیکن حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ خاموش کھڑے رہے وہاں سے بھاگے نہیں۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے تو ان سے پوچھا کہ اور بچوں کے ساتھ تم کیوں نہیں بھاگے؟ انھوں نے فوراً کہا، میں کوئی مجرم تو ہوں نہیں کہ آپ کو دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوتا۔ اور نہ ہی راستہ تنگ ہے کہ میں بھاگ کر اسے آپ کے لئے کشادہ کر دیتا۔!۔ واقعی بڑا جرأتمندانہ اور بالکل درست جواب تھا۔

ان واقعات کے علاوہ مؤلف نے بچوں کی زیرکی و حق گوئی اور جرأتمندی کے چند اور واقعات نقل کئے ہیں۔ اور فرماتے ہیں ا۔

سلف صالحین کے بچوں کی پیش کردہ مندرجہ بالا مثالوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بچے جھجھک، احساس کمتری اور بلا موقع شرم و حیا سے بالکل آزاد تھے۔ جس کی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ جرأت مندی و بہادری کے عادی بنائے گئے تھے اور وہ اپنے والدین کے ہمراہ عمومی مجالس اور ان کے دوستوں کی ملاقات وغیرہ میں شریک ہوا کرتے تھے اور پھر بڑوں کے سامنے سلیقہ سے گفتگو کرنے پر ان کو داد دی جاتی تھی اور سمجھداروں اور فصیح و بلیغ حضرات کو حکام و امراء و خلفاء سے شرف ہمکلامی بخشا جاتا تھا اور عمومی و علمی مسائل اور مشکلات کے حل کے سلسلہ میں مفکرین و علماء کی محفلوں اور مجلسوں میں ان سے مشورہ کیا جاتا تھا۔

ادبی و علمی جرأت اور یہ تمام چیزیں بچوں میں علم و سمجھ اور دانائی کے اعلیٰ ترین معانی پیدا کرتی ہیں اور سوجھ بوجھ بڑھاتی ہیں اور ان کو اس بات پر آمادہ کرتی ہیں کہ وہ کمال کے اعلیٰ ترین مراتب تک پہنچنے کی کوشش کریں اور اپنی شخصیت سازی کی طرف متوجہ ہوں۔ اور فکری و معاشرتی پختگی پیدا کرنے میں ہمہ تن مصروف رہیں۔

اس لئے تربیت کرنے والوں اور خاص طور سے والدین پر آج یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس عظیم وشاندار تربیت کے اصول کو اپنائیں تاکہ ان کے بچے حق گوئی بےباکی اور ادب واحترام کی حدود میں رہتے ہوئے کامل جرأت کا مظاہرہ کرسکیں اور ساتھ ہی دوسروں کے احساسات وشعور کا بھی خیال رکھیں اور ہر شخص کو اس کی شان کے مطابق درجہ دیں۔ ورنہ تو جرأت بے حیائی سے بدل جائے گی اور بے باکی دوسروں کے ساتھ بے ادبی وگستاخی کی شکل اختیار کرلے گی۔ (ترجمہ ص۳۱۵ ج۱)

ہماری ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ حیا اور بیجا شرم کے مابین فرق کریں۔

شرمندگی نام ہے بچے کا دوسروں کی ملاقات سے بھاگنے، دور ہونے اور ان سے کنارہ کشی اختیار کرنے کا — اور حیا اسلامی آداب اور اخلاق نبوی کے طریقوں پر عمل کرنے کا نام ہے۔

جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

استحیوا من اللہ حق الحیاء۔ — اللہ سے ایسی حیا کرو جس طرح اس سے حیا کرنے کا حق ہے۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم تو اللہ سے حیا کرتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ یہ حیا نہیں ہے۔ اللہ سے حیا کرنا درحقیقت یہ ہے کہ تم سر اور جو اعضا اس میں ہیں ان کی حفاظت کرو (یعنی آنکھ، کان، زبان وغیرہ) اور پیٹ جن اعضاء پر مشتمل ہے اس کی حفاظت کرو۔ اور موت اور بوسیدہ ہونے کو یاد رکھو۔ اور جو شخص آخرت کا طلبگار ہوتا ہے وہ دنیا کی زینت کو چھوڑ دیتا ہے اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے۔ لہذا جو شخص ایسا کرے گا تو اس نے اللہ تعالٰی سے وہ حیا کی جو حیا کا حق ہے۔ (ترمذی)

نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی ہے۔ اے اللہ! مجھے ایسا زمانہ نہ پائے جس میں سمجھدار اور عالم کی پیروی نہ کی جائے۔ اور حلیم و بردبار سے حیا نہ کی جائے۔ (امام احمد)

اور امام مالکؒ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہر مذہب اور دین کے کچھ اخلاق و اوصاف ہوتے ہیں اور اسلام کا وصف حیا ہے۔

۲۔ خوف وڈر، اور اس کے اسباب وعلاج :۔

یہ ایک نفسیاتی حالت ہے جو بڑوں چھوٹوں، عورتوں مردوں سب کو پیش آتی ہے۔ کبھی یہ خصلت قابل تعریف و مستحسن ہو جاتی ہے جبکہ وہ حد کے اندر ہو اس لئے کہ یہ عادت بچوں کو بہت سے حوادث سے بچانے کا ذریعہ بنتی ہے۔ لیکن اگر یہی خوف حد سے تجاوز کر جائے تو بچے میں نفسیاتی بے چینی پیدا ہو جاتی ہے جس کا دور کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ عام طور سے بچوں کی بہ نسبت بچیاں زیادہ خوف کا اظہار کرتی ہیں۔ اور عموماً یہ خوف و ڈر بچے کے تخیل پر مبنی ہوتا ہے۔ چنانچہ بچہ جتنا زیادہ سوچنے کا عادی ہوگا اتنا ہی زیادہ اس میں خوف کا مادہ ہوگا۔

بچوں میں خوف وڈر بڑھنے کے اہم اسباب :۔

۱۔ ماں کا بچوں کو سایوں اور بھوت چڑیل وغیرہ سے ڈرانا۔

۲۔ ماں کا بچوں کے زیادہ ناز نخرے اٹھانا اور ضرورت سے زیادہ بے چین ہونا۔

۳۔ بچے کو گوشہ نشینی اور گھر کی دیواروں کے پیچھے چھپنے کا عادی بنانا۔

۴۔ ان خیالی قصوں کا بیان کرنا جن کا تعلق جنوں، بھوتوں اور چڑیلوں سے ہے۔

اس مرض کا علاج :۔

۱۔ بچے کو شروع ہی سے اللہ پر ایمان اور اس کی عبادت اور ہر پیش آمدہ

ہر چیز پر اللہ کے سامنے گردن جھکانے کی تربیت دینا۔ اور بلا شبہ اگر بچے کی تربیت ان ایمانی حقائق کے مطابق ہو اور اس کو ان روحانی و بدنی عبادات کا عادی بنایا جائے تو وہ کسی بھی ابتلاء کے وقت نہ خوف زدہ ہوگا اور نہ کسی مصیبت پر جزع و فزع کرے گا۔ قرآن کریم اسی جانب ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالٰی ہے۔

إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا	انسان بے ہمت پیدا ہوا ہے کہ جب اسے
إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا	تکلیف پہنچتی ہے تو جزع فزع کرنے لگتا ہے
وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا	اور جب اسے خوشحالی ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا
إِلَّا الْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ	ہے۔ ہاں البتہ وہ نمازی (اس حکم میں داخل نہیں)
فِي صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ○	جو اپنی نماز میں برابر لگے رہتے ہیں۔

(معارج)

۲۔ بچے کو تصرفات کی آزادی دینا چاہئے اور اس پر ذمہ داری ڈالنا چاہئے اور ان کی عمر کے مطابق مختلف کاموں کا بار اس پر ڈالنا چاہئے تاکہ وہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ ذیل فرمان مبارک کے عموم میں داخل ہو جائے۔ جیسا کہ آپ کا ارشاد گرامی ہے۔

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ۔	تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی رعایا کے بارے میں باز پرس ہوگی۔
(بخاری و مسلم)	

۳۔ بچوں کو جن، بھوت، چڑیل، بجو، چور، ڈاکو، شیر، کتے وغیرہ سے نہ ڈرانا چاہئے۔ خصوصاً رونے کے وقت۔ تاکہ بچہ خوف و ڈر کے سایہ سے بھی دور رہے

اور شروع ہی سے بہادری وجرأت پر پلے بڑھے۔ اس میں پیش قدمی کا حوصلہ پیدا ہو
اور اس بہترین جماعت میں شامل ہو سکے جس کی جانب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے رہنمائی کی ہے۔

المومن القوی خیر واحب الی اللہ من المومن الضعیف (مسلم)	کمزور اور ضعیف مومن کے مقابلہ میں طاقتور مومن اللہ کے یہاں زیادہ بہتر اور زیادہ محبوب ہے۔

۴- بچہ جب سمجھدار ہو جائے تو اسے اسی وقت سے عملی طور سے دوسروں کے
ساتھ اٹھنے بیٹھنے، میل جول رکھنے اور ملاقات کرنے کا موقع دینا چاہیئے۔ تاکہ وہ
ان لوگوں میں شامل ہو جن کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے درج
ذیل فرمان مبارک میں کیا ہے۔

المومن آلف مالوف ولا خیر فیمن لا یالف ولا یولف۔ خیر الناس انفعھم للناس۔ (حاکم بیہقی)	مومن الفت رکھنے والا ہوتا ہے۔ اور اس سے الفت رکھی جاتی ہے۔ اور ایسے شخص میں کوئی خیر و بھلائی نہیں جو نہ دوسروں سے الفت رکھے اور نہ دوسرے اس سے الفت رکھیں۔ اور لوگوں میں بہترین آدمی وہ ہے جس سے لوگوں کو زیادہ نفع پہنچے۔

علمائے تربیت کی نصیحتوں میں سے ایک نصیحت یہ بھی ہے کہ بچہ جس
چیز سے ڈرتا ہو، اس سے ہم اور زیادہ متعارف کرائیں۔ چنانچہ اگر وہ اندھیرے
میں ڈرتا ہو، تو اس میں کچھ حرج نہیں کہ ہم اس سے اس طرح مزاح (ہنسی) کریں
کہ کچھ دیر کے لئے بتی بجھادیں، پھر جلادیں۔ اور اگر پانی سے ڈرتا ہو تو اس میں

کوئی مضائقہ نہیں کہ ہم اس کو یہ موقع فراہم کردیں کہ وہ کسی چھوٹے برتن یا اور کسی چیز میں تھوڑے سے پانی سے کھیلے۔ اسی طرح دوسری چیزیں۔

۵۔ بچوں کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور جنگوں کے واقعات اور سلف صالحین کے بہادری کے کارناموں سے واقف کرائیں اور یہ نصیحت کریں کہ ان رہنماؤں اور فاتحین اور صحابہؓ و تابعینؒ کے اخلاق و عادات اپنے اندر پیدا کریں تاکہ ان میں بے مثال شجاعت اور نادر بہادری اور جہاد کی محبت اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے پوری کوشش رچی بسی ہو۔

چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم اپنے بچوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کی تعلیم بالکل اسی طرح دیا کرتے تھے جس طرح قرآن کریم کی سورتوں کی تعلیم دیتے تھے۔ (ترجمہ ص ۲۱۹)

ف۔ اس کے بعد مصنف نے صحابۂ کرامؓ کے جذبۂ جہاد اور اعلاء کلمۃ اللہ کے شوق وغیرہ کے واقعات نقل فرمائے ہیں۔ بغرض اختصار ہم نے ان کو نقل نہیں کیا۔ جس کو دیکھنا ہو اصل کتاب کا مطالعہ کرے۔ اس موضوع پر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی کتاب "حکایات صحابہؓ" کا مطالعہ جو اردو زبان میں ہے مفید ہوگا۔ (ق)

۳۔ احساس کمتری کی بیماری اور اس کے اسباب و علاج :۔

اپنے اندر کمی و نقصان کا شعور و احساس ایک ایسی نفسیاتی حالت ہے جو بعض بچوں میں پیدائشی یا بیماری کی وجہ سے یا اقتصادی (معاشی) حالات کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ جو نہایت خطرناک بیماری ہے۔ جو بچے کو رذالت، بدبختی اور مجرمانہ زندگی کی جانب ڈھکیل دیتی ہے۔

اس لئے ہمارا فریضہ ہے کہ ہم اس عادت پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالیں

اور اس کا علاج بیان کریں۔ اس لئے کہ یہ نہایت اہم مرض ہے جس کے اثرات دور دور تک پہنچتے ہیں۔

وہ اسباب جو بچے کی زندگی میں احساس کمتری کا شعور پیدا کرتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:۔

۱۔ تذلیل و تحقیر اور اہانت آمیز سلوک۔

۲۔ ضرورت سے زیادہ ناز و نخرے برداشت کرنا۔

۳۔ بچوں میں ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا۔

۴۔ جسمانی امراض و بیماریاں۔

۵۔ یتیمی۔

۶۔ فقر و فاقہ اور غربت۔

اب ان میں سے ہر ایک کی کسی قدر تشریح ملاحظہ فرمائیں!

(۱) تحقیر و اہانت آمیز سلوک

ماں باپ کا تحقیر آمیز سلوک بچوں میں احساس کمتری پیدا کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ چنانچہ بسا اوقات ہم سنتے ہیں کہ ماں یا باپ جب بچے کو صحیح راستہ اور اعلیٰ اخلاق سے پہلی مرتبہ ہٹتے دیکھتے ہیں تو فوراً خود اس کی تشہیر کر دیتے ہیں۔ مثلاً بچہ اگر ایک مرتبہ بھی جھوٹ بول دے تو اسے ہمیشہ جھوٹے کے نام سے پکارتے ہیں۔ اور اگر چھوٹے بھائی کو ایک مرتبہ بھی تھپڑ مار دے تو اسے مستقل شریر کہنے لگتے ہیں۔ اور اگر چھوٹی بہن سے چالاکی سے سیب چھین لے تو اسے مکار کہنے لگتے ہیں بلکہ بعض دفعہ رشتہ داروں اور دوستوں کے سامنے بھی اسے ناپسندیدہ کلمات کہنے لگتے ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ اس صورتحال کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ بچہ اپنے آپ کو حقیر و ذلیل

اور ایسا مہمل و نکما سمجھنے لگے گا کہ جیسے اس کی نہ کوئی حیثیت ہے اور نہ عزت وقدر و منزلت۔ جس کی وجہ سے بچے میں ایسی نفسیاتی پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں جنکی وجہ سے وہ دوسروں کو ناپسندیدگی و کراہیت کی نظر سے دیکھنے لگتا ہے اور اپنے آپ کو دوسروں سے علیحدہ اور ذمہ داریوں سے عاجز و قاصر سمجھنے لگتا ہے اور کسی کام کا نہیں رہ جاتا۔ اس لئے کہ وہ اپنے اندر کسی کام کے انجام دینے کی ہمت و حوصلہ نہیں پاتا۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جب ہم اپنے بچوں اور بچیوں کے ساتھ ایسی غلط تربیت اور سخت گیر معاملہ کرتے ہیں تو ہم بہت بڑی غلطی اور زیادتی کا ارتکاب کرتے ہیں۔

بھلا بتائیے کہ جب ہم بچپن ہی سے بچوں کے دلوں میں نافرمانی اور سرکشی کا بیج بودیتے ہیں تو ایسی صورت میں ان بچوں سے اطاعت و فرماں برداری اور استقامت و بردباری کی کیسے توقع کر سکتے ہیں؟

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک صاحب اپنے بیٹے کی نافرمانی کی شکایت کرنے آئے۔ تو حضرت عمرؓ نے لڑکے کو بلایا اور والد کی نافرمانی اور حقوق کے ادا نہ کرنے پر اسے تنبیہ کی۔ تو لڑکے نے کہا اے امیر المومنین! کیا لڑکے کے اپنے والد پر کچھ حقوق نہیں ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیوں نہیں!! لڑکے نے پوچھا اے امیر المومنین وہ حقوق کیا ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے لئے اچھی ماں کا انتخاب کرے۔ اور اس کا اچھا سا نام رکھے اور اس کو قرآن کی تعلیم دلائے۔ لڑکے نے کہا اے امیر المومنین! میرے والد نے تو ان میں سے کوئی کام بھی نہیں کیا۔ اس لئے کہ میری ماں ایک مجوسی کی حبشی باندی ہے۔

اور میرے والد نے میرا نام جُعَل (جو ایک کیڑے کا نام ہے) رکھا ہے۔ اور میرے والد نے مجھے قرآن کریم کا ایک حرف بھی نہیں سکھایا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، ان صاحب کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے فرمایا کہ تم تو میرے پاس اپنے بیٹے کی نافرمانی کی شکایت لے کر آئے ہو۔ حالانکہ اس کی نافرمانی سے قبل تم نے اس کے ساتھ زیادتی کی ہے اور تم نے اس کے ساتھ بُرا سلوک کیا ہے اس سے قبل کہ وہ تمھارے ساتھ بُرا سلوک کرے۔ ف: سبحان اللہ! حضرت عمرؓ نے کیا ہی خوب فیصلہ فرمایا۔ جسے تمام ہی والدین کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ (ق)

لطیفوں میں سے ایک لطیفہ یہ بھی ہے کہ ایک روز ایک باپ نے اپنے بیٹے کو اس کی ماں کے بارے میں طعنہ دیا کہ تم ایک باندی کی اولاد ہو کر میری حکم عدولی کرتے ہو؟ یہ سن کر بیٹے نے اپنے باپ سے کہا ابا جان! میری ماں تو آپ سے بہتر ہے۔ باپ نے پوچھا وہ کیسے؟ لڑکے نے کہا۔ اس لئے کہ اس نے نہایت عمدہ انتخاب کیا اور مجھے ایک آزاد مرد کے نطفہ سے جنا۔ اور آپ نے غلط انتخاب کیا اور مجھے ایک باندی کے بطن سے پیدا کیا۔

ف: سبحان اللہ، لڑکے نے کتنی عمدہ بات کہی جو اسکی عقل و فراست کا ثبوت ہے۔ (ق)

ہمیں اس میں کوئی شک و شبہہ نہیں کہ والد کی طرف سے لڑکے کو جو سخت و سست یا قبیح القاب سے نوازا جاتا ہے تو وہ بچے کے کسی چھوٹے یا بڑے جرم یا غلطی ہی کی وجہ سے ہوتا ہے جس کا مقصد یقیناً اصلاح و تربیت ہی ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس جرم کا علاج اور اس غلطی کی اصلاح غصہ ناراضگی اور سختی سے نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ سختی اور ناراضگی سے بچے کے ذہن پر نہایت خطرناک اثرات پڑتے ہیں۔ اور اس کا شخصی کردار مجروح ہوتا ہے اس لئے

وہ بے وقوفوں اور بدکرداروں کے طریقے کو اختیار کر لیتا ہے۔ لہٰذا ہم اپنی اس ناشائستہ حرکت اور سخت معاملہ کی وجہ سے اپنے بچے پر بڑا ظلم کرتے ہیں اور بجائے اس کے کہ ہم اسے ایک سمجھدار باوقار آدمی بنائیں جو استقامت وبردباری اور عقل وبصیرت کے ساتھ زندگی گزارے اس کو ہم نفسیاتی واخلاقی اعتبار سے تباہ وبرباد کر دیتے ہیں۔ بس یہ ایک حقیقت ہے خواہ اس کو ہم تسلیم کریں یا نہ کریں۔

اگر بچے سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو اسلام اس کی اصلاح کا کیا طریقہ بتلاتا ہے؟

بچے سے اگر کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو اس کے علاج کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ہم نرمی اور پیار سے اسے اس کی غلطی پر متنبہ کریں اور مضبوط دلیلوں سے اسے باور کرائیں کہ یہ ناشائستہ حرکت کوئی بھی عقلمند اور صاحب بصیرت انسان ہرگز ہرگز پسند نہ کرے گا۔ پھر اگر وہ اس طرح سمجھ جائے تو ہمارا مقصد اصلاح حاصل ہو گیا اور اس کی کجی درست ہو گئی۔ ورنہ پھر اس کا دوسرا طریقہ اختیار کرنا چاہئے جسے ہم عنقریب اس کتاب تربیۃ الاولاد کی تیسری قسم میں "سزا کے ذریعہ تربیت" کے عنوان کے تحت انشاء اللہ بیان کریں گے۔

اصلاح کا بے مثال طریقہ:۔

اصلاح کا یہ تیر بہدف طریقہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔ اس کے چند نمونے ذیل میں درج ہیں۔

الف: امام احمد سند جید سے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک نوجوان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! کیا آپ مجھے زنا کی اجازت دیں گے؟ یہ سن کر لوگ اس پر

برس پڑے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو میرے قریب کردو۔ اور آپ نے اس سے فرمایا، نزدیک آجاؤ! وہ شخص آکر آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ کیا تم یہ چیز اپنی ماں کے لئے پسند کروگے؟ اس نوجوان نے جواب دیا اللہ مجھے آپ پر قربان کردے، میں تو اسے ہرگز پسند نہ کروں گا! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح اور لوگ بھی یہ چیز اپنی ماؤں کے لئے پسند نہیں کرتے۔ پھر آپ نے پوچھا کیا تم یہ بات اپنی بہن کے لئے پسند کروگے؟ اس نے عرض کیا جی نہیں! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے! آپ نے ارشاد فرمایا۔ اسی طرح اور لوگ بھی اپنی بہنوں کیلئے یہ فعل پسند نہیں کرتے۔ پھر آپ نے اس کے سامنے چچی اور پھوپھی کا تذکرہ کیا اور ہر مرتبہ وہ یہی کہتا رہا کہ جی نہیں! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا داہنا ہاتھ اس کے سینے پر رکھا اور دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبَہٗ	اے اللہ! اس کے دل کو پاک صاف کردے
وَاغْفِرْ ذَنْبَہٗ وَحَصِّنْ	اور اس کے گناہوں کو معاف کردے اور
فَرْجَہٗ (امام احمد)	اس کی شرمگاہ کو محفوظ رکھ!

چنانچہ جب وہ نوجوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھا تو اس کی یہ حالت تھی کہ اس کو زنا سے زیادہ اور کوئی چیز مبغوض نہ تھی۔

ب : امام مسلمؒ اپنی صحیح میں حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ کسی کو چھینک آئی اور میں نے اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہہ دیا تو لوگ مجھے گھورنے لگے۔ میں نے کہا میری ماں مجھ پر روئے، تمھیں کیا ہوگیا ہے کہ تم مجھے گھور رہے ہو؟ یہ سن کر وہ لوگ اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارنے

لگے۔ جب میں نے دیکھا کہ لوگ مجھے خاموش کرنا چاہتے ہیں تو میں خاموش ہو گیا۔ پھر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا، میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں، میں نے آپ سے زیادہ اچھے طریقہ سے تعلیم دیتے ہوئے کسی معلم کو نہ آپ سے پہلے دیکھا اور نہ آپ کے بعد۔ بخدا آپ نے مجھے ڈانٹا نہ مارا اور نہ برا بھلا کہا۔ بس صرف یہ فرمایا کہ اس نماز میں باتیں کرنا درست نہیں نماز تسبیح، تکبیر اور تلاوت قرآن پاک کا نام ہے۔

ج : امام بخاریؒ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے فرمایا کہ ایک دیہاتی نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ لوگ اس کو برا بھلا کہنے کے لئے کھڑے ہو گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اس کو چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر ایک ڈول پانی بہا دو۔ اس لئے کہ تم کو آسانی پیدا کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے نہ کہ مشکلات اور سختی پیدا کرنے کے لئے۔ (مشکوٰۃ)

ف : حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان واقعات وارشادات کو ہر مصلح و مرشد کو پیش نظر رکھنا لازم ہے۔ تاکہ وہ کتاب وسنت کے مطابق اصلاح و تربیت کرسکیں۔ (ق)

رفق اور نرمی کے متعلق احادیث مبارکہ

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ مہربان اور نرم ہیں اور ہر معاملہ میں نرمی کو پسند فرماتے ہیں۔

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ نرمی کسی چیز میں اختیار نہیں کی جاتی مگر یہ کہ وہ اسے زینت بخش دیتی ہے۔ اور اس کو کسی بھی چیز سے دور نہیں کیا جاتا مگر یہ کہ اسے عیب دار بنا دیتی ہے۔ (مسلم)

(۳) نیز فرمایا کہ جو شخص رفق اور نرمی سے محروم کر دیا گیا ہو تو سمجھ لو کہ وہ تمام بھلائیوں سے محروم کر دیا گیا ہے۔ (مسلم)

مندرجہ بالا کلام سے یہ بات واضح ہو گئی کہ بچے کی تحقیر و تذلیل اور اس کو ہمیشہ ڈانٹنا اور جھڑکنا خصوصاً دوسروں کے سامنے، تو یہ بچے کے اندر احساس کمتری اور نقص و کمی کے شعور کو پیدا کرنے کا اہم سبب ہے۔ اس لئے اس مرض کا بہترین علاج یہ ہے کہ اگر بچہ کوئی غلطی کرے تو اسے نرمی اور پیار سے تنبیہ کر دی جائے۔ اور دوسروں کے سامنے تو ہرگز ڈانٹ ڈپٹ نہ کی جائے اور نہ سرزنش کی جائے۔

(۲) ضرورت سے زیادہ ناز و نخرے برداشت کرنا۔

والدین کا ضرورت سے زیادہ بچے کے ناز و نخرے برداشت کرنا بھی اس کے اخلاقی انحراف کے عوامل میں سے ایک خطرناک عامل اور باعث ہے۔ اس لئے کہ عام طور سے اس کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ بچہ اپنے اندر کمی و نقص کو محسوس کرتا ہے اور اپنی زندگی ہی سے بغض و حسد رکھنے لگتا ہے۔ اور عام حالات میں اس کا نتیجہ شرمندگی، فروتنی اور اپنے اوپر عدم اعتماد کی شکل میں نکلتا ہے۔ اس لئے کہ جب وہ دیکھتا ہے کہ لوگ آگے کی طرف بڑھ رہے ہیں اور وہ قافلے کے بالکل پیچھے ہے۔ نیز وہ دیکھتا ہے کہ لوگوں میں شجاعت و بہادری اور پیش قدمی کی جرأت ہے اور وہ بزدلی و خوف کا شکار ہے۔ وہ لوگوں کو حرکت، مقابلہ اور مجاہدہ میں لگا ہوا دیکھتا ہے اور خود خاموشی اور جمود کا شکار ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ لوگ مصائب و آفات کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کر رہے ہیں اور وہ ذرا سی مصیبت و پریشانی میں جزع و فزع میں لگ جاتا ہے۔

اب آپ ہی بتلائیے کہ جس بچے کی یہ حالت اور کیفیت ہو، کیا وہ کامل

مکمل انسان بن سکتا ہے ؟ اور کیا وہ معاشرہ کے لئے فائدہ مند فرد بن سکتا ہے ؟ پس اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو پھر والدین بچے کے ناز اٹھانے میں غلو کیوں کرتے ہیں ؟ خاص کرماں۔ اس لئے کہ ماں ضرورت سے زیادہ رعایت کرتی ہے۔

یہ نہایت خطرناک بات ہے جو ہم ماؤں میں بہت نمایاں پاتے ہیں، جو بچے کی اسلامی تربیت کے قواعد وضوابط سے ناآشنا ہیں۔ چنانچہ ایسی ماں بچوں کو ایسے کاموں کے کرنے کی بھی اجازت نہیں دیتی جن کے کرنے پر وہ قادر ہے۔ اور وہ بچے کو ہمیشہ سینے سے لگائے رکھنا چاہتی ہے۔ چنانچہ جب وہ فارغ ہوتی ہے تو اسے ذرا دیر کو بھی نہیں چھوڑتی۔ خواہ گود میں لینے کی ضرورت ہو یا نہ ہو۔ نیز جب وہ گھر کا ساز وسامان خراب کرتا ہے، یا قلم سے دیوار کو سیاہ کرتا ہے، تو وہ باز پرس نہیں کرتی۔

ضرورت سے زیادہ ناز ونخرے برداشت کرنے کی بیماری اس وقت والدین میں اور زیادہ خطرناک صورت اختیار کرلیتی ہے جب ان کے یہاں کافی عرصہ کے بعد اولاد پیدا ہو۔ یا چند لڑکیوں کے بعد لڑکا پیدا ہو۔ یا بچہ کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو چکا ہو جس نے اس کی جان کے لالے پڑ گئے ہوں، اور پھر اس کو تندرستی نصیب ہوئی ہو۔

اس مرض کا علاج :۔

والدین میں اس عقیدہ کا مضبوط ہونا کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ کے حکم وفیصلہ سے ہوتا ہے۔ تاکہ وہ یہ بات سمجھ لیں کہ انھیں یا ان کی اولاد کو صحت ہو یا بیماری، نعمتیں وآسائشیں ہوں یا تکالیف ومصیبتیں، اولاد ہو یا بانجھ پن۔ یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کی مشیت وحکم اور اس کے فیصلہ سے ہوتا ہے۔

اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں :۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِۨ ۝

(الحدید ۲۲، ۲۳)

کوئی سی بھی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے اور نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر یہ کہ (سب) ایک رجسٹر میں (لکھی ہیں) قبل اس کے کہ ہم ان جانوں کو پیدا کریں، یہ اللہ کے لئے آسان ہے (یہ بات بتادی گئی ہے) تاکہ جو چیز تم سے لی جاری ہے اس پر (اتنا) رنج نہ کرو، اور جو چیز اس نے تمہیں دی ہے اس پر اتراؤ نہیں۔ اور اللہ کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا۔

(۲) بچے کو نصیحت کرنے میں مرحلہ وار قدم اٹھانا۔ چنانچہ اگر وعظ و نصیحت بچے پر کارگر ہو سکتی ہو تو مربی کے لئے درست نہیں کہ اس سے قطع تعلق کرے۔

اس کتاب "تربیۃ الاولاد فی الاسلام" کی تیسری قسم کی اس فصل میں جس میں بچے پر اثر انداز ہونے والے تربیت کے وسائل کا ذکر ہے، اس میں سزا کے ذریعہ تربیت کی بحث کے ذیل میں انشاء اللہ مفصل کلام کریں گے۔

(۳) بچے کو شروع ہی سے جفاکشی، خود اعتمادی اور ذمہ داریوں کے نباہنے کی اور اظہار حق کی تربیت دینا تاکہ بچہ اپنی حیثیت اور ذمہ داری کو محسوس کرے چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایاکم والتنعم فان عباد اللہ لیسوا بالمتنعمین۔

(امام احمد)

عیش و عشرت اور تنعم کی زندگی سے بچو اس لئے کہ اللہ کے بندے ناز و نعمت میں نہیں پڑتے۔

نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اپنے بچوں کو تیرنا اور تیر اندازی سکھاؤ۔ اور انہیں حکم دو کہ شہسواری کیا کریں۔ ظاہر ہے کہ بچہ جب نو عمری ہی سے تیرنا اور شہسواری سیکھ لے گا تو اس میں خود اعتمادی پیدا ہو گی۔ جس سے وہ ذمہ داریوں کے ادا کرنے اور مشقتوں کے برداشت کرنے کا عادی بنتا جائے گا۔

(۴) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار کرنا۔ جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں بکریاں چرایا کرتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

ما بعث الله نبيا الا رعى الغنم ، نعم كنت ارعاها على قراريط لاهل مكة۔ (بخاری)	اللہ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا مگر یہ کہ اس نے بکریاں چرائیں۔ جی ہاں! میں بھی چند سکوں کے عوض اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔

بچپن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ کھیلا کرتے تھے۔ چنانچہ ابن کثیر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ قریش کے لڑکوں کے ساتھ میں بھی پتھر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جا رہا تھا کہ کھیل کا سامان اکٹھا کریں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تعمیرات کا کام بھی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ امام بخاری و مسلم روایت کرتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ہوئے اور کعبہ کی تعمیر ہونے لگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اشراف قریش کے ساتھ پتھر اٹھا کر لانے لگے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ پتھر اٹھانے کے لئے اپنی تہبند کاندھے پر رکھ لیجئے۔ چنانچہ آپ نے حکم کی تعمیل کی۔ لیکن فوراً ہی گر پڑے۔ اور آپ کی آنکھیں آسمان کی طرف اٹھ گئیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا میری تہبند میرے حوالے کر دو۔

میری تہبند مجھے پہنادو۔ چنانچہ آپ کی تہبند آپ کے جسم پر کس دی گئی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے منع فرمایا گیا ہے کہ ننگے چلوں پھروں۔ چنانچہ آپ کے نبوت سے پہلے بھی معصوم ہونے پر یہ حدیث کھلی دلیل ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تجارت کے لئے سفر بھی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ تجارت کی غرض سے سفر کیا ہے۔ ایک مرتبہ بلوغ ہونے سے پہلے اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ اور دوسری مرتبہ بالغ ہونے کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے۔ (ترجمہ ص ۳۳)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں بھی بہت زیادہ جری و بہادر تھے۔ چنانچہ بالغ ہونے سے قبل ہی جنگ میں شریک ہو چکے تھے۔ چنانچہ سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ فجار نامی جنگ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچاؤں کو تیر لے رہے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن ہی سے عظیم عقل ورائے کے مالک تھے چنانچہ جوانی ہی میں آپ سے فیصلہ کرایا گیا اور آپ کو حکم بنایا گیا۔ سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ قریش نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حجر اسود رکھنے کے لیے حکم بنایا تھا اور آپ کی رائے و مشورہ سے قریش بہت متعجب ہوئے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے افتخار و شرافت کے اظہار کے لئے اتنی ہی بات کافی ہے کہ آپ یتیم بچے تھے لیکن آپ نے بہترین تربیت پائی۔ چنانچہ نہ تو آپ نے کسی بت کو سجدہ کیا اور نہ زمانۂ جاہلیت کی برائیوں میں کسی کے ساتھ شریک رہے۔ اس لئے آپ کا ان چیزوں کو اپنے رب کی طرف منسوب کرنا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ جیسا کہ مروی ہے:-

أَدَّبَنِي رَبِّي فَأَحْسَنَ — میرے رب نے مجھے تربیت دی اس لئے

متا دیبی۔ (رواہ العسکری)   بہترین تربیت دی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کی زندگی کے یہ چند لمحات و واقعات اور جوانی میں آپ کی عصمت و عالی اخلاق کے چند نمونے ہدایت کے لئے مشعل نور ہیں۔ جس سے تربیت کرنے والوں کو اپنی اولاد کی تربیت کے سلسلہ میں تربیت کا صحیح طریقہ معلوم ہو گا۔ اس لئے مربیّوں کو اسے اختیار کرنا چاہئے۔ اب تک ہم نے جو کچھ بیان کیا اس کا خلاصہ یہ نکلا کہ زیادہ ناز و نخرے برداشت کرنے کی بیماری بچے کے انحراف اور کج روی کا سب سے بڑا عامل و سبب ہے۔

لہذا والدین خصوصاً ماں کو چاہئے کہ وہ ان طریقوں کو اختیار کرے جو اسلام نے بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں مقرر کئے ہیں۔ جن میں سے بچے سے محبت اور ان کے ساتھ تعلق میں اعتدال و میانہ روی بھی ہے۔ اور ہر پریشانی و مصیبت کے وقت اللہ کے حکم کے سامنے سر کو جھکانا بھی۔

جن میں سے یہ بھی ہے کہ بچہ جب سمجھدار ہو جائے تو اس کو غلطی پر سزا دینے کی جتنی ضرورت ہو اتنی ہی سزا دینا چاہئے۔ جن میں سے یہ بھی ہے کہ بچے کی تربیت سادگی، خود اعتمادی، فرائض و واجبات کے احساس اور حق گوئی کی جرأت پیدا کرنے کی بنیاد پر قائم ہو۔

اور ان میں سے یہ بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بچے تھے آپ کی اس وقت کی شخصیت کو نمونہ بنایا جائے۔ اس لئے کہ آپؐ نبوت سے پہلے بھی مقتدیٰ تھے اور اس کے بعد بھی۔

جب تربیت کرنے والے حضرات ان طریقوں کو اپنا لیں گے تو ان لوگوں کو جن کی تربیت کی ذمہ داری ان پر ہے ان عوامل و اسباب سے محفوظ رکھ سکیں گے جو

انسانی کرامت کو برباد کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اس طرح وہ بچے نفسیاتی، اخلاقی اور عقلی معیار کو بلند کرنے کا ذریعہ بنیں گے۔ (ترجمہ ص ۲۳۵ ج ۱)

(۳) بچوں میں ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا اور مساوات نہ کرنا۔

یہ بھی بچے میں انحراف پیدا کرنے کے اسباب میں سے بڑا سبب ہے۔ خواہ ترجیح کچھ دینے میں ہو یا محبت میں ہو یا کسی بھی معاملہ میں ہو۔ اس سے بچے میں حسد و رقابت کا مرض پیدا ہو جاتا ہے اور وہ مختلف امراض کا شکار ہو کر احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

مربی اول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کو حکم دیا ہے کہ وہ اللہ تعالے سے ڈریں اور بچوں کے درمیان عدل وانصاف سے کام لیں۔ چنانچہ طبرانی وغیرہ روایت کرتے ہیں کہ:۔

سَاوُوْا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ فِي الْعَطِيَّةِ — اپنے بچوں کے درمیان لینے دینے کے معاملہ میں مساوات و برابری کیا کرو۔

امام بخاری ومسلم حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر گئے اور عرض کیا میں نے اپنے اس بیٹے کو اپنا ایک غلام ہدیۃً دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تم نے اپنے ہر بیٹے کو ایسا ہی ہدیہ دیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا جی نہیں! اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اس کو بھی واپس لے لو۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اپنی سب اولاد کے ساتھ ایسا کیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا جی نہیں! تو

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْدِلُوْا فِیْ اَوْلَادِکُمْ۔ اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل وانصاف کیا کرو۔

راوی فرماتے ہیں کہ میرے والد واپس ہوئے اور اس ہدیہ کو واپس لے لیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ ان کا بیٹا آگیا تو انھوں نے اسے چوما اور اپنی گود میں بٹھا لیا پھر ان کی بیٹی آئی تو انھوں نے اسے اپنے سامنے بٹھالیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تم نے ان دونوں کے درمیان برابری کیوں نہ کی؟۔

ان ارشادات سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ بچوں کے درمیان عدل وانصاف، مساوات اور محبت میں برابری، اسی طرح کھانے پینے کی اور استعمال کی چیزوں کی تقسیم میں برابری نہایت ضروری ہے تاکہ ان میں کسی قسم کی تفریق وامتیاز کا عنصر جگہ نہ پائے جو آگے چل کر انحراف وفساد کا سبب ہو۔

(۴) جسم کے کسی عضو کا نہ ہونا یا ماؤف ہونا

یہ بچے میں انحراف اور کجی پیدا کرنے کے عوامل میں سے ہے۔ اس کا نتیجہ عام طور پر احساس کمتری اور زندگی سے نفرت کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

لہٰذا اگر کسی بچے میں بچپن ہی سے کوئی جسمانی نقص یا عیب ظاہر ہو جائے، مثلاً بھینگاپن، بہراپن، پاگل پن، تتلاپن، لنگڑاپن یا کانا یا اندھا ہونا وغیرہ، تو ماں باپ، بھائی بہن، رشتہ دار، دوست احباب سب کے سب اس کے ساتھ محبت والفت کا معاملہ کریں اور اس عیب پر اس کو طعنہ نہ دیں۔ تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر عمل ہو سکے۔

الراحمون يرحمهم الرحمٰن — رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے۔

ارحموا من في الارض يرحمكم من في السماء۔ (ترمذی، ابوداؤد) — تم زمین والوں پر رحم کرو! آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

لا يؤمن احدكم حتى يحب لاخيه ما يحب لنفسه۔ (بخاری، مسلم) — تم میں کوئی شخص اس وقت تک مومن کامل نہ ہوگا جبتک کہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

پس تربیت کرنے والوں کو چاہئے کہ ایسے بچوں کی تربیت کا مدار اس بنیاد پر رکھیں کہ انسان کی قدر و قیمت اس کے دین کے اعتبار سے ہوتی ہے نہ کہ اس کی شکل و صورت اور ظاہر کے اعتبار سے۔

نیز تربیت کرنے والوں کو چاہئے کہ ایسے بچوں کو جو اس کے ارد گرد رہتے ہوں نصیحت کریں اور سمجھائیں اور ان کو تحقیر و اہانت کے انجام سے آگاہ کریں۔

نیز تربیت کرنے والوں کو چاہئے کہ مربی اوّل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ طریقہ بیان کریں جو آپ نے معاشرتی مضبوط و مستحکم اتحاد کی تعلیم دیتے وقت اختیار کیا تھا۔ جس کی اساس محبت و اخلاص تھی اور اس کی بنیادیں دوسروں کے احترام و عزت پر قائم تھیں۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کی مصیبت پر خوش ہونے سے ان الفاظ میں منع فرمایا ہے۔

لا تظهر الشماتة لاخيك فيرحمه الله ويبتليك (ترمذی) — اپنے بھائی کی مصیبت پر خوش نہ ہو کہ اللہ اس پر رحم فرمادے اور تمہیں مصیبت میں گرفتار کردے۔

نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے بھی کسی کی تذلیل سے منع فرمایا ہے
چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ
کے لئے صفیہ کا تو ایسا اور ایسا ہونا ہی کافی ہے (ان کے پستہ قد ہونے کی طرف اشارہ
کرتے ہوئے) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

لقد قلتِ کلمۃ لو مزجت بماء البحر لمزجتہ (ابو داود، ترمذی)

تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر اسے سمندر کے پانی میں ملا دیا جائے تو اس کو خراب کر دے

یہ تمام امور جن سے منع کیا گیا ہے یہ سب کے سب اللہ تبارک وتعالیٰ کے
اس قول کے تحت داخل ہیں :۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَى أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَى أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ ۖ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۖ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۚ وَمَنْ لَمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ○

اے ایمان والو! نہ مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہیئے کیا عجب کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہیئے، کیا عجب کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو، اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے پکارو۔ ایمان کے بعد گناہ کا نام ہی برا ہے۔ اور جو (اب بھی) توبہ نہ کریں گے، وہی ظالم ٹھہریں گے۔

(الحجرات ۱۱)

نیز تربیت کرنے والوں کو چاہیئے کہ بچے کے لئے ایسے ساتھیوں کا انتخاب کریں
جو اچھے اخلاق وعادات کے حامل ہوں۔ تاکہ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں جس سے

وہ قلبی سکون محسوس کرے۔

بہر حال مربی اگر چاہے تو ان طریقوں کو اختیار کر کے آفت زدہ اور معذور بچے معذوری کے احساس کو دور کر کے وہ اسے اس قابل بنا سکتا ہے کہ معاشرہ میں فائدہ مند عضو بن جائے اور اپنی قوت بازو سے ترقی کا محل تعمیر کر سکے اور اپنی قوت ارادی اور عزم سے امت کی عزت کو بلند اور اپنے ملک کے مستقبل کو روشن کر سکے۔

(تربیۃ الاولاد صفحہ ۲۳۵/۱ ۔ ترجمہ صفحہ ۳۴/۱)

(۵) بچے کا یتیم ہونا۔

یتیم ہونا بھی انحراف اور کج روی اختیار کرنے کا ایک بڑا سبب ہے۔ خصوصا اس صورت میں جب کہ یتیم ایسے معاشرہ میں ہو جس میں یتیم کا خیال نہ رکھا جاتا ہو اور اس کے غموں کا مداوا نہ کیا جاتا ہو۔ اور اس کی طرف شفقت و محبت اور پیار کی نظر سے نہ دیکھا جاتا ہو۔

اسلام ایک ایسا دین ہے جس نے یتیم بچے کا بہت خیال رکھا ہے اور اس کے ساتھ اچھے معاملہ و برتاؤ اور اس کی ضروریات زندگی کے پورا کرنے کا بہت اہتمام کیا ہے۔ تاکہ معاشرہ میں وہ ایک ایسا فائدہ مند فرد بنے جو اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرے اور اپنے فرائض کو ادا کرے اور دوسروں پر اس کے جو حقوق آتے ہیں اور اس پر دوسروں کے جو حقوق ہیں انھیں اچھے طریقہ اور عمدگی سے ادا کرے۔

قرآن کریم نے یتیم کے سلسلہ میں بہت اہتمام کیا ہے اور اس کو ڈانٹنے جھڑکنے سے منع کیا ہے اور اس کے ساتھ ایسے برتاؤ سے روکا ہے جو اس کی عزت و شرافت کے خلاف ہو۔ ارشاد باری ہے۔

فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ (الضحیٰ ۹) تو آپ بھی یتیم پر سختی نہ کیجیے۔

نیز فرمایا:۔

أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ	بھلا آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا جو روز جزا
فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ	کو جھٹلاتا ہے۔ سو وہ شخص ہے جو یتیم کو
(الماعون ۲،۱)	دھکے دیتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کا بہت خیال رکھا ہے اور اس کی کفالت پر اُبھارا، اور اس کی دیکھ بھال کو واجب قرار دیا ہے۔ اور اس کے اولیاء اگر اس کا خیال رکھیں اور اس کے ساتھ حسن سلوک کریں تو ان کو یہ بشارت سنائی ہے کہ وہ جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں گے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

انا وکافل الیتیم	میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں
فی الجنۃ ھٰکذا	اس طرح ہوں گے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
واشار بالسبابۃ والوسطیٰ	نے اپنی شہادت کی انگلی اور اس کے برابر کی
وفرج بینھما (بخاری)	انگلی سے اشارہ فرمایا۔ اور ان دونوں کو کشادہ رکھا۔

امام احمد و ابن حبان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔

من وضع یدہ علی راس	جو شخص اپنا دست شفقت یتیم کے سر پر
یتیم رحمۃ کتب اللہ لہ	پیار سے رکھے گا تو اللہ تعالےٰ ہر اس بال
بکل شعرۃ مرت علی یدہ	کے بدلے جس پر اس کا ہاتھ پھرا ہے اس کے
حسنۃ۔	لئے ایک نیکی لکھ دیں گے۔

اور امام نسائی سند جید کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے

ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اللّٰھُمّ اِنّی اُحرج حق الضعیفین، الیتیم والمرأۃ	اے اللہ میں دو ضعیفوں یعنی یتیم اور عورت کے حق میں ظلم کو حرام قرار دیتا ہوں۔

یتیم کی دیکھ بھال اور کفالت اس کے رشتہ داروں اور قرابت داروں پر واجب ہے۔ اس لئے اگر یہ لوگ یتیموں کے نفسیاتی اور اخلاقی حالات درست کرنا چاہتے ہیں تو ان کو چاہئے کہ ان کے ساتھ خصوصی شفقت، توجہ اور دیکھ بھال سے کام لیں اور اپنے عمل سے ان کو یہ محسوس کرا دیں کہ محبت، معاملات اور برتاؤ کے لحاظ سے وہ بھی ان کے لئے ان کی اولاد ہی کی طرح ہیں۔

اور اگر رشتہ داروں میں کوئی کفیل موجود نہ ہو تو پھر ان کی دیکھ بھال مسلمان حکومت کی ذمہ داری ہے اور حکومت کو چاہئے کہ ان کے معاملات نمٹائے اور ان کی تربیت و رہنمائی کرے۔ اور زندگی و معاشرہ میں انکی شخصیت و مقام کو بلند کرے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھئے جو مدینہ منورہ میں پہلی اسلامی مملکت کی داغ بیل ڈالنے والے تھے، آپ نے یتیم کے ساتھ کس طرح خصوصی الفت ومحبت اور شفقت و پیار کا برتاؤ کیا۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عید کے موقع پر ایک یتیم کو دیکھا تو اس کے ساتھ پیار کا برتاؤ کیا اور اس سے بشاشت کے ساتھ ملے اور اس کے ساتھ حسن سلوک کیا اور اس کو اپنے دولتکدہ پر لائے اور اس سے فرمایا:۔

أما ترضی أن أکون	کیا تم کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ میں

لك أبا وتكون عائشة لك أمًا — تمھارا باپ بن جاؤں اور عائشہؓ تمھاری ماں ہو جائیں۔

اسی طرح حکومت کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ لاوارث، بے سہارا و بے آسرا بچوں کی کفالت کرے۔ اور اگر کوئی لاوارث بچہ مل جائے تو اس کی دیکھ بھال کرے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب ایک شخص ایک لاوارث بچہ لایا تو انھوں نے بھی لاوارث بچے کے ساتھ یہی برتاؤ کیا۔ اور انھوں نے اس سے فرمایا کہ اس بچے کا نان و نفقہ تو ہمارے ذمہ ہے لیکن یہ بچہ آزاد شمار ہوگا۔

اسلام نے یتیم ولاوارث بچوں کے ساتھ یہ جو بہترین برتاؤ کیا ہے اس نے اس معاملے کے ذریعہ مسلمان معاشرے کے لئے عمدہ ترین شہری پیش کئے ہیں، جو اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرسکیں اور اپنے فرائض بحسن وخوبی انجام دیں، اور انمیں کسی قسم کا احساس کمتری پیدا نہ ہو۔ اور وہ پراگندہ افکار وخیالات اور بُرے تصورات کے سمندر میں سرگرداں وپریشان نہ ہوں۔

(۶) فقر وغربت ا

یہ بھی بچے میں نفسیاتی انحراف پیدا کرنے کا ایک بہت بڑا سبب ہے۔ اور یہ انحراف بچے میں اس وقت اور شدید ہو جاتا ہے جب وہ اپنی آنکھیں کھولتا ہے اور اپنے والدین کو تنگی میں اور اپنے خاندان کو محرومی وخستہ حالی کا شکار دیکھتا ہے۔

اور یہ صورت حال اس پر اس وقت اور شدید اور شاق ہو جاتی ہے جب وہ اپنے بعض رشتہ داروں یا پڑوسیوں یا مدرسہ کے ساتھیوں کو اچھی حالت اور زیب و زینت اور ناز ونعمت میں مستغرق اور اپنے آپ کو افسردہ وغمگین اور مسکین دیکھتا ہے حتی کہ اس کو پیٹ بھرنے کا ایک لقمہ اور جسم ڈھانپنے کو پورا کپڑا بھی نہیں ملتا۔

بتلائیے جو بچہ اس حالت کا شکار ہو، اس سے نفسیاتی طور پر ہم کیا توقع رکھیں گے ؟
ظاہر بات ہے کہ وہ معاشرہ کی طرف کراہیت اور حسد کی نگاہ سے دیکھے گا اور لازمی طور سے احساس کمتری اور نفسیاتی پیچیدگی جیسے امراض کا شکار ہوگا۔ اور یقیناً اس کی امید ناامیدی سے اور نیک فالی بدفالی سے بدل جائے گی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فرمان میں بالکل سچ فرمایا ہے۔ جسے احمد بن منیع اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

کاد الفقران یکون کفرا ۔ قریب ہے کہ فقر کفر بن جائے۔

بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں فقر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ چنانچہ امام نسائی اور ابن حبان حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اللّٰھم انی اعوذ بک من الکفر والفقر۔ اے اللہ میں آپ کے ذریعہ کفر اور فقر سے پناہ مانگتا ہوں۔

اسلام میں فقر کا علاج

اسلام نے فقر کے مسئلہ کا دو بنیادی امور سے علاج کیا ہے۔

۱۔ انسانی کرامت کا احترام۔

۲۔ امداد باہمی کے بنیادی اصولوں کا مقرر کرنا۔

انسانی کرامت کا احترام اسلام نے اس طرح کیا ہے کہ اس نے تمام اجناس واقوام اور الوان اور طبقات میں مساوات و برابری کی ہے۔ اور انسان ہونے کے اعتبار سے ان سب کو برابر گردانا ہے۔ اور اگر کہیں پر ترجیح و تفاضل کی ضرورت

ہوئی بھی تو اسلام نے ترجیح تقویٰ اور عمل صالح اور مجاہدہ کے اعتبار سے دی ہے۔

اور وہ بنیاد و اساس جسے اسلام نے قیامت تک کے لئے زمانہ کے ضمیر میں پیوست کر دیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا درج ذیل فرمان ہے۔

یَاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ	اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے۔ اور تم کو مختلف قومیں اور خاندان بنا دیا ہے، کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بیشک تم میں سے پرہیزگار تر اللہ کے نزدیک معزز تر ہے

اسلام نے ظاہری شکل و صورت اور جسم کو مدار نہیں بنایا۔ بلکہ اسلام دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔ چنانچہ امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

ان اللہ لا ینظر الی صورکم و اجسادکم و لکن ینظر الی قلوبکم و اعمالکم۔	اللہ تعالیٰ تمھاری صورتوں اور جسموں کی طرف نہیں دیکھتے۔ بلکہ تمھارے دلوں اور اعمال کو دیکھتے ہیں۔

اسلام نے ضعفاء اور فقراء کے مرتبے اور درجے کو بلند کیا ہے اور ان کو ناراض کرنے اور ان کی تحقیر و تذلیل کرنے کو اللہ جل شانہ کی ناراضگی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

چنانچہ امام مسلم روایت کرتے ہیں ابو سفیان حضرت سلمانؓ و صہیبؓ و بلالؓ وغیرہ کی جماعت کے پاس سے گزرے تو ان حضرات نے کہا: اللہ کی تلواروں نے ابتک اللہ کے دشمنوں کو ٹھکانے نہیں لگایا! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو فرمایا۔ کیا آپ حضرات یہ بات قریش کے سردار و شیخ کے لئے کہہ رہے ہیں اور پھر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور یہ واقعہ بیان کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اے ابو بکر! شاید تم نے انھیں ناراض کر دیا ہے۔ اگر تم نے انھیں ناراض کر دیا تو تم نے درحقیقت اپنے رب کو ناراض کر دیا۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ ان حضرات کے پاس آئے اور ان سے فرمایا بھائیو! کیا میں نے تمھیں ناراض کر دیا ہے؟ تو ان حضرات نے کہا جی نہیں! اے ہمارے بھائی، اللہ آپ کی مغفرت فرما دے۔

رہا اسلام کا امداد باہمی کے بنیادی اصولوں کا مقرر کرنا۔ تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام نے فقر کے مسئلہ کے حل کے لئے امداد کے جو بنیادی اصول مقرر کئے ہیں وہ اس جدید دور میں انسانی محنت و کوشش جہاں تک پہنچ سکی ہے اس کے اعلیٰ ترین اصول ہیں۔

معاشرہ میں موجودہ فقر و غربت کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے اسلام نے جو موقف اختیار کیا ہے اس کے کچھ نمونے ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) اسلام نے زکوٰۃ کے لئے ایک بیت المال متعین کیا ہے جس کی سرپرستی اسلامی حکومت کرے گی اور اس کا مصرف مستحق فقراء و مساکین و مقروض اور غلاموں کو بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

إِنَّمَا الصَّدَقَٰتُ لِلْفُقَرَاءِ	زکوٰۃ جو ہے سو وہ حق ہے مفلسوں کا
وَالْمَسَٰكِينِ وَالْعَٰمِلِينَ عَلَيْهَا	اور محتاجوں کا، اور زکوٰۃ کے کام پر جانے
وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي	والوں کا، اور جن کی تالیف قلب منظور ہے
الرِّقَابِ وَالْغَٰرِمِينَ	اور گردنوں کے چھڑانے میں اور جو تاوان
وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ	بھریں، اور اللہ کے راستہ میں،
السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ	اور راہ کے مسافروں کو، ٹھہرایا ہوا ہے اللہ کا

وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ o (توبہ) اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔

امام طبرانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مالدار مسلمانوں کے مال میں اتنی مقدار کا نکالنا فرض کیا ہے جو ان کے فقراء کو کافی ہو۔ اور فقراء بھوک اور بے لباسی کا شکار مالداروں کی کوتاہی کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ سن لو، اللہ تعالیٰ ان کا سخت حساب لے گا اور ان کو دردناک عذاب دے گا۔

(۲) اسلام نے اس مسلمان کو مسلمان شمار نہیں کیا ہے جو خود پیٹ بھر کر رات گزارے اور اس کا پڑوسی بھوک کا شکار ہو اور اس کو اس کی خبر بھی ہو۔ چنانچہ بزار و طبرانی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا، وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا جو پیٹ بھر کر رات گزارے اور اس کا پڑوسی اس کے پڑوس میں بھوکا پڑا ہو۔ اور اس کو معلوم بھی ہو۔

اس کے برخلاف اسلام نے اس کی حاجت روائی، امداد اور اس کے خوش کرنے کو بہترین نیکی اور بڑا اونچا عمل قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام طبرانی اپنی کتاب "معجم اوسط" میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

أفضل الأعمال إدخال السرور على المومن كسوت عورته او اشبعت جوعته او قضيت له حاجة۔

اعمال میں افضل ترین عمل مومن کو خوش کرنا ہے۔ خواہ اس کی ستر پوشی کردو، یا اس کی بھوک کا مداوا پیٹ بھر اکر کردو، یا اس کی حاجت پوری کردو۔

(۳) تنگی اور سختی کے وقت اسلام نے بھوکوں اور فاقہ مستوں کی امداد کو اہم فریضہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق رضہ سے

روایت کرتے ہیں کہ اصحاب صفہ فقیر و غریب لوگ تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو، وہ تیسرے کو اپنے ساتھ لے جائے اور جس کے پاس چار کا کھانا ہو وہ اپنے ساتھ پانچویں یا چھٹے آدمی کو لے جائے۔

اور امام مسلم حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس شخص کے پاس ضرورت سے زائد سواری ہو تو اسے چاہئے کہ اسے اس شخص کو دیدے جس کے پاس سواری نہیں ہے۔ اور جس کے پاس فالتو توشہ اور کھانے کا سامان ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ اسے اس شخص کو دیدے جس کے پاس کچھ کھانے کو نہیں۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مال کی اقسام کا تذکرہ کیا۔ حتیٰ کہ ہم یہ سمجھنے لگے کہ ضرورت سے زائد چیزوں میں ہم میں سے کسی کا حق نہیں ہے۔

(۴) اسلام نے حاکم پر یہ لازم کیا ہے کہ وہ ہر اس شخص کے لئے کام کاج کے مواقع مہیا کرے جو کام کاج پر قادر ہو۔

چنانچہ ابو داؤد اور نسائی اور ترمذی روایت کرتے ہیں کہ ایک انصاری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے کچھ بخشش مانگی۔ تو آپ نے ان سے فرمایا۔ کیا تمھارے گھر میں کوئی چیز نہیں ہے؟ انھوں نے عرض کیا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! ایک ٹاٹ ہے جس کا کچھ حصہ ہم اوڑھ لیتے ہیں اور کچھ بچھا لیتے ہیں۔ اور ایک لکڑی کا پیالہ ہے جس میں ہم پانی پیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ دونوں چیزیں میرے پاس لے آؤ۔ وہ صاحب وہ دونوں چیزیں لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں لے لیا اور فرمایا۔ مجھ سے یہ دونوں چیزیں کون خریدے گا۔ ایک صاحب نے عرض کیا میں یہ دونوں چیزیں ایک درہم میں خریدتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک درہم سے زیادہ کی بولی کون لگاتا ہے
ایک اور صاحب نے عرض کیا۔ میں یہ دونوں چیزیں دو درہم میں خریدتا ہوں۔ چنانچہ
آپ نے وہ دونوں چیزیں انھیں دیدیں اور دونوں درہم لے کر ان انصاری کو دیدیئے
اور ان سے فرمایا ایک درہم کا کھانے کا سامان خرید کر گھر والوں کو دیدینا۔ اور دوسرے
درہم سے ایک کلہاڑی خرید کر میرے پاس لے آنا۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اس میں لکڑی ڈالی اور پھر ان سے
فرمایا۔ جاؤ لکڑیاں کاٹو اور بیچو اور میں تمھیں پندرہ دن تک نہ دیکھوں۔ انھوں نے
ایسا ہی کیا۔ اور پھر جب آئے تو ان کے پاس دس درہم موجود تھے۔ اور ان میں سے
کچھ کے بدلے انھوں نے کھانے پینے کا سامان خرید لیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ تم قیامت میں اس حالت میں آؤ کہ سوال کرنے کی وجہ
سے تمھارے چہرے پر نشان پڑے ہوں۔

(۵) اسلام نے خاندان والوں کو بچہ پیدا ہونے پر وظیفہ دینے کا نظام رائج کیا۔
چنانچہ مسلمانوں کے یہاں جو بچہ بھی پیدا ہوگا، خواہ وہ بچہ حاکم کا بیٹا ہو یا ملازم کا،
مزدور کا ہو یا بازاری آدمی کا، سب کو وظیفہ دیا جائے گا۔

چنانچہ ابو عبید اپنی کتاب الاموال میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
ہر پیدا ہونے والے بچے کے لئے وظیفہ مقرر کرتے تھے جو اس کے باپ کی طرح اسے بھی
ملتا تھا جس کی مقدار سو درہم تھی۔ اور بچہ جیسے جیسے بڑھتا جاتا اس طرح اس کا
وظیفہ بھی بڑھتا رہتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان و حضرت علی
رضی اللہ عنہما نے بھی اور دیگر خلفاء نے بھی اس پر عمل کیا۔

یہ اصول اس وجدانی تربیت کے علاوہ ہیں جس کی جڑیں اسلام مسلمانوں کے

دلوں اور احساس و وجدان کی گہرائیوں اور نفوس میں گاڑ دیتا ہے۔ تاکہ سب کے سب تعاون، امداد باہمی اور ایثار کی جانب خوشی خوشی اپنی رضا و اختیار اور داعیۂ ایمانی کی بنا پر گامزن ہوں۔

ہم نے جو کچھ ابھی کہا ہے اس پر تاریخ کے اوراق شاہد عدل ہیں۔ چنانچہ مسلم معاشرے کے امداد باہمی اور آپس کی الفت و تعاون و رحمدلی کے چند نمونے ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ محمد بن اسحٰق لکھتے ہیں کہ بہت سے لوگ مدینہ میں اس طرح سے زندگی گزارتے تھے کہ انھیں معلوم بھی نہیں ہوتا تھا کہ ان کا گزر بسر کہاں سے ہو رہا ہے اور کون ان کو دیتا ہے؟ پھر جب حضرت حسینؓ کے صاحبزادے زین العابدین وفات پا گئے تو وہ آمد بند ہو گئی اور لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ وہی وہ شخص تھے جو ان کے پاس رات کی تاریکی میں چپکے سے وہ سامان پہنچا جایا کرتے تھے۔ جب وہ وفات پا گئے تو لوگوں نے ان کی پشت اور کاندھے پر ان تھیلوں اور بوریوں کے نشانات دیکھے جنھیں وہ اٹھا کر بیواؤں اور فقراء و مساکین کے گھر پہنچایا کرتے تھے۔

۲۔ حضرت لیث بن سعد کی سالانہ آمدنی ستر ہزار دینار سے زیادہ تھی اور وہ سب کی سب صدقہ کر دیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ان کے بارے میں مشہور ہے کہ ان پر کبھی زکوٰۃ واجب ہونے کی نوبت نہیں آئی۔ ایک مرتبہ انھوں نے ایک گھر خریدا جو نیلام کے ذریعہ بیچا گیا تھا۔ چنانچہ ان کا وکیل جب اس کو اپنے قبضہ میں لینے گیا تو وہاں یتیموں اور چھوٹے بچوں کو پایا جنھوں نے اس سے اللہ کے نام پر یہ سوال کیا کہ وہ یہ گھر ان کے پاس ہی رہنے دیں۔ جب یہ بات حضرت لیث کو معلوم ہوئی تو انھوں نے ان کو یہ پیغام بھجوا دیا کہ یہ مکان تم لوگوں کا ہے اور ساتھ ہی تمھیں اتنا مال بھی دیا جاتا ہے

جو تمھاری روزانہ کی ضرورت کے لئے کافی ہو۔

۳۔ محدث کبیر حضرت عبداللہ بن مبارکؒ بہت زیادہ صدقہ و خیرات کیا کرتے تھے۔ ان کی سالانہ صدقات کی مقدار ایک لاکھ دینار سے زیادہ تھی۔ ایک مرتبہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ حج کے لئے نکلے۔ بعض شہروں سے گزر ہوا۔ وہاں ایک پرندہ مرگیا تو انھوں نے اسے کوڑا ڈالنے کی جگہ پھینکنے کا حکم دیا۔ ان کے ساتھی ان سے آگے چلے گئے اور وہ خود ان سے پیچھے رہ گئے۔ جب ان کا اس کوڑا ڈالنے کی جگہ سے گزر ہوا تو دیکھا کہ اس کوڑا دان کے قریبی مکان میں رہنے والی ایک لڑکی اپنے مکان سے نکلی اور اس نے وہ مردہ پرندہ اٹھالیا۔ دریافت کرنے پر اس نے انھیں بتایا کہ وہ اور اس کے بھائی نہایت خستہ حال ہیں اور ان کی غربت کا کسی کو علم نہیں ہے۔ اور ان کے پاس کھانے پینے کو کچھ بھی نہیں ہے۔

یہ سن کر حضرت عبداللہ نے زاد راہ اور سامان سفر واپس لوٹانے کا حکم دیا اور اپنے وکیل سے پوچھا، تمھارے پاس خرچ کے کتنے پیسے موجود ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ ایک ہزار دینار موجود ہیں۔ تو انھوں نے اس سے کہا کہ اس میں سے بیس دینار نکال لو جو ہمارے لئے "مرو" شہر تک پہنچنے میں کام دے سکیں اور باقی ماندہ دینار اس لڑکی کو دے دو، اس لئے کہ ان کی امداد کرنا اس سال حج سے زیادہ موجب اجر و ثواب ہے۔ اور پھر وہ اپنے گھر کی طرف واپس چلے گئے اور حج نہ کیا۔[1]

اور جس دن حکومت اور معاشرہ اور تمام افراد مملکت فقر و غربت کے خاتمہ کے لئے

---

[1] اسلام نے فقر و غربت کا جس طرح سے علاج کیا ہے اس سلسلہ میں جو شخص مزید تفصیل کا طالب ہو اسے چاہئے کہ وہ ہماری کتاب "التکافل الاجتماعی فی الاسلام" کا مطالعہ کرے جس میں تشفی کا پورا سامان موجود ہے۔ (مصنف)

پوری کوشش صرف کریں گے اس روز اسلامی معاشرے میں ایک بھی غریب، مسکین اور محتاج باقی نہیں رہے گا اور امت اسلامیہ امن وسلامتی، خوشحالی اور اتحاد واطمینان کے سایہ تلے مزے کریگی۔ اور قوم کے تمام افراد نفسیاتی انحراف اور مجرمانہ زندگی کے تمام عوامل سے نجات وآزادی حاصل کرلیں گے۔ اور ہم بچشم خود یہ دیکھ لیں گے کہ اسلامی عزت وسربلندی کا پرچم عزت وکرامت کی بلندیوں پر لہرا رہا ہے اور اس کو دیکھ کر مومن اللہ کی فتح ونصرت سے خوش ہو جائیں گے۔

۴۔ بغض وحسد کی بیماری۔

حسد کا مطلب یہ ہے کہ انسان دوسرے کی نعمت کے زائل ہونے کی تمنا کرے۔ یہ ایک خطرناک معاشرتی بیماری ہے۔ اگر مربی اپنے بچوں کی اس بیماری کا علاج نہیں کریں گے تو لازمی طور سے اس کے بدترین اور خطرناک نتائج نکلیں گے۔

بعض اوقات شروع شروع میں گھر والوں کو حسد کی بیماری کا پتہ نہیں چلتا، اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی اولاد نہ اس بیماری کا شکار ہو سکتی ہے اور نہ وہ اس کو سمجھتے ہیں اور نہ ان سے اس کی توقع کی جا سکتی ہے۔ اس لئے جو حضرات تربیت کے ذمہ دار ہیں ان کو چاہئے کہ حسد کا نہایت حکمت اور بہترین تربیت سے علاج کریں تاکہ یہ بیماری پریشان کن مصائب اور بدترین نتائج اور دردناک نفسیاتی امراض کا ذریعہ نہ بنے۔

اس سے قبل کہ میں اس بیماری کی بیخ کنی، اس کے علاج اور اس سے بچاؤ کی تدابیر بیان کروں، مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں ان اسباب کو بیان کردوں جو بچوں میں حسد کی آگ بھڑکانے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اور میرا خیال یہ ہے کہ یہ اسباب مندرجہ ذیل امور میں منحصر ہیں۔

○ بچے کا اس بات سے خوف کھانا کہ وہ گھر والوں میں اپنی بعض امتیازی خصوصیات کھو بیٹھے گا۔ مثلاً محبت و پیار اور منظورِ نظر ہونا۔ خصوصاً اس وقت جب نیا مہمان (بچہ) پیدا ہو، جس کے بارے میں یہ خیال ہو کہ وہ اس کے پیار و محبت میں اس کا مزاحم بنے گا۔

○ اولاد میں برا موازنہ، جیسے ایک کو ذکی کہنا اور دوسرے کو غبی۔

○ اولاد میں سے کسی ایک کا بہت خیال رکھنا مثلاً ایک بچے کو گود میں اٹھایا جائے اس سے دل لگی کی جائے اور اسے دوسروں سے زیادہ دیا جائے اور دوسرے کو ڈانٹا ڈپٹا جائے اور اس کی پرواہ نہ کی جائے اور اسے کچھ نہ دیا جائے یا کم دیا جائے۔

○ جس بچے سے محبت ہو اس کی ایذا رسانی اور برائیوں سے چشم پوشی کی جائے اور اس کے بالمقابل دوسرے بچے سے اگر ذرا سی بھی غلطی ہو جائے تو اسے سزا دی جائے۔

○ بچے کا مالدار، عیش و عشرت والے ماحول میں ہونا لیکن خود بچے کا نہایت غربت فقر اور خستہ حالی کا شکار ہونا۔

ان کے علاوہ اور دوسرے اسباب بھی ہیں جن کا بچے کی شخصیت پر بُرا اثر پڑتا ہے، بلکہ بسا اوقات بچے میں احساس کمتری اور خطرناک انانیت اور بغض و حسد پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی نفسیاتی بے چینی، سرکشی اور بے اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔

اسلام نے نہایت حکیمانہ اصول تربیت سے حسد کی بیماری کا علاج کیا ہے اگر تربیت کرنے والے شروع سے اس کے اسباب کا تدارک کرلیں تو بچوں میں محبت، ایثار، الفت اور خلوص پیدا ہوگا۔ اور دوسرے کے ساتھ تعاون، خیر و بھلائی کرنے اور نرمی سے پیش آنے کے جذبات بیدار ہوں گے۔ (تربیۃ الاولاد ج ۱ ص ۲۴۳)

حسد کی بیماری کا علاج

میرے خیال میں حسد کی بیماری کے علاج کے لئے بنیادی اصول تربیت مندرجہ ذیل امور میں منحصر ہیں۔

○ بچے کو محبت محسوس کرانا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا کرتے تھے اور اپنے صحابہ رضؓ کو اس کا حکم دیتے اور اس پر ابھارتے تھے۔

مصنف نے یہاں چند مثالیں پیش کی ہیں، مگر ہم نے انھیں بغرض اختصار حذف کر دیا ہے۔ (ق)

اس کے بعد مصنف تحریر فرماتے ہیں :۔

یہ بات نظروں سے اوجھل نہیں ہونا چاہئے کہ نئے بچّے کی پیدائش پر حسد پیدا ہونے کے امکانات بہت زیادہ ہیں۔ لہٰذا اس سے روکنے کے لئے لازمی احتیاطی تدابیر ضرور اختیار کرنا چاہئے اور اسے بچے کی پیدائش کے چند ماہ قبل ہی اختیار کرنا چاہئے۔ مثلاً بڑے بچّے کے پلنگ کو الگ کر دینا چاہئے، یا نرسری اسکول بھیج دینا چاہئے۔ اور نئے بچے کے کام میں بڑے بچے سے بھی امداد لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ مثلاً اس کو کپڑے پہنانا، اس کو نہلانا، کھلانا۔ اسی طرح اس کو چھوٹے بچّے کے ساتھ ہنسنے بولنے اور کھیلنے کا موقع دینا چاہئے۔ اور جب ماں نومولود بچے کو دودھ پلانے کے لئے اٹھائے، تو ایسے موقع پر بہتر ہے کہ باپ اس سے محبت کی باتیں کرنے لگے۔ تاکہ اسے احساس رہے کہ اس کی محبت واہمیت اپنی جگہ برقرار ہے۔

لہذا تربیت کرنے والوں کو چاہئے کہ اگر وہ اپنے بچوں کو محبت اور باہمی تعاون کا پیکر دیکھنا چاہتے ہیں اور بغض وعداوت سے بچانا چاہتے ہیں تو انھیں بچے کو محبت محسوس کرانے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو اختیار کرنا چاہئے۔

○ بچوں میں برابری اور عدل وانصاف کرنا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ ایسے لوگوں پر شدید نکیر فرماتے جو بچوں کے درمیان عدل وانصاف نہ کرتے اور ان سے پیار ومحبت کا سلوک نہ کرتے اور نہ ان میں لینے دینے اور تقسیم میں برابری ومساوات کا خیال رکھتے۔

مصنف بچوں میں احساس کمتری کے مرض کے علاج کے سلسلہ میں کچھ احادیث پہلے ذکر کر چکے ہیں ان کا وہاں مطالعہ فرمالیا جائے۔ (ق)

○ ان اسباب کا ازالہ جو حسد کا ذریعہ بنتے ہیں۔

مثلاً یہ کہ اگر نئے بچے کی آمد سے پہلے بچے کو یہ محسوس ہو رہا ہو کہ اس کے والدین اس سے پہلے جیسی محبت وپیار نہیں کر رہے ہیں تو ان کو چاہئے کہ وہ اس بات کی کوشش کریں کہ بچے کو یہ محسوس ہو جائے کہ اس کی محبت ان کے دلوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے باقی ہے۔

نیز یہ کہ اگر اس کو غبی کہنا یا اس طرح کے الفاظ سے پکارنا اس کے سینہ میں حسد وبغض کی آگ بھڑکاتا ہو، تو والدین کو چاہئے کہ وہ اس طرح کے کلمات سے اپنے کو بچائیں۔

اس لئے کہ والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس بات کی کوشش کریں کہ ان کے بچے باطنی بیماریوں میں سے کسی بیماری کے شکار نہ ہونے پائیں۔ جن میں سب سے بڑی بیماری حسد ہے۔ تاکہ بچے کی شخصیت کامل ومکمل ہو، اور وہ صحیح انسان

بن کر پلے بڑھے۔

چونکہ حسد کے دور رس نفسیاتی و معاشرتی اثرات پڑتے ہیں اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ڈرایا ہے اور اس سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ حسد سے بچو۔ کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

۲۔ لوگ اس وقت تک خیریت سے رہیں گے جب تک آپس میں حسد نہ کرنے لگیں۔ (طبرانی)

۳۔ نیز ارشاد فرمایا کہ حسد کرنے والا مجھ سے نہیں ہے۔

۴۔ نیز ارشاد فرمایا، حسد ایمان کو اس طرح خراب کر دیتا ہے جس طرح ایلوا شہد کو خراب کر دیتا ہے۔ (دیلمی)

اس لئے والدین اور تربیت کرنے والوں کو بچوں سے حسد کی بیماری دور کرنے کی خاطر بنیادی اصولوں کو اپنانے کی سخت ضرورت ہے۔ تاکہ اولاد کی بہترین نشوونما ہو اور ان میں محبت و اخلاص اور صاف دلی پیدا ہو۔ (ترجمہ صفحہ ۲۵۲)

۵۔ غصہ کی بیماری۔

غصہ ایک نفسیاتی حال اور انفعالی مرض ہے جسے بچہ اپنی زندگی کے شروع ہی سے محسوس کرتا ہے۔ اور وہ موت تک اس کے ساتھ رہتا ہے۔

غصہ چونکہ پیدائشی عادت و خصلت ہے۔ اس لئے یہ نہایت غلط بات ہے کہ اس کو قبیح بیماریوں میں شمار کیا جائے۔ کیونکہ جب حکمت والے اللہ نے اس کو پیدائش کے ساتھ پیدا کیا ہے تو اس میں کوئی زبردست حکمت اور معاشرتی مصلحت ہوگی

غصہ کے فوائد اور نقصانات :۔

غصہ کے فوائد یہ ہیں: نفس کی حفاظت، دین کی حفاظت، عزت و آبرو کی حفاظت، اور ملک دشمنوں اور ظالموں کے مکروفریب اور ظلم سے حفاظت، نیز وطن اسلامی کی حفاظت۔

اگر بالفرض یہ قدرتی چیز نہ ہوتی تو اللہ کی حرام کردہ اشیاء اور محارم کی مخالفت اور دین الٰہی کی تذلیل و تحقیر پر مسلمان کو ہرگز غصہ نہ آتا۔

ظاہر ہے کہ یہ غیظ و غضب وہ قابل تعریف غصہ ہے جو بعض حالات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی آیا کرتا تھا۔ چنانچہ بعض احادیث میں آتا ہے کہ کوئی صاحب اللہ کی حدود میں سے کسی حد کے بارے میں سفارش کرنے آئے تو آپ کو غصہ آگیا اور آپ کے چہرۂ مبارک پر شدید غصّے کے آثار ظاہر ہو گئے۔

اور طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات کے لئے انتقام لیتے ہوئے نہیں دیکھا مگر یہ کہ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کی جائے۔ چنانچہ ایسے مواقع پر آپ سب سے زیادہ غضبناک ہوتے تھے۔

ہاں وہ غصہ مذموم ہے جو برے اثرات اور خطرناک نتائج تک پہنچا دیتا ہے اور ایسا اس وقت ہوتا ہے جب ذاتی مصلحت اور خودی و انانیت کی وجہ سے غصہ کیا جاتا ہے۔ اور اس غصہ سے وحدت پارہ پارہ اور اجتماعیت ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے اور اخوت و محبت کا جنازہ نکل جاتا ہے۔

ایسے غصہ کے پی جانے کی قرآن و حدیث میں بڑی فضیلت وارد ہے۔ چند احادیث کا مطالعہ فرمائیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ مجھے

ایسی چیز بتلایئے جو اللہ کے غضب سے دور کر دے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غصہ نہ کرو۔ (مسند امام احمد)

نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص اپنے غصہ کو نافذ کر سکتا ہو لیکن اسے پی جائے تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے روز سب مخلوق کے سامنے پکاریںگے اور اسے اختیار دیں گے کہ جس بڑی آنکھوں والی حور کو چاہے پسند کر لے۔ (بخاری)

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تم اپنے میں پہلوان کس کو سمجھتے ہو؟ عرض کیا گیا، وہ شخص جسے لوگ پچھاڑ نہ سکیں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں، بلکہ پہلوان (درحقیقت) وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے کو قابو میں رکھے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝	جو خرچ کرتے رہتے ہیں فراخی میں اور تنگی میں اور غصہ کو دبا لیتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ اور اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

(آل عمران ۱۳۴)

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۝ (الشوریٰ ۳۷)	اور جب انھیں غصہ آتا ہے، تو معاف کر دیتے ہیں۔

چونکہ انسان کی شخصیت اور عقل پر قابل مذمت غصے کے بُرے اثرات پڑتے ہیں اس لئے تربیت کرنے والوں کو چاہیے کہ ابتدائی عمر سے سن شعور کو پہنچنے تک اس بیماری کے علاج کا خوب اہتمام کریں۔

چنانچہ اس کا بہترین علاج یہ ہے کہ بچے کو غصہ کے اسباب و دواعی سے بچایا جائے تاکہ غصہ اس کا مزاج وعادت نہ بن جائے۔

پس اگر غصہ کا سبب بھوک ہو، تو مربی کو چاہیئے کہ وقت پر کھانا کھلانے کی کوشش کرے۔ اور اگر اس کا سبب بیماری ہو، تو کسی اچھے معالج سے علاج کرائے اس لئے کہ ہر مرض کی دوا موجود ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لکل داء دواء فاذا اصاب الدواء الداء برأ باذن اللہ عزوجل۔ (مسلم واحمد)	ہر بیماری کے لئے ایک دوا ہے چنانچہ مرض کی جب صحیح دوا مل جاتی ہے تو اللہ جل شانہٗ کے حکم سے بیمار شفا پا جاتا ہے۔

اور اگر غصہ کا سبب یہ بات ہو کہ بلا وجہ اس کی توہین کی جاتی ہو اور ڈانٹا ڈپٹا جاتا ہو، تو ایسی صورت میں مربی کا فریضہ ہے کہ وہ اپنی زبان کو توہین آمیز کلمات سے محفوظ رکھے۔

اور اگر غصہ کا سبب اپنی ماں باپ کی نقل اتارنا اور ان کی دیکھا دیکھی غصہ کرنا ہو تو والدین کو چاہیئے کہ وہ حلم و بردباری اور وقار و سکون اختیار کریں۔

اور اگر غصے کا سبب ماں باپ کا ناز و نخرے اٹھانا اور عیش وعشرت ہو تو ایسی صورت میں تربیت کرنے والوں کو چاہیئے کہ وہ بچوں کی محبت میں اعتدال پیدا کریں، اور ان پر خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کریں۔

اور اگر غصہ کا سبب ہنسی مذاق اڑانا ہو تو تربیت کرنے والوں کو چاہیے کہ اس سے دور رہیں۔ تاکہ بچے میں غصہ کی بیماری جاگزیں نہ ہو جائے۔

غصہ کا علاج۔

غصہ کرنے والا شخص جس ہیئت پر ہو اس ہیئت کو تبدیل کر دے۔ چنانچہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

۱۔ جب تم میں سے کسی کو غصہ آجائے تو اگر وہ کھڑا ہو تو اسے چاہیئے کہ بیٹھ جائے۔ پس اگر غصہ ٹھنڈا ہو جائے تو بہتر ہے۔ ورنہ لیٹ جائے۔ (امام احمد)

۲۔ نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ غصہ شیطانی اثر ہے، اور شیطان کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔ اور آگ کو پانی سے بجھایا جاتا ہے۔ لہذا جب تم میں سے کسی شخص کو غصہ آجائے تو اسے چاہیئے کہ وضو کرلے۔ (ابوداؤد)

۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب تم میں سے کسی کو غصہ آجائے تو اسے چاہیئے کہ خاموش ہو جائے۔ (احمد)

۴۔ بخاری و مسلم میں آتا ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو صاحبان آئے اور ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے۔ ان میں سے ایک کا چہرہ سرخ ہو گیا اور دوسرے کو گالی دینے لگے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ اگر وہ شخص اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کہہ دیتا تو اس کا غصہ ختم ہو جاتا۔

غصہ کو ختم کرنے اور اس کی تیزی کو کم کرنے کے سلسلہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت اہم ہدایات ہیں جو آپ نے امت کو دی ہیں۔ اس لئے والدین و تربیت کرنے والوں کو چاہیئے کہ اپنی اولاد و شاگردوں (مریدوں) کو اس کی تربیت دیں۔ تاکہ وہ حلم و بردباری اور غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھنے کی عادت ڈالیں۔ اور اس کا اہتمام بچپن ہی سے ہونا چاہیئے۔ تاکہ شروع ہی سے بچے ان صفات کے خوگر بن جائیں۔

واللہ ولی التوفیق۔

مصنف کتاب عبداللہ ناصح علوان اس فصل پنجم کے اخیر میں نہایت حسرت کے ساتھ یوں تحریر فرمارہے ہیں کہ ہم ایسے تربیت کرنے والوں کے کس قدر محتاج ہیں جو اسلامی تربیت کا شعور وسلیقہ رکھتے ہوں اور اصلاح اخلاق کا نبوی طور طریقہ جانتے ہوں۔ تاکہ وہ اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کو انجام دے سکیں۔ اے کاش ہمیں ایسے نوجوان مل جائیں جن کی شخصیت کامل ومکمل ہو، ان کا باطن ٹھیک ہو، ان کے اخلاق بلند ہوں اور ان کے نفوس نفسیاتی بیماریوں سے پاک ہوں۔

ہاں اگر مصلحین کرام اس کے لئے کوشش کریں اور مربی حضرات اپنی ذمہ داریاں کو پوری کریں، تو ایسے نوجوانوں کا ملنا کچھ بھی دشوار نہیں۔ وماذالک علی اللہ بعزیز۔

(تربیۃ الاولاد ص۳۵۶ ج۱۔ ترجمہ ص۳۵۹ ج۱)

۶۔ غفلت ولاابالی پن[1]۔

یہ مرض بھی نہایت خطرناک ہے۔ جس میں ہمارے بچے اور نوجوان بکثرت مبتلا ہیں۔ لہٰذا والدین کے لئے لازم ہے کہ اس کی اصلاح کی بچپن ہی سے فکر کریں۔ اس لئے کہ جو لوگ بھی ظاہری و باطنی کمالات سے محروم رہتے ہیں، اس کی بنیادی وجہ یہی غفلت ولاپرواہی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ○ یعنی غفلت شعاروں میں سے نہ ہو۔

(الاعراف ۲۰۵)

---

[1] اس مرض کے متعلق مصنف نے لکھا ہے کہ ان شاء اللہ آئندہ ایڈیشنوں میں لکھا جائے گا۔ چونکہ اس حقیر کو اس کے بعد کے ایڈیشن دستیاب نہ ہو سکے کہ معلوم ہو تا کہ مصنف رحمہ اللہ نے اس کے متعلق لکھا یا نہیں، اور لکھا تو وہ اس زمانے میں حالت پر لکھے ہیں۔ اس لئے اس حقیر نے اپنی سمجھ کے مطابق آسان لکھ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (طارق)

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسل سے پناہ مانگی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ۔ — اے اللہ! میں تیری پناہ پکڑتا ہوں کاہلی سے اور معمر بڑھاپے سے۔

نیز ایک دوسرے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ۔ — یعنی مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔

اس لئے کہ مومن زیرک اور سمجھدار ہوتا ہے۔ ہر معاملہ میں غور و فکر کرتا ہے۔ ایک مرتبہ غلطی ہو جائے تو خیر، مگر دوبارہ وہی غلطی عموماً اس سے سرزد نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ مومن کی شان یہ نہیں ہے کہ بار بار اسے ٹھوکر لگتی جائے اور وہ آنکھ بند کئے آگے بڑھتا چلا جائے اور یہ نہ دیکھے کہ آخر یہ ٹھوکر کیوں اور کس سے لگی ہے۔ اور اگر ٹھوکر لگنے کے بعد بھی اس کی آنکھ نہ کھلے اور وہ ہوشیار نہ ہو تو یقیناً یہ غفلت اور لاابالی پن ہے جو شعار ایمان سے جوڑ نہیں کھاتا اور نہ ہی یہ خصلت مومن کو زیب دیتی ہے۔ اس لئے کہ مومن زیرکی، بیداری اور احتیاط جیسی صفات سے متصف ہوتا ہے، نہ کہ غفلت، سستی اور لاابالی پن سے۔

اسی لئے حضرت امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میں ایسے بطال آدمی کو دیکھنا پسند نہیں کرتا جو نہ تو دنیا کے کام میں لگا ہو اور نہ ہی آخرت کے کام میں بلکہ بیکار اپنا وقت ضائع کر رہا ہو۔ (السیر الہذب) (منقول از منکرات علامت ص ۱۱۴)

لہٰذا اس کا علاج یہ ہے کہ والدین اور مربی حضرات بچوں کے سامنے اس کی مذمت و قباحت کو بیان کرتے رہیں اور ان کو بچپن ہی سے چستی اور ہر کام میں مستعدی کی تعلیم دیں تاکہ خود اپنی ذات ہی نہیں بلکہ ساری امت کیلئے کارآمد ثابت ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

فصل سادس

اجتماعی و معاشرتی تربیت کی ذمہ داری

اجتماعی و معاشرتی تربیت کا مقصد یہ ہے کہ بچے کو شروع سے ہی ایسے اعلیٰ معاشرتی آداب اور عظیم نفسیاتی اصول کا عادی بنا دیا جائے جو ہمیشہ زندہ جاوید رہنے والا اسلامی عقیدے اور گہرے ایمانی شعور سے پھوٹ کر نکلتے ہیں۔ تاکہ بچہ معاشرے میں حسن معاملہ، حسن ادب، سنجیدگی اور پختگی عقل اور اچھے تصرفات، غرضیکہ ہر حیثیت سے ایک بہترین مثالی فرد بنے۔ پس یہ والدین اور تربیت کرنے والوں کی نہایت اہم ذمہ داری ہے۔ کیونکہ یہ ہر اس تربیت کا نچوڑ ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ چاہے وہ تربیت ایمانی و اخلاقی ہو، یا نفسیاتی۔

تجربہ سے یہ بات یقیناً ثابت ہے کہ معاشرہ کی سلامتی اور اس کی عمارت کی پختگی، معاشرہ کے افراد کی سلامتی اور ان کی عمدہ تربیت ہی سے وابستہ ہے۔ اس لئے اسلام نے اولاد کے اخلاق و کردار کی تربیت کا بہت اہتمام کیا ہے۔ لہذا تربیت کرنے والوں کو چاہئے کہ وہ بچوں کی تربیت میں محنت اور جدوجہد کریں۔ تاکہ صحیح طور سے اپنے معاشرتی تربیت کی ذمہ داری پوری کر سکیں۔ اور ایسے بہترین اسلامی معاشرہ کی تعمیر کر سکیں، جس کی بنیاد ایمان، اخلاق اور اسلامی اقدار پر ہو۔

وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

میری نظر میں اس بہترین معاشرہ کی تربیت کے وسائل چار امور میں منحصر ہیں۔

۱۔ بہترین نفسیاتی اصول کی تخم ریزی۔

۲۔ دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنا۔

۳۔ عمومی معاشرتی آداب کا خیال رکھنا۔

۴۔ دیکھ بھال اور معاشرہ کا محاسبہ۔

اب ان کی قدرے تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔

اولاً نفسیاتی اصول کی تخم ریزی۔

اسلام جن نفسیاتی اصولوں کو لوگوں میں راسخ کرنا چاہتا ہے ان میں اہم درج ذیل ہیں:۔

۱۔ تقویٰ:۔

یہ اس ایمانی شعور کا لازمی نتیجہ اور طبعی ثمرہ ہے جو اللہ کے حاضر و ناظر ہونے کے خیال اور اس کے خوف و خشیت، اس کے عذاب و ناراضگی کے ڈر، اس کے عفو و درگزر اور ثواب کی امید کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے بہت سی آیات بینات کے ذریعہ نہایت اہتمام سے تقوے کی فضیلت کا ذکر کیا ہے اور اس کا حکم دیا ہے اور اس پر بار بار ابھارا ہے۔

چنانچہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین تقویٰ کا بہت اہتمام فرماتے تھے اور اس کو اپنے اندر پیدا کرنے کی فکر و سعی کرتے تھے۔ اور اس کے بارے میں ایک دوسرے سے سوال کرتے تھے۔

چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے

تقویٰ کے متعلق سوال کیا۔ تو انھوں نے فرمایا کہ کیا آپ کبھی کانٹے والے راستے میں نہیں چلے ہیں؟ انھوں نے کہا کیوں نہیں۔ انھوں نے پوچھا کہ آپ کیا کرتے تھے؟ انھوں نے کہا خوب کوشش اور محنت کرتا تھا (تاکہ کوئی کانٹا نہ چبھے) انھوں نے کہا یہی تقویٰ ہے۔

یہ تقویٰ دراصل تمام معاشرتی فضائل و کمالات کا چشمہ ہے اور مفاسد و شرور اور گناہوں اور برائیوں سے بچنے کا منفرد راستہ ہے۔ بلکہ افراد امت میں اصلاح معاشرہ کے بارے میں کامل شعور و احساس پیدا کرنے کا پہلا ذریعہ و سبب ہے۔

تقویٰ کے سلسلہ میں اکابر کے چند واقعات :۔

الف : حضرت یونس بن عبید کے پاس مختلف قیمت کے جوڑے اور پوشاکیں تھیں۔ ان میں سے بعض ایسی اقسام کے بھی تھے جن میں سے ہر پوشاک کی قیمت چار سو درہم تھی اور بعض کی دو سو درہم۔ وہ نماز کے لئے چلے گئے اور اپنے بھتیجے کو مکان پر چھوڑ گئے۔ اسی اثناء میں ایک اعرابی شخص آیا اور اس نے چار سو درہم کا ایک جوڑا مانگا تو اس نے دو سو درہم والے جوڑے کو اس کے سامنے پیش کر دیا۔ اعرابی کو وہ جوڑا پسند آ گیا لہٰذا اس نے اسے چار سو درہم میں خرید لیا اور اس کو لے کر چل دیا۔ راستہ میں اسے حضرت یونس ؒ مل گئے اور انھوں نے اپنے جوڑے کو پہچان لیا اور اس اعرابی سے پوچھا کہ تم نے یہ کتنے میں خریدا ہے؟ اس نے کہا چار سو درہم میں! یونس ؒ نے اس سے کہا۔ یہ تو دو سو سے زیادہ کا نہیں ہے اس لئے تم واپس چلو اور اس کو واپس کر دو۔ اس اعرابی نے کہا یہ تو ہمارے علاقے میں پانچ سو کا ہے اور میں نے اسے خوشی سے خریدا ہے۔ یونس ؒ نے اس سے

کہا تم میرے ساتھ چلو۔ اس لئے کہ نصیحت و خیر خواہی دین اسلام میں دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ پس اس کو دوکان واپس لے گئے۔ اور دو سو درہم واپس کر دیئے اور قیمت سے زیادہ پیسے لینے پر اپنے بھتیجے کو سخت تنبیہ کی۔

ب ؛ حضرت عبداللہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ مکہ کے ارادے سے نکلا۔ راستہ میں ہم آرام کرنے کے لئے لیٹے تو پہاڑ سے ایک چرواہا اترا۔ انھوں نے اس سے کہا چرواہے! ان دُنبوں میں سے ایک دُنبہ میرے ہاتھ بیچ دو۔ اس نے کہا میں تو غلام ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا امتحان لینے کے لئے کہا کہ تم اپنے آقا سے یہ کہہ دینا کہ اسے بھیڑیا کھا گیا۔ چرواہے نے کہا کہ پھر اللہ تعالےٰ کہاں چلے جائیں گے؟ (یعنی اللہ تعالےٰ تو دیکھ رہے ہیں۔) یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ پھر اس غلام کے ساتھ گئے اور اس کے آقا سے اسے خرید کر آزاد کر دیا۔ اور فرمایا تمھیں اس ایک بات نے دنیا میں غلامی سے آزادی دلائی۔ اور مجھے امید ہے کہ یہ تمھیں آخرت میں بھی آگ سے نجات دلائے گی۔

ج - اور ماں بیٹی کا وہ قصہ تو اکثر حضرات جانتے ہی ہوں گے کہ ماں یہ چاہتی تھی کہ بیٹی دودھ میں پانی ملا دے تاکہ آمدنی زیادہ ہو۔ اور بیٹی اسے یہ یاد دلا رہی تھی کہ امیر المومنین نے اس سے منع کیا ہے۔ ماں کہتی ہے امیر المومنین کہاں دیکھ رہے ہیں۔ اس کا جواب بیٹی کیا خوب دے رہی ہے کہ امیر المومنین نہیں دیکھ رہے ہیں تو امیر المومنین کا رب تو ہمیں دیکھ رہا ہے۔

اس لئے ہمیں چاہیے کہ تقویٰ اور اللہ تعالےٰ کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کے یقین کو اپنے بچوں میں شروع ہی سے پیدا کریں، تاکہ بڑے ہونے پر اس کے ثمرات

نمودار ہوں۔ (ترجمہ ص۳۶۳) (تربیۃ الاولاد ج ۱ ص۳۶۲)

۲۔ اخوّت :-

اخوّت (بھائی چارگی) ایک ایسا نفسیاتی رابطہ و تعلق ہے جو ہر اُس شخص کے ساتھ جس کا تقویٰ اور ایمان کی بنیاد پر رابطہ ہے، محبت و احترام کا گہرا شعور پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (الحجرات ۱۰) مسلمان تو سب بھائی ہیں۔

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اسے دشمن کے سپرد کرتا ہے، اور نہ اسے رسوا کرتا ہے اور نہ اس کی تحقیر کرتا ہے۔ انسان کے برا ہونے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تذلیل و تحقیر کرے۔ مسلمان پورا کا پورا مسلمان پر حرام ہے۔ اس کا خون بھی، اس کا مال بھی اور اس کی عزت و آبرو بھی (تین مرتبہ فرمایا) تقوےٰ اس جگہ ہے۔ اور اپنے سینۂ مبارک کی طرف اشارہ فرمایا۔ (مسلم)

نیز ارشاد فرمایا۔

لا یؤمن احد کم حتیٰ یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ۔ (بخاری، مسلم)

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے وہ چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

نیز ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا کہ ایمان والوں کی آپس میں محبت، الفت اور رحمدلی کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ایک جسم میں کسی عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو تمام جسم اس کے ساتھ جاگتے اور بخار میں شریک ہو جاتا ہے۔ (مسلم)

نیز فرمایا کہ اللہ تعالےٰ قیامت کے روز ارشاد فرمائیں گے کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو میرے جلال کی وجہ سے باہم محبت کرتے تھے، آج میں ان کو اپنے سایۂ رحمت میں رکھوں گا۔ جبکہ میرے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہیں۔ (مسلم)

چنانچہ اس اخوت کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی معاشرہ کے افراد نے آپس میں غمخواری، ایثار، باہمی تعاون اور ہمدردی کا ایسا نمونہ پیش کیا جو تاریخ انسانی میں بہترین سلوک اور عمدہ برتاؤ شمار ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم اس کے چند نمونے پیش کر رہے ہیں۔

الف : امام حاکم روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس اسّی ہزار درہم بھیجے۔ حضرت عائشہؓ روزے سے تھیں اور انھوں نے پرانے کپڑے پہن رکھے تھے۔ جب یہ کثیر رقم ان کو ملی تو انھوں نے فوراً فقراء و مساکین میں اسے تقسیم کر دیا۔ اور اپنے لئے اس میں سے کچھ بھی نہ روکا۔ اس پر ان کی خادمہ نے عرض کیا کہ اے اُم المومنین آپ نے اتنا بھی نہیں کیا کہ ہمارے لئے ایک درہم کا گوشت ہی خرید لیتیں اور خود بھی اس سے افطار کر لیتیں۔ تو انھوں نے فرمایا بیٹی! اگر تم مجھے پہلے یاد دلا دیتیں تو میں ایسا کر لیتی۔ (مستدرک)

ب : امام طبرانی اپنی کتاب "معجم کبیر" میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب نے چار سو دینار[1] ایک تھیلی میں ڈالے اور اپنے غلام سے کہا کہ اسے حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کے پاس لے جاؤ۔ اور پھر کچھ دیر ان کے گھر ہی میں کسی کام میں لگ جانا تاکہ تمھیں یہ معلوم ہو جائے کہ وہ ان دیناروں کو کیا کرتے ہیں؟۔ چنانچہ غلام وہ

---

[1] دینار سونے کا سکہ ہوتا ہے جس کا وزن ایک مثقال (تقریباً ۴ گرام) ہوتا ہے۔

دینار ان کے پاس لے گیا اور عرض کیا کہ امیر المومنین نے فرمایا ہے کہ ان کو اپنی ضروریات میں صرف کریں۔ حضرت ابو عبیدہ رضؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کو اس کا اچھا بدلہ دے اور ان پر رحم کرے۔ اور پھر فرمایا اے لڑکی آجاؤ اور یہ سات فلاں کو دے آؤ، یہ پانچ فلاں کو اور یہ پانچ فلاں کو۔ حتیٰ کہ وہ سارے دینار خرچ کر ڈالے۔ وہ غلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے سارا قصہ ان کو سنا ڈالا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اتنے ہی دینار حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے لئے تیار کر رکھے تھے۔ چنانچہ انھوں نے فرمایا کہ ان کو حضرت معاذ (رضی اللہ عنہ) کے پاس لے جاؤ۔ اور وہیں ان کے گھر کسی کام میں لگ جانا تاکہ تمھیں معلوم ہو جائے کہ انھوں نے ان دیناروں کو کیا کیا؟

چنانچہ وہ غلام رقم لے کر ان کے پاس گیا اور کہا امیر المومنین یہ فرماتے ہیں کہ انھیں اپنی ضروریات میں خرچ کیجئے! انھوں نے فرمایا، اللہ تعالیٰ حضرت عمر پر رحم کرے اور ان کو اچھا بدلہ دے۔ اے لڑکی فلاں گھر والوں کے پاس اتنے دینار لے جاؤ اور فلاں کے یہاں اتنے۔ چنانچہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ نے جھانک کر کہا بخدا ہم بھی تو غریب و مسکین ہیں ہمیں بھی دے دیجئے۔ اس وقت تھیلی میں صرف دو دینار بچے تھے۔ چنانچہ انھوں نے وہ ان کی طرف پھینک دیئے۔ غلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس واپس گیا اور انھیں پورا قصہ سنا دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا یہ سب ایک دوسرے کے بھائی ہی ہیں۔

مؤلف رحمہ اللہ اخیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الأدب المفرد" میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہم پر ایک ایسا زمانہ بھی آیا ہے کہ کوئی شخص بھی اپنے کو درہم اور دینار (روپے پیسے) کا اپنے

مسلمان بھائی سے زیادہ حقدار نہ سمجھتا تھا۔ لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنی اولاد کو اخوت ومحبت کی فضا میں پروان چڑھائیں تاکہ ہمدردی وغمخواری کا معاشرہ وجود میں آئے اور دنیا سکون کی سانس لے۔ وباللہ التوفیق۔

۲۔ رحمت :۔

رحم نام ہے قلب کے نرم ہونے اور ضمیر کے حساس ہونے اور دوسروں کے درد وغم میں شریک ہونے اور ان پر رحم کھانے اور ان کے غموں اور تکالیف میں آنسو بہانے کا۔ رحم ہی ایسا مادہ ہے جو مومن کو اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ وہ عام لوگوں کی ایذارسانی سے دور رہے۔ اور ان کے لئے خیر وبھلائی اور سلامتی کا طالب ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض کے بعض پر رحم کرنے کو اللہ تعالیٰ کے ان پر رحم کرنے کا ذریعہ وسبب قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

الرّاحمون یرحمھم الرّحمٰن	رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے
ارحموامن فی الارض یرحمکم من فی السماء۔ (ترمذی)	تم زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم کرے گا۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔

لن تومنوا حتی ترحموا	تم لوگ اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتے جب تک رحم نہ کرو

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ! ہم میں سے ہر شخص رحم کھاتا ہے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ اس سے وہ رحم مراد نہیں جو تم سے ہر شخص اپنے دوسرے ساتھی کے ساتھ کرتا ہے۔ بلکہ اس سے مراد سب پر رحم کرنا ہے۔ یعنی اس

سے وہ رحم مراد ہے جو انسان سے تجاوز کر کے حیوانوں تک کو شامل ہے۔

اسلامی معاشرے میں رحم و شفقت کے چند نمونے:۔

الف : مورخین لکھتے ہیں کہ جن دنوں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مصر کو فتح کیا تو ان کے خیمہ میں ایک کبوتری آگئی اور اس نے اوپر کے حصہ میں اپنا گھونسلہ بنالیا اور جب حضرت عمرو رضی اللہ عنہ وہاں سے کوچ کرنے لگے تو ان کی نظر اس پر پڑی اور انھوں نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ خیمہ اکھاڑ کر اسے بے گھر کیا جائے۔ لہٰذا انھوں نے خیمہ کو اسی حالت پر چھوڑ دیا۔ اور بعد میں اس کے ارد گرد اور بہت سے مکانات بن گئے' اور اس جگہ کا نام ہی مدینہ فسطاط (یعنی خیموں کا شہر) پڑ گیا۔

ب : حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ زمانۂ جاہلیت میں سخت گیری میں مشہور تھے لیکن جب اسلام نے ان کے دل میں رحم کے چشمے بہا دیئے تو پھر وہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے اپنے آپ کو اس کا بھی ذمہ دار سمجھتے تھے کہ عراق کے ایک دور دراز علاقے میں ایک خچر اس لئے ٹھوکر کھا گیا تھا کہ انھوں نے اس کے لئے پختہ راستہ نہیں بنایا تھا۔

ج : حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے لشکر کو رخصت کرتے ہوئے یہ وصیت فرماتے ہیں: یاد رکھو کسی عورت اور بوڑھے اور بچے کو قتل نہ کرنا اور نہ کسی کھجور کے درخت کو اکھاڑنا اور نہ کسی پھل دار درخت کو کاٹنا۔ اور تم ایسے لوگوں کو پاؤ گے جنھوں نے گرجا گھروں اور صومعوں کو لازم پکڑ لیا ہے، لہٰذا ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دینا۔

اس کے بعد مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

بلا شبہ یہ اوقات اور مدرسے، اسکول واسپتال، بلکہ خیر وبھلائی کے جملہ امور سب کے سب محبت کے ہی آثار اور رحم کے ہی ثمرات ہیں جو اللہ تعالےٰ نے رحمدل مومنوں کے دلوں اور نیک مسلمانوں کے نفوس میں ودیعت کر رکھے ہیں۔ جن سے تاریخ کے اوراق وصفحات میں ہماری ترقی وتمدن کے قابل فخر کارنامے درج ہیں۔

اس لئے رحمدلی کے ان عظیم حقائق کی ہمیں اپنی اولاد کو تعلیم دینی چاہیئے اور یہ چیزیں ان کی گھٹی میں پیوست کرنی چاہیئے۔

۴۔ ایثار۔

یہ ایک نفسیاتی شعور واحساس ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنے ذاتی منافع ومصالح پر دوسروں کو ترجیح دینے لگتا ہے۔

ایثار ایک نہایت شاندار خصلت ہے۔ پس اگر اس کا مقصد اللہ تعالےٰ کی رضا ہو تو یہ ایمان کی صداقت اور باطن کی صفائی کے اصولوں میں سب سے پہلی اصل ہے۔ اور ساتھ ہی یہ اجتماعی ومعاشرتی امداد باہمی کے ستونوں میں بڑا ستون ہے۔ اور بنی نوع انسان کے لئے خیر وبھلائی کا سب سے قوی ذریعہ ہے۔

قرآن کریم نے اسلامی معاشرہ کی عظیم اکثریت یعنی انصار کی اخوت، مواسات اور ایثار کی عظیم صورتیں محفوظ کی ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ	اور ان لوگوں کا (بھی حق ہے) جو دار الاسلام
وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ	(یعنی مدینہ منورہ) اور ایمان میں ان مہاجرین
يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ	کے آنے کے قبل سے قرار پکڑے ہوئے ہیں۔
اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ	جو ان کے پاس ہجرت کرکے آتا ہے اس سے

فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً	محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے
مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ	اس سے یہ اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں
عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ	پاتے. اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگر چہ
بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ	ان پر فاقہ ہی ہو۔ اور جو شخص اپنی طبیعت
يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ	کے بخل سے محفوظ رکھا جاوے. ایسے ہی
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝	لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

(الحشر ۹)

پس یہ اختیاری ایثار اور اجتماعی رحمدلی جو انصار کے اخلاق میں نمایاں تھی، اس کی مثال انسانی تاریخ میں اور پچھلی امتوں کے حالات و واقعات میں نہیں مل سکتی۔

ایثار کے مظاہر کی چند مثالیں۔

الف: امام غزالی اپنی کتاب "احیاء العلوم" میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رض میں سے ایک صحابی رض کے پاس دُنبے کی سری ہدیۃً بھیجی گئی۔ انھوں نے کہا کہ فلاں شخص مجھ سے بھی زیادہ حاجتمند ہے لہذا انھوں نے وہ سری ان کے پاس بھیج دی۔ اور اسی طرح ہر ایک دوسرے کے پاس بھیجتا رہا۔ یہاں تک کہ گھوم پھر کر سات آدمیوں کے بعد وہ سری پھر اس پہلے شخص کے پاس پہنچ گئی۔

ب: ام المومنین حضرت زینب بنت جحش الاسدیہ رضی اللہ تعالے عنہا

کا ایثار و غمخواری کی وجہ سے اُم المساکین لقب پڑگیا تھا۔ اور ابھی کچھ صفحات پہلے ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ روایت کر چکے ہیں کہ انھوں نے اسی ہزار درہم فقراء اور مساکین پر خرچ کر ڈالے اور اپنے افطار کے لئے ایک درہم بھی نہ بچایا۔

لہذا قربانی اور ایثار کے یہ جذبات ہمیں اپنے بچوں میں پیدا کرنا چاہیے، اور شروع ہی سے انھیں ان باتوں کی تربیت دینی چاہیے۔ (ترجمہ ص۲۷)

۵ - عفو و درگذر۔

یہ ایک شاندار نفسیاتی شعور ہے جس کی وجہ سے انسان دوسروں سے تسامح اور اپنے حق سے دست برداری کرتا ہے۔ اگرچہ زیادتی کرنے والا صریح ظلم و جور ہی کیوں نہ کر رہا ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ زیادتی دین اور اسلام کے شعائر پر نہ ہو رہی ہو۔ ورنہ معاف کرنا ذلت و رسوائی کے مرادف ہوگا۔

ف : اس حقیقت کو خوب سمجھ لیا جائے کہ دینی معاملہ میں عفو و درگذر کرنا اخلاق نہیں بلکہ دین پر ظلم اور کھلی بداخلاقی ہے۔ (ق)

عفو و درگذر کی فضیلت میں بہت سی آیات و احادیث ہیں۔ جن میں سے بعض یہ ہیں۔

وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (آل عمران ۱۳۴)

اور غصہ کو پی جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کو محبوب رکھتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں:۔

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ (الاعراف ۱۹۹)

درگذر کی عادت کیجئے اور نیک کام کرنے کا حکم کیجئے اور جاہلوں سے کنارہ کیجئے۔

اور یہ بات بالکل بدیہی ہے کہ جب مومن کی طبیعت حلم، عفو و درگذر اور چشم پوشی جیسے اخلاق سے آراستہ ہوگی، تو وہ مومن بلند ظرفی، عالی اخلاق، تسامح اچھے برتاؤ اور حسن معاشرت میں ایک قابل تقلید نمونہ ہوگا۔ بلکہ وہ طہارت، باطن کی صفائی اور شرافت کے اعتبار سے زمین پر چلنے والے فرشتے کے مانند ہوگا۔

عفو و درگذر اور حلم و بردباری کے چند واقعات

الف : عبداللہ بن طاہر کہتے ہیں کہ میں ایک روز خلیفہ مامون رشید کے پاس موجود تھا۔ انھوں نے اپنے خادم کو "اے لڑکے" کہہ کر آواز دی۔ لیکن کسی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ تو انھوں نے دوبارہ آواز دی اور زور سے چیخے "اے لڑکے" تو ایک ترکی غلام یہ کہتا ہوا داخل ہوا کہ کیا غلام کو کھانے پینے کا بھی حق نہیں ہے؟ ہم جب بھی آپ کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو آپ "اے غلام، اے غلام" کہہ کر چلانے لگتے ہیں۔ آخر اس طرح آپ کب تک پکارتے رہیں گے؟ یہ سن کر خلیفہ مامون کافی دیر تک گردن جھکائے بیٹھے رہے۔ مجھے یقین تھا کہ وہ مجھے اسکی گردن اُڑانے کا حکم دیں گے۔ پھر انھوں نے میری طرف دیکھا اور کہا اے عبداللہ! اگر انسان کے اخلاق اچھے ہوں تو اس کے خادموں کے اخلاق خراب ہو جاتے ہیں۔ اور ہم یہ نہیں کرسکتے کہ اپنے خادموں کے اخلاق درست رکھنے کے لئے اپنے اخلاق خراب کرلیں۔

ب : منقول ہے کہ حضرت زین العابدین بن الحسین رضی اللہ عنہما نے اپنے ایک غلام کو طلب کیا اور دو مرتبہ اسے آواز دی۔ لیکن اس نے لبیک نہ کہا تو حضرت زین العابدین نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نے میری آواز نہیں سنی؟

اس نے کہا کیوں نہیں! میں نے آپ کی آواز سنی تھی۔ انھوں نے پوچھا، پھر تم نے میری آواز پر لبیک کیوں نہیں کہا؟ اس نے کہا، اس لئے کہ مجھے آپ سے کوئی خوف نہیں ہے اور مجھے آپ کے عمدہ اخلاق کا علم ہے۔ اس لئے میں نے سستی کی۔ انھوں نے کہا، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میرا غلام مجھ سے امن میں ہے۔

چند اور واقعات لکھنے کے بعد مصنف رح یوں رقمطراز ہیں:۔

امام طبرانی رح حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتلادوں جس سے اللہ تعالیٰ انسان کو عزت و شرافت عطا فرماتے اور درجات کو بلند کرتے ہیں؟ صحابہ رض نے عرض کیا، جی ہاں اے اللہ کے رسول ضرور بتلائیے! آپ نے ارشاد فرمایا، جو شخص تمہارے ساتھ جہالت کا سلوک کرے اس کے ساتھ بردباری سے پیش آؤ، اور جو تم پر ظلم کرے، تم اس سے درگذر کرو۔ اور جو تمہیں محروم رکھے، تم اسے دو۔ اور جو تمہارے ساتھ قطع رحمی کرے، تم اس کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔

(طبرانی)

لہذا اپنے بچوں کی نشو و نما ہمیں حلم و چشم پوشی اور عفو و درگذر کے اوصاف پر کرنا چاہیئے تاکہ عزت و شرف سے بہرہ ور ہوں اور امت کیلئے خیر کا سبب بنیں۔

(تربیت الاولاد ص ۳۴۳، ترجمہ ص ۳۰۴ ج ۱)

۶۔ جرأت و بہادری:۔

یہ ایک ایسی عمدہ نفسیاتی قوت ہے جسے مومن ایک اللہ پر ایمان لانے اور قضاء و قدر کی تصدیق کرنے کے ذریعہ حاصل کرتا ہے۔ لہذا جس مومن کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر جتنا ایمان ہوگا اتنا ہی حصہ جرأت و شجاعت اور کلمۂ حق کے اظہار کے

سلسلہ میں ہوگا۔

یہ صفت ہمیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ قوی الایمان تھے بالکل نمایاں معلوم ہوتی ہے چنانچہ مختلف مواقع میں ان کا ایمان اتنی زبردست شکل میں ظاہر ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے طاقتور اور سخت آدمی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے۔

"بخدا اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کے ساتھ اس پوری امت کے ایمان کا وزن کیا جائے تو حضرت ابوبکرؓ کا ایمان بھاری ہوگا۔"

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے روز جب کہ صحابہؓ پر بے خودی طاری ہوگئی اور ان کے ہوش وحواس گم ہوگئے۔ حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، جو شخص یہ کہے گا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما گئے، میں اپنی تلوار سے اس کی گردن اُڑا دوں گا۔ اس موقع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر بلند آواز سے فرمایا:۔

مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللهَ فَإِنَّ اللهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ۔

جو شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عبادت کرتا رہا ہو، اسے معلوم ہونا چاہئے کہ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات ہوگئی اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہا ہو تو سن لے اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیشہ رہنے والی ہے، اسے کبھی موت نہ آئے گی۔

پھر اللہ تعالیٰ کا مندرجہ ذیل ارشاد تلاوت فرمایا:۔

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ — اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رسول ہی تو ہیں

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ۚ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ○ (آل عمران ۱۴۴)	آپ سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ سو اگر آپ کا انتقال ہو جاوے یا آپ شہید ہو جائیں تو کیا تم لوگ اُلٹے پھر جاؤ گے؟ اور جو شخص اُلٹا پھر جاوے گا تو اللہ تعالیٰ کا کوئی نقصان نہ کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ حق شناس لوگوں کو جلد ہی جزا دے گا۔

اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وہ شاندار موقف قابل ذکر ہے جب مسلمانوں کو حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اس لشکر کی روانگی میں کافی تردد ہونے لگا جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض وفات کے آخری ایام میں شام کی طرف بھیجنے کی تیاری مکمل فرما چکے تھے۔ چنانچہ اس نازک صورتحال میں مسلمانوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس لشکر کو روک دینے کی درخواست کر دی۔ کیونکہ اسلام اور مسلمانوں کا مستقبل شرور وفتن سے بھرپور نظر آرہا تھا۔ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ دیہاتوں میں پھیلے ہوئے دور دراز کے عرب قبائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سن کر کیا کر بیٹھیں۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس نازک ترین وقت میں غیر معمولی دانشمندی اور عزم وحوصلہ سے انھیں جواب دیتے ہوئے یہ فرمایا۔

"قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں ابوبکر کی جان ہے۔ اگر مجھے اس بات کا یقین ہو جائے کہ درندے مجھے اُچک لیں گے تب بھی میں اسامہؓ کے لشکر کو

اسی طرح بھیج کر چین سے بیٹھوں گا جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تھا میں اس گرہ کو کھولنے کی طاقت نہیں رکھتا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے لگائی ہو، اگرچہ اس کو نافذ کرنے میں میرے علاوہ مدینہ میں کوئی بھی باقی نہ رہ جائے تب بھی میں اس حکم کو نافذ کر کے رہوں گا۔"

اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وہ عظیم الشان موقف بھی قابلِ رشک ہے جو انھوں نے فتنۂ ارتداد کے وقت مانعین زکوٰۃ کے مقابلہ میں اپنایا تھا جس وقت جاہلی عصبیتوں نے شیطانی سینگوں کی طرح سر اٹھانا شروع کر دیا تھا۔ اور اس وقت مسلمانوں کی حالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بقول حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خوف وہراس کی وجہ سے کسی بھیگی بکری جیسی ہوگئی تھی جو برسات کی رات میں خوب بھیگ گئی ہو۔ حتیٰ کہ بعض مسلمانوں نے حضرت ابوبکرؓ سے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اے امیر المومنین! آپ سارے عرب قبائل سے کیسے جنگ کر سکتے ہیں؟ اتنی طاقت وقوت آپ کے پاس نہیں ہے۔ اس لئے گھر میں بیٹھ کر دروازہ بند کر لیجیے وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ اور آپ اللہ کی عبادت کرتے رہیے تاآنکہ موت آجائے۔

لیکن یہ مرد مومن خوف وخشیت کا مجسم، آہ وبکا کا پیکر جو باد نسیم کی طرح صاف شفاف، ریشم کی طرح نرم ونازک تھا، جس کا دل ماں کے دل کی طرح محبت وشفقت سے لبریز تھا، تھوڑی ہی دیر میں بحر زخار کی طرح ایک انقلابی مرد بن جاتا ہے۔ اور شیر کی طرح دھاڑتے ہوئے اس نازک گھڑی میں یہ کہتا ہے:۔

کیا تم اے عمرؓ جاہلیت میں نہایت دلیر تھے اور اسلام میں بزدل ہوگئے ہو؟۔ وحیٔ الٰہی منقطع ہو چکی ہے اور دین اسلام مکمل ہو چکا ہے یہ اور فرمایا

اینقص[1] الدین وانا حی (کیا دین میں قطع و برید ہوگی اور میں زندہ رہوں گا، یعنی میرے جیتے جی یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔) خدا کی قسم اگر یہ لوگ ایک اونٹ باندھنے کی رسی بھی جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دیا کرتے تھے اس کی ادائگی سے باز آئیں گے تو میں ان سے قتال کروں گا۔ اور سن لو، خدا کی قسم! جب تک میرے ہاتھ میں تلوار رہے گی میں قتل و قتال سے باز نہ آؤں گا۔

اس ایمانی تقریر و جذبہ کو دیکھ و سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ کہے بغیر نہ رہ سکے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قتال کے سلسلہ میں شرح صدر فرمایا ہے اور مجھے بخوبی اندازہ ہو گیا کہ وہی حق پر ہیں۔

لہٰذا از روئے حدیث حق کے پیش کرنے کی ہمت و جرأت ایک عظیم جہاد ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ۔ ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا بہترین جہاد ہے۔

---

[1] رابطۃ الادب الاسلامی کی منعقدہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ مورخہ ۱۹ تا ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ مطابق ۲ تا ۱۴ نومبر ۱۹۹۶ء کی آخری نشست میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مد ظلہ نے حضرت سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے اسی ارشاد "اینقص الدین وانا حی (یعنی کیا دین میں میری زندگی میں کوئی قطع و برید ہوگی)" کو نقل فرمایا اور اس کی بے حد اہمیت اور غیر معمولی تاثیر کو نہایت بلیغ انداز میں بیان فرمایا۔ اور شرکائے اجلاس کو مخاطب کرکے فرمایا کہ آپ حضرات "رابطۃ الادب الاسلامی" کے اس اجلاس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہی جملہ لے کے جائیے اور اس کے مطابق اپنا عزم و ارادہ رکھئے کہ ہمارے جیتے جی اس دین کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ چنانچہ شرکائے اجلاس نے اس تقریر کا خاصا اثر لیا۔ اب دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کے اندر جذبۂ صدیقی پیدا فرمائے اور کوئی ایسا صدیق پیدا کرے جو ضلالت کا قلع قمع کرکے ردت و ارتداد کے طوفان کو دور کرے۔

وما ذالک علی اللہ بعزیز۔ (ق ے)

اسی بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ سے عہد لیا کرتے تھے کہ وہ جہاں بھی ہوں حق بات کہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف کی ہے جو اپنے رب کے پیغام کو پہنچاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

جیسا کہ ارشاد ربانی ہے :۔

اَلَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝	یہ سب (پیغمبران گزشتہ) ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچایا کرتے تھے اور (اس باب میں) اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرتے تھے اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ اور اللہ جل شانہ
(الاحزاب ۳۹)	(اعمال کا) حساب لینے کیلئے کافی ہیں۔

اس لئے والدین اور تربیت کرنے والوں خصوصاً ماؤں پر لازم ہے کہ اپنے بچوں میں ایمان وتقویٰ اور اخوت ومحبت کی فضیلت اور رحم وایثار وبردباری کی صفات کو راسخ کریں اور حق کے بارے میں ہمت وجرأت کا عادی بنائیں تاکہ بچے جب جوان ہوں اور اس قابل ہو جائیں کہ زندگی کے سمندر میں گھسیں تو وہ اپنی ذمہ داریوں کو بغیر سستی اور مایوسی کے ادا کرسکیں۔

لہٰذا جو شخص قوم کی تربیت کا ذمہ دار ہے اگر اس کی تربیت ان مذکورہ اصول پر نہ ہوگی تو اس کی مثال اس شخص کی طرح ہوگی جو پانی پر لکھتا ہو، اور راکھ میں پھونک مار رہا ہو، اور بے فائدہ گھاٹی میں چیخ رہا ہو۔ (ظاہر ہے کہ اس سے کسی کو کیا نفع پہنچ سکتا ہے۔

ثانیاً : دوسروں کے حقوق کی پاسبانی :-

وہ اہم معاشرتی حقوق جن کی جانب بچے کی رہنمائی کرنا چاہیے۔ وہ یہ ہیں :-
۱ والدین کا حق ، ۲ رشتہ داروں کا حق ، ۳ پڑوسی کا حق ، ۴ استاد کا حق ، ۵ ساتھی کا حق ، ۶ ہر بڑے کا حق -

۱ - والدین کا حق :-

مربی کا سب سے بڑا اور اہم ترین فریضہ یہ ہے کہ بچے کو والدین کے حقوق اور آداب سکھائے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دے ۔ اس سلسلہ کی آیات و احادیث ملاحظہ فرمائیے !

الف : اللہ تعالیٰ کی رضامندی والدین کی خوشنودی میں پوشیدہ ہے -

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

رضی اللہ فی رضی الوالدین	اللہ تعالیٰ کی رضامندی والدین کی خوشنودی
وسخط اللہ فی سخط الوالدین	میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والدین کی
(سبل السلام)	ناراضگی میں ہے -

ب : والدین کے ساتھ نیکی کرنا جہاد فی سبیل اللہ سے مقدم ہے -

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے - انھوں نے فرمایا کہ ایک صاحب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ۔ کیا میں جہاد میں شرکت کروں ؟ آپ نے ان سے فرمایا ، کیا تمھارے والدین زندہ ہیں ؟ انھوں نے کہا جی ہاں ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ، ان دونوں کی خدمت میں جہاد کرو - یعنی ان کی خدمت کرو -

ج : ان کی وفات کے بعد ان کے لئے دعا کرنا، اور ان کے دوستوں کا اکرام کرنا بھی حسن سلوک میں داخل ہے۔ ارشاد باری تعالےٰ ہے :۔

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝ (الاسراء ۲۴)

اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا۔ اور (ان کیلئے اللہ تم سے) یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار، ان دونوں پر رحمت فرمائیے جیسا کہ انھوں نے مجھ کو بچپن میں پالا، اور پرورش کیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انھوں نے فرمایا۔ آدمی کے مرنے کے بعد اس کا درجہ بڑھا دیا جائے گا تو وہ پوچھے گا اے میرے رب! ایسا کس وجہ سے ہوا ہے؟ اللہ تعالےٰ اس سے فرمائیں گے، اس لئے کہ تمھارے بیٹے نے تمھارے لئے استغفار کیا تھا۔ (الادب المفرد)

نیز حضرت مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ ہم ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپ کے پاس بنو سلمہ کے ایک صاحب آئے اور انھوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا والدین کی وفات کے بعد بھی میرے ذمہ ان کے ساتھ کوئی ایسی نیکی باقی ہے، جسے میں کروں؟ آپ نے فرمایا، ہاں! ان کی نماز جنازہ پڑھنا۔ ان کے لئے استغفار کرنا۔ ان کے عہد کو پورا کرنا۔ انکے دوستوں کا اکرام کرنا۔ ان کے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا۔ جن کے ساتھ صلہ رحمی صرف انکی وجہ سے کی جاتی ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ایک صاحب مکہ کے راستہ میں

ملے تو حضرت عبداللہ رضؓ نے انھیں سلام کیا۔ اور ان کو اپنے ساتھ گدھے پر سوار کر لیا اور ان کو وہ عمامہ دے دیا جو ان کے سر پر بندھا ہوا تھا۔ ابن دینار رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ، ہم نے ان سے کہا، اللہ تعالیٰ آپ کی اصلاح کرے، یہ تو بدّو لوگ ہیں اور یہ لوگ تو ذرا سی چیز پر راضی ہو جاتے ہیں۔ تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ان کے والد میرے والد ماجد عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کے دوست تھے۔ اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بہترین نیکی انسان کا اپنے والدین کے دوست کے ساتھ نیکی کرنا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یہ بھی نیکی ہے کہ تم اپنے والد کے دوست کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ (مجمع الزوائد۔ ترجمہ ص۳۸۳)

ف : اس میں یہ بھی داخل ہے کہ والد کی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرے، اسلئے کہ والد کی رفیقۂ حیات اور دُکھ سُکھ کی شریک ہے۔ اسی طرح اس کو بھی چاہیئے کہ اپنے شوہر کی دوسری بیوی کی اولاد کے ساتھ شفقت و محبت کا معاملہ کرے تاکہ باہم تعلقات خوشگوار رہیں۔ (ق)

د : حسن سلوک میں ماں کو باپ پر فوقیت دینا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! میرے اچھے برتاؤ کا کون زیادہ حقدار ہے؟ آپ نے فرمایا، تمھاری ماں! انھوں نے پوچھا پھر کون؟ آپ نے ارشاد فرمایا، تمھاری ماں! انھوں نے پوچھا، پھر کون؟ آپ نے فرمایا، تمھاری ماں! انھوں نے پھر پوچھا کہ پھر کون زیادہ حقدار ہے؟ تو آپ نے

ارشاد فرمایا، تمھارا باپ!۔

اس حدیث سے ماں کا کتنا بڑا درجہ معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے معلّمین اور تربیت کرنے والوں کو چاہئے کہ بچے کو ماں کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت کو سمجھائیں اور ماں سے نرمی کا برتاؤ کرنے، اس کی دیکھ بھال کرنے اور اس کے حقوق پورا کرنے کی تلقین کریں۔ (ترجمہ صفحہ ۳۸۶)

۷ : والدین کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرنے کے آداب :۔

والدین کے آداب کے سلسلہ میں اللہ تعالٰی کا یہ ارشاد بنیاد و اساس ہے۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝ (الاسراء ۲۳، ۲۴)	تیرے رب نے حکم کر دیا ہے کہ بجز اس (معبود برحق) کے کسی کی عبادت مت کرو۔ اور تم اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو۔ اگر (وہ) تیرے پاس (ہوں اور) ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے (کی عمر) کو پہنچ جائیں، سو ان کو کبھی (ہاں سے) ہوں بھی مت کہنا۔ اور نہ ان کو جھڑکنا۔ اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا۔ اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا۔ اور (ان کیلئے حق تعالٰی سے) یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرمائیے۔ جیسا کہ انھوں نے بچپن کی عمر میں مجھ کو پالا اور پرورش کیا ہے۔

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مبارک ہے:۔

مابر اباہ من — اس شخص نے اپنے والد کے ساتھ نیکی نہیں کی
سدد الیہ الطرف بغضب — جس نے ان کی طرف غضب آلود
(مجمع الزوائد ج ۸) — نگاہوں سے دیکھا۔

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک صاحب آئے۔ ان کے ساتھ ایک بوڑھے آدمی بھی تھے۔ آپ نے ان سے پوچھا یہ تمھارے ساتھ کون ہیں؟ انھوں نے کہا میرے والد ہیں آپ نے ارشاد فرمایا جب والد ہیں تو :-

فلا تمش امامہ ولا تجلس — تم ان کے آگے نہ چلو، اور نہ ان سے پہلے
قبلہ ولا تدعہ باسمہ ولا — بیٹھو، اور نہ ان کو نام لے کر پکارو، اور نہ
تستسب لہ۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۳۷) — ان کو گالی دلانے کا ذریعہ بنو۔

(تربیت الاولاد ج ۱ ص ۳۱۸)

اسلاف کے چند واقعات :-

"عیون الاخبار" کے مصنف رحمہ اللہ نے یہ واقعہ لکھا ہے کہ عمر بن زید سے پوچھا گیا کہ آپ کے بیٹے نے آپ کے ساتھ حسن سلوک کیا؟ تو انھوں نے فرمایا ہاں! میں دن میں کبھی نہیں چلا مگر وہ میرے پیچھے ہوتا ہے۔ اور رات میں وہ میرے آگے چلتا ہے۔ اور وہ اس چھت پر کبھی نہیں چڑھا جس کے نیچے میں بیٹھا رہتا ہوں۔

"عیون الاخبار" میں لکھا ہے کہ خلیفہ مامون رحمہ اللہ فرماتے کہ میں نے فضل بن یحییٰ سے زیادہ کسی کو اپنے والد کے ساتھ حسن سلوک اور نیکی کرتے نہیں دیکھا وہ اپنے والد کے نہایت فرماں بردار و مطیع تھے۔ ان کے والد گرم پانی سے وضو کیا کرتے تھے۔ دونوں باپ بیٹے ایک مرتبہ جیل میں تھے۔ سردی کی ایک رات

میں دربانوں نے ان کو لکڑیاں لے جانے سے روک دیا۔ جب ان کے والد یحییٰ بستر پر دراز ہو گئے تو فضل اس برتن کے پاس گئے جس میں پانی گرم کیا جاتا تھا اور اس کو پانی سے بھرا۔ پھر اسے چراغ کی لو کے قریب کر دیا اور صبح تک اسے ہاتھ میں پکڑے کھڑے رہے۔ یہ نیک کام انھوں نے اس لئے کیا تاکہ ان کے والد گرم پانی سے وضو کر سکیں۔

ف : سبحان اللہ! والدین کی اطاعت و فرماں برداری اور ان کے آرام کے حد درجہ خیال کی انھوں نے کیسی مثال قائم فرمائی۔ اسی لئے تو یہ حضرات اعلیٰ مراتب تک پہنچے۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو ایسی مطیع اولاد عطا فرمائے۔ آمین! (ق)

و : نافرمانی سے ڈرانا :-

نافرمانی میں یہ بھی داخل ہے غصے کے وقت باپ کی طرف تیز نگاہوں سے دیکھے۔ اور نافرمانی میں یہ بھی داخل ہے کہ لڑکا اپنے والد کا تعارف کرانے سے شرمائے خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ لڑکا کسی بڑے منصب و عہدے پر فائز ہو۔

نافرمانی میں یہ بھی داخل ہے کہ لڑکا اپنے ضرورتمند والدین کے نان و نفقہ کا خیال نہ کرے۔ اور سب سے بڑی نافرمانی یہ ہے کہ لڑکا والدین کے کام پر ناک بھوں چڑھائے، اُف کرے اور اس سے تنگدل ہو، اور اپنی آواز ان کی آواز سے اونچی کرے۔ اور انکی توہین کرے۔ اس کی مذمت میں یہ حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کیا میں تمھیں سب سے بڑا گناہ نہ بتلادوں، تین بار آپ نے یہ فرمایا ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول، ضرور بتلائیں! آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا۔ اور والدین کی نافرمانی کرنا۔ اور آپ ٹیک لگائے بیٹھے تھے تو سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا، جھوٹ بات اور جھوٹی گواہی۔ آپ اسے بار بار

دہراتے رہے حتیٰ کہ ہم نے کہا کاش آپ خاموش ہو جاتے اور بار بار کہنے کی زحمت نہ اٹھاتے۔ (بخاری، مسلم)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کبیرہ گناہوں میں سے یہ بھی ہے کہ انسان اپنے والدین کو گالی دے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کی سزا جب تک چاہتے ہیں مؤخر فرماتے رہتے ہیں، سوائے والدین کی نافرمانی کے، کہ اللہ تعالیٰ ان کی نافرمانی کرنے والے کو مرنے سے قبل دنیا ہی میں سزا دیدیتے ہیں۔ (حاکم)

والدین اور اساتذہ کے آداب :۔

۱۔ والدین کے ہر حکم کی اطاعت کرنا، سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا سبب ہو۔

۲۔ ان سے نرمی واحترام سے خطاب کرنا

۳۔ ان کی عزت وشہرت، نام ونمود اور شرافت ومال کی حفاظت کرنا۔

۴۔ تمام امور میں ان سے مشورہ کرنا۔

۵۔ ان کے لئے کثرت سے دعا واستغفار کرنا

۶۔ اگر ان کا کوئی مہمان آجائے تو دروازے کے قریب بیٹھنا اور ان کی نظر کا خیال رکھنا۔ تاکہ اگر وہ کسی چیز کا چپکے سے حکم دیں تو اسے بجالاسکے۔

ف : سبحان اللہ! کیا خوب ادب لکھا ہے جو انتہائی تجربہ پر مبنی ہے اس لئے کہ بعض دفعہ لڑکے کے موجود نہ رہنے سے باپ کو انتہائی ضیق وکلفت ہوتی

ہے جبکہ وہ جہاں کے ساتھ بیٹھا ہوتا ہے۔ (ق)

۷۔ ان کے سامنے زیادہ زور سے بات نہ کرنا۔

۸۔ جب وہ بات کرتے ہوں تو ان کی بات نہ کاٹنا۔

۹۔ بیوی بچوں کو ان پر ترجیح نہ دینا۔

۱۰۔ ان کا کیا ہوا کوئی کام پسند نہ ہو تو اس پر ان کو ملامت نہ کرنا۔

۱۱۔ ان کے سامنے بلاوجہ نہ ہنسنا۔

۱۲۔ اگر وہ بیٹھے ہوں تو ان کے سامنے سونے اور لیٹنے سے بچنا۔ مگر یہ کہ اجازت دیدیں

۱۳۔ ان کے سامنے ٹانگیں پھیلا کر نہ بیٹھنا۔

۱۴۔ کھانے میں ان کے سامنے سے نہ کھانا۔

۱۵۔ اگر وہ پکاریں تو فوراً لبیک کہنا۔

۱۶۔ ان کے ساتھیوں اور دوستوں کا اکرام کرنا۔

۱۷۔ ایسے لوگوں کے ساتھ میل جول نہ رکھنا جو والدین کے ساتھ حسن سلوک نہ کرتے ہوں

۱۸۔ ان کے لئے دعا کرنا خصوصاً وفات کے بعد۔ اور کثرت سے یہ دعا کرنا رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيْرًا۔ یعنی اے میرے پروردگار ان پر اس طرح رحم فرمائیے جس طرح بچپن میں انھوں نے میری پرورش کی۔

(تربیۃ الاولاد فی الاسلام ج ۱ صفحہ ۲۹۳، ترجمہ صفحہ ۲۹۲ ج ۱)

۲۔ رشتہ داروں کا حق :۔

رشتہ داروں سے مراد وہ افراد ہیں جن سے نسب یا رشتہ کی وجہ سے تعلق ہو۔ اور ان کی ترتیب یہ ہے۔ والدین، دادا، دادیاں، بھائی، بہنیں، چچا، پھوپھیاں، بھائی کی اولاد، بہن کی اولاد، ماموں، خالائیں۔ پھر وہ رشتہ دار جن کا

درجہ ان کے بعد آتا ہے۔ پھر درجہ بدرجہ قریبی رشتے دار۔

اس کی فضیلت کے لئے یہ کافی ہے کہ رحم یعنی رشتہ داری اللہ تعالیٰ کے اسم رحمٰن سے مشتق ہے۔ جس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں :۔

"میں اللہ ہوں، اور میں رحمٰن ہوں۔ میں نے رحم و رشتہ داری کو پیدا کیا اور اس کا نام اپنے نام سے بنایا۔ لہٰذا جو اسے جوڑے گا اس سے میں رشتہ جوڑوں گا۔ اور جو اسے قطع کرے گا میں اس سے رشتہ قطع کردوں گا۔

بلاشبہ یہ ایک ایسی چیز ہے جو قرابت داری کے جذبہ کو گہرائیوں سے حرکت دیتی ہے، اور بلند ترین برادرانہ جذبات واحساسات کو ابھارتی ہے۔ ان حقائق کے کھل کر سامنے آجانے کے بعد تربیت کرنے والوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ عملی میدان میں وہ خوب جدوجہد اور محنت کریں۔ تاکہ بچہ جب سن شعور کو پہنچے تو اس وقت سے قرابت داروں اور رشتہ داروں کے حقوق ذہن نشین ہوچکے ہوں۔ تاکہ ان حضرات کے ساتھ جو انعام واحسان کا معاملہ کرنا چاہئے، کرسکے۔ بڑوں کا احترام اور چھوٹوں پر شفقت کرے۔ اور اگر ان پر کوئی مصیبت پڑجائے تو غم کی وجہ سے ان پر آنسو بہائے، اور ان کی امداد کرنے میں کوتاہی نہ کرے۔

صلۂ رحمی اور قرابت داروں کے ساتھ احسان اور نیک سلوک کی طرف اللہ نے متعدد آیات میں رغبت دلائی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں :۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ — اور تم اللہ سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے اپنے حقوق کا مطالبہ کیا کرتے ہو،

وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ؕ (النساء ۱)

اور قرابت (کے حقوق ضائع کرنے) سے بھی ڈرو۔ بالیقین اللہ تعالیٰ تم سب کے حالات کی اطلاع رکھتے ہیں۔

نیز ارشاد فرمایا:۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ؕ (بنی اسرائیل ۲۶)

اور قرابت دار کو اس کا حق دیتے رہنا۔ اور محتاج و مسافر کو بھی (ان کے حقوق) دیتے رہنا۔ اور (مال کو) بے موقع مت اڑانا۔

اور ارشاد فرمایا:۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى۔ (النساء ۳۶)

اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اختیار کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو۔ اور (اپنے) والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو اور (دوسرے) اہل قرابت کے ساتھ بھی، اور یتیموں کے ساتھ بھی اور غریب غربا کے ساتھ بھی اور پاس والے پڑوسی کے ساتھ بھی۔

اور اسی کے ساتھ ساتھ قرآن کریم قطع رحمی سے ڈراتا بھی ہے اور اس قطع تعلق کو بغاوت اور زمین پر ایسا فساد قرار دیتا ہے جس کا کرنے والا لعنت اور برے گھر کا مستحق ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ

اور جو اللہ تعالیٰ کے معاہدوں کو ان کی پختگی کے بعد توڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جن علاقوں (تعلقات) کے قائم رکھنے

بِهٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ اُولٰٓئِکَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ

کا حکم فرمایا ہے، ان کو قطع کرتے ہیں اور دنیا میں فساد کرتے ہیں ایسے لوگوں پر لعنت ہو گی۔ اور ان کے لئے بدترین ٹھکانہ ہے۔ (رعد۔۲۵)

اس لئے والدین اور تربیت کرنے والوں کا فریضہ ہے کہ بچوں کو قطع رحمی کے انجام بد سے آگاہ کریں۔ اسی طرح صلۂ رحمی اور قرابت داری کے حقوق ادا کرنے کے نیک ثمرات و فوائد کو بیان کریں۔ صلۂ رحمی کے فوائد بیان کرتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیئے کہ صلۂ رحمی کرے۔ اور جو شخص اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیئے کہ اچھی بات کہے۔ ورنہ خاموش رہے۔ (بخاری، مسلم)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص یہ پسند کرے کہ اس کا رزق بڑھا دیا جائے اور اس کی عمر دراز کر دی جائے، تو اسے چاہیئے کہ صلۂ رحمی کرے۔ (بخاری، مسلم)

بعض روایات میں آتا ہے کہ صلۂ رحمی بری موت سے بچاتی ہے۔ نیز مروی ہے کہ۔ صلۂ رحمی سے بستیاں آباد ہوتی ہیں اور مال بڑھتا ہے۔ نیز روایت ہے کہ صلۂ رحمی گناہوں کی مغفرت اور غلطیوں کا کفارہ بنتی ہے۔ نیز صلۂ رحمی حساب و کتاب کو آسان کرتی ہے۔ اور اس کے کرنے والے کو جنت میں داخل کرتی ہے۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعُ رَحْمٍ　　قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔

لہٰذا جب مربّی بچے کے سامنے صلۂ رحمی کے یہ فضائل بیان کرے گا تو وہ ضرور صلۂ رحمی کی طرف راغب ہوگا۔ اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرے گا۔ اور ان کے غم و خوشی میں برابر کا شریک ہوگا، جو نیکی کی غایت اور صلہ رحمی کا مقصد ہے اس لئے ہمیں ایسے معلموں اور مربیوں کی سخت ضرورت ہے جو بچوں کو یہ حقائق سکھائیں اور ان مکارم اخلاق و خصائل حمیدہ کی جانب انکی رہنمائی کریں۔

(ترجمہ صـ۲۹۷)

۳۔ پڑوسی کا حق :۔

تربیت کرنے والوں کو جن حقوق کا بہت خیال رکھنا چاہیئے، ان میں سے ایک پڑوسی کا حق بھی ہے۔ لیکن پڑوسی کون ہے؟ ہر وہ شخص جو تمہارے داہنے بائیں، اوپر نیچے چالیس گھر تک پڑوس میں رہتا ہو۔ یہ سب کے سب تمھارے پڑوسی ہیں اور ان سب کے تم پر حقوق ہیں۔

اسلام کی نظر میں پڑوسی کے حقوق کی بنیاد چار اصول پر ہے (۱) انسان اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔ (ب) اس کو ایسے شخص سے بچائے جو اسے تکلیف پہنچاتا ہو۔ (ج) اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے (د) اس کی بدمزاجی کا بردباری سے جواب دے۔ اب ان اصول چہارگانہ کی کسی قدر تفصیل ملاحظہ فرمایئے۔

الف : پڑوسی کو اپنی ایذارسانی سے دور رکھنا۔

ایذار کی مختلف اقسام ہیں۔ جن میں سب سے خطرناک چیز زنا، چوری

اور عزت و آبرو پر ڈاکہ ڈالنا ہے۔ اور یہ ان چیزوں میں ہے جن کی تاکید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اس وقت فرمائی جبکہ ان کو بہترین خصائل کی تعلیم فرما رہے تھے، اور انھیں بُرے افعال سے منع فرما رہے تھے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ

انسان دس عورتوں سے زنا کرے یہ بات اس کی بہ نسبت معمولی ہے کہ انسان اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ، دس آدمیوں کے مال کو چرا لے، یہ اس سے کم ہے کہ آدمی پڑوسی کے یہاں چوری کرے۔

رہا ہاتھ اور زبان سے ایذا پہنچانا تو یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان مبارک کے مضمون میں داخل ہے کہ "واللہ وہ شخص مومن نہیں، واللہ وہ شخص مومن نہیں، واللہ وہ شخص مومن نہیں۔ پوچھا گیا کون یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا وہ شخص جس کا پڑوسی اس کے شر سے امن میں نہ ہو" (بخاری، مسلم۔ ترجمہ ص ۳۹۸)

(ب) پڑوسی کی حفاظت:۔

پڑوسی کی حمایت و حفاظت اور اس پر ظلم نہ کرنا مکارم اخلاق میں سے ایک عظیم خلق ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اسے دشمن کے حوالے کرتا ہے۔ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں مصروف ہوتا ہے اللہ تعالےٰ اس کی حاجت پوری کرتا ہے۔ اور جو شخص کسی مسلمان کی تکلیف کو دور کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ قیامت کی پریشانیوں میں سے اس کی پریشانی دور فرمائے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالےٰ قیامت میں اس کی پردہ پوشی

فرمائے گا۔

پس جب عام مسلمانوں کے لئے یہ واجب و لازم ہے تو پڑوسی کے لئے تو اور زیادہ لازم و ضروری ہو گا۔

(ج) پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔

پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک میں یہ بھی داخل ہے کہ مصیبت کے وقت اس کی تعزیت کرے اور خوشی کے موقع پر اس کو مبارکباد دے۔ اور بیماری کی صورت میں عیادت کرے۔ اور سلام کرنے میں پہل کرے۔ اور دین و دنیا کے معاملات میں اپنی فہم کے مطابق اس کی رہنمائی کرے۔ اور اگر کوئی پھل خریدے تو اسے ہدیہ کرے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو پڑوسی کے اکرام کرنے کو ایمان کی خصلتوں میں سے ایک خصلت شمار کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فلیکرم جارہ۔ (بخاری و مسلم)

جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہو، اسے اپنے پڑوسی کا اکرام کرنا چاہیے۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے بارے میں ہمیشہ وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ اس کو وارث قرار دے دیں گے۔ (بخاری و مسلم)

پڑوسی کے ساتھ احسان میں یہ بھی داخل ہے کہ اگر وہ آگ، نمک، پانی ہانڈی، چھلنی، پیالہ وغیرہ مانگے تو اسے دیدے۔ ایسی چیزوں کا نہ دینا کمینگی اور نفس کی خساست پر دلالت کرتا ہے۔

(د) پڑوسی کی ایذا رسانی کو برداشت کرنا۔

انسان کے لئے یہ قابل تعریف بات ہے کہ اپنے پڑوسی کی غلطیوں سے چشم پوشی اور درگزر کرے اور اس کی زیادتیوں کو معاف کر دے۔ خاص طور سے جبکہ بلا قصد و ارادہ اس سے کوئی خطا صادر ہو جائے اور اس پر وہ نادم بھی ہو۔ اس لئے کہ بسا اوقات برائی کرنے والے کی برائی کو معاف کرنا بھی اور انحراف کے درست ہونے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے :۔

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ ۚ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ (فصلت ۳۴)	نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی۔ آپ نیک برتاؤ سے (بدی کو) ٹال دیجئے پھر یکایک آپ میں اور جس شخص میں عداوت تھی وہ ایسا ہو جائے گا جیسا کوئی دلی دوست ہوتا ہے۔

لہذا والدین اور مربی حضرات کو چاہئے کہ وہ بچوں کی ایسی تربیت کریں کہ جب وہ سمجھدار ہوں تو پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کریں۔ اور اگر وہ بدسلوکی کریں تو وہ اس کو برداشت کریں

۴ - استاذ کا حق :۔

یہ ایک اہم حق ہے۔ اس لئے بچے کی تربیت اس طرح کی جائے کہ وہ استاذ کے احترام واکرام اور اس کے حقوق ادا کرنے کا خوگر بنے۔ خصوصاً جبکہ معلم نیک و متقی ہو اور مکارم اخلاق میں ممتاز ہو۔

ارشادات نبویہ کا معطر گلدستہ:-

۱- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لیس من امتی من لم یجل	وہ شخص میری امت میں سے نہیں جو ہمارے
کبیرنا ویرحم صغیرنا ویعرف	بڑوں کا احترام نہ کرے، اور چھوٹوں پر رحم
لعالمنا (حقہ)۔ (احمد، حاکم)	نہ کرے، اور علماء کے حق کو نہ پہچانے۔

۲- نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علم حاصل کرو اور علم حاصل کرنے کے لئے وقار اور سکون سیکھو، اور جن سے علم حاصل کرتے ہو ان کے سامنے تواضع اختیار کرو۔ (طبرانی، معجم اوسط)

۳- نیز ارشاد فرمایا۔ تین آدمیوں کی تحقیر منافق ہی کیا کرتا ہے۔ بوڑھا مسلمان، عالم، اور منصف حاکم۔ (طبرانی، معجم کبیر)

طالبعلموں کیلئے چند ہدایات:-

۱- طالبعلم کو چاہئے کہ استاد کے سامنے تواضع اختیار کرے اور اس سے رائے مشورہ کرنے سے اعراض نہ کرے۔ اور اس کو سمجھ لینا چاہئے کہ استاذ کے سامنے اس کا ذلیل ہونا اس کی عزت ہے۔ اور اس کے سامنے جھکنا یقیناً باعث فخر، اور اس کے سامنے تواضع اختیار کرنا رفعت و بلندی کا ذریعہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما باوجود جلالت قدر و عظمت اور بلندی مقام پر فائز ہونے کے حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی سواری کی پالان پکڑ لیتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ ہمیں اپنے علماء کے ساتھ اسی طرح سلوک

کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

۲۔ شاگرد کو چاہئے کہ اپنے استاد کو عظمت و احترام کی نگاہ سے دیکھے اور اس کو کامل سمجھے۔ چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں امام مالک رح کے سامنے ورق اس خوف سے آہستہ پلٹتا تھا کہ وہ آواز نہ سن لیں۔ حضرت ربیع رح کہتے ہیں، کہ بخدا میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے رعب کی وجہ سے کبھی یہ جرأت نہ کی کہ میں ایسی حالت میں پانی پیوں کہ وہ مجھے دیکھ رہے ہوں۔

۳۔ طالبعلم کو چاہئے کہ استاذ سے تم یا تو کے ساتھ خطاب نہ کرے بلکہ نہایت ادب کے ساتھ حضرت استاذ، یا استاذی، یا حضرت مولانا کے الفاظ سے مخاطب کرے۔ اسی طرح استاذ کی غیر موجودگی میں بھی استاذ کا نام اس طرح سے لے کر جسے سن کر دوسرے شخص کو اس کی عظمت و احترام کا اندازہ ہو۔ مثلاً یہ کہے کہ ہمارے فاضل استاذ نے یوں فرمایا۔ یا ہمارے حضرت استاذ نے یہ فرمایا۔ یا ہمارے فلاں مرشد نے اس طرح فرمایا۔

۴۔ شاگرد کو چاہئے کہ معلم و استاذ کے حق کو پہچانے اور اس کے مرتبہ و فضل کو یاد رکھے۔ حضرت شعبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں کسی سے حدیث سن لیتا ہوں تو زندگی بھر کے لئے اس کا غلام بن جاتا ہوں

۵۔ طالبعلم کو چاہئے کہ اپنے اساتذہ کے لئے ساری زندگی دعا کرتا رہے۔ اور ان کے انتقال کے بعد ان کی اولاد، اعزہ، رشتہ داروں اور ان کے دوستوں کا خیال رکھے اور ان کی قبر پر حاضری دیا کرے۔ اور ان کے لئے استغفار کیا کرے، اور انکی طرف سے صدقہ و خیرات کیا کرے۔ اور ان کے اخلاق و عادات کو پیش نظر رکھے اور پیروی کرے۔

۶۔ طالبعلم کو چاہیئے کہ اپنے استاد کی سخت گیری اور سخت مزاجی کو برداشت کرے اور اپنی غلطی پر معذرت پیش کرے اور توبہ کرے اور استاذ کے غصہ کا سبب اپنے آپ ہی کو گردانے۔ ایسی صورت میں استاذ کی محبت برقرار رہے گی جس سے طالبعلم کو دین و دنیا اور آخرت کے منافع حاصل ہوں گے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے طالبعلمی کی حالت میں ذلت اختیار کی تو میں اس وقت معزز و محترم بن گیا۔

۷۔ طالبعلم کو چاہیئے کہ استاذ کے سامنے نہایت سکون اور تواضع و احترام سے بیٹھے اور ہمہ تن گوش ہو کر اس کی طرف متوجہ رہے۔ اور بلا ضرورت ادھر اُدھر نہ دیکھے۔

۸۔ طالبعلم پر لازم ہے کہ وہ اپنے استاذ کے سامنے ہر اس حرکت سے دور رہے جو وقار کے خلاف اور ادب وحیا کے منافی ہو۔ لہذا اس کی طرف نگاہ بھر کر نہ دیکھے اور شور و غوغا کی آواز آئے تو اس کی وجہ سے تشویش میں نہ پڑے اور نہ اس کی طرف توجہ کرے۔ خصوصاً جبکہ استاذ سبق پڑھا رہا ہو۔ (اسی طرح جب دینی گفتگو ہو رہا ہو تب بھی ادھر اُدھر توجہ نہ کرے۔ ق)

۹۔ طالبعلم کو چاہیئے کہ استاذ کے سامنے اپنے ہاتھ پاؤں سے نہ کھیلے۔ اور ناک میں انگلی نہ ڈالے، نہ اس سے گندگی نکالے، اور نہ منہ پھاڑ کر کھولے، نہ دانت بجائے، نہ زمین پر ہتھیلی مارے، نہ زمین پر لکیریں کھینچے، نہ ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل کرے۔ اور استاذ سے بلا ضرورت بات نہ کرے، اور نہ ایسی بات نقل کرے جو مضحکہ خیز ہو۔ اگر ایسا ہو جائے تو بلا آواز مسکراہٹ پر اکتفا کرے۔ اور بلا ضرورت نہ کھانسے۔ جہاں تک ہو سکے تھوکنے اور ناک کی ریزش

نکالنے سے بچے۔ اور اگر چھینک آجائے تو حسب مقدرت آواز کو پست کرے اور منہ کو رومال وغیرہ سے ڈھانپ لے۔ اور جب جمائی آئے تو حتی الوسع روکے، ورنہ منہ پر ہاتھ رکھ لے۔

۱۰۔ طالبعلم کو چاہیئے کہ استاذ کے گھر یا خصوصی نشستگاہ میں ان کی اجازت کے بغیر قطعاً داخل نہ ہو۔ اگر اس سے اجازت طلب کرے اور وہ اجازت نہ دے تو واپس لوٹ جائے۔ مکرر سہ کرر اجازت طلب نہ کرے۔ اور دروازے کو آہستہ آہستہ ادب واحترام سے کھٹکھٹائے۔ ہاں اگر کمرہ دروازے سے دور ہو تو ضرورت کے مطابق آواز دینے یا گھنٹی بجانے یا زور سے کھٹکھٹانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

۱۱۔ طالبعلم کو چاہیئے کہ استاذ کے پاس اچھی ہیئت، صاف ستھرے کپڑوں میں حاضر ہو۔ خصوصاً اگر علم کا حلقہ ہو تو اور بھی اہتمام کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ یہ ذکر اور عبادت کی مجلس ہے۔

۱۲۔ طالبعلم کو چاہیئے کہ استاذ کے پاس جائے تو اس کا دل دوسرے دھندوں سے فارغ ہو۔ تاکہ استاذ کی بات یاد رکھ سکے۔

۱۳۔ طالبعلم کو چاہیئے کہ جب وہ مجلس علم میں جائے اور استاذ وہاں موجود نہ ہو، تو استاذ کا انتظار کرے۔ تاکہ کوئی حصۂ درس فوت نہ ہو جائے۔ اگر استاذ آرام فرما رہے ہوں تو ان کے جاگنے کا انتظار کرے۔ یہی سلف صالحین کی عادت تھی۔

۱۴۔ طالبعلم کو چاہیئے کہ جب استاذ کسی حکم کی دلیل یا کوئی نیا فائدہ بیان کرتے سنے جس کو وہ پہلے سے جانتا ہو، تب بھی اس کو ہمہ تن گوش ہو کر سنے۔

چنانچہ حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں جب کسی صاحب سے کوئی حدیث سنتا ہوں، اور مجھے پہلے سے بہت اچھی طرح سے وہ حدیث معلوم

ہوتی ہے پھر بھی اس کے سامنے اپنی ہیئت سے یہ ظاہر کرتا ہوں کہ یہ حدیث مجھے پہلے سے معلوم نہیں ہے۔ (ترجمہ ص۱۰۱)

۱۵۔ طالبعلم کو چاہیئے کہ جو بات جانتا ہو اور جو چیز سمجھ چکا ہو، اسے بار بار نہ پوچھے اور نہ اس کے سمجھنے کی درخواست کرے۔ اس لئے کہ اس سے وقت ضائع ہوتا ہے اور بسا اوقات استاذ دل تنگ ہو جاتا ہے۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث کا اعادہ کرنا اور لوٹانا چٹان کے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے سے زیادہ سخت ہے۔

۱۶۔ طالب علم کو چاہیئے کہ استاذ کی بات غور سے سننے اور سمجھنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے۔ اور نہ اپنے ذہن کو کسی دوسری بات میں مشغول کرے جس کی وجہ سے استاذ سے پھر دوبارہ اعادۂ کلام کی درخواست کرنا پڑے۔ اس لئے کہ یہ بے ادبی ہے ہاں اگر طالبعلم استاذ سے دور ہو جس کی وجہ سے بات سن نہ سکا ہو، یا باوجود سعی کے سمجھ نہ سکا ہو، تو ایسی صورت میں اس کو حق ہے کہ استاذ سے کلام کے اعادہ کی درخواست کرے اور نہایت ادب سے اپنے عذر کو واضح کر دے۔

ہاں یہ بات ضرور یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ آداب ان معلمین کے حق میں ہیں جو خود متقی اور دیندار ہوں۔ رہے وہ اساتذہ و معلمین جو ملحد و بد دین قسم کے ہوں تو ان کے لئے نہ قلوب میں کوئی عظمت ہے اور نہ نفوس میں احترام۔ اس لئے کہ انھوں نے بد دینی کی وجہ سے اپنی کرامت کو خود برباد کر دیا ہے۔ اور اپنے وقار کو کفر و ضلال (گمراہی) کی وجہ سے ختم کر دیا ہے۔ تو پھر وہ اس بے توقیری کے خود ذمہ دار ہیں۔

لہذا باپ کو چاہیئے کہ اگر اسے یہ معلوم ہو جائے کہ کوئی ملحد قسم کا استاذ

اس کے بچے کو کفر اور گمراہی کی باتوں کی تلقین کرتا ہے تو اس پر اللہ کے لئے ناراض ہو اور اس کو اپنے بچوں کے لئے استاذ منتخب نہ کرے۔ (ترجمہ ص ۲۱۳)

۵۔ ساتھیوں کا حق :۔

بچے کے لئے اچھے ہمنشین کا انتخاب کرنا نہایت ضروری ہے۔ اس لئے کہ صحبت کا اعمال اور اخلاق پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے۔ سچ کہا ہے جس نے یہ کہا ہے "تم مجھ سے یہ نہ پوچھو کہ میں کون ہوں؟ بلکہ مجھ سے یہ پوچھو کہ تم کس کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہو، اس سے تم پہچان لوگے کہ میں کون ہوں۔

اب اس سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین مبارک ملاحظہ فرمائیے

۱۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اچھے اور برے ساتھی کی مثال مشک والے اور بھٹی دھونکنے والے جیسی ہے۔ مشک والا یا تو مشک (بلاعوض) تم کو دے دیگا، یا تو تم اس سے خرید لوگے، یا اس کے پاس سے تمھیں اچھی خوشبو آئے گی۔ اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تمھارے کپڑے جلادیگا اور یا اس کے پاس سے تمھیں بدبو ملے گی۔ (بخاری ومسلم)

۲۔ نیز ارشاد فرمایا کہ تم ساتھ نہ رہنا مگر مومن کے۔ اور تمھارا کھانا نہ کھائے، مگر متقی آدمی۔ (ابوداؤد، ترمذی)

۳۔ نیز ارشاد فرمایا۔ تم برے ساتھی سے بچو، اس لئے کہ تمھیں اسی کے ذریعہ پہچانا جائے گا۔ (ابن عساکر)

۴۔ نیز ارشاد فرمایا۔ انسان اپنے دوست کے مذہب پر ہوتا ہے۔ اس لئے تم میں سے ہر شخص کو یہ دیکھ لینا چاہئے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے؟ (ترمذی، ابوداؤد)

ان تمام امور کی وجہ سے مربی پر لازم ہے کہ اپنے بچے کے لئے اچھے ساتھیوں

کا انتخاب کرے۔ خصوصاً جب سن شعور کو پہنچے تو اس کے لئے صالح ساتھیوں کو منتخب کرے جن کے ساتھ وہ اٹھے بیٹھے اور کھیلے کودے اور پڑھے لکھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ بلا کسی شک وشبہہ کے ایسا معتدل، فعال شخص بنے گا جو معاشرہ کے حق کو ایسے صحیح طریقہ پر ادا کرے گا جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور جس کا اسلام حکم کرتا ہے۔

رفاقت ومصاحبت کے حقوق :۔

الف : ملاقات کے وقت سلام کرنا۔

ایک صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اسلام کے آداب میں سے کون سا ادب زیادہ بہتر ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: تم کھانا کھلاؤ، اور سلام کرو، جس کو تم جانتے ہو، اور اس کو جس کو تم نہیں جانتے۔ (بخاری، مسلم)

نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم جنت میں اس وقت تک داخل نہ ہوگے جب تک مومن نہ بن جاؤ۔ اور تم مومن اس وقت تک نہیں بن سکتے جب تک کہ آپس میں محبت نہ کرو۔ کیا میں تمھیں ایسی چیز نہ بتلادوں کہ جب تم اسے اختیار کرلو تو آپس میں محبت پیدا ہو جائے۔ آپس میں سلام کو عام کرو۔ (مسلم)

ف : سبحان اللہ! دخولِ جنت کا کیا ہی سہل اور عمدہ نسخہ تجویز فرمایا، مگر افسوس کہ اس میں بھی ہم سے کوتاہی ہو رہی ہے۔ (ق)

(ب) اگر بیمار ہو تو اس کی بیمار پرسی وعیادت کرنا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیمار کی عیادت کرو اور بھوکے کو کھانا کھلاؤ۔ اور قیدی کو آزاد کراؤ۔ (بخاری)

ف : آجکل عام طور پر بلا قصور بھی لوگوں کو جیل میں بند کر دیا جاتا ہے۔ تو ایسی صورت میں ان کی ضمانت لینے اور چھڑانے کو کار ثواب سمجھنا چاہئے۔ (ق)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ سلام کا جواب دینا۔ بیمار کی عیادت کرنا۔ جنازہ میں شامل ہونا۔ دعوت کا قبول کرنا۔ چھینک کا جواب دینا۔ (بخاری، مسلم)

(ج) چھینک آنے پر اس کا جواب دینا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب تم میں سے کسی شخص کو چھینک آئے تو اسے چاہئے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے۔ اور اس کا بھائی یا اس کا ساتھی اس کو یَرْحَمُکَ اللّٰہُ کہے۔ اور جب اس کا ساتھی یا بھائی یَرْحَمُکَ اللّٰہ کہے تو وہ یَہْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ کہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمھیں ہدایت دے اور تمھاری حالت درست کرے۔ (بخاری)

(د) اللہ کیلئے اس سے ملاقات کرنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص کسی مریض کی عیادت کرتا ہے یا اپنے مسلمان بھائی کی زیارت کرتا ہے، تو اسے ایک فرشتہ یہ ندا دیتا ہے کہ تم اچھے رہو اور تمھارا یہ چلنا مبارک ہو، اور تم نے جنت میں اپنا گھر بنالیا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

(ہ) سختی و پریشانی کے وقت اسکی مدد کرنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظلم کرتا ہے۔ نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں لگتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتا ہے

اور جو شخص کسی مسلمان سے کوئی معمولی پریشانی بھی دور کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی کسی بڑی پریشانی کو دور فرمائیں گے۔ اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔ (بخاری مسلم)

(د) مسلمان کی دعوت قبول کرنا۔ اس لئے کہ اس سے پہلے عنوان ب میں درج شدہ حدیث سے معلوم ہو چکا ہے کہ دعوت کا قبول کرنا منجملہ حقوق مسلم کے ہے۔

(ذ) جمعہ اور عیدین کی آمد پر مبارکباد کہنا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو شخص جمعہ سے واپسی پر اپنے بھائی سے ملے تو اسے چاہئے کہ وہ کہے تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَمِنْكَ (اللہ تعالیٰ "اس عمل کو" ہماری اور آپ کی طرف سے قبول فرمائے) (دیلمی)

روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی توبہ قبول فرمائی تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ان کو مبارکباد دینے کے لئے کھڑے ہو گئے اور انھیں مبارکباد دی۔ (بخاری، مسلم)

(ح) مختلف موقعوں اور مناسبات میں ہدیہ دینا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تَهَادَوْا تَحَابُّوْا۔ ایک دوسرے کو ہدیہ دو (اور اس کے ذریعہ) ایک دوسرے سے محبت کرو۔ (معجم اوسط طبرانی)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے مومنین کی عورتو ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو۔ چاہے بکری کی ایک کھر ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے کہ اس سے محبت پیدا ہوتی ہے اور کینہ ختم ہو جاتا ہے۔ (معجم اوسط)

نیز ایک حدیث میں ہے۔ آپس میں مصافحہ کیا کرو۔ یہ کینہ دور کرتا ہے

اور آپس میں ہدیہ دیا کرو اس سے آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے اور بغض و کینہ ختم ہو جاتا ہے۔ (مؤطا امام مالک) (ترجمہ ص۱۹۹)۔

ف : اس سے باہم ہدیہ لینے دینے کی کیسی فضیلت معلوم ہوتی ہے خصوصاً اس وقت جب کسی کی طرف سے کبیدگی ہو تو ضرور اس کا اہتمام کرنا چاہئے تاکہ دل صاف ہو جائے اور باہم محبت و مودّت پیدا ہو جائے۔ (ق)

پس اے مربّی حضرات! یہ وہ اہم اصول و ضوابط ہیں جنھیں بچوں کو آنکھ کھولتے ہی سکھانا چاہئے۔ اس لئے کہ معاشرہ جب جذبۂ محبت و اخلاص، اور باہمی تعاون اور خیر خواہی کی بنیادوں پر قائم ہوگا، تو اس میں اتحاد و اتفاق اور امن و امان کی بنیادیں راسخ و مستحکم ہوں گی۔ جس سے عدل و انصاف اور مساوات و بھائی چارگی کی فضا اطراف عالم اور تمام سرزمین میں پھیل جائے گی۔

۱۔ بڑے کا حق :۔

بڑے سے مراد ہر وہ شخص ہے جو عمر میں بڑا ہو، علم میں بڑا ہو، دین و تقویٰ میں بڑا ہو، عزت و شرافت اور قدر و منزلت میں برتر ہو۔ پس چھوٹوں پر لازم ہے کہ اپنے بڑوں کی قدر و منزلت کو پہچانیں اور ان کے حقوق کو ادا کریں۔

ارشادات عالیہ کا گلدستہ :۔

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

ما اکرم شاب شیخا لسنہ الا قیض اللہ لہ من یکرمہ عند سنہ

جو نوجوان کسی بوڑھے شخص کا اسکے بڑھاپے کی وجہ سے اکرام کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایسے افراد کو مقرر کرے گا جو اس کے

بڑھاپے میں اس کا احترام کریں گے۔ (ترمذی)

۲۔ نیز ارشاد فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کے حق کو نہ پہچانے۔ (ابو داؤد، ترمذی)

۳۔ نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالےٰ کی عظمت وجلال کا تقاضا یہ ہے کہ بوڑھے مسلمان کا اکرام کیا جائے اور اسی طرح قرآن کریم کے حامل و حافظ کا بھی اکرام ہونا چاہیئے، مگر جو اس میں غلو کرنے والا ہو اور اس کو چھوڑنے والا ہو۔ اور اسی طرح عادل بادشاہ کا احترام کیا جائے۔

(ابو داؤد)

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مسواک کر رہا ہوں، اسی اثناء میں میرے پاس دو صاحبان آئے، جن میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا تو میں نے مسواک ان دونوں میں سے چھوٹے کو دیدی۔ تو مجھ سے کہا گیا، کہ بڑے کو دیجئے۔ لہٰذا میں نے مسواک ان دونوں میں سے جو بڑا تھا، اس کے حوالہ کردی۔ (مسلم) ترجمہ

ان ارشادات سے بڑوں کے ساتھ بہت سے دینی و معاشرتی آداب و احکام متفرع ہوتے ہیں۔ لہٰذا تربیت کرنے والوں کو چاہئے کہ مندرجہ ذیل آداب کا اپنے بچوں کو عادی بنائیں۔

(الف) حیا

یہ ایک ایسی عادت ہے جو انسان کو بُرائیوں کے چھوڑنے پر ابھارتی ہے اور بڑوں کے حقوق میں کوتاہی کرنے سے روکتی ہے۔ اور ہر حقدار کو اس کا حق

دینے پر مجبور کرتی ہے۔ اس لئے حیا ہر طرح خیر ہی خیر ہے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ فحش اور بے حیائی کسی بھی چیز میں نہیں ہوتی مگر یہ کہ اس کو عیب دار بنا دیتی ہے۔ اور حیا کسی بھی چیز میں نہیں ہوتی مگر یہ کہ اس کو مزین اور آراستہ کر دیتی ہے۔ (بخاری، مسلم)

نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہر دین کی ایک عادت و مزاج اور طرۂ امتیاز ہوتا ہے۔ اور اسلام کا طرۂ امتیاز حیا ہے۔ (ابن ماجہ)

(ب) آنے والے کے استقبال کے لئے کھڑا ہونا۔

مہمان یا مسافر یا والد یا عالم دین، یا کسی بھی بڑے شخص کے لئے کھڑا ہونا ایک نہایت شاندار معاشرتی ادب ہے جس کا بچوں کو حکم دینا چاہئے اور انھیں اس کا عادی بنانا چاہئے۔ جس کے دلائل درج ذیل ہیں:۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ نہیں پایا، نہ عادات و اخلاق میں، نہ چال چلن میں، نہ طور طریقے اور اٹھنے بیٹھنے میں۔ فرماتی ہیں کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے استقبال کے لئے کھڑے ہو جاتے انھیں چومتے اور پھر انھیں اپنی جگہ پر بٹھایا کرتے تھے۔ اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس جاتے تھے تو وہ آپ کے لئے اپنی جگہ سے کھڑی ہو جاتی تھیں اور آپ کو چوم لیتی تھیں اور آپ کو اپنی جگہ پر بٹھایا کرتی تھیں۔ (بخاری، ترمذی، ابوداؤد)

نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے گفتگو فرمایا کرتے تھے، پھر جب آپ کھڑے ہو جاتے تھے تو ہم بھی کھڑے ہو جاتے

تھے۔ اور ہم اس وقت تک کھڑے رہتے تھے جب تک آپ ازواج مطہرات میں سے کسی کے گھر میں داخل نہ ہو جاتے۔ (نسائی، ابوداؤد)

بعض روایات میں ہے کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ مسجد کے قریب آگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا۔ اپنے سردار کی جانب کھڑے ہو جاؤ۔ یا یہ فرمایا کہ اپنے بڑے کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ (بخاری، مسلم)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کھڑے ہونے کی ممانعت کے سلسلہ میں جو روایات ہیں، تو اس سے وہ شخص مراد ہے جو اپنی ذات کے لئے لوگوں کو کھڑا کرنا چاہتا ہو اور اس کا خواہشمند و دلدادہ ہو۔ نیز وہ اس قیام پر محمول ہے جس میں قیام کی خاص ایسی صورت اختیار کی جائے جس میں کبر و تعظیم کے معنی پائے جاتے ہوں جیسے کہ بعض عجمی بعض کے لئے کیا کرتے تھے۔ مثلاً یہ کہ قابل احترام شخصیت اعزاز و اکرام کے ساتھ بیٹھی رہے اور اس کے اردگرد لوگ کھڑے ہوں۔ (ترجمہ صفحہ ۴۲۶)

(ج) بڑے کا ہاتھ چومنا۔

جن معاشرتی آداب کا بچوں کو عادی بنانا چاہیئے، ان میں سے اپنے بڑوں کا ہاتھ چومنا بھی ہے۔ چنانچہ بڑوں کے ہاتھ چومنے کے جواز پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل اور ائمہ کا اجتہاد دلالت کرتا ہے۔

حضرت زارع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (جو وفد عبد القیس کے ساتھ تھے) فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو جلدی جلدی اپنے کجاووں سے نکلے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک اور پاؤں مبارک کو چومنے لگے۔

(ابوداؤد، احمد، بخاری فی الادب المفرد)

ابو عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سوار

ہونے کے لئے ایک جانور قریب کیا گیا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا پالان پکڑ لیا تو حضرت زید رضؓ نے فرمایا اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچازاد بھائی! آپ ایک طرف ہو جائیے۔ یعنی پالان چھوڑ دیجئے۔ تو انھوں نے فرمایا کہ ہمیں اپنے بڑوں اور علماء کے ساتھ اسی طرح کا برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت زید رضؓ نے فرمایا۔ ذرا مجھے اپنا ہاتھ دیجئے! انھوں نے ہاتھ بڑھادیا تو حضرت زید رضؓ نے ان کا ہاتھ چوم کر فرمایا، ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے ساتھ اسی طرح کے سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔ (ابن عساکر)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پاؤں کو چومتے دیکھا ہے۔

(بخاری۔ فی الادب المفرد)

اہل علم وفضل کے ہاتھ کے چومنے کے سلسلہ میں بے شمار روایات ہیں۔ اس لئے تربیت کرنے والوں کو چاہیئے کہ وہ بچوں کو اس بہترین عادت اور شاندار طریقہ کا عادی بنائیں۔ تاکہ وہ بڑوں کے احترام اور علماء کے اکرام میں پرورش پائیں۔ ہاں مگر کھڑے ہونے اور ہاتھ چومنے میں اس امر کا لحاظ ضرور رکھیں کہ غلو نہ ہو، اور نہ ہی حد سے تجاوز ہو۔ (ترجمہ ص۴۲۷)

ثالثاً: عمومی معاشرتی آداب کا پابند ہونا۔

تربیت کرنے والوں کو چاہیئے کہ بچوں کو معاشرتی آداب بھی سکھائیں۔ جن کے چند اہم عنوانات مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) کھانے پینے کے آداب (۲) سلام کے آداب (۳) اجازت طلب کرنے

کے آداب (۴) مجلس کے آداب (۵) بات چیت کے آداب (۶) مزاح و مذاق کے آداب (۷) مبارکباد دینے کے آداب (۸) بیمار پرسی کے آداب (۹) تعزیت کے آداب (۱۰) چھینک اور جمائی کے آداب۔

۱۔ کھانے کے آداب :۔

(الف) کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔

برکۃ الطعام الوضوء قبلہ والوضوء بعدہ۔	کھانے میں برکت اس کے شروع کرنے سے پہلے اور اس کے بعد وضو کرنے میں ہے۔ (یعنی ہاتھ دھونے میں ہے)۔
(ابو داؤد، ترمذی)	

نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گھر کی خیر و برکت بڑھا دے تو اسے چاہیئے کہ جب اس کا کھانا آئے تو اس سے پہلے بھی ہاتھ دھوئے اور جب اسے اٹھایا جائے تب بھی ہاتھ دھوئے۔ (ابن ماجہ، بیہقی)

(ب) کھانے کے شروع میں بِسْمِ اللّٰہِ اور آخر میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پڑھنا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے تو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر شروع کرے۔ اور اگر شروع میں اللہ تعالیٰ کا نام لینا بھول جائے تو یہ کہے بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ۔ یعنی میں اس کے شروع اور آخر میں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھاتا ہوں۔ (ابو داؤد، ترمذی)

نیز روایات میں ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھاتے پیتے تھے، تو یہ فرماتے تھے :۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ	تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے

اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (احمد) ہمیں کھلایا اور پلایا اور ہمیں مسلمانوں میں سے بنایا۔

جب دوسرے کے یہاں کھانا کھائے تو یہ کہے۔

اَللّٰهُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِيْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِيْ (مشکوٰۃ) اے اللہ! اس کو کھلا جس نے مجھ کو کھلایا اور اس کو پلا، جس نے مجھ کو پلایا۔

(ج) جو کھانا بھی سامنے آئے تو اس کی برائی نہ کرے۔

اس لئے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی کسی کھانے کی برائی نہیں کی۔ اگر کھانا آپ کو اچھا معلوم ہوتا تھا تو تناول فرمالیتے تھے۔ اور اگر مرغوب نہ ہوتا تھا تو چھوڑ دیتے تھے۔ (بخاری، مسلم)

(د) داہنے ہاتھ سے کھانا اور اپنے سامنے سے کھانا

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بچہ تھا۔ اور برتن میں میرا ہاتھ ادھر ادھر چلا جاتا تھا، تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے لڑکے اللہ کا نام لو، اور داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے قریب سے کھاؤ۔ (مسلم)

(ه) ٹیک لگا کر نہ کھانا۔

ٹیک لگا کر کھانا صحت کے لئے مضر ہے اور اس میں تکبر کا شائبہ بھی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لَا آكُلُ مُتَّكِئًا (بخاری) میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔

نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو دو زانو ایڑیوں کے بل بیٹھ کر کھجوریں کھاتے دیکھا ہے۔ (مسلم)

(د) کھانے کے وقت باتیں کرنا مستحسن ہے۔ (مگر دقیق باتیں نہ ہوں۔)

صحیح حدیث میں ہے کہ اکثر مواقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دسترخوان پر کھاتے وقت اپنے صحابہ رضہ سے باتیں کیا کرتے تھے۔

(ہ) کھانے سے فارغ ہو کر میزبان کیلئے دعا کرنا مستحب ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن ابی عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے تو وہ روٹی[1] اور زیتون کا تیل لائے۔ آپ نے اسے تناول فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا۔

اَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّائِمُوْنَ وَاَکَلَ — تمہارے یہاں روزہ دار افطار کریں، اور
طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ — تمہارا کھانا نیک لوگ کھائیں اور فرشتے
الْمَلٰٓئِکَۃُ۔ (ابوداؤد، ترمذی) — تمہارے لئے دعاءِ مغفرت کریں۔

جب دسترخوان اٹھایا جائے تو یہ پڑھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ غَیْرَ مَکْفِیٍّ وَّلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًی عَنْہُ

(ح) اگر کوئی بڑا موجود ہو تو اس سے قبل کھانا شروع نہ کریں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی کھانے میں شریک ہوتے، تو اس وقت تک برتن میں ہاتھ نہ ڈالتے جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دست مبارک برتن میں نہ ڈالیں۔ (مسلم)

---

[1] مسند احمد و طبرانی میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ زَبِیبُ (یعنی کشمش) لائے یہی درست ہے۔ حافظ کہتے ہیں کہ زبیب کا لفظ غلطی سے زیت بن گیا ہے۔ (منہ)

(ط) برتن اور انگلیوں کو چاٹ لینا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی کھانا کھاتے تھے تو اپنی تینوں انگلیوں کو چاٹ لیا کرتے تھے۔ اور آپ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو چاہئے کہ اسے اٹھالے۔ اور اگر اس پر کچھ لگ گیا ہو تو اسے دور کردے اور اس کو شیطان کے لئے پڑا نہ رہنے دے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم پیالے کو انگلی سے چاٹ لیں۔ اور یہ فرمایا کہ تمھیں کیا معلوم کہ تمھارے کھانے کے کس حصہ میں برکت ہے۔

پینے کے آداب :-

(الف) بسم اللہ پڑھ کر پینا۔ آخر میں الحمد للہ پڑھنا اور دو یا تین سانس میں پینا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لا تشربوا واحدا کشرب البعیر ولکن اشربوا مثنیٰ وثلاث وسموا اذا انتم شربتم واحمدوا اذا انتم رفعتم۔ (ترمذی)

اونٹ کی طرح ایک سانس میں مت پیو۔ بلکہ دو یا تین مرتبہ میں پیو اور جب پیو تو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر پیو۔ اور جب پی چکو تو اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کیا کرو

(ب) مشکیزے کے منہ سے منہ لگا کر پینا مکروہ ہے۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ مشک یا مشکیزے کے منہ سے منہ لگا کر پیا جائے۔ اس لئے کہ یہ انداز معاشرہ کے مزاج کے منافی ہے۔ اور یہ بھی ڈر ہے کہ پانی میں کوئی ایسی چیز پڑی ہو جو صحت کے لئے مضر ہو اور اس کا علم نہ ہو سکے۔

(ج) پانی وغیرہ کو پھونک کر پینے کی ممانعت۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں منہ لگا ہونے کی حالت میں سانس لینے اور پانی میں پھونک مار کر پینے سے منع فرمایا ہے۔ پانی پیتے ہوئے برتن میں سانس لینے اور پانی میں پھونکنے کے طبی نقصانات بھی ہیں۔ نیز اس حرکت کا معاشرتی آداب کے منافی ہونا کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ (ترجمہ ص۲۲ ج ۱)

(د) بیٹھ کر کھانا پینا مستحب ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کھڑے ہو کر کھانے کا کیا حکم ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ یہ تو اور بُرا ہے۔ (مسلم)

نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی کھڑے ہو کر پانی نہ پیئے اور جو شخص بھول جائے (اور کھڑے ہو کر پانی پی ہی لے) تو اسے چاہیے کہ قے کردے۔ (مسلم)

البتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ جو آتا ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر پانی پیا ہے تو وہ بیان جواز کے لئے ہے۔ البتہ بعض جگہیں ایسی ہیں جہاں کھڑے ہو کر پانی پینا افضل ہے۔ جیسے آب زمزم کا کھڑے ہو کر پینا یا وضو کے بچے ہوئے پانی کا کھڑے ہو کر پینا افضل ہے۔

(ھ) سونے اور چاندی کے برتن میں پانی پینے کی ممانعت۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص چاندی کے برتن میں پیتا

لہ پس ایسے مواقع پر جہاں بیٹھنے کی جگہ نہ ہو یا گندگی کی وجہ سے بیٹھنے میں کراہیت ہو تو وہاں کھڑے ہو کر چائے یا پانی پی لینے کی رخصت ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں نکیر نہیں کرنا چاہیئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (ق)

ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

ف: کس قدر سخت وعید ہے۔ لہٰذا اب بھی کوئی باز نہ رہے تو تعجب ہے۔ (ق)

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ جو شخص سونے یا چاندی کے برتن میں پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ دہکاتا ہے۔ (مسلم)

ف: یہی حکم کھانے کا بھی ہے، اور اس میں عورت، مرد دونوں برابر ہے۔ بخلاف زیورات کے کہ عورتوں کیلئے اس کا استعمال جائز ہے۔

(و) پیٹ کو کھانے اور پینے سے خوب بھرنے کی ممانعت۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کسی آدمی نے اپنے پیٹ سے بدتر کسی برتن کو نہیں بھرا۔ آدمی کے لئے وہ چند لقمے کافی ہیں جو اس کی کمر کو سیدھا کر دیں لیکن اگر زیادہ کھانا چاہتے ہو تو ایک حصہ کو کھانے کے لئے اور ایک حصہ پانی کے لئے اور ایک حصہ سانس لینے کے لئے کرلو۔ (احمد و ترمذی)

مناسب ہے کہ سونے کے وقت اور سوکر اٹھنے کے بعد کے آداب و دعائیں بھی بچوں کو سکھائی جائیں۔ مثلاً:-

سونے کے وقت یہ پڑھے:-

اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيٰى۔ (بخاری)

اے اللہ! تیرے نام پر مرتا اور تیرے ہی نام سے جیتا ہوں۔

سوکر اٹھے تو یہ پڑھے:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ۔ (بخاری)

اس اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں مارنے کے بعد جلایا اور اسی کی طرف اٹھ کر جانا ہے۔

ف: اس کے علاوہ صبح و شام اور سفر وغیرہ کے آداب و دعائیں بچوں کو یاد کرائی جائیں اور عمل کا عادی بنایا جائے تاکہ اسلامی شعار اور تمدن زندہ رہے اور ذکرِ کثیر کی فضیلت ہو۔ اس کیلئے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علیؒ کی تصنیف "مناجات مقبول" اور احقر کی تالیف "گلدستۂ اذکار" انشاء اللہ مفید ثابت ہوگی۔ (ق)

۲۔ سلام کے آداب

اسلام میں سلام کرنے کے بھی کچھ آداب ہیں۔ اس لئے تربیت کرنے والوں کو چاہئے کہ ان آداب کو بچے میں راسخ کریں اور اسے اس کا عادی بنائیں۔

(الف) بچے کو یہ تعلیم دیں کہ شریعت نے سلام کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا۔ (النور، ۲۷)	اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل مت ہو، جب تک اجازت حاصل نہ کرلو اور اس میں رہنے والوں کو سلام نہ کرلو۔

نیز فرمایا

فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً ۚ (النور، ۶۱)	پھر جب تم گھروں میں جانے لگو، تو اپنے لوگوں کو سلام کرلیا کرو، دعا کے طور پر جو خدا کی طرف سے مقرر ہے، برکت والی، عمدہ چیز ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے پوچھا، کیا چیز زیادہ بہتر ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔

تطعم الطعام و تقرء السلام على من عرفت و من لم تعرف (بخاری، مسلم)

کھانا کھلاؤ اور سلام کرو، اس کو بھی جسے تم جانتے ہو، اور اس کو بھی جسے تم نہیں پہچانتے۔

نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ جنت میں اس وقت تک داخل نہ ہو گے جب تک کہ مومن نہ بن جاؤ، اور مومن اس وقت تک نہ بنو گے جب تک کہ آپس میں محبت نہ کرو۔ کیا میں تمھیں ایسی چیز نہ بتا دوں کہ جب تم وہ کرلو گے تو آپس میں محبت کرنے لگو گے۔ آپس میں سلام کو پھیلاؤ (یعنی سلام کرنے کا رواج ڈالو۔)

(ب) سلام کرنے کا طریقہ:۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ سلام کرنے والا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ کہے اور جواب دینے والا بھی جمع کے صیغہ کے ساتھ وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ کہے۔ چاہے سلام کرنے والا تنہا ہی کیوں نہ ہو تب بھی جواب میں جمع کا صیغہ وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ الخ استعمال کرنا چاہیے۔

چنانچہ ایک صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ۔ آپ نے ان کے سلام کا جواب دیا، اور وہ صاحب بیٹھ گئے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دس نیکیاں مل گئیں۔ پھر ایک صاحب اور آئے اور انھوں نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ۔ آپ نے ان کو سلام کا جواب دیا۔ اور وہ بھی بیٹھ گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، بیس نیکیاں مل گئیں۔ پھر ایک صاحب

اور آئے اور انھوں کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ آپ نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ اور وہ بھی بیٹھ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تیس (نیکیاں) مل گئیں۔ (ابوداؤد، ترمذی)

ف اس سے معلوم ہوا کہ "السلام علیکم" کہنا بھی کافی ہے۔ مگر اس پر "ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ" کا اضافہ مزید شرف کی بات ہے۔ (ق)

(ج) بچے کو سلام کے آداب سکھلائیں۔

وہ یہ ہیں کہ سوار پیدل چلنے والے کو سلام کرے۔ چلنے والا بیٹھنے والے کو سلام کرے۔ کم تعداد والے زیادہ تعداد والوں کو سلام کریں۔ اور چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔ اس لئے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سوار پیدل چلنے والے کو سلام کرے۔ اور چلنے والا بیٹھنے والے کو۔ اور کم تعداد والے زیادہ تعداد والوں کو۔ (بخاری، مسلم)۔ اور ایک روایت میں ہے کہ چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔ (بخاری)۔ (ترجمہ ص۳۲)

(د) بچوں کو دوسری قوموں کی مشابہت سے روکیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ وہ شخص ہم میں سے نہیں، جو دوسروں کی مشابہت اختیار کرے۔ نہ یہود کے ساتھ مشابہت اختیار کرو اور نہ عیسائیوں کے ساتھ۔ اس لئے کہ یہود کے سلام کا طریقہ انگلیوں سے اشارہ ہے اور عیسائیوں کا سلام ہاتھ سے اشارہ کرنا ہے۔ (ترمذی)

اس ممانعت کا مقصد یہ ہے کہ اسلام کے معاشرتی آداب اور اخلاقی خصوصیات کو دوسری قوموں اور امتوں کے شعار سے ممتاز رکھا جائے۔

(ہ) مربّی کو چاہئے کہ وہ بچّوں کو سلام کرنے میں پہل کرے۔

یہ اس لئے تاکہ بچے اپنے مربّی سے یہ عادت سیکھیں۔ اور اس کے ساتھ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی بھی ہو جائے۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بچّوں کے پاس سے گزرتے تو انھیں سلام کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چند بچّوں کے پاس سے گزرے جو کھیل میں مصروف تھے، تو آپ نے انھیں سلام کیا۔ (ابوداؤد)۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے ان سے فرمایا۔ اے بچّو! السّلام علیکم۔ (ابن السنی)

(و) مربّی کو چاہئے کہ بچّوں کو غیر مسلموں کے سلام کے جواب میں فقط "وعلیکم" کہنا سکھائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اہل کتاب تمھیں سلام کیا کریں، تو "وعلیکم" کہہ دیا کرو۔ اسی طرح یہ بھی سکھائیں کہ کافروں کو سلام کرنے میں پہل نہ کریں اس لئے کہ روایت میں ہے کہ یہود و نصاریٰ کو سلام کرنے میں پہل[1] نہ کرو۔ (مسلم)

(ز) سلام میں پہل کرنا سنت اور اس کا جواب دینا واجب ہے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے سلام کا جواب دیا تو یہ اس کے لئے باعث اجر ہے۔ اور جس نے جواب نہ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (ابن السنی)

اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ اے اللہ کے رسول! دو آدمی ایک دوسرے سے ملتے ہیں، کون پہلے سلام کرے؟ آپ نے ارشاد فرمایا، وہ جس کا اللہ سے زیادہ تعلق ہو۔ (ترمذی)

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس شخص کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ قرب ہوگا جو سلام میں پہل کرنے والا ہو۔ (ابوداؤد)

---

[1] ہاں اگر مصلحت کی بناء پر "آداب" وغیرہ جیسے الفاظ استعمال کرلئے جائیں تو مضائقہ نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب (ق)

چند مخصوص اشخاص جنکو سلام کرنا مکروہ ہے۔

وضو کرنے والے کو، جو شخص حمام میں ہو اس کو، کھانا کھانے والے کو، لڑائی جھگڑا کرنے والے کو سلام کرنا مکروہ ہے۔ ایسے ہی قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے کو، اللہ کا ذکر کرنے والے کو، حج میں تلبیہ پڑھنے والے کو، جمعہ وغیرہ میں خطبہ دینے والے کو، تقریر کرنے والے کو، مسجد و مدرسہ میں درس و تدریس یا وعظ و نصیحت کرنے والے کو، اذان یا اقامت کہنے والے کو اور قضائے حاجت میں مشغول اشخاص کو سلام کرنا مکروہ ہے۔ اور اگر کوئی شخص ان حالات میں سلام کرے تو سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دینا لازم نہیں ہے۔ لہٰذا مربی حضرات کو چاہئے کہ سلام کے آداب کی خود رعایت کریں اور یہ آداب اپنے بچوں کو بھی سکھلائیں تاکہ وہ معاشرتی زندگی میں ان آداب کے عادی بنیں۔ (ترجمہ ۴۲۹)

ف: مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسکوٹر وغیرہ پر سوار لوگوں کو بھی سلام نہ کریں، کیونکہ ذرا سی غفلت سے حادثہ ہو سکتا ہے۔ البتہ اگر موقع مناسب سمجھ کر خود سوار سلام کرے تو مضائقہ نہیں۔ اسی طرح اگر کھانے والا خود سلام کرے تو یہ جائز ہے۔ (ق)

۳- اجازت مانگنے کے آداب :-

اجازت طلب کرنے کے بھی کچھ آداب ہیں جن کو بچوں میں راسخ کرنا اور سکھانا ضروری ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا   اے ایمان والو! تمہارے مملوکوں کو اور جو

لِيَسْتَأْذِنكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ   تم میں سے حد بلوغ کو نہیں پہنچے ان کو تین

وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ

(النور ۵۸)

وقتوں میں اجازت لینا چاہئے۔ نماز صبح سے پہلے۔ اور جب دوپہر کو اپنے کپڑے اتار دیا کرتے ہو۔ اور نماز عشاء کے بعد۔ یہ تین وقت تمہارے پردے کے ہیں۔ ان اوقات کے سوا نہ تم پر کوئی الزام ہے اور نہ ان پر کچھ الزام ہے۔ وہ بکثرت تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں۔ کوئی کسی کے پاس اور کوئی کسی کے پاس اسی طرح اللہ تم سے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔

اس قرآنی نص میں اللہ تعالیٰ مربیوں کو یہ حکم دے رہے ہیں کہ وہ اپنے بچوں کو جو ابھی تک سن بلوغ کو نہیں پہنچے ہیں، یہ تعلیم دیں کہ وہ تین حالات واوقات میں گھر میں جانے کیلئے اجازت مانگا کریں۔

۱۔ فجر سے پہلے۔ اس لئے کہ وہ سونے کا وقت ہوتا ہے۔

۲۔ دوپہر کے وقت۔ اسلئے کہ وہ کھانے کے بعد قیلولہ اور آرام کا وقت ہوتا ہے۔

۳۔ نماز عشاء کے بعد۔ اس لئے کہ یہ تو خاص طور سے سونے ہی کا وقت ہوتا ہے۔

اور جب بچے سن شعور کو پہنچ جائیں تو ان اوقات مذکورہ کے علاوہ دوسرے اوقات میں بھی اجازت لے کر اندر جائیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل فرمان مبارک کی تعمیل ہو جائے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:۔

وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ   اور جس وقت تم میں کے وہ لڑکے حد بلوغ کو

فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ پہنچیں تو ان کو بھی اسی طرح اجازت لینا چاہئے جیسا ان سے اگلے (یعنی ان سے بڑی عمر کے) لوگ اجازت لیتے ہیں۔

(النور ۵۹)

قرآن کریم کی ان رہنمائیوں سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ اسلام بچوں کی معاشرتی تربیت اور کردار و اخلاق سازی کا بہت اہتمام کرتا ہے۔ تاکہ بچہ جب سن بلوغ کو پہنچے تو وہ آداب و اخلاق اور اپنی تمام زندگی میں ایک کامل انسان کا زندہ نمونہ ہو۔ (ترجمہ ۴۴۰)

اجازت طلب کرنے کا طریقہ :۔

ا۔ پہلے سلام کرے پھر اجازت طلب کرے : حدیث شریف میں ہے کہ پہلے السّلامُ علیکم کہے پھر کہے، میں داخل ہو سکتا ہوں؟۔ (ابو داؤد)

ب۔ اجازت طلب کرتے وقت اپنا نام یا لقب ذکر کرنا چاہئے : حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ کے کنوئیں پر تشریف فرما ہوئے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اجازت طلب کی تو حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کون صاحب ہیں؟ انھوں نے کہا ابو بکر!۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اجازت مانگی۔ تو انھوں نے پوچھا کون ہے؟ انھوں نے فرمایا عمر!۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور انھوں نے بھی اسی طرح کہا۔ (بخاری و مسلم)

نیز حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ نے فرمایا کون ہے؟ میں نے

عرض کیا، میں! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "میں، میں کیا ہوتا ہے"؟ اس سے معلوم ہوا کہ ایسے موقع پر اپنا نام یا لقب بتلانا چاہئے تاکہ دریافت کرنے والے کو اُلجھن نہ ہو۔

ج - تین مرتبہ اجازت طلب کرنا چاہئے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اجازت تین مرتبہ طلب کرنا چاہئے، پھر اگر اجازت مل جائے تو ٹھیک ہے ورنہ واپس ہو جاؤ۔ بہتر ہے کہ پہلی مرتبہ اجازت طلب کرنے اور دوسری مرتبہ اجازت طلب کرنے کے درمیان اتنا فاصلہ ہو جس میں انسان چار رکعت نماز پڑھ لے۔ اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ جس وقت اجازت طلب کی جا رہی ہو وہ نماز پڑھ رہا ہو یا قضاءِ حاجت کے لئے گیا ہو۔

ف: تقاضائے وقت و حال کے اعتبار سے اس میں کمی زیادتی ہو سکتی ہے۔ گھنٹی بجانے میں بھی اس کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ یعنی کسی قدر وقفہ سے بجانا چاہئے، تاکہ اہل خانہ کو انتشار نہ ہو۔ (ق)

د - بہت زور سے دروازہ نہیں کھٹکھٹانا چاہئے: خاص طور سے اس وقت جب کہ اس مکان کا مالک اس کا والد، استاذ یا مرشد ہو۔ اسی لئے سلف صالحین اپنے بزرگوں کے دروازوں کو ناخن سے کھٹکھٹاتے تھے۔ لیکن جس کا حجرہ دروازے سے دور ہو تو بقدر ضرورت زور سے کھٹکھٹا سکتا ہے۔ تاکہ مقصود حاصل ہو۔ اسی طرح گھنٹی کو آہستہ ہی بجانا چاہئے۔ تاکہ اندر والوں کو کلفت نہ ہو۔ اور ان کو گھنٹی بجانے والے کی نرم مزاجی اور عمدہ اخلاق کا اندازہ ہو جائے۔ (ترجمہ ص۱۴۲)

ہ - اجازت طلب کرتے وقت دروازے سے کنارے کھڑے ہونا چاہئے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے دروازے پر تشریف لے جاتے تو بالکل دروازہ کے

سامنے ہرگز نہ کھڑے ہوتے۔ بلکہ اس کے داہنے یا بائیں کھڑے ہوکر فرماتے، "السلام علیکم"
(ابوداؤد)

نیز ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اجازت طلب کرنے کو اس لئے مشروع کیا گیا ہے تاکہ نگاہ نہ پڑے۔ (بخاری و مسلم)

اس لئے اجازت طلب کرنے کے وقت دروازے کے سامنے ہرگز نہ کھڑا ہو تاکہ گھر کی عورتوں پر نگاہ نہ پڑے۔

د۔ اگر گھر والا اجازت نہ دے تو خوشی خوشی واپس لوٹ جانا چاہئے: اس لئے کہ اللہ تبارک تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔

وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ (النور ۲۸)	اور اگر تم سے کہہ دیا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ آیا کرو۔ یہی تمہارے حق میں پاکیزہ تر ہے۔

یہ وہ آداب اسلامی ہیں جنھیں مربیوں کو خود اپنانا چاہئے اور اپنے بچوں کو بھی سکھانا چاہئے۔

۴: مجلس کے آداب:۔

مجلس کے بھی کچھ آداب ہیں جو بچوں کو سکھانا چاہئے۔ اور وہ آداب یہ ہیں:۔

ا۔ مجلس میں جس سے ملے مصافحہ کرے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب دو مسلمان باہم ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا کرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ سے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالےٰ ان دونوں کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔ (ابوداؤد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کوئی بھی دو مسلمان ایسے نہیں ہیں، کہ آپس میں ایک دوسرے سے ملیں اور مصافحہ کریں مگر یہ کہ ان کے جدا ہونے سے قبل ہی اللہ تعالےٰ ان دونوں کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔ (ترمذی)

حضرت عطا خراسانی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ آپس میں مصافحہ کیا کرو، اس سے حقد وحسد دور ہوتا ہے۔ اور ہدیہ دیا کرو، اس سے محبت پیدا ہوتی ہے اور عداوت ختم ہو جاتی ہے۔

ب۔ صاحب مکان جس جگہ بٹھائے اسی جگہ بیٹھنا چاہئے: اس لئے کہ صاحب مکان ہی اپنے مہمان کو بٹھانے کی جگہ خوب جانتا ہے اور اسی کو حق ہے کہ جہاں چاہے بٹھائے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو شخص کسی کے گھر جائے تو اسے چاہیے کہ اس جگہ بیٹھے جہاں گھر والے بیٹھنے کا اشارہ کریں۔ اس لئے کہ گھر والے اپنے راز کو بخوبی جانتے ہیں۔ (مجمع الزوائد)

ج۔ درمیانِ حلقہ نہ بیٹھے: یہ ایک معاشرتی ادب ہے۔ اس لئے کہ اگر درمیان میں جا کر بیٹھے گا تو بعض دوسرے لوگوں کی طرف اس کی پیٹھ ہو جائے گی جس سے دوسروں کو ایذا رسانی ہوگی اور وہ اسے برا بھلا کہیں گے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حلقہ کے درمیان بیٹھنے والے پر لعنت بھیجی ہے۔ (ابو داؤد) ہاں اگر جگہ نہ ہونے کی وجہ سے حلقہ کے درمیان بیٹھ جانے پر مجبور ہو جائے، تو ایسی صورت میں کوئی حرج وگناہ نہیں ہے۔ (ترجمہ صفحہ ۱۳۱)

د۔ دو شخصوں کے درمیان انکی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے: اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی شخص کے لئے حلال نہیں، کہ وہ دو آدمیوں کے درمیان

بیٹھ کر تفریق کا سبب بنے۔ مگر یہ کہ وہ خود بیٹھنے کی اجازت دیدیں۔ ایک روایت میں ہے کہ کوئی شخص دو آدمیوں کے درمیان انکی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے۔

۷۔ آنیوالے کو چاہئے کہ جہاں مجلس ختم ہو وہیں بیٹھ جائے: جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو اس جگہ بیٹھ جاتے جہاں جگہ ہوتی تھی۔ (ابوداؤد، ترمذی)

یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ آنے والا عام آدمی ہو۔ لیکن اگر آنے والا عالم یا ذی وجاہت ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ حاضرین یا گھر والے اس کو اس کے مناسب جگہ بٹھائیں۔

۸۔ مجلس میں اگر تین افراد ہوں تو دو آدمیوں کو آپس میں سرگوشی نہیں کرنا چاہئے:۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جب تم تین آدمی ہو تو تیسرے کو چھوڑ کر دو آدمی آپس میں سرگوشی نہ کریں۔ تاکہ اس کو تکلیف نہ ہو (اور وہ بدگمانی میں مبتلا نہ ہو۔ (بخاری ومسلم)

۹۔ مجلس کے کفّارہ کی دعا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مجلس سے اٹھنے کا ارادہ فرماتے تو یہ فرماتے:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوْبُ إِلَيْكَ۔ (حاکم)	اے اللہ آپ پاک ہیں اور میں آپ کی حمد بیان کرتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں آپ سے معافی چاہتا ہوں اور آپ کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! آج کل آپ

ایک ایسی دعا پڑھتے ہیں جو اس سے قبل نہیں پڑھتے تھے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ دعا ان غلطیوں کا کفارہ ہے جو مجلس میں صادر ہو جاتی ہیں۔

مجلس کے جو آداب شرعیہ ہم نے بیان کئے ہیں ان پر مربیان کرام کو خود عمل کرنا چاہئے اور بچوں کو بھی یہ آداب سکھانا چاہیئے تاکہ وہ بھی معاشرتی زندگی اور لوگوں کے ساتھ معاملات میں ان کو اپنائیں۔

۵۔ بات چیت کے آداب۔

معاشرتی آداب میں سے یہ بھی ہے کہ مربی حضرات بچپن ہی سے اپنے بچوں کو بات چیت کرنے کے آداب سکھائیں اور جواب دینے کے اصول ذہن نشین کرائیں لہذا بات چیت کے کچھ آداب حسب ذیل ہیں :۔

ا۔ **فصیح عربی میں گفتگو کرنا:** اس لئے کہ عربی زبان قرآن پاک کی زبان ہے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہے۔ اور اسلام کے اوّل جاں نثار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی زبان ہے۔ اس لئے اس فصیح وبلیغ زبان سے اعراض کرکے ایسی عامی زبان بولنا جس کا عربی زبان سے کوئی تعلق ہے نہ واسطہ اس زبان کی بڑی ناشکری اور ناقدری ہے۔ اور ویسے بھی فصاحت و بلاغت کے ساتھ گفتگو کرنا انسان کے لئے زیور ہے۔ اور شیریں انداز گفتگو انسان کا جمال ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا۔ انسان کا جمال اسکی فصاحت و بلاغت ہے۔ (العسکری، حاکم) ف۔ یہی حکم دوسری زبانوں کا بھی ہے (ق)

ب۔ **بات آہستہ آہستہ اور واضح کرنا چاہیئے:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے

مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں کی طرح جلدی جلدی بات نہیں کرتے تھے۔ بلکہ آپ اس طرح گفتگو فرماتے تھے کہ اگر کوئی گفتگو کے الفاظ شمار کرنا چاہے تو شمار کرلے۔ (بخاری و مسلم)

اور اسماعیلی اپنی روایت میں یہ الفاظ بھی نقل کرتے ہیں کہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو ایسی صاف اور واضح ہوتی تھی کہ دلوں تک پہنچ جاتی تھی۔ اور ابوداؤد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو ایسی صاف اور واضح ہوتی تھی جسے ہر سُننے والا سمجھ لیا کرتا تھا۔

ج۔ فصاحت و بلاغت میں زیادہ تکلف کی ممانعت: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ اس بلاغت (و فصاحت) اختیار کرنے والے شخص کو مبغوض رکھتے ہیں جو اپنی زبان اس طرح گھمائے اور ہلائے جس طرح گائے اِدھر اُدھر (منہ میں) اپنی زبان چلاتی ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی بات ارشاد فرماتے تو اسے تین مرتبہ دُہراتے تاکہ بات سمجھی جاسکے۔ اور جب کسی قوم کے پاس آتے تو انھیں سلام کرتے۔ (بخاری، مسلم)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی فصیح اور واضح گفتگو فرماتے جس میں نہ تطویل ہوتی نہ اختصار۔ اور بہت زیادہ بات چیت نہ فرماتے۔ اور منہ پھاڑ کر تکلف سے بات کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔

د۔ لوگوں کی سمجھ کے مطابق بات کرنا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم انبیاء کی جماعت کو یہ حکم دیا گیا ہے لوگوں سے ان کی عقل و سمجھ کے

مطابق گفتگو کریں۔ (مسند دیلمی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت ہے کہ لوگوں سے ایسی باتیں کرو جنھیں وہ سمجھتے اور جانتے ہوں۔ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلایا جائے۔ (بخاری)

ط۔ ایسی گفتگو کرنا جو نہ بہت مختصر ہو اور نہ طویل: یعنی بات نہ اتنی مختصر ہو کہ مقصود کے سمجھنے میں مخل ہو جائے اور نہ اتنی طویل ہو کہ تھکا دے۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں نماز پڑھتا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز درمیانی ہوتی تھی اور آپ کا خطبہ بھی درمیانی درجہ کا ہوتا تھا۔ (مسلم) ۔ (ترجمہ ص۱۵)

د۔ بات کو ہمہ تن گوش ہو کر سننا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ سے کوئی بات کرتے تھے تو وہ حضرات پوری توجہ سے سنتے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک شخص کے سوال کی طرف پوری توجہ دیتے تھے اور ان سے نہایت نرمی اور لطافت کے ساتھ کلام فرماتے تھے۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں چپکے سے کوئی بات کرنا چاہتا ہو اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے اپنے سر کو اس سے قبل ہٹا لیں جبتک کہ خود وہ اپنے سر کو نہ ہٹالے۔ اور میں نے کبھی یہ نہ دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے کر اس وقت تک چھوڑا ہو جبتک وہ خود اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ سے نہ چھڑا لے۔ (ابوداؤد)

ف۔ سبحان اللہ! یہ تھے اخلاق نبوی جن کے اتباع کی پوری امت مکلف ہے۔
اسی بنا پر تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (ق)

ن۔ **بات کرنے میں تمام حاضرین کی طرف توجہ دینا:** گفتگو کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ بات کرنے والا اپنی نظر و توجہ تمام حاضرین کی طرف رکھے۔ تاکہ ان میں سے ہر فرد یہ محسوس کرے کہ وہ اسی سے مخاطب ہے۔ یا اس سے خاص طور سے بات کر رہا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی دستور و طریقہ تھا، جس سے ہر صحابی اپنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص محبوب سمجھتا تھا۔

ح۔ **گفتگو کے درمیان خوش کلامی کرنا:** گفتگو کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ درمیانِ گفتگو اور اس کے بعد کسی قدر مزاح کی باتیں بھی کرے۔ تاکہ لوگ تنگ دل نہ ہوں اور آزردہ خاطر نہ ہو جائیں۔

۶۔ مذاق کے آداب :۔

اسلام اپنے شاندار بنیادی اصولوں کی وجہ سے مسلمانوں کو اس بات کا حکم دیتا ہے کہ وہ دوسروں سے مانوس ہوں اور دوسروں کو اپنے سے مانوس بنائیں۔ خوش اخلاق، خوش طبع، خندہ پیشانی والے، اچھے اوصاف کے مالک ہوں اور بہترین برتاؤ کرنے والے ہوں۔ تاکہ جب لوگ ان سے ملیں تو ان کی طرف راغب ہوں ۔ مگر ہاں مذاق و دل لگی میں بھی کچھ قواعد و آداب ہیں جن کی رعایت لازم و ضروری ہے۔ وہ یہ ہیں :۔

ا۔ **مذاق میں اعتدال ہونا چاہئے:** زیادہ ہنسی مذاق سے دل مردہ ہو جاتا ہے اور عداوت و دشمنی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور چھوٹا بڑے پر جری ہو جاتا ہے۔

حضرت   ۔ فرماتے ہیں کہ جو شخص بہت ہنستا ہے اس کا رعب کم ہو جاتا ہے، اور جو مذاق کرتا ہے اسکی ہیبت کم ہو جاتی ہے۔

ب۔ مذاق میں کسی کو تکلیف نہ دینا چاہیئے؛ مذاق، گھر بار، رشتہ داروں اور دوستوں کے ساتھ؟   لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ مذاق ایسا ہو جس سے کسی کو ایذا نہ پہنچے، نہ کسی مخلوق کی توہین و تذلیل ہوتی ہو۔ اور نہ کسی کے غمگین کرنے کا ذریعہ ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام رضؓ کو ایسے مذاق سے منع فرماتے تھے جس سے کسی کی دل آزاری ہو۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "تم میں سے کوئی شخص کسی کا سامان نہ مذاق میں لے نہ حقیقت میں۔ اور جو شخص اپنے (مسلمان) بھائی کا عصا بھی لے لے تو اسے چاہیئے کہ واپس لوٹا دے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے ایک صاحب کی جوتی اٹھا لی اور مذاقاً چھپا دیا۔ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں لائی گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ کسی مسلمان کو نہ ڈراؤ اس لئے کہ مسلمان کو گھبرا دینا بہت بڑا ظلم ہے۔

اب آپ ہی بتلائیے! ایسی صورت میں اس شخص کا کیا حال ہوگا جو مذاق میں کسی کی عزت اچھالتا ہو۔ اور مذاق میں غیبت کرتا ہو۔ اور مذاق میں کسی کی تذلیل کرتا ہو۔ اور مذاق ہی میں دین کی حرمت کو پامال کرتا ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسا شخص گنہگار ہوگا۔ خواہ اسے پتہ ہو یا نہ ہو۔ وہ حرام و ناجائز فعل میں گرفتار ہے۔

ف۔ اس زمانہ میں چونکہ عموماً مذاق میں حد سے تجاوز ہو جاتا ہے، اس لئے اس سے

احتراز لازم ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ (ق)۔ (ترجمہ ص۵۳)

ج ۔ مذاق میں جھوٹ اور غلط بات سے بچنا : بہت سے لوگ مجلسیں قائم کرتے ہیں اور من گھڑت واقعات اور کہانیاں بیان کرتے ہیں۔ تو ایسے لوگوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت سرزنش کی ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہلاکت ہو اس شخص کے لئے جو لوگوں کو ہنسانے کے لئے کوئی بات کہے اور اس میں جھوٹ بولے۔ اس کے لئے ہلاکت ہو۔ اس کیلئے ہلاکت ہو۔ (ابوداؤد، ترمذی)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یہ بہت بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے وہ بات کہو جس میں وہ تمھیں سچا سمجھ رہا ہو، اور تم اس سے جھوٹ بول رہے ہو۔ (ابوداؤد، احمد)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کوئی شخص بھی اس وقت تک مومن کامل نہ ہوگا جب تک کہ مذاق میں اور جھگڑے میں جھوٹ بولنا نہ چھوڑ دے اگرچہ حق بجانب ہی کیوں نہ ہو۔ (احمد، طبرانی)

ہمارے شہروں میں اپریل فول کی ایک عادت پھیل گئی ہے جو نہایت گندی اور ناپسندیدہ ہے۔ جسے ہم نے اہل مغرب سے لیا ہے۔ جس کا ہمارے بلند اسلامی اخلاق اور شاندار عادات سے کوئی تعلق نہیں۔ اور بلا شبہ یہ ایک ایسا جھوٹ ہے جو قطعاً حرام ہے۔ اور کھلا ہوا کذب اور گندہ مذاق ہے۔ اس لئے اس کو ترک کر دینا چاہیئے۔ ف، مگر افسوس کہ ہمیں اچھے اچھے لوگ مبتلا ہیں۔ العیاذ باللہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مذاق و مزاح کے چند نمونے :۔

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی شخص تھے

جن کا نام زاہر تھا۔ وہ دیہات کا تحفہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے۔ پھر جب وہ واپس اپنے علاقہ جانا چاہتے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کو تحفے تحائف دیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ زاہر ہمارے دیہاتی دوست ہیں اور ہم ان کے شہری دوست ہیں[1] (ترمذی)

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سواری کے لئے جانور مانگنے آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ ہم تمھیں اونٹنی کے بچے پر سوار کرادیں گے۔ وہ واقعۃً بچہ سمجھ کر کہنے لگے کہ یارسول اللہ! میں اونٹنی کے بچے کو کیا کروں گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اونٹ کو بھی تو اونٹنی ہی جنتی ہے۔ (ترمذی، احمد)

۳۔ زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میرے شوہر آپ کو یاد کر رہے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، کون، وہی جن کی آنکھوں میں سفیدی ہے؟ انھوں نے کہا کہ انکی آنکھوں میں سفیدی تو نہیں ہے! آپ نے ارشاد فرمایا، کیوں نہیں، انکی آنکھوں میں تو سفیدی ہے! انھوں نے کہا کہ بخدا ایسا نہیں ہے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کی آنکھوں میں سفیدی نہ ہو، سب کی آنکھوں میں سفیدی ضرور ہوتی ہے۔

اس لئے مربیوں کو چاہیئے کہ مزاح کے آداب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر عمل پیرا ہوں۔ اور یہ آداب بچوں کو سکھائیں تاکہ لوگوں کے ساتھ

---

[1] ہدیہ دینے لینے کے معاملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیسی پاکیزہ سنت اور عادت تھی جو ہر امتی کے لئے قابل اقتدار ہے۔ خواہ عامی ہو یا عالم، مرید ہو یا شیخ۔ وباللہ التوفیق۔ (ق)

میل جول میں ان آداب کے عادی ہوں اور معاشرہ میں اسلامی طریقہ کے مطابق برتاؤ کریں۔ (ترجمہ صفحہ ۱۵۹)

۷۔ مبارکباد دینے کے آداب :-

بچے کی تربیت اور معاشرتی اصلاح کے سلسلہ میں یہ بھی لازم ہے کہ اسکو مبارکباد دینے کے آداب کا عادی بنایا جائے۔ اس لئے کہ مسلمان کو مبارکباد پیش کرنا اور اس کو خوش کرنا اسلام کی نظر میں بہت بڑی نیکی ہے۔ اور فرائض کے بعد اللہ تعالےٰ کو سب سے زیادہ محبوب عمل ہے۔ بلکہ مغفرت کا ذریعہ اور جنت تک پہنچانے کا راستہ ہے۔

۱۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کو خوش کرنے کیلئے اس طریقہ سے ملتا ہے جو اسے پسند ہے، تو اللہ تعالےٰ قیامت کے دن اسے خوش کردیں گے۔ (معجم صغیر للامام طبرانی)

۲۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ، اسباب مغفرت میں سے یہ بھی ہے کہ تم مسلمان بھائی کو خوش کردو۔ (معجم کبیر)

۳۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فرائض کے بعد محبوب ترین عمل اللہ تعالےٰ کے یہاں مسلمان کو خوش کرنا ہے۔ (معجم کبیر اوسط)

۴۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کسی مسلمان گھرانے کو خوش کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کیلئے جنت سے کم ثواب پر راضی نہیں ہوتے۔ (طبرانی)

مبارکباد کے کلمات :۔

۱۔ بچے کی پیدائش پر مبارکباد : جس شخص کے یہاں بچے کی پیدائش ہوئی ہو اس کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے یہ کہے :۔

بُوْرِكَ لَكَ بِالْمَوْهُوْبِ	اللہ تعالیٰ آپ کے اس بچہ کو مبارک کرے
وَشَكَرْتَ الْوَاهِبَ	اور آپ کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی توفیق ہو
وَرُزِقْتَ بِرَّهٗ وَبَلَغَ أَشُدَّهٗ۔	اور یہ بچہ آپ کا فرمانبردار اور نیک ہو اور جوانی کو پہنچے۔

اور جس کو مبارکباد پیش کی جارہی ہے وہ اس کا جواب یوں دے۔

بَارَكَ اللهُ لَكَ	اللہ تعالیٰ آپ کو بھی مبارک کرے اور اپنی
وَعَلَيْكَ وَرَزَقَكَ اللهُ	برکتوں سے آپ کو نوازے اور آپ کو بھی اس
مِثْلَهٗ۔	جیسی نعمت عطا فرمائے۔

مندرجہ بالا عبارتیں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما و حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہیں۔

۲۔ سفر سے واپس آنے والے کو مبارکباد : ایسے شخص کو ان الفاظ سے مبارکباد پیش کرنا چاہئے :۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ سَلَّمَكَ وَجَمَعَ	تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے آپ کو
الشَّمْلَ بِكَ وَاَكْرَمَكَ۔	محفوظ رکھا اور کامیاب فرمایا اور آپ کا اکرام کیا۔

یہ کلمات بعض سلف صالحین سے مروی ہیں۔

۳۔ جہاد سے واپس آنے والے کو مبارکباد : اس سے یہ کہنا مستحب ہے :۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَصَرَکَ وَاَعَزَّکَ وَاَکْرَمَکَ — تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے تمہاری مدد کی اور عزت دی اور اکرام فرمایا۔

۴۔ حج سے واپس آنے والے کو مبارکباد : حاجی کو مبارکباد دینے کے لئے یہ کلمات کہنا بہتر ہے :۔

قَبِلَ اللّٰهُ حَجَّکَ وَغَفَرَ ذَنْبَکَ وَاَخْلَفَ نَفَقَتَکَ ۔ — اللہ تعالیٰ تمہارے حج کو قبول فرمائے اور گناہ معاف فرمائے اور آپ کے خرچ کا نعم البدل عطا فرمائے۔

۵۔ نکاح وشادی پر مبارکباد : حضور صلی اللہ علیہ وسلم شادی پر کسی کو ان کلمات سے مبارکباد پیش فرماتے تھے :۔

بَارَکَ اللّٰهُ لَکَ وَبَارَکَ عَلَیْکَ وَجَمَعَ بَیْنَکُمَا فِیْ خَیْرٍ۔ (ابوداؤد ، ترمذی) — اللہ تعالیٰ تم میں برکت دے اور تم پر برکتیں نازل فرمائے اور تم دونوں کو بخیر وعافیت یکجا رکھے۔

۶۔ عید پر مبارکباد : عید کی نماز کے بعد ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے یہ کہنا چاہیے :۔

تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَمِنْکَ ۔ — اللہ تعالیٰ میری اور آپ کی طرف سے قبول فرمائے

۷۔ احسان کرنے والے کا شکریہ : اگر کوئی شخص کسی کے ساتھ احسان کرے تو مستحب ہے کہ جس کے ساتھ احسان کیا گیا ہے وہ یوں کہے :۔

بَارَکَ اللّٰهُ فِیْ اَهْلِکَ وَمَالِکَ وَجَزَاکَ اللّٰهُ خَیْرًا۔ — اللہ تعالیٰ تمہارے اہل ومال میں برکت دے اور تمہیں جزائے خیر دے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا کہ جس کے ساتھ کوئی احسان کیا گیا اور اس نے اس کو جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا کہہ دیا تو اس نے شکریہ کا پورا حق ادا کر دیا۔ ہاں یہ یاد رہے کہ مبارکبادی و دعا میں ایسے الفاظ استعمال نہ کئے جائیں جو کسی غیر مسلم قوم سے لئے گئے ہوں یا زمانۂ جاہلیت کی عکاسی کرتے ہوں۔ تاکہ مسلمان ایسے مواقع پر بھی اپنے عقیدے اور اسلامی اصولوں کا پابند رہے۔

ج ۔ مبارکباد کے ساتھ ہدیہ پیش کرنا مستحب ہے۔

جب کسی کے یہاں بچہ پیدا ہو یا کوئی سفر سے آئے یا اور کوئی خوشی کا موقع ہو تو مبارکباد پیش کرنے کے ساتھ کچھ ہدیہ بھی پیش کر دیا جائے تو بہتر ہے۔ اس لئے کہ بہت سی احادیث میں ہدیہ دینے پر ابھارا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً مروی ہے کہ :۔

تهادوا وهاجروا تورثوا ابنائكم مجدا واقيلوا الكرام عثراتهم۔ (طبرانی والعسکری)

ہدیہ دیا کرو اور ہجرت کرتا کر اپنے بچوں کو باعزت بناسکو اور شریفوں کی لغزشوں سے درگذر کر دیا کرو۔

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تَهَادُوْا تَحَابُّوْا۔ یعنی آپس میں ایک دوسرے کو ہدیہ دو اور محبت پیدا کرو۔ (طبرانی معجم اوسط)

ظاہر ہے کہ جب بغیر کسی خوشی وغیرہ کے موقع کے ہدیہ دینا مستحب ہے تو پھر خوشی کے موقع پر ہدیہ دینا کس قدر اولیٰ و بہتر ہوگا۔ اس لئے کہ یہ جماعت مسلمین میں اتحاد پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ ف، ہاں مگر محض رسماً نہ ہو۔ بلکہ خلوص سے ہو اور اس کے عوض و بدلے کا طالب نہ ہو۔ جیسا کہ عموماً شادیوں میں ہوتا ہے۔ (ق)

۸- عیادت کے آداب:-

وہ اہم ترین معاشرتی آداب جن کی طرف مربیوں کو بہت توجہ دینی چاہیے، اور اپنے بچوں کو ان کا عادی بنانا چاہیے ان میں سے بیمار کی عیادت کے آداب بھی ہیں۔ تاکہ بچے میں شروع ہی سے دوسروں کے درد وغم میں شریک ہونے کی عادت جاگزیں ہوجائے۔ اس لئے اسلام نے بیمار کی عیادت کا حکم دیا ہے۔ بلکہ اسکی عیادت کو مسلمان کا مسلمان پر حق قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

حق المسلم على المسلم خمس	ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ
رد السلام- وعيادة المريض	حق ہیں۔ سلام کا جواب دینا، بیمار کی عیادت
واتباع الجنائز واجابة	کرنا، جنازے کے ساتھ جانا، دعوت کا قبول
الداعي وافشاء السلام- (بخاری مسلم)	کرنا، اور سلام کو پھیلانا۔

عیادت کے آداب درج ذیل ہیں:-

۱- **بیمار پرسی میں جلدی کرنا۔** حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

إِذَا مَرِضَ	جب وہ (مسلمان) بیمار ہوجائے تو اسکی
فَعُدْهُ-	عیادت کرو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عیادت مریض کی ابتدا ہی سے ہونی چاہئے اور بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عیادت مرض کے تین دن گزرنے کے بعد ہونا چاہیے۔ تو ان احادیث میں تطبیق اس طرح ہو جائے گی کہ اگر مرض خطرناک ہو تو فوراً عیادت کر لی جائے۔ اور اگر عام بیماری ہو تو تین دن کے بعد کرنا چاہیے۔

ب۔ عیادت کی صورت میں کم بیٹھنا چاہیئے: کوئی شخص عیادت کے لئے جائے اور اس کے دیر تک بیٹھنے سے ضرر کا اندیشہ ہو تو زیادہ دیر نہ بیٹھے۔ اور اگر مریض کو اس سے تسلی ہو اور اس کی باتوں سے مریض کا دل بہلتا ہو تو زیادہ دیر تک بیٹھنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔

ج۔ مریض کے پاس جاکر اس کیلئے دعا کرنا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعض اہل وعیال کی عیادت کرتے تو اپنا داہنا ہاتھ پھیرتے ہوئے یہ فرماتے:۔

اللّٰھم رب الناس اذھب	اے اللہ لوگوں کے پروردگار! بیماری کو
الباس۔ اشف انت الشافی	دور کر دیجئے اور شفا دیدیجئے، آپ ہی
لا شفاء الا شفاءک	شفا بخشنے والے ہیں۔ حقیقی شفا آپ ہی کی
شفاء لا یغادر سقما	شفا ہے۔ ایسی شفا عطا فرمایئے جو کسی قسم
(بخاری، مسلم)	کی بیماری نہ چھوڑے۔

د۔ مریض کو دعا یاد دلانا: حضرت ابو عبداللہ عثمان بن ابی العاص رض سے روایت ہے کہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے بدن میں درد کی شکایت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنا ہاتھ جسم کے اس حصہ پر رکھو جہاں درد ہے اور تین مرتبہ بسم اللہ کہو اور پھر سات مرتبہ یہ پڑھو:۔

اعوذ بعزۃ اللہ وقدرتہ	میں اللہ تعالیٰ کی عزت و قدرت کے
من شر ما اجد و	وسیلے سے پناہ مانگتا ہوں اس درد و تکلیف
احاذر۔	کے شر سے جس میں میں مبتلا ہوں اور جس کا
(مسلم)	مجھے خوف ہے۔

ﮦ۔ بیمار کے اہل وعیال سے اس کا حال پوچھنا: بخاری شریف میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات میں آپ کے پاس سے تشریف لائے تو لوگوں نے سوال کیا کہ اے ابوالحسن! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کیسی گزری؟ انھوں نے فرمایا:۔

اَصْبَحَ بِحَمْدِ اللّٰہِ بَارِئًا　　الحمد للہ رو بصحت ہیں

(تربیۃ الاولاد ج ۱ ص۲۶۵)

و۔ بیمار کے سرہانے بیٹھنا مستحب ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مریض کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے تو اس کے سرہانے بیٹھ کر سات مرتبہ یہ پڑھتے:۔

اَسْئَلُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَّشْفِیَكَ[1]　　میں اس عظیم اللہ سے جو عرش عظیم کا پروردگار ہے سوال کرتا ہوں کہ وہ تمھیں شفا دے۔

ز۔ شفا کی دعا دے کر مریض کو خوش کرنا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی بیمار کی عیادت کے لئے جاؤ تو اسے لمبی عمر پانے کی دعا دو۔ اس لئے کہ اس سے تقدیر تو نہیں بدلتی۔ مگر مریض کا دل خوش ہو جاتا ہے۔ اور یہ کہنا چاہئے

لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی　　پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ اللہ نے چاہا تو یہ گناہوں سے طہارت کا ذریعہ ہے۔

ح۔ بیمار سے خود اپنے لئے دعا کی درخواست کرنا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب تم کسی بیمار کے پاس جاؤ تو اس سے کہو کہ وہ تمھارے لئے دعا کرے اس لئے کہ اس کا تمھارے لئے دعا کرنا ایسا ہے جیسا کہ فرشتوں کا دعا کرنا۔

---

[1] مریض اگر عورت ہو تو یَشْفِیَكِ کے کاف کو زیر پڑھے۔

ف ۔ اس سنت سے عام طور پر غفلت ہے لہٰذا اس پر عمل کرنا چاہئے۔ نیز اس حدیث سے مریض کی دعا کی بھی کتنی فضیلت ثابت ہوئی، اس لئے اس سے ضرور دعا کی درخواست کرنی چاہئے۔ (ق)

ط ۔ مریض جانکنی کی حالت میں ہو تو اس کو کلمۂ طیبہ کی تلقین کرنا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ — اپنے قریب الموت لوگوں کو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تلقین کرو۔

اور ابو داؤد میں ہے:۔

مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ — جس شخص کا آخری کلام لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

ف ۔ اس سے پورا کلمۂ طیبہ مراد ہے یعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔ (ق)

۹ ۔ تعزیت کے آداب:۔

وہ معاشرتی آداب جن کا مربیوں کو بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں اہتمام کرنا چاہئے۔ ان میں سے تعزیت بھی ہے۔ اگر کسی کے عزیز کا انتقال ہو جائے یا کوئی عزیز ترین چیز گم ہو جائے تو اس پر تعزیت کرنی چاہئے۔

تعزیت کا مطلب یہ ہے کہ اچھے کلمات اور مسنون دعاؤں کے ذریعہ میت کے پسماندگان کو اس طرح سے تسلی دے جس سے ان کا غم ہلکا ہو اور مصیبت کا تحمل آسان ہو جائے۔ لہٰذا تعزیت کرنا مستحب ہے خواہ وہ ذمی[1] ہی کیوں نہ ہو۔ (ترجمہ)

---

[1] یعنی وہ کافر جو دارالاسلام میں رہتا ہو۔ (ق)

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کوئی مومن ایسا نہیں جو مصیبت کے موقعہ پر اپنے بھائی کی تعزیت کرے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے اعزاز و اکرام کی پوشاک پہنائیں گے۔ (ابن ماجہ)

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مصیبت زدہ کی تعزیت کرتا ہے اس کو بھی اس کے برابر اجر و ثواب ملتا ہے۔ (ترمذی)

اور مناسب ہے کہ گھر کے تمام افراد اور رشتہ داروں، چھوٹوں بڑوں، عورتوں مردوں سب سے کی جائے۔ یہ تعزیت خواہ دفن سے پہلے ہو یا بعد میں، مگر تین دن کے اندر اندر ہو۔ البتہ اگر تعزیت کرنے والا یا جس کی تعزیت کی جائے وہ موجود نہ ہو تو تین دن کے بعد بھی تعزیت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ تعزیت کے اہم آداب درج ذیل ہیں:۔

ا۔ جہاں تک ہو سکے مسنون کلمات سے تعزیت کی جائے: امام نووی رح نے لکھا ہے کہ تعزیت جن کلمات سے بھی کرے جائز ہے۔ البتہ ہمارے اصحاب نے یہ مستحب جانا ہے کہ مسلمان دوسرے مسلمان کی تعزیت کرتے ہوئے ان الفاظ کو ادا کرے:۔

أَعْظَمَ اللّٰهُ أَجْرَكَ وَأَحْسَنَ عَزَاءَكَ وَغَفَرَ لِمَيِّتِكَ۔ اللہ تمہارا اجر بڑھائے اور صبر جمیل کی توفیق بخشے اور تمہارے میت کی مغفرت کرے۔

ب۔ میت کے گھر والوں کیلئے کھانے کا انتظام کرنا: شریعت اسلامیہ نے یہ مستحب قرار دیا ہے کہ میت کے گھر والوں کیلئے کھانے کا بندوبست کیا جائے۔ اس لئے کہ اس حادثہ کی وجہ سے ان کے دل شکستہ ہوں گے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آل جعفر کے لئے کھانا بنالو۔ کیونکہ ان پر ایسی مصیبت آن پڑی ہے جو ان کو اس سے غافل کردے گی۔

اور ائمہ کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ میت کے گھر والوں کا اُن لوگوں کیلئے

کھانا پکوانا مکروہ ہے جو تعزیت کے لئے آئے ہیں۔ ہاں فقہاء نے ان لوگوں کو مستثنیٰ کیا ہے جو تعزیت کے لئے دور دراز سے آئے ہیں اور میت والوں کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ ہو کہ وہ ضیافت کریں۔

ج۔ تعزیت میں غم واندوہ کا اظہار کرنا: اہل میت کے سامنے رنج وغم کا اظہار کرے۔ اور ایسی حدیثیں بیان کرے جو مصائب سے متعلق ہوں۔ لیکن مسکرانا، یا ہنسنا، یا فضول باتیں کرنا یا مصیبت زدہ کے سامنے ہنسانے کی باتیں کرنا بے ادبی ہے اس لئے کہ میت پر ترحم اور غم کا اظہار اور اس کے مناقب کا بیان کرنا ہی بہترین طریقہ ہے۔ چنانچہ سلف صالحین ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

د۔ کسی منکر کو دیکھے تو عمدگی سے نصیحت کرے: جب کسی کے گھر تعزیت کے لئے جائے اور وہاں خلاف شرع امر کو دیکھے تو اس شخص کی ذمہ داری ہے کہ خیر خواہی کے انداز میں جرأت مندی سے حق بات کہہ دے۔ اور حق بات کہنے میں کسی ملامت کرنے والے کی مطلقاً پروا نہ کرے۔

جیسا کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر فرماں برداری واطاعت اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

۱۰۔ چھینک اور جمائی کے آداب

ا۔ چھینکنے والے کو الحمد للہ اور سننے والے کو یرحمک اللہ کہنا چاہئے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے۔ اور اس کا بھائی یا ساتھی اس کے جواب میں یَرْحَمُکَ اللّٰہُ کہے۔ تو اسے چاہئے کہ کہے یَہْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَ

يُصْلِحُ بَالَكُمْ یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت دے اور آپ کی حالت درست کرے۔ (بخاری)
اور ایک روایت میں ہے کہ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ کہے یعنی اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

ب۔ اگر چھینکنے والا الحمد للہ نہ کہے تو جواب نہ دیا جائے: اس لئے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے اور وہ الحمدُ للہ کہے تو اس کو یرحمک اللہ سے جواب دو اور اگر وہ الحمدُ للہ نہ کہے تو اس کو چھینک کا جواب نہ دو۔

ج۔ چھینک کے وقت منہ پر ہاتھ رکھنا اور آواز کو پست کرنا چاہئے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تھی تو آپ اپنا ہاتھ یا کپڑا منہ پر رکھ لیا کرتے تھے۔ اور اس کے ذریعہ آواز کو پست کر لیا کرتے تھے

(ابوداؤد، ترمذی)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ چھینک جمائی لینے میں آواز بلند کرنے کو ناپسند فرماتے ہیں۔ (ابن السنی)

د۔ تین مرتبہ چھینک آنے تک جواب دینا: اگر کسی شخص کو مسلسل چھینک آئے تو ایسی صورت میں سنت یہ ہے کہ سننے والا اسے تین مرتبہ تک جواب دے۔ اس لئے کہ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چھینک آئی، میں وہیں موجود تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے الحمد للہ کہنے کے جواب میں یرحمک اللہ فرمایا۔ انھیں دوبارہ چھینک آئی یا تیسری مرتبہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یرحمک اللہ۔ ان کو زکام ہو گیا ہے۔ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

بہت سے علماء نے یہ مستحب بتلایا ہے کہ تین مرتبہ چھینک آنے کے بعد اس کے لئے صحت وسلامتی کی دعا کریں اور اس کو یَرْحَمُکَ اللہ نہ کہا جائے۔ (ترجمہ ۲۵۳)

۸۔ غیر مسلم کی چھینک کا جواب یَھْدِیْکُمُ اللہُ سے دینا چاہئے: اس لئے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہودی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قصداً چھینکا کرتے تھے تاکہ ان کے جواب میں آپ یَرْحَمُکُمُ اللہُ کہہ دیں مگر آپ ان کے جواب میں یَھْدِیْکُمُ اللہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ فرمایا کرتے تھے۔

۹۔ اجنبی عورت کی چھینک کا جواب نہ دیا جائے: اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ اجنبی عورت کو چھینک آئے تو اس کی چھینک کا جواب دینا مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں اگر بوڑھی عورت ہو تو مضائقہ نہیں۔

ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے پاس ایک عابد بیٹھا تھا۔ امام احمدؒ کی اہلیہ کو چھینک آئی تو اس عابد نے یَرْحَمُکِ اللہُ کہا تو امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جاہل عابد ہے۔ ان کی مراد یہ تھی کہ اس عابد کو یہ مسئلہ معلوم نہیں کہ اجنبی عورت کی چھینک کا جواب دینا مکروہ ہے۔

جمائی کے آداب:۔

۱۔ جہاں تک ہوسکے جمائی کو دبایا جائے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند فرماتے ہیں اور جمائی کو ناپسند فرماتے ہیں۔ لہٰذا جب تم میں سے کسی شخص کو چھینک آئے اور الحمدللہ کہے تو جو شخص بھی اسے سنے اس پر لازم ہے کہ اس کے جواب میں یَرْحَمُکَ اللہ کہے۔ لیکن جمائی شیطان کے اثر سے آتی ہے۔ لہٰذا جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو جہاں تک ہوسکے روکے۔ اس لئے کہ جب

تم میں سے کسی کو جمائی آتی ہے تو شیطان اس پر ہنستا ہے۔

ب۔ جمائی کے وقت منہ پر ہاتھ رکھ لینا چاہئے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو اسے اپنا ہاتھ منہ پر رکھ لینا چاہئے اس لئے کہ شیطان منہ میں داخل ہو جاتا ہے۔

اس لئے اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ جمائی کے وقت منہ پر ہاتھ رکھنا مستحب ہے چاہے نماز کی حالت میں آئے یا اس کے باہر۔

ج۔ جمائی کے وقت آواز بلند کرنا مکروہ ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتا ہے اور جمائی کو ناپسند۔ لہذا جب تم میں سے کسی شخص کو جمائی آئے تو اسے ہاہ، ہاہ نہیں کہنا چاہئے۔ اس لئے کہ یہ شیطانی اثر سے ہوتا ہے جس کو سن کر وہ ہنستا ہے۔

د۔ سلف صالحین سے مروی ہے کہ جس شخص کو جمائی آ رہی ہو وہ یہ تصور کرے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی جمائی نہیں آئی، اللہ تعالیٰ نے چاہا تو جمائی رک جائیگی۔(۵)

چھینک و جمائی کے سلسلہ میں جو قواعد و آداب اسلام نے مقرر کئے ہیں وہ نہایت اہم ہیں۔ لہذا مربیوں کو چاہئے کہ ان کو اپنے خاندان، اولاد، گھر والوں میں جاری کریں تاکہ وہ سب بھی اپنی معاشرتی، اجتماعی زندگی میں اسلامی آداب سے آراستہ ہو جائیں۔

(ترجمہ ص۴۴۸)

رابعاً

نگرانی اور معاشرتی تنقید

بچّے کی کردار سازی کے سلسلہ میں یہ بھی ضروری ہے کہ اس کو شروع ہی سے اس بات کا عادی بنایا جائے کہ وہ معاشرہ پر نظر رکھے۔ اور موقع بموقع ضرورت کے مطابق تنقید واصلاح کرتا رہے۔ اور ساتھیوں کی اصلاح کے لئے کوشاں رہے۔ اور جس شخص میں انحراف محسوس ہو اس کے ساتھ خیر خواہی ونصیحت کرتا رہے۔ اس سلسلہ میں اہم امور یہ ہیں۔

۱۔ رائے عامہ کی حفاظت ایک معاشرتی ذمہ داری ہے۔

اسلام نے رائے عامہ کی حفاظت کو فرض قرار دیا ہے، جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی شکل میں تمام امت کو شامل ہے۔ چاہے ان میں انواع واقسام کا کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو۔ اور اس سلسلہ میں ان میں نہ کوئی امتیاز ہے نہ تفریق۔ یہ فریضہ اسلام نے حکام وعلماء، عوام وخواص، مرد وعورت، جوان بوڑھے، چھوٹے اور بڑے، ملازمین اور افسران سب پر برابر کا عائد کیا ہے۔ جس سے کوئی انسان مستثنیٰ نہیں ہے۔ اس کی بنیادی دلیل واساس اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔

(اے امت محمدیہ) تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ (جماعت عام لوگوں کے نفع) ہدایت پہنچانے کیلئے ظاہر کی گئی ہے (اسکی صورت یہ ہے کہ) تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور بری باتوں سے روکتے

(آل عمران ۱۱۰) ہو اور خود بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو۔

اور مسلمانوں کے اجتماعی و معاشرتی فریضہ کے سلسلہ میں یہ ارشادِ باری ہے:-

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ	اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے
بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ	(دینی) رفیق ہیں۔ نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں
بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ	اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نماز کی پابندی
وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ	رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے
الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ	رسول کا کہنا مانتے ہیں۔ ان لوگوں پر ضرور اللہ تعالیٰ
اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۗ اِنَّ اللّٰهَ	رحمت کرے گا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے
عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (التوبة ۷۱)	حکمت والا ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے جب بیعت لیتے تھے تو ان سے تنگی و فراخی، خوشی و غمی دونوں حالتوں میں اطاعت کی بیعت لیتے تھے اور ساتھ ہی یہ بھی وعدہ لیا کرتے تھے کہ وہ جہاں بھی ہوں گے حق بات کہیں گے۔ اور حق بات کہنے اور اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچانے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی قطعاً پروا نہ کریں گے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اُمت اسلامیہ کے تمام افراد پر واجب ہے اور یہ ہر مسلم فرد پر ایک اجتماعی و معاشرتی فریضہ ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب بنی اسرائیل گناہوں میں پڑ گئے تو ان کے علماء نے انھیں اس سے روکا لیکن وہ لوگ باز نہ آئے۔ تاہم ان کے علماء ان کے ساتھ مجالس میں شریک ہوتے رہے اور کھانے پینے میں ان کے ساتھ شامل رہے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل یکساں کر دیئے اور ان پر حضرت داؤد و حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی زبانی لعنت بھیجی۔ جس کی اصل

وجہ ان کی نافرمانی اور حد سے تجاوز کرنا تھا۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ضرور کرو۔ ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالےٰ تم پر عذاب نازل فرمائے اور پھر تم دعا مانگو تو اسے وہ قبول نہ کرے۔ (ترمذی)

اس لئے مربیوں کو چاہئے کہ نئی نسل کے اندر قول وفعل میں جرأت وشجاعت پیدا کریں تاکہ بچہ شروع ہی سے دوسروں کے حقوق کی حفاظت اور فریضۂ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ادائیگی میں پرورش پائے۔ (ترجمہ ص۱۴۳)

۲۔ اس سلسلہ میں ضروری اصول :۔

۱۔ داعی کا قول اس کے فعل کے مطابق ہو : اس لئے کہ اللہ تبارک وتعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں :۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ (الصف ۲ - ۳)

اے ایمان والو! ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔ اللہ تعالےٰ کے نزدیک یہ بات بہت ناراضگی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ وَأَنتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ (البقرۃ ۴۴)

کیا غضب ہے کہ اور لوگوں کو نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور اپنی خبر نہیں لیتے۔ حالانکہ تم کتاب (یعنی توریت) کی تلاوت کرتے رہتے ہو۔ تو پھر کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز ایک شخص کو

لایا جائے گا اور اس کو آگ میں ڈال دیا جائیگا۔ تو لوگ اس سے کہیں گے اے فلانے تمہیں کیا ہو گیا؟ کیا تم اچھی باتوں کا حکم نہیں دیا کرتے تھے، اور بری باتوں سے نہیں روکتے تھے؟ وہ کہے گا، کیوں نہیں! میں دوسروں کو اچھی باتوں کا حکم دیا کرتا تھا لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتا تھا۔ اور دوسروں کو برائیوں سے روکتا تھا، لیکن خود برائیاں کرتا تھا۔ (بخاری و مسلم)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس رات مجھے سیر کرائی گئی (یعنی معراج ہوئی) میرا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے منہ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ میں نے حضرت جبریئل سے پوچھا، یہ کون لوگ ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا کہ یہ لوگ آپ کی امت کے خطیب ہیں جو ایسی باتیں کہتے تھے جن پر خود عمل نہیں کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھتے تھے لیکن اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔ (ابن ابی الدنیا، بیہقی)

سلف صالحین کی یہ عادت تھی کہ وہ اپنے نفوس اور اپنی اولاد کو عمل صالح اور تقوی اللہ کی تربیت دینے سے پہلے دوسروں کو دعوت الی اللہ اور خیر کی تعلیم دینے کو پسند نہ فرماتے تھے۔ چنانچہ سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو جب دوسروں کو کوئی حکم دینا ہوتا تو پہلے اپنے گھر والوں کو سختی سے اس کا حکم دیتے۔

اس لئے دعاۃ اور واعظین کو اپنے اندر یہ شاندار عادت پیدا کرنا چاہیے تاکہ لوگ ان کی بات قبول کریں اور ان کے وعظ و نصیحت پر لبیک کہیں۔ (ترجمہ ۴۴۳)

ب۔ جس برائی سے روک رہا ہے وہ متفق علیہ برائی ہو، جس برائی سے ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو روک رہا ہے وہ ایسی ہو جس کے برا ہونے پر فقہاء وائمہ مجتہدین متفق ہوں۔ لیکن اگر کوئی ایسا امر ہو جس میں قابل اعتماد مجتہدین کا اختلاف ہو تو وہ شریعت کی نظر میں منکر شمار نہ ہوگا۔ خوب سمجھ لیں!

اس کے بعد مصنف رحمہ اللہ نے تقلید کی اہمیت و ضرورت کو واضح کیاہے جو قابل دید ہے۔ اور اس ضمن میں ایک مثل درج کیاہے "مَنْ قَلَّدَ عَالِمًا لَقِیَ اللہَ سَالِمًا" یعنی جو شخص کسی عالم کی تقلید کرے گا وہ اللہ تعالیٰ سے صحیح و سالم رہ کر ملاقات کرے گا۔ اس کے بعد فرمایا کہ وہ لوگ جو دوسروں پر اس لئے نکیر کرتے ہیں کہ وہ مقلّد ہیں، اور ان کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ خود اس زمانہ کے مجتہدین میں سے ہیں، تو یہ اپنے سخت رویّہ سے امت کی وحدت کو پارہ پارہ کرنیوالے ہیں اور جماعت مسلمین کی عزت و فتح و کامرانی کے راستہ میں روڑے اٹکانے والے ہیں۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

اس کے بعد مصنف علیہ الرحمۃ یوں نصیحت فرمارہے ہیں کہ ہم سب کو چاہئے کہ ان احکام و مسائل پر جن پر علماء و فقہاء کا اتفاق ہے ہم سب متفق ہوکر عمل کریں اور جن مسائل میں باہم اختلاف ہے ان میں ایک دوسرے کو معذور سمجھیں اور تکذیب و تشنیع نہ کریں۔

ف: سبحان اللہ! کیا خوب نصیحت ہے جو سب کے لئے قابل عمل ہے۔ اگر ایسا ہوجائے تو بہت سے نزاعات کا بآسانی سدّباب ہوجائے۔ بلکہ اتحاد و اتفاق کی خوشگوار فضا قائم ہوجائے۔

اسی طرح دریں زمانہ ہر وہ جماعت جو دین کے کسی شعبہ کی، طریق سنت کے مطابق خدمت انجام دے رہی ہے اس کی نصرت و تائید کرنی چاہئے اور اس کو معذور ہی نہیں بلکہ ماجور (مستحق اجر) سمجھنا چاہئے۔

واللہ تعالیٰ ولی التوفیق۔ (ق)

ج۔ برائی پر نکیر کرنے میں تدریج کا لحاظ کرنا چاہئے: پہلے مرحلہ میں بغیر تجسس کے منکر پر مطلع ہونے کی کوشش کرے۔ پھر اس برائی سے اس کے مرتکب کو مطلع کرے پھر وعظ و نصیحت کے ذریعہ اس کو منکر سے باز رکھنے کی سعی کرے۔ اگر اس کا اثر نہ ہو تو سختی سے سرزنش کرے۔ اور اگر اس کا بھی ڈر نہ ہو تو ڈرانا دھمکانا چاہئے کہ اس کے ساتھ ایسا ایسا کیا جائے گا۔ اگر اس کا بھی اثر نہ ہو تو قوت بازو سے اس برائی کو ختم کرنا چاہئے مگر اس کام کے لئے پوری قوم و جماعت (بلکہ حکومت کا) تیار ہونا ضروری ہے۔ تاکہ فتنہ و فساد نہ پھیلے۔

د۔ مصلح کو نرم مزاج و خوش اخلاق ہونا چاہئے: اس لئے کہ نرم مزاجی و خوش اخلاقی ایسی صفات ہیں جو دعوت و تبلیغ کے کام میں لگنے والوں کے لئے لازم و ضروری ہیں۔

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اچھی بات کا حکم کرے تو اسے چاہئے کہ عمدگی سے کرے۔ (بیہقی) دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ رفیق ہیں اور رفق (نرمی) کو پسند فرماتے ہیں۔ اور نرمی پر وہ عطا فرماتے ہیں جو اس کے سوا کسی چیز پر عطا نہیں فرماتے۔ (مسلم)

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ لوگ اس کی طرف بڑھے کہ اس کو سرزنش کریں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اسے چھوڑ دو۔ اور اس کے پیشاب پر پانی کا ایک ڈول بہا دو، اس لئے کہ تم لوگوں کو نرمی پیدا کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے نہ کہ سختی پیدا کرنے کیلئے۔

ایک واعظ ابو جعفر منصور کے پاس گئے اور ان سے بہت سخت باتیں کیں۔ تو ابو جعفر نے کہا، جناب والا۔ ذرا نرمی کیجئے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے بہتر

شخصیت یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے بھائی کے ساتھ مجھ سے بدتر انسان یعنی فرعون کے پاس بھیجا تو حکم دیا کہ:۔

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى۔ (طٰہٰ)

پھر اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا شاید وہ نصیحت قبول کرلے یا ڈر جائے۔

۴۔ تکلیف و ابتلاء پر صبر کرے؛ اس لئے کہ یہ یقینی بات ہے کہ جو شخص معاشرہ پر تنقید کرے گا اور دعوت الی اللہ کا فریضہ انجام دیگا وہ مختلف قسم کی تکالیف اور آزمائشوں کا نشانہ بنے گا۔ اور اس میں شک نہیں کہ یہ ہر زمانہ میں تمام انبیاء و مصلحین اور داعیوں کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا:۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاۗءُ وَالضَّرَّاۗءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ○

(البقرۃ ۲۱۴)

کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ جنت میں (بے مشقت) جا داخل ہوگے، حالانکہ تم کو ہنوز ان (مسلمان) لوگوں کا سا عجیب واقعہ پیش نہیں آیا جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ ان پر ایسی ایسی تنگی اور سختی واقع ہوئی اور ان کو یہاں تک جنبشیں ہوئیں کہ (اس زمانہ کے) پیغمبر تک اور ان کے ہمراہ جو اہل ایمان تھے (بیقرار ہو کر) بول اٹھے کہ اللہ کی مدد کب ہوگی (جس پر انکو اس جواب سے تسلی کی گئی) کہ یاد رکھو، بیشک اللہ کی امداد (بہت) نزدیک ہونے والی ہے۔

اور حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو وعظ کہتے ہوئے یہ نصیحت کی کہ:

يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ

اے بیٹے، نماز پڑھا کرو اور اچھے کاموں کی

بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ (لقمان)

نصیحت کیا کرو اور برے کاموں سے منع کیا کرو۔ اور تم پر جو مصیبت واقع ہو اس پر صبر کیا کرو۔ یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے

لہذا جو لوگ اسلام کا پیغام پہنچانے کا جھنڈا اٹھائے ہوئے ہیں اور روئے زمین پر اللہ کا حکم نافذ کرنا چاہتے ہیں تو مناسب ہے کہ اپنے آپ کو صبر و ثبات کا عادی بنائیں اور اللہ تعالٰی کے راستہ میں پیش آنے والی تکالیف کو برداشت کریں۔

(ترجمہ صـ۲۸۹)

۳۔ سلف صالحین کے کارناموں سے عبرت حاصل کرنا: وہ عوامل و محرکات جو مسلمانوں میں جرأت و شجاعت کو راسخ کرنے والے ہیں، ان میں سے ایک ان تاریخی یادگاروں اور کارناموں کو پیش کرنا ہے جو ہمارے اکابر اور سلف صالحین نے برائی کے دور کرنے میں اختیار کیا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اگر ان کارناموں کو صحیح طور سے پیش کیا جائے تو یقیناً نئی نسل کے نفوس اور ان کے عزائم پر بہت اچھا اثر پڑے گا اور یہ کارنامے ان کو اس بات پر آمادہ کریں گے کہ وہ ان مفسدین و ملحدین کے مقابلہ پر ڈٹ جائیں جو اسلام کی عزت و حرمت کا خیال نہیں رکھتے اور جن کی نظر میں اخلاق عالیہ کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔

اس کے بعد مؤلف نے سلف صالحین کے کارناموں کے بہت سے واقعات نقل فرمائے ہیں جو قابلِ مطالعہ ہیں۔ مگر ہم بغرض اختصار ان کو حذف کر رہے ہیں جس کو توفیق ہو اصل کتاب کا مطالعہ کرے۔

ان واقعات کے نقل کرنے کے بعد مصنف یوں رقمطراز ہیں:۔

سلف صالحین کے اس طرح کے کارناموں کی بے شمار مثالیں ہیں، جو

سب کی سب اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ لوگوں نے اچھائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا فریضہ اس لئے ادا کیا تاکہ معاشرہ اس بات سے محفوظ رہے کہ کوئی اس سے کھیل کرے یا اس میں انتشار پیدا کرے۔ اور اس لئے کہ امت میں باہمی ارتباط اور بندھن مضبوطی سے قائم رہے۔ کیونکہ معاشرہ میں فرد کی مثال عمارت کی اینٹوں میں ایک اینٹ جیسی ہے۔ اس لئے مبلّغین کو چاہئے کہ لوگوں کی توجہ اس طرف مبذول کرائیں جن میں ان کا فائدہ ہو۔ اور مفاسد و نقصانات کو دور کریں، اور لوگوں کے ساتھ مل کر معاشرہ کی عمارت کو خالص اسلامی عقیدے اور بہترین اخلاقی اصولوں پر قائم کرنے میں ہاتھ بٹائیں اور کسی کی ملامت کی پروا کئے بغیر حق بات کہیں۔

اسلام نے اپنی نہایت شاندار توجہات و اصلاحات کے ذریعہ ہر مسلمان کو جہاں اپنا محافظ و نگراں بنایا ہے اسی طرح اس نے دوسروں کا بھی محافظ و نگراں مقرر کیا ہے تاکہ معاشرہ کی تعمیر و اصلاح کے سلسلہ میں وہ اپنی عظیم ذمہ داری اور فرض منصبی کو پورا کرسکے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں اس سلسلہ میں یہ مختصر اور جامع سورت نازل فرمائی ہے:

وَالْعَصْرِ ۝ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

(العصر ۱ - ۳)

قسم ہے زمانہ کی (جس میں نفع و نقصان واقع ہوتا ہے) کہ انسان (بوجہ تضییع عمر کے) بڑے خسارے میں ہے۔ مگر جو لوگ کہ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے (کہ یہ کمال ہے) اور ایک دوسرے کو (اعتقادِ) حق (پر قائم رہنے) کی فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو (اعمال کی) پابندی کی فہمائش کرتے رہے۔ (کہ یہ تکمیل ہے پس یہ لوگ البتہ نفع میں ہیں۔) (بیان القرآن)

(تربیت الاولاد ج ۱ ص ۲۹۶ ترجمہ ج ۱ ص ۲۹۵)

فصل سابع

جنسی تربیت کی ذمہ داری

جنسی تربیت سے مقصد یہ ہے کہ بچہ جب ان معاملات کو سمجھنے کے قابل ہو جائے جو جنس اور انسانی خواہشات سے تعلق رکھتے ہیں تو میرے خیال میں مربیوں کو ان امور کی طرف توجہ دینی چاہیے، جو مندرجہ ذیل ہیں :-

۱۔ اجازت طلب کرنے کے آداب

۲۔ دیکھنے کے احکام

۳۔ بچے کو جنسی جذبات ابھارنے والی چیزوں سے دور رکھنا

۴۔ بچے کو بالغ ہونے سے پہلے اور بعد کے احکام سکھلانا

۵۔ شادی اور جنسی تعلقات

۶۔ جو لوگ شادی کی قدرت نہیں رکھتے انھیں پاکباز رہنا چاہیے

۷۔ کیا جنسی مسائل بچے کے سامنے بیان کرنا چاہیے ؟

۱۔ اجازت طلب کرنے کے آداب :۔

ان آداب کی تفصیل "عمومی معاشرتی آداب" کی سرخی ۳۱ کے تحت گزر چکی ہے۔ ان کا وہاں مطالعہ کر لیا جائے۔

۲۔ دیکھنے کے احکام

(الف) محارم کی طرف دیکھنے کے احکام : جن عورتوں سے نکاح کرنا انسان پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوا انھیں مرد کا محارم کہا جاتا ہے اور وہ مرد جن سے عورت کو ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہوا انھیں عورتوں کا محارم کہا جاتا ہے۔ تو اس لحاظ سے محارم میں یہ لوگ داخل ہیں :۔

نسب کی وجہ سے حرام ہونے والی عورتیں سات ہیں۔ جن کا ذکر اللہ تعالےٰ نے اپنے اس ارشاد پاک میں فرمایا ہے :۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَأَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْأَخِ وَبَنٰتُ الْأُخْتِ (النساء ۲۳)	تم پر حرام کی گئیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں۔

وہ عورتیں جو رشتۂ زواج کی وجہ سے حرام ہوتی ہیں، وہ چار ہیں :۔
والد کی بیوی۔ بیٹے کی بیوی۔ بیوی کی والدہ۔ بیوی کی بیٹی۔ یہ سب قرآن پاک سے ثابت ہے۔

دودھ کی وجہ سے حرام ہونے والی عورتیں یہ ہیں :۔

وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ	اور (تم پر حرام کی گئیں) تمھاری وہ مائیں جنھوں نے تم کو دودھ پلایا ہے اور تمھاری وہ بہنیں جو دودھ شریک ہیں۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :-

یحرم من الرضاع مایحرم من النسب (مسلم)	رضاعت کی وجہ سے بھی وہ عورتیں حرام ہو جاتی ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتی ہیں۔

لہذا نسب کی وجہ سے جو عورتیں حرام ہیں جیسے ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی، بھانجی۔ اسی طرح یہ رشتے رضاعت یعنی دودھ کی وجہ سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔ جیسے رضاعی ماں، رضاعی بہن، رضاعی بیٹی وغیرہ۔

مرد کیلئے اپنی محرم عورتوں کا سینہ سے اوپر اور گھٹنوں سے نیچے کا حصہ اس صورت میں دیکھنا جائز ہے جبکہ وہ خود اور عورت دونوں شہوات نفسانیہ سے مامون و محفوظ ہوں۔ اس کے علاوہ جسم کا اور حصہ مثلاً پیٹ، پیٹھ اور ران۔ توان اعضاء کی طرف محرم کو بھی دیکھنا جائز نہیں ہے۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (البقرہ ۲۲۹)	یہ خدائی ضابطے ہیں۔ سو تم ان سے باہر مت نکلنا۔ اور جو شخص خدائی ضابطوں سے بالکل باہر نکل جائے، سو ایسے ہی لوگ اپنا نقصان کرنے والے ہیں۔

(ب) جس سے شادی کرنے کا ارادہ ہو، اسکی طرف دیکھنے کے احکام : شریعت اسلامیہ نے شادی کرنے والے کو اپنی ہونے والی عورت کو دیکھنے کی اجازت دی ہے۔ اسی طرح

لڑکی کو بھی اس بات کی اجازت ہے کہ وہ اپنے ہونے والے شوہر کو دیکھ لے۔ تاکہ دونوں شریک حیات ایک دوسرے کو خوشدلی سے پسند کرلیں۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

انظر الیھا فانہ احری ان یؤدم بینکما۔ (مسلم)

اس کو دیکھ لو۔ اس لئے کہ اس کی وجہ سے تمہارے رشتۂ ازدواج کو دوام ملے گا۔

یعنی دیکھ لینا باہم الفت و محبت کو دوام بخشتا ہے۔

لیکن اس دیکھنے کے بھی آداب ہیں جن کی رعایت ضروری ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ اگر لڑکے کا کسی لڑکی سے نکاح کرنے کا پکا ارادہ ہو، تو اس کے چہرے اور ہاتھوں کو دیکھ سکتا ہے۔

۲۔ اگر ضرورت محسوس ہو تو اس لڑکی کی صورت کو اپنے ذہن میں رکھنے کیلئے کئی بار نظر ڈال سکتا ہے۔

۳۔ لڑکی اور لڑکا دیکھنے اور شادی طے ہونے والی مجلس میں ایک دوسرے سے بات چیت بھی کرسکتے ہیں۔

۴۔ ہاں لڑکی سے مصافحہ کرنے کی کسی صورت میں اجازت نہیں ہے کیونکہ شادی سے قبل وہ لڑکی اجنبیہ ہوتی ہے اور اجنبیہ سے مصافحہ کرنا حرام ہے۔

۵۔ اسی طرح لڑکی کے کسی عزیز کے بغیر تنہائی میں دونوں کا اکٹھا ہونا بھی جائز نہیں ہے۔

اس کے ساتھ ہی اس جانب بھی اشارہ کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آزاد خاندانوں میں آجکل جو عام رواج ہے کہ لڑکا اور لڑکی بغیر کسی قید و بند کے ملتے جلتے

رہتے ہیں جس کا جائزہ بیان کیا جاتا ہے کہ دونوں ایک دوسرے کی عادات واخلاق سے واقف ہو جائیں۔ تو یہ طریقہ اسلام کے بالکل خلاف ہے۔ اس لئے کہ اگر شادی طے نہ ہوئی تو پھر اس کا ضرر لڑکی کو خاص طور سے یہ پہنچے گا کہ لڑکی بدنام ہو جائیگی۔ اور لوگ ایسی لڑکی کے ساتھ شادی کرنے سے گریز کرنے لگیں گے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لڑکی بغیر شادی ہی کے بیٹھی رہ جائیگی۔ (ترجمہ صفحہ ۵۰۴)

(ج) بیوی کی طرف دیکھنے کے احکام :۔

مرد اپنی بیوی کے جسم کے ہر حصہ کو شہوت کی نظر سے بھی دیکھ سکتا ہے اور بغیر شہوت کے بھی۔ اگرچہ افضل یہ ہے کہ میاں بیوی میں سے ہر ایک دوسرے کی شرمگاہ کو نہ دیکھے۔ اس لئے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں آتا ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے اس حال میں تشریف لے گئے کہ نہ انھوں نے میری (شرمگاہ) دیکھی اور نہ میں نے (آپ کی شرمگاہ کی طرف) دیکھا۔

البتہ دونوں کے لئے ایک دوسرے کے جسم کے ہر حصہ کو دیکھنا جائز ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "تم اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو، سوائے اپنی بیوی اور باندی کے۔" (ترجمہ صفحہ ۵۰۵ ج ۱)

(د) اجنبی عورت کی طرف دیکھنے کے احکام :۔

اجنبی مرد وہ ہے جس سے عورت کیلئے نکاح کرنا جائز ہو، جیسے کہ چچا زاد بھائی، پھوپھی زاد بھائی، ماموں زاد بھائی، خالہ زاد بھائی، اور بہن کا شوہر اور خالہ کا شوہر (مگر جبکہ بہن اور خالہ سے رشتۂ زوجیت ختم ہو چکا ہو۔)

اجنبی عورت وہ ہے جس سے نکاح کرنا درست ہو جیسے چچازاد بہن، پھوپھی زاد بہن، ماموں زاد بہن وغیرہ۔ اس کی تفصیل فقہ کی کتابوں سے معلوم کی جاسکتی ہے۔

اجنبی عورتوں کی طرف دیکھنے کے حرام ہونے کی اصل دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ذیل ہے:۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ۔

(النور ۳۰-۳۱)

آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لیے زیادہ صفائی کی بات ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے جو لوگ کیا کرتے ہیں۔ اور اسی طرح مسلمان عورتوں سے بھی کہہ دیجئے کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل شانہ سے روایت کرتے ہیں کہ نگاہِ بد شیطان کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ جو میرے ڈر سے اسے چھوڑ دے گا تو میں اس کے بدلے میں اس کے دل میں ایسا ایمان پیدا کر دوں گا جس کی شیرینی وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔ (طبرانی، حاکم)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کوئی مسلمان ایسا نہیں جس کی نظر کسی عورت کے حسن وجمال پر پڑے اور پھر وہ اپنی نگاہ اس سے جھکا لے۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے ایسی عبادت کی توفیق دیتے ہیں جس کی حلاوت اسے اپنے دل میں محسوس ہوتی ہے۔ (احمد، طبرانی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا کہ ہر انسان پر اس کے زنا کا حصہ لکھ دیا گیا ہے جو اس کو ضرور پہنچ کر رہے گا۔ آنکھوں کا زنا (اجنبی عورتوں کا) دیکھنا ہے۔ اور کانوں کا زنا سننا ہے۔ اور زبان کا زنا بات کرنا ہے۔ اور ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے۔ اور پاؤں کا زنا چلنا ہے۔ اور دل خواہش و تمنا کرتا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب کرتی ہے۔ (بخاری و مسلم)

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھی اور آپ کے پاس حضرت میمونہ رض بھی بیٹھی ہوئی تھیں کہ سامنے سے ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آنے لگے (جو نابینا تھے) یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ ہمیں پردہ کرنے کا حکم دیا جا چکا تھا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم دونوں ان سے پردہ کر لو۔ تو ہم دونوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا یہ نابینا نہیں ہیں؟ یہ تو نہ ہمیں دیکھ سکتے ہیں اور نہ پہچان سکتے ہیں۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟ کیا تم دونوں ان کو نہیں دیکھ سکتی ہو؟

یہ تمام نصوص نہایت صراحت کے ساتھ یہ وضاحت کر رہی ہیں کہ کسی انسان کا اجنبی عورت کو دیکھنا حرام ہے۔ اور اسی طرح عورت کا اجنبی مرد کی طرف دیکھنا بھی حرام ہے۔ بشرطیکہ وہ دونوں ایک ہی مجلس میں ہوں، اور دیکھنے سے فتنہ میں پڑنے کا ڈر ہو۔

بشارت: بدنظری سے بچنے پر کتنی زبردست بشارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنا رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے۔

تین قسم کے آدمی ایسے ہیں کہ ان کی آنکھیں دوزخ کی آگ کو نہ دیکھیں گی ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالٰی کے راستے میں چوکیداری کرتی ہو۔ اور ایک وہ آنکھ جو

اللہ تعالیٰ کے خوف سے روتی ہو۔ ایک وہ آنکھ جو نامحرموں اور ممنوع جگہوں سے رُک گئی ہو۔ (طبرانی)

(۷) مرد کے مرد کی طرف دیکھنے کے احکام :۔

مرد کے لئے مرد کی ناف سے گھٹنے تک کا حصہ دیکھنا جائز نہیں ہے۔ خواہ وہ قریبی رشتہ دار ہو یا دور کا، خواہ مسلمان ہو یا کافر۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مرد کو مرد کی شرمگاہ کی طرف نہیں دیکھنا چاہیئے اور عورت کو عورت کی شرمگاہ کی طرف۔ (مسلم) نیز ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو ران کھولے ہوئے دیکھا تو انھیں تنبیہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اپنی ران کو ڈھانک لو اس لئے کہ ران ستر میں داخل ہے۔ (حاکم) ایک اور روایت میں ہے کہ ران ستر ہے۔ (ترمذی) لہٰذا ان نصوص سے معلوم ہوا کہ کسی مرد کو کسی کے سامنے اپنی ناف سے گھٹنے تک کا کوئی حصہ کسی صورت میں کھولنا جائز نہیں ہے۔

(۵) عورت کے عورت کی طرف دیکھنے کے احکام :۔

اسی طرح کسی عورت کو کسی عورت کی ناف سے گھٹنے تک کے جسم کا دیکھنا جائز نہیں ہے۔ (اس کی قباحت وضرت کے متعلق مصنف نے کلام کیا ہے جا سکو معلوم کرنا چاہے اصل کتاب کا مطالعہ کرے)

(ن) کافر عورت کے مسلمان عورت کی طرف دیکھنے کے احکام : مسلمان عورت کو کسی کافر عورت کے سامنے اپنے حسن وجمال کا اظہار یا جسم کا کوئی حصہ اس کے سامنے کھولنا

جائز نہیں ہے۔ ہاں کام کاج کے وقت جو حصہ کھل جاتا ہے جیسے ہاتھ، پاؤں، چہرہ، یہ کھول سکتی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پاک عمومی ہے:۔

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ ...... اَوْ نِسَائِهِنَّ۔ (النور ۳۱)

اور اپنے مواقع زینت نہ ظاہر کریں مگر اپنے شوہروں کے سامنے اور اپنی (دین کی شریک) عورتوں کے سامنے۔

تو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان " اَوْ نِسَائِهِنَّ " اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان عورت کے لئے اپنی زیب وزینت کا اظہار صالح مسلمان عورتوں کے سامنے تو جائز ہے لیکن اگر کسی مجلس میں غیر مسلم یا بدکردار مسلمان عورتیں موجود ہوں تو ایسے مواقع پر مسلمان عورت کو اپنی زیب وزینت یا جسم کا کھولنا درست نہیں۔

(ح) امرد کی طرف دیکھنے کے احکام:۔

دس سے پندرہ سال کے درمیان عمر کے لڑکوں کو امرد کہا جاتا ہے۔

خرید و فروخت، تعلیم و تربیت جیسی ضروریات کے لئے امرد کی طرف دیکھنا جائز ہے لیکن اگر اس کی طرف دیکھنے کا مقصد اس کے حسن وجمال سے لذت اندوز ہونا ہو تو یہ حرام ہے۔

سلف صالحین نے بے ریش خوبصورت لڑکوں کی طرف دیکھنے اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے روکنے پر زور دیا ہے۔ چنانچہ حسن بن ذکوان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مالداروں کے بچوں کے ساتھ نہ بیٹھو۔ اس لئے کہ ان کی شکلیں کنواری لڑکیوں کی سی ہوتی ہیں۔ اور یہ عورتوں سے بھی زیادہ موجب فتنہ ہوتے ہیں۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ ایک مرتبہ حمام میں داخل ہوئے۔ وہاں ایک خوبصورت

بچہ آگیا تو فرمایا۔ یہاں سے اس کو لے جاؤ، اس لئے کہ ہر عورت کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے اور بے ریش لڑکے کے ساتھ ستر شیطان ہوتے ہیں۔ اور حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تم کسی شخص کو بے ریش لڑکے کی طرف غور سے نظر کرتے ہوئے دیکھو تو اس سے بدگمانی کرلو۔ لہذا پاکباز مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ تہمت کے مواقع سے بچتا رہے۔

(ط) عورت کے اجنبی مردوں کی طرف دیکھنے کے احکام :۔

مسلمان عورت راستوں میں چلتے ہوئے جائز قسم کے کھیلوں میں مشغول یا کاروبار وغیرہ میں مصروف مردوں کو دیکھ سکتی ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۷ھ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اہل حبشہ کے لوگوں کو نیزہ بازی کرتے ہوئے دکھلایا تھا۔ (بخاری و مسلم)

رہی وہ حدیث جس میں حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو نابینا صحابی حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے دیکھنے سے منع فرمایا ہے وہ اس لئے کہ یہ حضرات ایک ہی مجلس میں موجود تھے۔ اسی وجہ سے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ مرد کا چہرہ عورت کیلئے بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ عورت کا چہرہ مرد کے لئے۔ لہذا اگر فتنہ کا خوف ہو تو عورت کا مرد کی طرف دیکھنا حرام ہوگا۔ ورنہ نہیں۔ اس لئے کہ مرد ہمیشہ سے چہرہ کھلا رکھتے آئے ہیں اور عورتیں نقاب ڈالتی آئی ہیں۔ لہذا اگر دونوں کا حکم ایک ہی ہوتا تو مردوں کو بھی نقاب ڈالنے کا حکم ہوتا۔ یا عورتوں کو گھر سے نکلنے سے بالکل منع کر دیا جاتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ عورت اجنبی مردوں کو دو شرطوں کے ساتھ دیکھ سکتی ہے :۔

۱۔ دیکھنے کی وجہ سے کسی فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔

۲۔ ایک ہی مجلس میں آمنے سامنے روبرو نہ بیٹھے ہوں۔ (ترجمہ ص ۸۵)

(ی) چھوٹے بچے کے ستر کی طرف دیکھنے کے احکام :۔

فقہاء لکھتے ہیں کہ چار سال سے کم عمر کا بچہ خواہ لڑکا ہو یا لڑکی، اس کا جسم ستر نہیں۔ پھر چار سال سے زائد عمر کا ہو جائے تو اس کا ستر اس کے آگے پیچھے کی شرمگاہ ہے اور اس کے اطراف ہیں۔ اور جب وہ بڑا ہو کر حد شہوت کو پہنچ جائے تو اس کا ستر بالغ کے ستر کی طرح ہوگا۔ اس لئے بچے کو بچپن ہی میں پردے کا جتنا زیادہ عادی بنایا جائے اتنا ہی اچھا ہوگا۔

(ک) پردے کے حکم سے چند حالات مستثنیٰ ہیں :۔

یوں تو مرد کو اجنبی عورت کی طرف دیکھنا جائز نہیں۔ لیکن ضرورت و مجبوری میں چند حالات مستثنیٰ ہیں جو ذیل میں ترتیب وار ذکر کئے جاتے ہیں :۔

(۱) شادی کی نیت سے دیکھنا :

اس موضوع پر اس سے قبل مفصل کلام گزر چکا ہے۔

(۲) تعلیم کی غرض سے[۱] دیکھنا :۔

اجنبی عورت کے غیر آراستہ چہرے کی طرف تعلیم کی غرض سے ان شرطوں کے ساتھ دیکھنا جائز ہے :۔

---

[۱] دراصل فتنہ سے بچاؤ کا طریقہ یہ ہے کہ عورت عورت ہی سے تعلیم حاصل کرے اگر عورت معلمہ میسر نہ ہو تو مرد پردے کے پیچھے ہو کر تعلیم دے۔ اس لئے کہ اجنبی عورت کے ساتھ کسی مرد کا اٹھنا بیٹھنا، پڑھنا پڑھانا خطرے سے خالی نہیں۔ اس لئے احتیاط لازم ہے۔ (ق)

○ وہ علم جسے عورت حاصل کر رہی ہے، وہ ایسا ہو جسے شریعت نے معتبر مانا ہو اور اس میں دین و دنیا کی کامیابی مضمر ہو۔

○ وہ علم عورت کے خصوصی دائرے سے متعلق ہو۔ جیسا کہ عورت کو خسل زچہ بچہ کی خدمت کے اصول سکھائے جائیں۔

○ اس کے چہرے کی طرف دیکھنے میں فتنہ کا ڈر نہ ہو۔ (دیکھا صرف لڑکے ہی سے پڑھانے میں ہے)

○ تعلیم دینے کے لیے عورتیں میسر نہ ہوں۔

۳۔ علاج کی غرض سے دیکھنا:۔

طبیب و معالج ضرورت پڑنے پر اجنبی عورت کے اس مقام کو دیکھ سکتا ہے جس کا علاج کرنا ہو۔ مگر ان شرائط کے ساتھ:۔

○ طبیب نیک، دیندار اور شریف ہو اور صاحبِ علم و فن ہو۔

○ طبیب جسم کے اتنے ہی حصہ کو کھولے جتنے حصے کو کھولنا ضروری ہو۔

○ اس فن کی ماہر کوئی عورت معالج نہ ہو۔

○ علاج اس عورت کے محرم یا شوہر یا اس کی والدہ وغیرہ کی ذمہ داری اور نگرانی میں ہو۔

○ معالج کافر نہ ہو۔ مگر یہ کہ مسلمان معالج نہ ملے۔

لہذا جب یہ شرائط پائی جائیں گی تو طبیب بغرض علاج عورت کے کسی بھی عضو کو دیکھ سکتا ہے۔ اس لئے کہ دین اسلام ایسا دین ہے جو پریشانی سے بچاتا ہے اور سہولت پیدا کرتا ہے۔ اور یہ اعلان کرتا ہے کہ:۔

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ۔ (الحج ۷۸) — اور اس نے تم پر دین کے احکام میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی۔

اور ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں :-

يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرۃ ۱۸۵)	اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ احکام میں آسانی کرنا منظور ہے اور تمہارے ساتھ احکام وقوانین مقرر کرنے میں دشواری منظور نہیں ۔

۴- شہادت یا قانونی فیصلہ کے لئے دیکھنا :-

قاضی یا گواہ کے لئے اجازت ہے کہ وہ اجنبی عورت کے چہرے اور ہاتھوں کو دیکھے ، خواہ فتنہ کا ڈر بھی ہو ۔ اس لئے کہ اس دیکھنے میں حق کا اثبات اور ظلم کو دور کرنا ہے ۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اسلام ایک حقیقی اور زندہ مذہب ہے جو لوگوں کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے اور ان کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے ۔

وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿﴾ (المائدۃ)	اور فیصلہ کرنے میں اللہ سے اچھا کون ہو گا یقین رکھنے والوں کے نزدیک ۔ ؟

لہذا یہ تمام آداب ایسے ہیں کہ والدین اور مربیوں کو اپنے بچوں کے لئے اس سلسلہ میں نمونہ پیش کرنا چاہئے اور خوب عمدگی سے ان کو ان آداب کی تعلیم و تربیت کرنا چاہئے ۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ آخرت میں ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ انھیں عطا فرمائیں گے ۔ وباللہ التوفیق ۔ (ترجمہ ص۵۲ ج ۱)

۳- بچے کو جنسی جذبات ابھارنے والی چیزوں سے دور رکھنا :-

مربّی پر اسلام نے جو ذمہ داریاں عائد کی ہیں ، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اپنے بچے کو ان تمام چیزوں سے دور رکھے جو اس کے جنسی جذبات کو بھڑکانے اور اخلاق کو خراب کرنے کا ذریعہ بن سکیں ۔ اور یہ کام اس وقت سے شروع کر دینا چاہئے جب

بچہ بالغ ہونے کی عمر کے قریب پہنچ جائے۔ اور یہ زمانہ نو دس سال کی عمر سے بالغ ہونے تک کا زمانہ ہے۔ اس لئے بچے کو نو ہی سال کی عمر کے بعد سے عورتوں کے پاس جانے کا موقع نہیں دینا چاہیئے۔

چنانچہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ذوالحجہ کو حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھالیا تھا۔ اس وقت وہ قریب البلوغ تھے۔ حضرت فضل قبیلہ خثعم سے تعلق رکھنے والی ایک عورت کی طرف دیکھنے لگے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دینی امور میں کچھ پوچھ رہی تھی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل کی ٹھوڑی پکڑ کر ان کا چہرہ اس عورت کی طرف سے دوسری جانب پھیر دیا۔ (ترجمہ ص۵۲۲ ج۱)

اس باب میں مربی حضرات کی ذمہ داری دو باتوں میں منحصر ہے:۔

۱۔ داخلی نگرانی۔ ۲۔ خارجی نگرانی

(۱) داخلی نگرانی: بچے کو خاص خاص اوقات میں گھر میں داخل نہ ہونے دینا (جس کا ذکر پہلے آچکا ہے) بچے کو خوبصورت عورت کے پاس جانے سے روکنا دس سال کی عمر کے بعد بہن یا بھائی کے بستر پر نہ سونے دینا۔ گھر میں ٹیلیویژن وغیرہ میں یا اس کے علاوہ مخرب اخلاق ڈراموں کے دیکھنے سے منع کرنا۔ بلکہ مربی کا فریضہ ہے کہ گھر میں ٹیلیویژن کو نہ آنے دے۔ کیونکہ اس کا وجود اخلاق و کردار کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے۔ بچے کو ننگی تصاویر یا محرک جذبات کیسٹ رکھنے سے باز رکھنا۔ یہ سب مربی کی ذمہ داری ہے۔

(۲) خارجی نگرانی: سینما، تھیٹر اور ڈراموں سے جو جنسی جذبات کو برانگیختہ کرنے والے ہوں، ان سے روکنا۔ اسی طرح ان بازاری فتنہ سامانیوں

اور عریاں لباسوں کو دیکھنے سے بھی باز رکھنا لازمی ہے جن کو دیکھ کر یہ نوجوان لڑکے اپنا دماغی استقلال اور ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہیں۔

اسی طرح مربی حضرات کے لئے ضروری ہے کہ غلط قسم کے ہوٹلوں کے فساد سے بچوں کو دور رکھیں۔ اس لئے کہ وہاں ایسے لوگ رہتے ہیں جن میں شرافت وغیرت اور حمیت نام کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔ اور ایسی عورتیں جمع ہوتی ہیں جن کے دل میں حیا و پاکدامنی اور عزت و کرامت کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ اور وہ لوگ اس لئے جمع ہوتے ہیں کہ آزادی کے میدان میں خست و دناءت اور کمینہ پن میں کتے اور خنزیر کی طرح بن جائیں۔ اور جنس و شہوت کے جوش میں حیوانوں کی طرح بے حیا ہو جائیں۔

یہ ایک ایسی متعدی بیماری ہے کہ جو مغربی تہذیب کی اندھی تقلید کی وجہ سے ہم کو بھی لگ گئی ہے۔ چونکہ ہم نے اس مغربی تہذیب کے صرف ظاہر کو دیکھا اور باطن پر غور نہ کیا۔ اس لئے اس مرض میں ہم بھی گرفتار ہو گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم اپنے وقت کو لغویات میں برباد اور زندگی کے قیمتی سرمایہ کو ضائع کر رہے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

(ترجمہ ص۵۳۷ ج۱)

بچے کے اخلاق درست کرنے کے وسائل :۔

میرے خیال میں تین ایسے وسائل ہیں کہ اگر مربیوں نے ان کو اختیار کر لیا تو بچہ اخلاقی طور پر درست ہو جائے گا۔ ذہن سازی۔ ڈرانا اور متنبہ کرنا۔ ربط و تعلق۔ (ترجمہ ۱۱۵ و ص۵۳۷ ج۱)

۱۔ ذہن سازی: اگر شروع ہی سے بچے کو ذہن نشین کرا دیا جائے کہ معاشرتی

فساد اور اخلاقی بے راہ روی جو اسلامی معاشرہ میں پھیلی ہوئی ہے یہ یہودی صیہونی شیوعی اور صلیبی واستعماری سازشوں کا ہی نتیجہ ہے۔ تو بچے کو اس کی حقیقت بخوبی سمجھ میں آجائے گی جو اسے شہوات و لذات میں پڑنے سے روک دیگی اور بہت سے فتنوں سے رکاوٹ بن جائے گی۔

اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان سازشوں کے طویل وعریض خطوط اور طریقوں کو بیان کر دیں۔ تاکہ آپ کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو جائے کہ اعدائے اسلام اسلامی ماحول و معاشرہ کو بگاڑنے کے لئے کس طرح منظم طریقے سے کام کر رہے ہیں۔

یہودیت اور ماسونیت (فری میسن تنظیم): ان لوگوں نے اس "فرائڈ"[1] کی آراء کو اپنا لیا ہے جو انسانی زندگی کی ہر چیز کو جنسی داعیہ اور شہوت و لذت کے سمندر میں غرق ہونے سے تعبیر کرتا ہے۔ اور ان لوگوں نے "کارل مارکس"[2] یہودی کی آراء کو اختیار کر لیا ہے جس نے ان کے عقائد و اخلاق کو خراب کر ڈالا۔ اور مذہب کو لغو قرار دیا۔ اور خدا کے ہونے کے عقیدہ کی مخالفت کی۔ اور جب کارل مارکس سے پوچھا گیا کہ خدائی عقیدے کا بدل کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ اس کا بدل سیر و سیاحت اور ڈرامہ بازی ہے۔ لوگوں کو کھیل کود میں مست کر کے خدائی عقیدے سے غافل کر دو۔ ان لوگوں کی کوشش صرف یہ ہے کہ عورت اور جنس کے راستہ سے ہر جگہ سے اخلاق کا جنازہ نکل جائے۔ چنانچہ ان لوگوں کے اقوال میں سے یہ قول مشہور ہے کہ "ہمیں چاہئے کہ عورت کو قابو میں کر لیں اور اس کو اپنے دام میں لے لیں۔ لہٰذا جس روز

---

[1] "فرائڈ" جرمنی کا ایک فلسفی، جس نے اپنے فلسفے کی بنیاد جنس اور شہوت رانی پر رکھی۔

[2] "کارل مارکس" جرمنی کا ایک یہودی مفکر جس نے کیمونزم اور اشتراکیت کی بنیاد رکھی۔

عورت اپنا ہاتھ تمہاری طرف بڑھادے گی اس روز ہم حرامکاری کا بیج بونے میں کامیاب ہو جائیں گے اور دین کا لشکر پارہ پارہ ہو جائے گا۔"

سامراجیت وعیسائیت: مستعمرین کے ایک بڑے پوپ کا کہنا ہے کہ "شراب کا جام اور مغنیہ (گانے والی) اور فاحشہ عورت امت محمدیہ کو تہ وبالا کرنے کا اتنا بڑا کام کر سکتے ہیں جو کام ایک ہزار توپیں نہیں کر سکتیں۔ اس لئے اس قوم کو مادہ اور شہوات کی دنیا میں غرق کر دو۔"

اور پوپ "زویمر" نے قدس میں پادریوں کی ایک مجلس میں کہا کہ "تم نے مسلمانوں کے ملک میں ایسے لوگ پیدا کر دیئے ہیں جن کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اور واقعی مسلمانوں کی نئی پود ویسی ہی بن گئی ہے جیسا استعمار نے چاہا۔ کہ انھیں مقدسات کا نہ کوئی خیال ہے نہ توجہ، راحت پسند اور سست بن گئے۔ ان کا مطمع نظر دنیا کی شہوت ولذت ہی بن کر رہ گیا ہے۔ اگر وہ پڑھتے ہیں تو شہوت رانی کے لئے اور اگر مال جمع کرتے ہیں تو عیاشی کے لئے۔ اور اگر کسی بلند منصب پر بھی پہنچ جائیں گے تو شہوت ولذت کے لئے ہر چیز قربان کر دیں گے۔

شیوعیت (کمیونزم[1]) اور مادی مذاہب: کمیونسٹوں نے اپنی مخفی رپورٹوں میں جو باتیں لکھی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ "ہم ایسی چیزوں کے عام کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں جو دین کی بنیادیں تباہ کر دیں۔ مثلاً قصے، ڈرامے، تقاریر، اخبارات، رسالے اور ایسی کتابیں جو الحاد کو رائج کرتی ہیں اور اس کی طرف دعوت دیتی ہیں اور دین داروں کا مذاق اڑاتی ہیں

---

[1] الحمد للہ کہ روس سے جو کمیونزم کا سب سے زبردست علمبردار تھا ١٩٩١ء میں اس کا جنازہ نکل چکا ہے اور اسلام کے خلاف اس کا عزم منصوبہ پاش پاش ہو چکا ہے اور اس کے غلط نظریہ ہی کی وجہ سے پورا ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے۔ جسکی وجہ سے کئی مسلم صوبے معرض وجود میں آ گئے ہیں جو انشاء اللہ اسلامی طاقت اور اسکی اشاعت کیلئے بہترین معین

اور وہ صرف علم کی دعوت دیتی ہیں اور اسی کو زبردست اور غالب خدا مانتی ہیں۔

ان سازشوں اور منصوبوں اور اقوال سے یہ بات صاف معلوم ہوئی کہ یہودیت اور ماسونیت (فری میسن تنظیم) اور شیوعیت (کمیونزم) وصلیبیت (متشدد عیسائی) اور نصرانیت واستعماریت سب ایک دوسرے کے معاون دوست اور مددگار نیز ہم پیالہ وہم نوالہ ہیں۔ جو کہ سب کے سب مل کر یہ چاہتے ہیں کہ شراب، جنسی ڈراموں، رسالوں، اخبارات، ریڈیو، ٹیلیویژن کے پروگراموں اور لادینی کتابوں، اخلاق سوز قصے، کہانیوں کے ذریعہ اسلامی معاشرے کو ختم اور تباہ کر دیا جائے۔ اس لئے اے تربیت کرنے والو! آپ کا فرض یہ ہے کہ آپ اپنی اولاد اور جگر گوشوں میں دین کی صحیح سوچ وسمجھ پیدا کریں۔ تاکہ وہ دشمنوں کے دام اور مکاروں کے جال سے واقف ہو جائیں۔

۲۔ ڈرانا اور متنبہ کرنا:۔

میرا خیال ہے کہ بچے کو حرام سے روکنے اور فواحش سے باز رکھنے کیلئے یہ کامیاب ترین سلسلہ و ذریعہ ہے۔ اس لئے کہ یہ بچے کے سامنے ان خطرات کی حقیقی صورت پیش کردے گا جو فواحش کے سیلاب میں بہنے اور آزادی کے جال میں پھنسنے کا لازمی اثر ہوتا ہے۔ اس کے بعد مؤلف ؒ نے عورتوں اور مردوں میں ہم جنسی کی بیماری سے۔ جو خطرات وجود میں آتے ہیں ان سے آگاہ فرمایا ہے۔ ان میں سے چند یہ ہیں:۔

(الف) صحت کو پہنچنے والے نقصانات:۔

مرض سیلان وغیرہ: یہ مرض زنا کی وجہ سے ایک دوسرے میں منتقل ہوتا رہتا ہے

جس کی وجہ سے مفاصل یعنی جوڑوں میں درد کی شکایت ہو جاتی ہے۔ جس سے بچے کو نقصان پہنچتا ہے۔ نیز اس سے سوزاک، اور آتشک جیسی موذی و مہلک بیماریاں پیدا ہوتی ہیں

(ب) نفسیاتی و اخلاقی نقصانات :-

۱۔ جنسی انحراف : یعنی مردوں کا لواطت اور عورتوں کا ہم جنس پرستی کے مرض میں مبتلا ہونا۔ یہ مرض درحقیقت بہت خطرناک ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مرد مرد پر اور عورتیں عورتوں پر اکتفا کر لیتی ہیں۔ یہ ایسا مرض ہے جس میں بہت سی وہ قومیں مبتلا ہیں جو تہذیب و تمدن اور ثقافت و ترقی کی دعوے دار ہیں۔ جیسے کہ یورپ، امریکہ وغیرہ۔

۲۔ جنسی ہوس کی بیماری : چنانچہ آپ اس مرض کے مریض کو ہر وقت اپنے شہوانی اور جنسی خیالات میں غرق پائیں گے۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ ہر چیز سے کنارہ کش ہوگا۔ نسیان کا مرض اس میں بڑھ جائے گا۔ اس میں کسی چیز کا اہتمام باقی نہ رہے گا۔ غفلت بڑھ جائے گی۔ آپ کو وہ بیوقوف اور غبی معلوم ہوگا۔ یا غمگین و مصیبت زدہ نظر آئے گا۔ اس مرض کی وجہ سے جسم نحیف و لاغر اور حافظہ کمزور۔ اور نفس میں اضطراب و بے چینی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

انسانی معاشرہ میں زنا کے برے اثرات :-

نوجوان شہوت و نفس کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ معاشرہ آزاد و بے راہ ہو جاتا ہے۔ قتل و اغوا اور آبروریزی کے اقدامات عام ہو جاتے ہیں۔ دوشیزاؤں

کو بیچنے والوں اور فاحشہ عورتوں کو اُجرت پر دینے والوں کی فراوانی ہو جاتی ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے نقصانات ہیں جو اس بے حیائی کی وجہ سے جنم لیتے ہیں۔ چنانچہ اس بے راہ روی کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۹۶۳ء میں "خروشیف" (صدر روس) نے یہ اعلان کیا کہ روس کا مستقبل خطرے میں ہے۔ اور روس کے نوجوانوں کا مستقبل غیر یقینی ہے۔ اس لئے کہ وہ آزاد و بد اخلاق ہو گئے ہیں۔ اور شہوت پرستی میں غرق رہتے ہیں۔

ف: چنانچہ اسی بداخلاقی و بدکرداری کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ۱۹۹۱ء میں روس کی جمعیت کو پاش پاش فرما دیا اور اس کے بعد یوگوسلاویہ کا بھی یہی حشر ہوا۔ (ق)

انہی دنوں کینیڈی (صدر امریکہ) نے بھی اس بات کی صراحت کی کہ امریکہ کا مستقبل خطرے میں ہے۔ اس لئے کہ وہاں کے نوجوان آزاد اور شہوت میں مستغرق ہیں۔ انھیں اپنی ذمہ داری کا قطعاً احساس نہیں ہے جو ان کے کاندھوں پر ڈالی گئی ہے۔

ف: ان کا اور ان جیسے دوسرے ممالک کا بھی عنقریب وہی حشر ہونے والا ہے جو روس کا ہوا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ (ق)

مگر افسوس کہ مغرب و مشرق میں جو آزادی کا مرض تھا اب وہ اسلامی ممالک میں بھی سرایت کر گیا ہے۔ اور ہم سنتے ہیں کہ زنا کے چکلے، بیحیائی کے مراکز جوئے اور شراب کے اڈے اور رقص و سرود کی محفلیں اِدھر اُدھر کثرت سے موجود ہیں۔ اور حکام اور ذمہ داران حکومت کی آنکھوں کے سامنے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔

اللہ انھیں ہدایت دے اور ان کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ آمین!

ج۔ معاشرتی نقصانات وخطرات :۔

یہ ایک تسلیم شدہ امر ہے کہ زنا وغیرہ کا ارتکاب فرد و خاندان سب کیلئے یکساں مضر ہے۔ بلکہ اگر دیکھا جائے تو اس کا برا اثر پورے معاشرے پر پڑتا ہے۔ چنانچہ :۔

ان مضر اثرات میں سے یہ ہے کہ اسکے خاندان کی چولیں ہل جاتی ہیں اس لئے کہ غیر شادی شدہ نوجوان جب ناجائز ذرائع سے اپنی حیوانی خواہش پوری کرلیتاہے تو اسے یہ سوچنے کی ضرورت نہیں رہتی کہ وہ ایک خاندان بسائے اور اولاد وجود میں لائے۔ اسی طرح زانیہ عورت بھی حمل کی خواہشمند نہیں ہوتی اور نہ وہ بچے کی ماں بننا چاہتی ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتی ہے کہ اس سے اسے نفسیاتی اور جسمانی نقصان پہنچے گا۔ پس وہ کسی نہ کسی طرح اس سے جان چھڑانے کی کوشش کرتی ہے

ان خطرات میں سے بچوں پر ظلم بھی ہے۔ اس لئے کہ ایسے بچوں کی (جو زنا کی پیداوار ہوں) نہ کوئی حیثیت ہوگی اور نہ سلسلۂ نسب۔ اور یہ بچوں پر بہت بڑا ظلم ہے۔ نیز ایسے بچے والدین کی شفقت سے محروم ہوتے ہیں۔ اور ایسے بچوں کو محبت و شفقت کہاں میسر ہو، جو اسپتالوں میں پیدا ہوں اور نرسوں کے درمیان تربیت پائیں۔ نیز یہ بچوں پر اس لئے بھی ظلم ہے کہ جب انھیں یہ معلوم ہوگا کہ وہ زنا کی پیداوار ہیں تو وہ نفسیاتی طور پر الجھن اور احساس کمتری کا شکار ہوجائینگے اور بہت ممکن ہے کہ اخلاقی طور پر بھی کجروی کا شکار ہوجائیں۔

زنا کے مضر اثرات میں سے یہ بھی ہے کہ صلہ رحمی اور رشتہ داری کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔ اس لئے کہ وہ رشتہ داروں کی نظروں سے گر جاتا ہے۔ اسکے علاوہ

اور بھی مضر اثرات ہیں جو اصحاب عقل اور ارباب بصیرت پر مخفی نہیں۔

د۔ اقتصادی نقصانات :۔

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جو لوگ حرامکاری کی لذت کے چکر میں پڑ جاتے ہیں وہ امت کی اقتصادی حالت کو نقصان پہنچاتے ہیں اس لئے کہ ان کے قویٰ کمزور ہو جاتے ہیں، جس کی وجہ سے کسب مال اور معیشت کے فرائض کو ادا کرنے سے قاصر ہو جاتے ہیں۔ نیز مال ودولت کو شہوت رانی میں ضائع کر دیتے ہیں جو کاروبار اور تجارت کے کام میں نہیں آتی۔ اور ایسے لوگ آمدنی کے لئے ناجائز طریقے اختیار کرتے ہیں جس کی وجہ سے پورا معاشرہ خیانت وچوری کا شکار ہو جاتا ہے۔

ہ۔ دینی واخروی نقصانات :۔

اور سب سے اہم بات تو یہ ہے کہ ایسا نوجوان جو اللہ تعالیٰ کی منع کردہ چیز زنا سے نہ رکے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق چار بری باتوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے :۔

ایاکم والزنا فان فیه اربع خصال یذهب بهاء الوجه ویقطع الرزق ویسخط الرحمٰن ویسبب الخلود فی النار (معجم اوسط)	تم زنا سے بچو، اس لئے کہ اس میں چار باتیں پائی جاتی ہیں۔ چہرے کی رونق ختم ہو جاتی ہے رزق ختم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتے ہیں۔ اور یہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ رہنے کا ذریعہ بنتا ہے۔

اس کا اخروی نقصان یہ بھی ہے کہ زانی جب زنا کرتا ہے تو ایمان کے دائرہ سے نکل جاتا ہے۔ جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

لایزنی الزانی حین یزنی وھو مومن۔ زانی زنا کے وقت مومن نہیں رہ جاتا۔ (بخاری، مسلم)

لہٰذا اگر بچوں کو بچپن ہی سے ان نقصانات سے ڈرایا جائے تو اس کا اثر یہ ہوگا کہ وہ پاکبازی اور پاکدامنی میں نشو ونما پائیں گے اور فواحش و منکرات سے باز رہیں گے اور اپنی فطری شہوت و خواہش کو اسلامی طریقہ کے مطابق نکاح سے پورا کریں گے۔ (ترجمہ ص۵۴۲ ج ۱)

(۳) ربط و تعلق:۔

مربی پر لازم ہے کہ بچے کا رابطہ عقیدہ سے مضبوط کرے اور اس کو عبادت سے وابستہ رکھے اور کسی مرشد و بزرگ سے متعلق رکھے اور اچھی صحبت میں لگائے اور دعوت و تبلیغ اور دعوت دینے والے حضرات کے ساتھ اس کا جوڑ رکھے اور مسجد ذکر الٰہی مراقبہ اور تلاوتِ قرآن کریم سے اس کا رابطہ رکھے اور انبیاء علیہم السلام کی سیرت، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، سلف صالحین، بزرگوں اور بڑوں کی تاریخ و سیرت سے اس کو مربوط رکھے۔ (ترجمہ ص۱۱۴۵ ج ۱)

ف۔ سبحان اللہ! کس قدر عمدہ طریقۂ اصلاح سے آگاہ فرمایا ہے جو لائحۂ عمل بنانے کے قابل ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔

(ق)

۴۔ بچے کو بالغ ہونے سے پہلے اور بعد کے احکام سکھلانا :۔

ماں باپ اور اساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ جب بچہ سمجھدار ہو جائے تو اسے شرعی احکام سمجھائیں جن کا تعلق فطری جذبات اور جنسی پختگی سے ہے۔ اس تعلیم کے دینے میں لڑکا اور لڑکی برابر ہیں۔ اس لئے کہ شرعاً دونوں ہی مکلف ہیں۔

(تربیۃ الاولاد ص۵۰۵ ج۱۔ ترجمہ ص۵۱۲)

اس کے بعد مؤلف نے بچے کے بلوغ، احتلام اور غسل وغیرہ کے بہت سے احکام و مسائل لکھے ہیں۔ مگر ہم نے اختصاراً حذف کر دیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ بچوں کو بہشتی زیور و بہشتی گوہر، مؤلفہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مکمل طور پر پڑھا دی جائے تو انشاء اللہ عمل کیلئے کافی ہو جائے گا۔ (ق)

۵۔ شادی اور جنسی تعلقات :۔

اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو پیدا کیا تو اس میں بہت سی خواہشات اور آرزوئیں اور ایسے جذبات بھی پیدا کئے جو انسان کی نسل کو باقی رکھنے کیلئے ضروری ہیں۔ اور ایسے احکام و قوانین نازل فرمائے جو ان کی بقاء و استمرار کے ضامن ہیں ان حقائق کو دو چیزوں سے تعلق ہے۔ (۱) جنس کے بارے میں اسلام کی رائے (ب) اللہ تعالیٰ نے شادی کا نظام کیوں قائم کیا۔

(الف) اسلام نے شادی کا جو نظام مقرر کیا ہے یہ درحقیقت اس انسانی خواہش کی تکمیل ہے جو اس کو دوسری جنس کی طرف سے ہوا کرتی ہے۔ تاکہ انسان اس کے لئے صحیح راستہ کے مطابق اپنے قدم اٹھائے جسے اسلام نے مقرر کیا ہے۔ اور وہ

یقیناً شادی کا راستہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے :۔

وَمِنْ اٰیٰتِہٖ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْا اِلَیْھَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً (الروم ۲۱)

اور اسی کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری جنس کی بیویاں بنائیں تاکہ تم کو ان کے پاس آرام ملے اور تم میاں بیوی میں محبت وہمدردی پیدا کی

اس لئے ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ دین اسلام نے عبادت کیلئے فراغت اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کیلئے شادی سے اعراض کو حرام قرار دیا ہے خصوصًا ایسی صورت میں جبکہ مسلمان شادی پر قدرت رکھتا ہو۔

چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے رہبانیت کے بدلے ہمیں اچھا اور آسان مذہب دین اسلام عطا فرمایا ہے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔

مَنْ کَانَ مُوْسِرًا لِاَنْ یَّنْکِحَ ثُمَّ لَمْ یَنْکِحْ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔[1] (بیہقی)

یعنی جو شخص شادی کرنے کی قدرت رکھتا ہو اور پھر وہ شادی نہ کرے، وہ ہم میں سے نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات اس بات کی بڑی دلیلیں ہیں کہ اسلام ایک دین فطرت ہے اور قیامت تک کیلئے ہمیشہ رہنے والا ایک پیغام ہے۔

نیز اسلام نے جنس کے بارے میں جو صحیح اور سچا نظریہ پیش کیا ہے اس میں

---

[1] نیز یہ بھی حدیث پاک ہے النکاح من سنتی فمن لم یعمل بسنتی فلیس منی (ابن ماجہ) یعنی نکاح میری سنت ہے۔ اور جو اس پر عمل نہ کرے گا وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔ (ق)

یہ بھی ہے کہ جائز طریقے سے شہوت پوری کرنے اور شادی کے ذریعہ جنسی خواہش پورا کرنے کو اسلام نے ان اعمال صالحہ میں شمار کیا ہے جن کا کرنے والا اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اجر و ثواب کا مستحق بن جاتا ہے۔ اس کے ثبوت میں مؤلف رحمہ اللہ نے ایک طویل حدیث نقل فرمائی ہے اور اس کے بعد یوں رقمطراز ہیں :-

عورت سے خواہش پوری کرنے پر جو صدقہ کا ثواب ملتا ہے تو اس کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ انسان ہر وقت شہوت رانی ہی میں لگا رہے، اور اپنے فرائض منصبی اور جہاد فی سبیل اللہ اور اسلام کی نصرت اور اعلاء کلمۃ اللہ جیسے اہم کاموں سے غافل ہو جائے اس لئے کہ اسلام نے ہمیں ایک ایسا متوازن طاقتور آدمی تیار کر کے دیا ہے جو دنیوی زندگی میں ہر حقدار کو اس کا حق دے گا اور ایک حق پر دوسرے کو غالب نہ کرے گا۔ نہ ایک فریضے کو دوسرے فریضے پر۔ اس لئے اگر کسی موقع پر اسلام، جہاد اور دعوت الی اللہ سے متعلق کسی امر کا اس کی دنیوی ضرورت یا بیوی بچوں یا ماں باپ کی حاجت سے تصادم و ٹکراؤ ہو تو مسلمان کا کام یہ ہے کہ وہ جہاد اور دعوت الی اللہ کو جملہ تقاضوں پر مقدم رکھے۔ اس لئے کہ اسلامی معاشرہ کو قائم رکھنا اور اسلامی حکومت کی اساس کو مضبوط کرنا اور بھٹکی ہوئی انسانیت کی رہنمائی کرنا سب سے بڑی غرض و غایت ہے۔ بلکہ مسلمان کی نظر میں یہ تمام مقاصد و اغراض سے بالا و برتر ہے۔

چنانچہ حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ جنگ قادسیہ میں جب رستم کے مقابل کھڑے ہوئے تو انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس لئے بھیجا ہے کہ ہم لوگوں کو بندوں کی عبادت سے نکال کر خدا کی عبادت کی طرف لے آئیں اور دنیا کی تنگی سے اس کی وسعت اور دیگر مذاہب و ادیان کے ظلم سے اسلام کے عدل کی طرف نکالیں۔ (تربیۃ الاولاد ص ۵۶۳ ج ۱)

محترم مرتی صاحبان ! ہمارے سلف صالحین نے اسلام اور جہاد فی سبیل اللہ کی مصلحت کو ہر ذاتی مصلحت اور شخصی منفعت پر ترجیح دی۔ چنانچہ مثال کے طور پر ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیے !

حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ جیسے مومن صحابی جن کی شادی حضرت جمیلہ بنت ابی عامر سے جمعہ کی شب کو ہوئی۔ صبح ہی کو منادی نے اعلان کیا کہ جہاد کے لئے نکل کھڑے ہو۔ حضرت حنظلہ رض نے جیسے ہی یہ آواز سنی اپنی تلوار گردن میں لٹکائی زرہ پہنی اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر جنگ اُحد کے لئے میدان کارزار کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ چنانچہ جب جنگ شروع ہوئی تو یہ نہایت بہادری سے لڑے پھر مسلمانوں نے دیکھا کہ حضرت حنظلہ لڑتے ہوئے مشرکوں کی صفوں میں ابوسفیان کو تلاش کر رہے ہیں۔ حتیٰ کہ انھوں نے ان کو پالیا اور فوراً ہی ان پر حملہ آور ہوئے ابوسفیان گر گئے۔ حضرت حنظلہ نے انھیں اپنی تلوار سے ذبح کرنا چاہا۔ اتنے میں ابوسفیان نے قریش کو مدد کے لئے پکارا تو انکی آواز چند نوجوانوں نے سن لی۔ اور وہ حضرت حنظلہ پر ٹوٹ پڑے اور ان پر ایسے شدید وار کئے کہ وہ شہید ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم غیب سے مطلع فرمایا تو آپ نے اپنے صحابہ کرام رض سے فرمایا کہ میں نے فرشتوں کو آسمان و زمین کے درمیان حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو چاندی کے برتن میں غسل دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ صحابہ رض جلدی سے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے جسد اطہر کو دیکھنے کیلئے دوڑ پڑے۔ تو کیا دیکھا کہ ان کے سر سے پانی ٹپک رہا ہے۔ چنانچہ ان کی بیوی سے اصل بات معلوم کی گئی تو انھوں نے بتلایا کہ انھوں نے جب جنگ کے لئے اعلان سنا تو اس وقت جنابت کی حالت میں تھے۔ جلدی میں غسل نہ کر سکے تھے اور جہاد کے لئے بلا غسل کئے ہی نکل کھڑے ہوئے

اللہ تعالیٰ نے انھیں یہ اعزاز بخشا کر فرشتوں کے ذریعہ انھیں غسل دلوایا۔

بلا شبہ امت اسلامیہ اور جوانان اسلام جب اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور جہاد فی سبیل اللہ اور دعوت الی اللہ کی محبت میں دنیا کی ہر سستی و مہنگی چیز قربان کر دیتے ہیں تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کو زمین میں حکومت دیتا ہے اور ان کے خوف کو امن سے اور ان کے ضعف کو قوت سے بدل دیتا ہے۔ پس اگر لوگ ایسا نہ کریں گے تو پھر اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور گرفت کا انتظار کرنا چاہیے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کبھی بھی ہدایت نصیب نہیں فرماتے جو ان کی اطاعت نہ کریں اور اس کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل نہ کریں۔

عورتوں کا کردار :-

ہمیں دعوت و تبلیغ اور جہاد میں عورت کے کردار سے بھی بے خبر نہ رہنا چاہیے اس لئے کہ اگر ضرورت پڑ جائے اور موقع درپیش آجائے تو اسلام نے عورت کو بھی جہاد میں جانے کا مکلف بنایا ہے۔

پچھلے دور میں مسلمان عورتیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تلوار لے کر کھڑی ہوئیں اور انھوں نے زخمیوں کا علاج کیا اور بیماروں کی دیکھ بھال کی اور مقتولین کو ٹھکانوں پر پہنچایا اور ساتھ ہی کھانا بھی پکایا۔

اس کے دلائل ذیل میں پیش کئے جا رہے ہیں :-

(۱) حضرت رُبَیِّع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوات میں شریک ہوا کرتے تھے اور بیماروں اور مقتولین کو مدینہ منورہ پہنچایا کرتے تھے۔ اور ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں

ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک رہی ہوں۔ میں ان کے سامان کی حفاظت کرتی تھی اور ان کے لئے کھانا پکاتی تھی اور زخمیوں کا علاج کرتی تھی اور بیماروں کی تیمارداری کرتی تھی۔ (مسلم)

(۲) ابن ہشام سے روایت ہے کہ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا نے جب ایک یہودی کو قلعہ میں گھومتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے کمر کسی اور لکڑی اٹھائی اور قلعہ میں داخل ہو گئیں اور اسے اتنا مارا کہ وہ مر گیا۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں جو شمار میں نہیں آسکتیں۔ رہا تبلیغ اور دعوت اور اچھی باتوں کا حکم دینے اور بری باتوں سے منع کرنے کے سلسلہ میں عورت کی ذمہ داری اور فریضہ، تو یہ مردوں ہی کے مثل ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ	اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں
بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ	ایک دوسرے کے دینی رفیق ہیں۔ نیک
بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ	باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بری باتوں سے
الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ	منع کرتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے
وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ	ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ	رسول کا کہنا مانتے ہیں۔ ان لوگوں پر ضرور
سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ	اللہ تعالےٰ رحمت کرے گا۔ بلاشبہ اللہ تعالےٰ
عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (التوبۃ ۷۱)	قادر مطلق ہے حکمت والا ہے۔

ب: رہا یہ مسئلہ کہ اللہ تعالےٰ نے شادی کو کیوں مشروع کیا؟ تو اس میں بہت سی حکمتیں اور بیشمار فائدے ہیں۔ ان میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:-

(۱) شادی کا ایک فائدہ نسب کی حفاظت ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے :۔

وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ	اور اللہ تعالیٰ نے تم ہی میں سے تمہارے
اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَکُمْ مِّنْ اَزْوَاجِکُمْ	لئے بیویاں بنائیں اور پھر ان بیویوں سے
بَنِیْنَ وَحَفَدَۃً وَّرَزَقَکُمْ مِّنَ	تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کئے اور تم
الطَّیِّبٰتِ۔ (النحل ۷۲)	کو اچھی اچھی چیزیں کھانے پینے کو دیں۔

(۲) شادی کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ معاشرہ اخلاقی بے راہ روی سے بچ جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :۔

اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو شخص شادی کی قدرت رکھتا ہو، چاہئے کہ وہ شادی کرے۔ اس لئے کہ اس سے نگاہ جھکی رہتی ہے اور شرمگاہ محفوظ رہتی ہے۔

(۳) ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ میاں بیوی مل کر خاندان کی ذمہ داری اٹھاتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے :۔

مرد اپنے گھر کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ اور عورت اپنے گھر کی ذمہ دار ہے، اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔

(۴) ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ معاشرہ بہت سی بیماریوں سے اور آفات سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

(۵) شادی کے فوائد میں سے روحانی اور نفسیاتی سکون بھی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔

وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ	اور اسی کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے
مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا	کہ تمہارے واسطے تمہاری جنس کی بیویاں

لِتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ بنائیں تاکہ تم کو ان کے پاس آرام ملے اور تم مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً (روم ۲۱) میاں بیوی میں محبت اور ہمدردی پیدا کی۔

۶۔ شادی کے فوائد میں سے ایک اسلام کیلئے نیک وصالح ذریت پیدا کرنا بھی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ نکاح کرو اور نسل پیدا کرو تم تعداد میں بڑھ جاؤ گے۔ اس لئے کہ میں روز قیامت تمہارے ذریعہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا لہذا بچہ جب شادی کے فوائد کو سمجھ لے گا تو وہ کلی طور پر شادی کی طرف رجوع کریگا اور جہاں تک ہو سکے گا اس کو اختیار کرنے کی کوشش کرے گا۔ (تربیۃ الاولاد ص۳۶ ج۱)

شادی کے بعد کے مراحل :۔

۱۔ دولھا کو اپنا ہاتھ دلہن کے سر پر رکھ کر اللہ جل شانہ کا نام لینا چاہئے اور دلہن کے لئے برکت کی دعا کرنی چاہئے۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔
تم میں سے کوئی شخص جب کسی عورت سے شادی کرے تو اسے چاہئے کہ اسکی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر اللہ جل شانہ کا نام لے اور برکت کی دعا کرے اور کہے :۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِهَا وَخَيْرِ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ۔ (بخاری، ابوداؤد)

اے اللہ! میں اس کی بھلائی اور اسکی فطری عادتوں کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور میں اس کی برائی اور اس کی فطری عادتوں کی برائی سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔

۲۔ دولھا اور دلہن کو چاہئے کہ دو رکعت نفل نماز پڑھ کر اللہ تعالےٰ سے خیر و برکت کی دعا کریں۔

۳۔ دولھا کو چاہئے کہ دلہن کے ساتھ نرمی سے بات کرے اور اسے کھانے پینے کی

کوئی چیز پیش کرے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو دودھ کا ایک پیالہ ساتھ لائے۔ خود تناول فرمایا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیا تو انھوں نے اپنا سر جھکا لیا اور شرما گئیں۔

بلا شبہہ یہ بیوی کو مانوس کرلے اور اس سے وحشت دور کرنے کا بہترین ذریعہ ہے اور باہمی مودت و محبت کے بندھن کو مضبوط کرنے کا سبب بھی ہے۔ اس لئے کہ جیسا کہ مشہور ہے کہ ہر آنے والے کے ساتھ ایک قسم کی دہشت بھی ساتھ آتی ہے اور ہر اجنبی پر وحشت طاری ہوتی ہے۔ (تربیۃ الاولاد ص ۵ ج ۱)

۴۔ مباشرت و ہمبستری کے آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ دو لعادلہن دونوں بالکل برہنہ نہ ہوں۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ان اللہ تعالی حیی ستیر یحب الحیاء والستر۔ (احمد، ترمذی)

حقیقۃً اللہ تعالیٰ باحیا اور ستر والے ہیں اور حیا اور پردہ کو پسند کرتے ہیں۔

نیز آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم برہنہ ہونے سے بچو۔ اس لئے کہ تمھارے ساتھ وہ (فرشتے) ہیں جو تم سے سوائے قضاء حاجت اور ہمبستری کے اوقات کے جدا نہیں ہوتے۔ لہذا ان سے حیا کرو اور ان کا اکرام کرو۔

۵۔ ہمبستری کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ ابتدا چھیڑ چھاڑ اور بوس و کنار سے ہو۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی پر مثل جانور کے نہ پڑ جائے۔ بلکہ دونوں کے درمیان پہلے کوئی قاصد ہونا چاہئے۔ پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول! قاصد کون ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا، بات چیت اور بوسہ۔ (مسند فردوس للدیلمی)

اسی حدیث کی بناء پر امام غزالی رحمہ اللہ اپنی کتاب "احیاء العلوم" میں لکھتے

ہیں کہ جب شوہر اپنی خواہش پوری کر چکے تو اسے چاہیئے کہ اپنی بیوی کو بھی اس بات کا موقع دے کہ وہ بھی اپنی خواہش پوری کرلے۔ اس لئے کہ بسا اوقات عورت کو دیر سے انزال ہوتا ہے۔ اس لئے اس موقع پر اس سے علیحدگی اختیار کرلینا اس کی ایذا کا سبب بنتا ہے۔ بلکہ بعض دفعہ تو منافرت کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

۶۔ ہمبستری کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ یہ دعا مانگے :۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّيْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا۔ (بخاری)

بسم اللہ۔ اے اللہ! ہم کو شیطان سے بچالے اور شیطان کو اس اولاد سے دور فرمادے جو تو ہمیں عطا فرمائے۔

تو اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اولاد لکھی ہوگی تو شیطان اس کو کبھی بھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

۷۔ بیوی سے جس طرح چاہے ہمبستری کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ یہ کام فرج (یعنی اگلے راستہ) کے ذریعہ سے ہو۔ اس لئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :۔

نِسَاۗؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ۔ (البقرۃ ۲۲۳)

تمہاری بیویاں تمہارے لئے بمنزلہ کھیت کے ہیں۔ سو اپنے کھیت میں جس طرف ہو کر چاہو آؤ۔

مطلب یہ ہے کہ اپنی بیویوں سے ہمبستری اس راہ سے جہاں سے ولادت ہوتی ہے جس کیفیت سے چاہے کر سکتا ہے خواہ سامنے کی طرف سے ہو یا پیچھے کی طرف سے، یا پہلو کے بل لیٹ کر۔

۸۔ اگر ایک مرتبہ ہمبستری کے بعد دوبارہ خواہش ہو تو مستحب یہ ہے کہ پہلے وضو کرلے اس لئے کہ دونوں صحبتوں کے درمیان وضو کر لینے سے نشاط میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی سے صحبت کرے، اور دوبارہ پھر وہی کام کرنا چاہے تو اسے چاہیئے کہ وضو کر لے اس لئے کہ وضو کرنے سے دوبارہ صحبت میں زیادہ نشاط پیدا ہوتا ہے۔ اور اگر دونوں ہمبستریوں کے درمیان غسل کر لیا جائے تو یہ اور زیادہ بہتر ہے۔ جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے۔

(ابوداؤد)

۹۔ میاں بیوی دونوں کے حق میں افضل یہ ہے کہ غسل کرنے میں جلدی کریں اور اگر سونے سے پہلے سستی کی وجہ سے غسل نہ کر سکیں تو مستحب یہ ہے کہ کم از کم وضو کر کے سوئیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا ہی معمول ثابت ہوتا ہے۔ (مسلم)

۱۰۔ میاں بیوی ایک غسلخانے میں ایک ساتھ بھی غسل کر سکتے ہیں۔ اس لئے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے غسل کیا کرتے تھے جو میرے اور آپ کے درمیان رکھا رہتا تھا۔ ہم دونوں کے ہاتھ ایک دوسرے کے ہاتھ سے اس برتن میں ٹکرایا کرتے تھے۔ آپ مجھ سے سبقت لے جایا کرتے تھے حتیٰ کہ میں یہ کہا کرتی، میرے لئے بھی چھوڑ دیجئے، میرے لئے بھی چھوڑ دیجئے۔ (ترجمہ ص ۵۶ ج ۱)

میاں بیوی کو مندرجہ ذیل باتوں سے احتراز ضروری ہے

(۱) میاں بیوی کے لئے یہ قطعاً حرام ہے کہ وہ دوسروں کے سامنے اپنے خلوت و تنہائی کی باتیں زبان یا اشارے سے بیان کریں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے یہاں درجے کے اعتبار سے سب سے بدتر وہ شخص ہوگا

جو اپنی بیوی سے ہمبستری کرے، پھر اس کے راز کو دوسروں کے سامنے بیان کرے۔
(مسلم، ابوداؤد)

۲- مرد کے لئے عورت کے پچھلے راستے سے صحبت کرنا حرام ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی طرف نظرِ رحمت نہ فرمائیں گے جو اپنی بیوی کے پچھلے راستے سے صحبت کرے۔ (نسائی، ابن حبان)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص عورتوں کے پچھلے راستے میں صحبت کرتا ہے وہ ملعون ہے۔ (ابوداؤد)

اس میں شک نہیں کہ پچھلے راستے میں صحبت کرنا جسم وصحت کیلئے مضر ہونے کے ساتھ ساتھ اخلاق و شرافت کے بھی خلاف ہے۔

۳- حیض و نفاس کی حالت میں عورت سے ہمبستری کرنا حرام ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ تو حیض کے زمانہ میں تم عورتوں سے جدا رہا کرو۔ (البقرہ ۲۲۲)

حالت نفاس میں عورتوں سے ہمبستری کی حرمت قیاس سے ثابت ہے۔ یعنی نفاس کو حیض پر قیاس کیا گیا ہے اس لئے کہ دونوں کا سبب وعلت (یعنی اذیٰ) ایک ہی ہے۔ اور یہ حرمت اجماع امت سے بھی ثابت ہے۔

ہاں شوہر ان حالات میں اپنی بیوی کی ناف و گھٹنوں کے درمیانی حصے سے لباس کے اوپر سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ لیکن لباس کے نیچے سے فائدہ اٹھانا درست نہیں تاکہ وہ شرعاً حرام اور مضر صحت شئے کا مرتکب نہ ہو جائے۔ اس لئے کہ جو شخص اپنے جانوروں کو چراگاہ کے ارد گرد چَراتا ہے اسے اس بات کا ڈر رہتا ہے کہ وہ جانور چراگاہ میں

گھس نہ جائیں۔

لہٰذا مسلمان کو چاہیے کہ اپنے دین وصحت کے بارے میں محتاط رہے اور اپنے معاملات وتصرفات اور کردار میں اُس پہلو کو اختیار کرے جو زیادہ احتیاط وتقویٰ کا ہو

۱۔ جو لوگ شادی کی قدرت نہیں رکھتے انھیں پاکباز رہنا چاہیے۔

مال دنیوی خوش بختی وکامیابی کی بنیاد اور زندگی کی اصل ہے۔ اگر مال موجود ہو تو اس سے ہر عقدہ حل ہوجاتا ہے اور ہر رکاوٹ دور ہوجاتی ہے اور مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

ان الدراهم فی المواطن كلها تكسو الرجال مهابة وجمالا

(یقیناً دراہم (مال ودولت) ہر جگہ لوگوں کو رعب ودبدبہ اور حسن وجمال بخشتے ہیں)

فهی اللسان لمن اراد فصاحة وهی السلاح لمن اراد قتالا

(جو شخص فصاحت ظاہر کرنا چاہے اس کے لئے زبان یہی مال ہے اور جو لڑنا چاہے اس کیلئے ہتھیار بھی یہی ہے۔

لہٰذا جو نوجوان شادی کرنا چاہے اور اس کے پاس مال موجود نہ ہو، اور اس کے ساتھ لنے پہنے والے اس کی مدد نہ کریں تو اس وقت اس کے لئے صرف یہ راستہ متعین ہے کہ قرآن کریم کی اس دعوت پر لبیک کہے:۔

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ۔

(النور ۳۳)

اور ایسے لوگوں کو کہ جن کو نکاح کا مقدور نہیں، ان کو چاہیے کہ اپنے نفس کو ضبط کریں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے غنی کردے۔

عفت وپاکدامنی کی یہ قرآنی دعوت ایک نہایت عمدہ نفسیاتی تربیت ہے

جو نوجوانوں کے نفوس میں قوت ارادی کو مضبوط اور ان کے قلوب میں عزم کو راسخ کرتی ہے اور ان کو فرشتہ نما انسان بنا دیتی ہے اور ان کو سکون و اطمینان بخشتی ہے پس ایسے نوجوان کو چاہیئے کہ عفت و پاکدامنی اختیار کئے رہے یہاں تک کہ وہ وقت آجائے جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اسے غنی کر دے اور اس پر کمائی و روزی کے دروازے کھول دے اور اسے نکاح کرنے پر قادر فرما دے۔ یاد رکھئے! اللہ تعالیٰ ہمیشہ متقی و نیک لوگوں کی سرپرستی فرماتے ہیں اور ان کے لئے ہر غم سے چھٹکارے کا راستہ اور ہر تکلیف سے نجات کی سبیل پیدا کر دیتے ہیں۔ خود اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ارشاد فرماتے ہیں :۔

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۔

(الطلاق ۲، ۳)

اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کیلئے (مضرتوں سے) نجات کی شکل نکال دیتا ہے۔ اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب :۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ پاکبازی و بلند نفسی اپنے نفس کو مارنے اور دبانے میں داخل ہے۔ حالانکہ یہ خیال قطعاً غلط ہے۔ کیونکہ علمائے نفس و تربیت کی تحقیق کے مطابق نفس کو مارنا اور دبانا یہ ہے کہ انسان جنسی فعل کو برا سمجھے اور جنسی وظائف ادا کرنے والوں کو گناہگار قرار دے۔ چاہے وہ شادی کے ذریعہ اور حلال طریقے ہی سے کیوں نہ ہو۔ جس کا نام رہبانیت ہے۔

مگر محترم حضرات! آپ مشاہدہ کر چکے ہیں کہ اسلام شادی نہ کرنے کی شدید

مذمت کرتا ہے۔ اور خواہشات کو پورا کرنے کیلئے اسلام نے شادی کو مشروع و مسنون قرار دیا ہے۔ تو پھر نفس کو دبانا اور مارنا کہاں ہوا۔

لہذا اگر نوجوان آدمی میں جنسی خواہش بیدار ہو، تو اسلام یہ نہیں کہتا کہ اسے استغفار پڑھنا چاہیئے۔ بلکہ اسلام نے صراحتہ یہ بتلایا ہے کہ یہ خواہش پیدا ہونا ایک فطری امر ہے۔ اس میں نہ کوئی برائی کی بات ہے نہ اعتراض کی۔

لیکن اسلام نے کسی فرد کے لئے یہ جائز نہیں قرار دیا ہے کہ وہ اس فطری آواز پر جیسے بھی ممکن ہو لبیک کہے۔ بلکہ اسلام نے اس کے لئے کچھ شرعی حدود مقرر کئے ہیں۔ جن کے اندر رہتے ہوئے اس کا پورا کرنا جائز ہو جاتا ہے۔ اور اس سے باہر نکل کر ان کا پورا کرنا حرام و ناجائز قرار پاتا ہے۔

اس لئے جو لوگ اسلام پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ اسلام نفس کو مارنے اور رہبانیت کا دین ہے۔ ان کی زبان بند ہو جانا چاہیئے۔ جیسا کہ آپ نے بچشم خود مشاہدہ کر لیا ہے کہ اسلام کے روشن و ابدی قوانین و اصولوں میں اس دعویٰ کی کوئی اصل نہیں۔

۷۔ کیا جنسی مسائل بچے کے سامنے بیان کرنا چاہیئے ؟

بہت سے مربی حضرات یہ دریافت کرتے ہیں کہ کیا مربی کیلئے جائز ہے کہ بچے سے صاف صاف وہ تمام مسائل بیان کر دے جو اسے بلوغ ہونے سے پہلے اور بلوغ ہونے کے وقت پیش آتے ہیں ؟

تو شرعی دلائل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مربی اپنے بیٹے بیٹی کو ایسے امور بتلا سکتا ہے جن کا تعلق جنس اور شہوت سے ہو۔ بلکہ بعض دفعہ ان کا بتلانا واجب ہو جاتا ہے

جبکہ کوئی شرعی حکم اس پر مرتب ہوتا ہو۔

چنانچہ بہت سی آیتوں میں جنسی اتصال و ملاپ کا تذکرہ ملتا ہے اور یہ بھی مذکور ہے کہ انسان نطفہ سے پیدا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ زنا وغیرہ کا بھی ذکر ملتا ہے۔ نیز بعض آیتیں نہایت وضاحت کے ساتھ یہ بتلا رہی ہیں کہ انسان کو اپنی شرمگاہ کی حفاظت کس سے کرنا چاہئے اور کس سے نہیں۔ اور یہ کہ رمضان میں ہمبستری کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور حالت حیض میں عورتوں سے دوری اختیار کرنا چاہئے۔ تو یہ سب چیزیں جنس اور خواہش نفس ہی سے متعلق ہیں۔ پس اگر بچہ سن شعور کو پہنچ جائے اور اس کا استاذ و مربی ان حقائق کو اس کے سامنے بیان نہ کرے تو وہ ان آیات کو کیسے سمجھے گا؟ اس کے علاوہ یہ قرآن کریم کی دعوت تدبر کے بھی خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ ۝ (ص ۲۹)	یہ بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر اس واسطے نازل کیا ہے تاکہ لوگ اسکی آیتوں میں غور کریں، اور تاکہ اہل فہم نصیحت حاصل کریں۔

بلکہ قرآن کریم ایسے لوگوں پر نکیر کرتا ہے جو قرآن کریم پڑھ کر ان آیتوں پر غور نہیں کرتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا۔ (محمد ۲۴)	تو کیا یہ لوگ قرآن پاک میں غور نہیں کرتے یا دلوں پر قفل لگ رہے ہیں۔

اس سے ہم کو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جیسے قرآن کریم اور دیگر علوم و معارف پر مشتمل ہے، اسی طرح ضرورت کے مطابق جنسی مسائل پر بھی مشتمل ہے لہٰذا ان مسائل کو

بھی سمجھنا ضروری ہے۔

لیکن میں آپ کو دو اہم چیزیں یاد دلانا چاہتا ہوں۔

۱۔ عمر کے ہر حصے سے متعلق احکام کی تعلیم اسی کی مناسبت سے دیجئے۔ لہذا یہ قطعاً نامعقول بات ہے کہ آپ دس سال کی عمر کے بچے کو جنسی ملاپ کے اصول بتلائیں۔

۲۔ لڑکی کو یہ جنسی مسائل سکھانے کا کام ماں کو انجام دینا چاہئے۔ لیکن اگر کسی لڑکی کی ماں موجود نہ ہو تو اس کی جگہ کوئی اور عورت یہ کام انجام دیدے تو بہتر ہے۔

(تربیۃ الاولاد ص ج ۱)

حضرات! یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ جذبات کے اس بے قابو سیلاب اور بے راہ روی کے اس تباہ کن منجدھار سے پورے عالم کو آج دین اسلام کا نظریۂ جنس ہی بچا سکتا ہے۔ اے کاش کہ مسلمان اپنے دین کو سمجھ لیں اور اپنے دین کے سائے میں امن وسکون سے رہیں، تاکہ دوسری قوموں میں اپنی اصلی جگہ پیدا کر سکیں اور اپنی گم شدہ کرامت وعزت دوبارہ حاصل کر لیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔ اخیر میں مؤلف رحمہ اللہ مربیوں کو خطاب کرتے ہوئے یوں فرما رہے ہیں:۔

فابذلوا جهدكم واجمعوا	اس لئے براہ کرم اے مربی صاحبان! اپنی
امركم وسيروا على بركة الله	کوششیں صرف کیجئے اور پوری توجہ کیجئے
فعين الله ترعاكم والاجيال	اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر قدم اٹھائیے،
المقبلة تبارك لكم جهودكم	اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت کر رہا ہے اور آئندہ
واعمالكم والله عز وجل	آنے والی نسلیں آپ کی جدوجہد وکارناموں
يثيبكم خيرا ويدخر لكم	کی برکت سے مستفید ہوں گی اور اللہ تعالیٰ

فی القیامۃ اجرا۔ قال اللہ تعالیٰ

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ
عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ
وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ
وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝
(التوبۃ ۱۰۵)

وآخر دعوانا ان الحمد
للہ رب العٰلمین۔

جل شانہٗ آپ کو جزائے خیر دیں گے اور قیامت
کے روز اجر و ثواب کو آپ کیلئے ذخیرہ بنائیں گے
ارشاد باری ہے، "اور آپ کہہ دیجئے کہ جو چاہو
عمل کئے جاؤ، سو ابھی دیکھے لیتا ہے تمہارے
عمل کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)
اور اہل ایمان۔ اور ضرور تم کو ایسی ذات کے پاس
لوٹایا جانا ہے جو تمام کھلی اور چھپی چیزوں کا
جاننے والا ہے، سو وہ تم کو تمہارا سب کیا
ہوا بتلادے گا۔

(تربیۃ الاولاد ص۹۰۲ ج۱۔ ترجمہ ص۵۹۶ ج۱)

الحمد للہ کہ تربیۃ الاولاد جلد اوّل کی تلخیص کا کام تمام ہوا۔ اس کے بعد
جلد ثانی کی تلخیص کا کام شروع ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو تمام کو پہنچائے۔

آمین!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قسم ثالث

قسم ثالث تین فصلوں پر مشتمل ہے:۔

- بچے کی تربیت میں مؤثر وسائل
- بچے کی تربیت کے بنیادی اصول و قواعد
- تربیت سے متعلق ضروری و لازمی تجاویز

فصل اوّل

بچے کی تربیت میں مؤثر وسائل

میرے خیال میں بچے کی تربیت کے مفید و مؤثر وسائل پانچ امور میں دائر ہیں۔

(۱) اسوۂ حسنہ کے ذریعہ تربیت۔

(۲) اچھی عادت کے ذریعہ تربیت

(۳) وعظ و نصیحت کے ذریعہ تربیت۔

(۴) دیکھ بھال کے ذریعہ تربیت

(۵) سزا دینے کے ذریعہ تربیت

۱۔ اسوۂ حسنہ کے ذریعہ تربیت :۔

تربیت کے باب میں بچے کی اخلاقی اور معاشرتی شخصیت سازی میں بحیثیت

پیشوا اور مقتدا اسوۂ حسنہ نہایت مؤثر و قوی وسیلہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بچے کی نظر میں مربی ایک عظیم نمونہ ہوا کرتا ہے۔ بچہ چال چلن میں اپنے مقتدا کی پیروی کرتا ہے اور شعوری و غیر شعوری طور پر اس کی نقل اتارتا ہے۔ چنانچہ اگر مربی سچا، امانت دار، بہادر اور پاکدامن ہے تو بچہ امانت، شرافت، بہادری اور پاکدامنی پر نشوونما پائے گا۔ اور اگر مربی جھوٹا، خائن، بزدل اور خسیس ہے تو بچہ بھی جھوٹ خیانت، بزدلی اور خساست میں بڑھے اور پلے گا۔ اسی لئے عربی شاعر نے اس معلم کے متعلق کیا خوب اشعار کہے ہیں جس کا فعل اس کے قول کے خلاف ہو ؎

يَا أَيُّهَا الرَّجُلُ الْمُعَلِّمُ غَيْرَهُ ۔۔۔ هَلَّا لِنَفْسِكَ كَانَ ذَا التَّعْلِيْمُ

(اے دوسروں کو تعلیم دینے والے معلم! یہ تعلیم خود تمہارے اپنے لئے کیوں نہیں ہے؟)

تَصِفُ الدَّوَاءَ لِذِي السِّقَامِ وَذِي الضَّنَى ۔۔۔ كَيْمَا يَصِحُّ بِهِ وَأَنْتَ سَقِيْمُ

(تم بیماروں و لاغروں کیلئے تو دوا و نسخہ تجویز کرتے ہو تاکہ وہ شفایاب ہو جائیں، لیکن تم خود بیمار ہو)

اِبْدَأْ بِنَفْسِكَ فَانْهَهَا عَنْ غَيِّهَا ۔۔۔ فَإِذَا انْتَهَتْ عَنْهُ فَأَنْتَ حَكِيْمُ

(پہلے خود اپنے نفس سے ابتدا کرکے اسے گمراہی سے روکو۔ اگر تمہارا نفس اس سے رک گیا تو پھر تم واقعی حکیم ہو گے

فَهُنَاكَ يُقْبَلُ مَا وَعَظْتَ وَيُقْتَدَى ۔۔۔ بِالْعِلْمِ مِنْكَ وَيَنْفَعُ التَّعْلِيْمُ

پھر تمہارے وعظ کو قبول کیا جائے گا اور تمہارے علم کی پیروی کی جائے گی اور تمہارا تعلیم دینا بھی فائدہ مند ہو گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مقتدا و پیشوا ہیں :۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلیٰ ترین اخلاقی و عقلی کمالات سے متصف کر کے مبعوث فرمایا تاکہ ہمیشہ ہمیش مسلمانوں کیلئے بہترین نمونہ و اسوہ بنیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب ۲۱)

تم لوگوں کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمدہ نمونہ موجود تھا۔

نیز ارشاد فرمایا :۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا۔ (الاحزاب ۴۵-۴۶)

اے نبی! بیشک ہم نے آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ (مومنین کو) بشارت دینے والے ہیں، اور (کفار کو) ڈرانے والے ہیں اور سب کو اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں اور آپ ایک روشن چراغ ہیں۔

اللہ جل شانہ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت میں اسلامی نظام و طریقے کی کامل و مکمل تصویر رکھ دی ہے تاکہ آئندہ آنے والی قوموں کیلئے آپ اپنے کمالِ اخلاق اور عظمت کردار میں زندہ و تابندہ نمونہ ثابت ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف و فخر کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ آپ نے خود ارشاد فرمایا :۔

أَدَّبَنِي رَبِّي فَأَحْسَنَ تَأْدِيبِي [1]

میرے رب نے میری تربیت فرمائی اسلئے بہترین تربیت ہوگئی

[1] اس حدیث کی سند میں اگرچہ ضعف ہے لیکن اس کے معنی بالکل صحیح ہیں۔ ...... حبیب اللہ مختار)

چنانچہ یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ جاہلیت کے گناہوں و معاصی میں سے کسی گناہ کا ارتکاب نہیں فرمایا بلکہ آپ طہارت و پاکدامنی میں مشہور و معروف تھے۔ رہا آپ کا صادق و امین ہونا تو اس زمانہ کے لوگ آپ کو صادق و امین کے لقب سے پکارا کرتے تھے۔ رہا آپ کا ذکی و سمجھدار ہونا تو اس کے لئے اتنا کافی ہے کہ آپ نے اپنی حسن تدبیر اور کمال حکمت کے ذریعہ اپنی قوم کیلئے حجر اسود لگانے کے وقت ایک مناسب تدبیر پیش فرما کر قوم کو ایک ایسی تباہ کن جنگ سے بچالیا جس کے انجام کو اللہ تعالےٰ کے سوا اور کوئی نہیں جان سکتا

دعوت و تبلیغ کے اعتبار سے آپ کی یہ حالت تھی کہ آپ کو نیند اس وقت تک اچھی معلوم نہ ہوئی اور زندگی میں مزہ نہ آیا اور نہ آپ کو سکون نصیب ہوا جب تک آپ نے امت کو دعوت اسلام پر لبیک کہتے اور اللہ تعالےٰ کے دین میں داخل ہوتے نہ دیکھ لیا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰٓ	(اور آپ جو اُن پر اتنا غم کھاتے ہیں) سو شاید آپ
اٰثَارِهِمْ إِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهٰذَا	ان کے پیچھے اگر یہ لوگ اس مضمون (قرآنی) پر
الْحَدِيْثِ أَسَفًا (الکہف ۶)	ایمان نہ لائے، تو غم سے اپنی جان دے دیں گے۔

رہا عبادت میں آپ کا اسوہ ہونا، تو مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اتنا طویل قیام فرماتے کہ آپ کے پاؤں مبارک پر ورم آجاتا۔ اور جب آپ سے عرض کیا گیا کہ کیا اللہ تعالےٰ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف نہیں کر دیئے ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا، پھر کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ (بخاری، مسلم)

رہا اخلاق فاضلہ کے سلسلہ میں آپ کا مقتدا ہونا، تو اس سلسلہ میں میرے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ آپ کے اخلاق فاضلہ سے کرم، زہد، تواضع، حلم، قوت و شجاعت،

اور حسن سیاست وغیرہ سے بطور نمونہ کے ایک ایک مثال پیش کردوں۔

چنانچہ آپ کے کرم وجود کا یہ حال تھا کہ آپ لوگوں کو اس طرح دیتے تھے، کہ جیسے فقر وفاقہ کا ذرا اندیشہ نہ ہو۔ اور آپ تیز رفتار ہوا سے زیادہ سخی تھے اور سب سے زیادہ سخی رمضان المبارک کے مہینہ میں ہوا کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی بھی کسی چیز کا سوال نہیں کیا گیا جس کے جواب میں آپ نے "نہیں" فرمایا ہو (یعنی آپ سے جو چیز مانگی جاتی عطا فرما دیتے تھے۔)

رہا آپ کا زہد و ورع، تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ چٹائی پر آرام فرما رہے تھے اور چٹائی کے نشانات آپ کے پہلو مبارک پر پڑ گئے تھے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیوں نہ ہم آپ کے لئے ایک گدا بنوالیں جس پر آپ لیٹا کریں، جس کی وجہ سے آپ چٹائی کی سختی سے محفوظ رہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا میرا دنیا سے کیا واسطہ؟ میری اور دنیا کی مثال تو ایسی ہے جیسے کوئی سوار کسی درخت کے سائے میں بیٹھ جائے اور پھر اسے چھوڑ کر وہاں سے چل دے۔

اور آپ ہی کی وہ ذات پاک ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کی، کہ اے اللہ! آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رزق بقدر ضرورت مقرر کر دیجئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سے مدینہ منورہ تشریف لائے اس وقت سے وفات تک آپ نے مسلسل تین دن کبھی پیٹ بھر کر گیہوں کی روٹی تناول نہ فرمائی۔ (ابن جریر)

(تربیۃ الاولاد ج ۲ ص ۶۳۹)

ہاں یہ بات سمجھنے کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فقر وفاقہ اختیاری تھا ورنہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر دنیا کی فراوانی چاہتے تو تمام چیزیں بنسی خوشی ذلیل ورُسوا ہو کر آپ کے قدموں میں ہوتیں۔ مگر آپ کے فقر وفاقہ کے اختیار کرنے میں بہت سی مصلحتیں اور حکمتیں ہیں۔ (ترجمہ ج ۲ صا)

رہا آپ کا تواضع، تو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سلام کرنے میں خود پہل کرتے تھے۔ اور جس سے آپ بات کرتے، خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، اس کی طرف پورے طور پر متوجہ ہو جایا کرتے تھے۔ اور جب آپ مصافحہ فرماتے تو جب تک وہ خود ہاتھ نہ کھینچتا آپ اپنا ہاتھ نہ کھینچتے تھے۔ اور اپنا سامان خود اٹھایا کرتے تھے اور فرماتے کہ میں اس کے اٹھانے کا زیادہ حقدار ہوں۔ اور مزدوروں اور کاریگروں والا کام بھی آپ خود ہی کرلیا کرتے تھے۔ آپ آزاد لوگوں کی دعوت بھی قبول فرماتے اور غلام اور باندیوں کی بھی۔ اور اگر کوئی عذر پیش کرتا تو آپ اسے قبول فرمالیا کرتے تھے۔ اور آپ اپنے کپڑوں میں خود پیوند لگالیا کرتے، جوتے خود گانٹھ لیا کرتے تھے۔ اور گھر کے کام کاج کرلیا کرتے تھے۔ اپنے اونٹ کو خود باندھا کرتے تھے۔ اور خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے ضرورت مندوں، کمزوروں اور فقراء کی حاجت روائی کرتے تھے۔ اور زمین پر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تواضع کے اس درجہ پر کیوں نہ ہوتے جبکہ اللہ جل شانہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا یہ پیغام نازل فرمایا ہے۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ۔ (الشعراء ۲۱۵)

اور ان لوگوں کے ساتھ (مشفقانہ) فروتنی سے پیش آئیے جو مسلمانوں میں داخل ہو کر آپ کی راہ چلیں۔

علم وبردباری میں آپ کا مقتدا وپیشوا ہونا یہ ہے کہ جب دیہاتی لوگ آپ کے

ساتھ سختی اور بدسلوکی سے پیش آتے تو آپ نرمی سے پیش آتے۔ اور جب فتح وکامرانی آپ کے قدم چومتی تو اس وقت آپ دشمنوں کی خودسری اور تکبر کے بدلے میں حلم وبردباری اختیار فرماتے۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا۔ آپ موٹی کناری والی نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ ایک دیہاتی شخص آپ کے پاس آیا اور آپ کی چادر پکڑ کر زور سے آپ کو کھینچ لیا۔ میں نے دیکھا کہ اس اعرابی کے کھینچنے کی وجہ سے آپ کے کاندھے مبارک پر چادر کے کنارے کا نشان بن گیا تھا۔ یہ حرکت کرنے کے بعد اس بدو نے کہا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے پاس اللہ کا دیا ہوا جو مال ہے اس میں سے مجھے بھی دینے کا حکم دے دیجئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے اور مسکرائے اور اس کو عطیہ دینے کا حکم صادر فرمایا۔ (ترجمہ ج ۲ ص۱)

کامیابی اور فتح مکہ میں آپ کی بردباری ملاحظہ فرمائیے۔ کہ آپ نے شدید ترین دشمنوں کے ساتھ عفو ودرگذر کا معاملہ فرمایا۔ اور کیوں نہ ہو جب اللہ تعالےٰ نے آپ پر یہ آیت نازل فرمائی ہے :۔

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ○	عادت کر درگزر کی، اور حکم کر نیک کام کرنے کا، اور کنارہ کر جاہلوں سے۔
(الاعراف ۱۹۹)	

رہا جسمانی طاقت میں آپ کا مقتدا ہونا، تو اس کی ایک مثال یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلوانوں کے سردار رکانہ کو تین مرتبہ پچھاڑ دیا تھا اور تیسری مرتبہ پچھڑنے کے بعد رکانہ نے آپ سے عرض کیا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں

جنگ حنین کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر کھڑے ہو گئے۔ لوگ اس وقت اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے تھے۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ ۔ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

میں نبی ہوں، جھوٹا نہیں ہوں میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں

اس روز آپ سے زیادہ ثابت قدم اور دشمنوں میں گھسنے والا اور کوئی شخص نہ تھا۔

اور حسن تدبیر اور سیاست میں آپ کا مقتدا ہونا تو اس باب میں آپ تمام لوگوں کے لئے ضرب المثل تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حسن تدبیر اور حسن سیاست اور تمام امور کو ان کی جگہ پر رکھنے کا خاص ملکہ دیا گیا تھا۔

چنانچہ تاریخ کے صفحات نے جن بے پناہ مثالوں کو اپنے سینے میں محفوظ رکھا ہے ان میں سے ایک نمونہ یہ ہے کہ:۔

غزوہ حنین کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قریش اور دیگر عرب قبیلوں کو انعامات دیئے اور انصار کو کچھ نہ دیا تو اس سلسلہ میں انصار میں کھسر پھسر ہونے لگی، حتی کہ بعض نے کہا۔ بخدا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی قوم سے مل گئے ہیں۔ اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو جمع کیا اور فرمایا۔ اے انصار کی جماعت! یہ کیا بات ہے جو مجھے تمھاری طرف سے پہنچی ہے؟ اور یہ کیا چیز ہے جو تمھارے نفوس میں پیدا ہو رہی ہے؟ بتلاؤ، کیا تم گمراہ نہ تھے؟ پھر اللہ نے تمھیں ہدایت دی۔ کیا تم فقیر نہ تھے؟ پھر اللہ نے تمھیں غنی بنایا۔ کیا تم ایک دوسرے کے دشمن نہ تھے؟ پھر اللہ نے تمھارے دلوں میں الفت پیدا کی۔ یہ سن کر انصار نے کہا کہ یقیناً اللہ اور اس کے رسول کا ہم پر بے شمار فضل و احسان ہے۔ پھر آپ نے فرمایا

اے انصار کی جماعت! تم لوگ بتلاتے کیوں نہیں ہو؟ انھوں نے عرض کیا، ہم کیا بتلائیں، اللہ اور اس کے رسول کا ہمارے اوپر فضل واحسان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بخدا اگر تم لوگ چاہتے تو یہ کہہ سکتے تھے اور سچ کہتے اور اس بات میں تمھاری تصدیق بھی کی جاتی کہ تم مجھ سے یہ کہتے، آپ جب ہمارے پاس آئے تو اس وقت اور لوگوں نے آپ کو جھٹلایا تھا اور ہم نے آپ کی تصدیق کی، لوگوں نے آپ کو تن تنہا چھوڑ دیا تھا ہم نے آپ کی نصرت کی۔ لوگوں نے آپ کو شہر بدر کردیا تھا ہم نے آپ کو جگہ دی، آپ غریب تھے ہم نے آپ سے غمخواری کی۔ اے انصار کی جماعت! کیا تم دنیا کے اس تھوڑے سے مال ودولت کی وجہ سے ناراض ہو جو میں نے بعض قوموں کو اس لئے دیا تاکہ ان کی تالیف قلب ہو اور وہ مسلمان ہو جائیں، اور مجھے تمھارے اسلام پر اعتماد وبھروسہ تھا کیا تم اس سے خوش نہیں ہو کہ اور لوگ تو اونٹ، دُنبے اور بھیڑ لے کر جائیں اور تم اپنے گھر اللہ کے رسول کو لے کر جاؤ؟ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار میں کا ایک فرد ہوتا۔ اور اگر دوسرے تمام لوگ کسی گھاٹی میں چلیں اور انصار دوسری گھاٹی میں، تو میں انصار کی گھاٹی میں چلوں گا۔ اے اللہ! انصار پر رحم فرما اور انکی اولاد پر، اور ان کی اولاد کی اولاد پر بھی رحم فرما۔ یہ سن کر وہ حضرات اس قدر روئے کہ ان کی ڈاڑھیاں آنسوں سے تر ہوگئیں۔ اور انھوں نے عرض کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم اور اپنے حصہ پر راضی اور خوش ہیں۔

یہ اخلاص سے پُر وہ سچے کلمات ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک سے نکلے، آپ کی زبان نے ان کی ترجمانی کی۔ اور یہ کلمات انصار کے

دلوں میں گھر کر گئے، جنھوں نے ان کے نفوس کو فرشتوں کی صف میں لا کھڑا کر دیا اور فتنہ کو اس کی موت مار دیا۔ اور انصار کے نفوس کو حق کے پہچاننے اور حکمت کے سمجھنے کے لئے بیدار کر دیا۔ یہ کلمات ہمیں بتا رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی نصرت اور تالیف قلب کے لئے کس طرح لوگوں کو جمع کیا کرتے تھے تاکہ مسلمانوں کو توحید کے سایہ تلے اور اسلام کے جھنڈے کے نیچے عظیم وحدت حاصل ہو جائے۔

رہا اپنے موقف پر ثابت قدم رہنے کے سلسلہ میں آپ کا مقتدا ہونا تو یہ بات آپ کی صفات میں سے نہایت نمایاں صفت تھی اور آپ کی عادات میں سے یہ فطری عادت تھی اور اس موضوع پر دلیل پیش کرنے کو ہمارے لئے اتنی بات کافی ہے کہ ہم آپ کا وہ عظیم موقف پیش کر دیں جو آپ نے اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ اس وقت اختیار کیا تھا جبکہ آپ کو یہ گمان ہوا تھا کہ شاید آپ کے چچا آپ کو دشمنوں کے حوالے کر دیں گے، اور آپ کے تعاون سے کنارہ کش ہو جائیں گے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"اے میرے چچا! بخدا اگر یہ لوگ سورج کو میرے داہنے ہاتھ میں اور چاند کو بائیں ہاتھ میں اس لئے رکھ دیں کہ میں اس دین کی دعوت کو چھوڑ دوں، تو میں اسے اس وقت تک ہرگز نہیں چھوڑ سکتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اسے غلبہ عطا نہ کر دے یا پھر میں اس کے لئے اپنی جان قربان نہ کر دوں"۔ اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے کھڑے ہوئے اور رونے لگے۔

جب آپ کے چچا نے آپ کے اس عزم صادق کو دیکھا اور یہ بخوبی سمجھ لیا کہ آپ اس دین کی دعوت میں ثابت قدم رہیں گے اور کسی شخص یا انسان کی پروا کئے بغیر اس دعوت کے راستہ پر گامزن رہیں گے تو انھوں نے آپ کو آواز دی، اور

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، اے میرے بھتیجے جاؤ جو چاہو کہو۔ اب میں تمہیں کبھی بھی کسی کے حوالے نہیں کروں گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عالی اخلاق وصفات کا جو حصہ ہم نے پیش کیا درحقیقت یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وبڑائی کے ذخیرہ میں سے ایک معمولی سا ٹکڑا ہے۔ ورنہ کوئی شخص اس عظیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کو کیا شمار کرسکتا ہے جبکہ خود اللہ تعالٰی آپ کا وصف یہ بیان فرمارہے ہیں کہ

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ○ (القلم ۴)

اور بیشک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق حسنہ کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔

اور جب اللہ تعالٰی نے خود ہی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عظیم اخلاق سے مالامال فرمایا تھا تو یہ فطری بات ہے کہ لوگوں کے قلوب آپ کی طرف کھنچیں اور لوگ آپ کی اقتدا کریں۔ اسی لئے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ سے اس قدر محبت اور اس قدر فدائیت تھی کہ چہرۂ انور کو دیکھے بغیر چین نہیں ملتا تھا۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اپنی جانوں پر فوقیت دی۔ جیسا کہ بہت سے واقعات اس پر شاہد ہیں۔ چنانچہ ان حضرات کی بدولت ایک ایسا صالح معاشرہ حقیقت کی شکل میں لانا آسان ہوگیا جو ایک زمانہ سے مفکرین کا خواب اور فلاسفہ کی تمنا وآرزو تھی۔ اسی لئے مسلمان ہر زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو عبادات واخلاق، شجاعت وثابت قدمی، عزم واقدام، محبت وایثار، جہاد وشوق شہادت میں بہترین نمونہ سمجھتے رہے ہیں اور تعلیم وتربیت میں ان کے طریقہ پر چلتے رہے ہیں۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا:۔

اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم (بیہقی، دیلمی) میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

چنانچہ بہت سے ممالک میں اسلام، مسلمان تاجروں اور اسلام کے سچے داعیوں کے ذریعہ پہنچا، جنھوں نے اپنی سیرت و کردار کے ذریعہ اسلام کی سچی تصویر پیش کی۔ اس لئے لوگ اسلام میں فوج در فوج داخل ہونے لگے۔ لہٰذا آج کا مسلم معاشرہ مرد ہوں یا عورت، جوان ہوں یا بوڑھے، چھوٹے ہوں یا بڑے، غریب ہوں یا امیر سب کو چاہئے کہ وہ اس حقیقت کو سمجھیں اور دوسروں کے لئے اسلامی صفات کا شاندار نمونہ پیش کریں۔ تاکہ ہمیشہ ہمیش کے لئے تمام عالم میں ہدایت کے چاند اور اصلاح کے سورج اور حق کے داعی اور اسلام کے پیغام کو پھیلانے اور نشر کرنے کا سبب بنے رہیں۔ (ترجمہ ج ۲ ص ۲۱)

اس کے بعد مؤلف رحمہ اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت و تنبیہ کے چند نمونے پیش کئے ہیں جن کو ہم طوالت کے خوف سے حذف کرتے ہیں۔ (ق)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بچوں کے ساتھ محبت و رحمت کی چند مثالیں

۱۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ آگئے، آپ سجدہ کی حالت میں تھے وہ آپ کی گردن پر سوار ہو گئے۔ آپ نے سجدہ طویل فرما دیا۔ حتی کہ لوگ یہ گمان کرنے لگے کہ شاید کوئی بات پیش آگئی ہے۔ چنانچہ جب آپ نماز پوری کر چکے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ نے سجدہ اتنا طویل فرما دیا کہ ہمیں یہ گمان ہونے لگا کہ شاید کوئی بات پیش آگئی ہے۔ آپ نے فرمایا میرا بیٹا میرے اوپر سوار ہو گیا تھا اس لئے میں نے

عہ یہ حدیث اگرچہ سند اً ضعیف ہے مگر اس کے معنی بالکل صحیح ہیں۔ (مترجم)

یہ پسند نہ کیا کہ جلدی کھڑا ہو جاؤں اور وہ اپنا دل خوش نہ کر سکے۔ (نسائی، حاکم)

۲۔ کتاب الاصابۃ میں لکھا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرات حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ دل لگی کیا کرتے تھے اور آپ اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے بل چلتے تھے اور وہ دونوں، دونوں طرف سے آپ سے لپٹ جاتے اور آپ ان دونوں کو اٹھائے اٹھائے چلتے، اور یہ فرماتے بہترین اونٹ تمھارا اونٹ ہے اور بہترین سوار تم دونوں سوار ہو۔

۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں نماز شروع کر دیتا ہوں اور میرا ارادہ نماز طویل کرنے کا ہوتا ہے، لیکن میں کسی بچّے کے رونے کی آواز سن کر اس نماز کو مختصر کر دیتا ہوں۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ اس بچّے کے رونے کا اس کی ماں پر کیا اثر ہوگا۔ (بخاری، مسلم)

۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ چند بچّوں کے پاس سے گزرے تو انھیں سلام کیا اور فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کیا کرتے تھے۔ (بخاری، مسلم)

۵۔ ایک روایت میں ہے کہ لوگ جب پہلا پھل دیکھتے تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاتے۔ آپ جب اسے اپنے ہاتھ میں لیتے تو یہ دعا فرماتے :۔

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ ثَمَرِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ مَدِيْنَتِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِنَا وَبَارِكْ	اے اللہ! ہمارے لئے ہمارے پھلوں میں برکت دیدیجئے اور ہمارے لئے ہمارے شہر میں برکت دیدیجئے اور ہمارے لئے ہمارے صاع میں برکت دیدیجئے اور ہمارے لئے

لَنَا فِیْ مُدِّنَا۔ (مسلم) ہمارے مُد میں برکت دیدیجئے۔

پھر وہاں پر موجود بچوں میں سے سب سے چھوٹے بچے کو اپنے پاس بلا کر وہ پھل اس کو دے دیا کرتے تھے۔ (ترجمہ ج ۲ صفحہ ۳۴)

کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ کردار اس بات پر دلالت نہیں کرتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عمل سے بچوں کے ساتھ نرمی وملاطفت کا نمونہ پیش کیا کرتے تھے تاکہ مسلمان قوم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے اور آپ کے طریقہ کے مطابق عمل کرے۔ (ترجمہ ج ۲ صفحہ ۳۵)

(۲) اچھی عادت کے ذریعہ تربیت :۔

شریعت اسلامیہ میں یہ طے شدہ امر ہے کہ بچہ از روئے فطرت خالص توحید اور دین قیم اور ایمان باللہ پر پیدا کیا گیا ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک ہے :۔

کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے
فَاَبَوَاہُ یُہَوِّدَانِہٖ اَوْ یُنَصِّرَانِہٖ مگر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی
اَوْ یُمَجِّسَانِہٖ (بخاری) یا مجوسی بنا دیتے ہیں

یہاں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ بچے کو ابتدائے عمر ہی سے تعلیم وتادیب کے ذریعہ توحید خالص اور مکارم اخلاق اور نفسیاتی فضائل اور شریعت کے شاندار آداب کا عادی بنانا چاہئے۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر بچے کو نیک وصالح ماں باپ میسر آجائیں اور وہ اس کو ایمان واسلام کی بنیادی باتیں سکھلا دیں تو بچہ ایمان واسلام کے

لہ صاع اور مُد، غلہ وغیرہ ناپنے کے پیمانے ہیں۔

عقیدہ پر نشوونما پائے گا۔

انہی بنیادی امور کی بنا پر سلف صالحین اپنے بچوں کیلئے اچھے مربی منتخب کیا کرتے تھے اور ان کو اچھی باتیں سکھلانے اور اعلیٰ اخلاق سے آراستہ کرنے اور بہترین صفات کا حامل بنانے کیلئے اچھی فضا مہیا کرتے تھے۔

چنانچہ امام راغب اصفہانی ؒ لکھتے ہیں کہ خلیفہ منصور نے بنی امیہ کے جیل میں قیدی لوگوں سے یہ دریافت کیا کہ قید کے دنوں میں سب سے زیادہ تکلیف آپ لوگوں کو کس چیز سے ہوئی؟ انھوں نے کہا، اس سے کہ ہم اپنے بچوں کی تربیت کرنے سے محروم ہو گئے۔

بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں ابن سینا کی یہ وصیت ہے کہ بچے کے ساتھ مکتب میں ایسے بچوں کا ہونا ضروری ہے جو اچھے آداب واخلاق کے مالک ہوں۔ جن کی عادات پسندیدہ و محمود ہوں۔ اس لئے کہ بچہ بچے کو دیکھ کر ہی ادب سیکھتا ہے اور اسی سے مانوس ہوتا ہے۔ (تربیۃ الاولاد ج ۲ ص ۶۹)

بہرحال بچے کو ادب سکھانا اور بچپن ہی سے اس کی دیکھ بھال کرنا ایسی تدبیر ہے جن کے بہترین نتائج اور شاندار ثمرات حاصل ہوتے ہیں جب کہ بڑی عمر میں ادب سکھانا اور تربیت کرنا اور کمال تک پہنچانا بہت مشکل اور کٹھن کام ہوتا ہے۔ اللہ رحم کرے اس شاعر پر جس نے یہ کہا ہے۔

قَدْ يَنْفَعُ الْأَدَبُ الْأَوْلَادَ فِي صِغَرٍ

وَلَيْسَ يَنْفَعُهُمْ مِنْ بَعْدِهِ أَدَبٌ

(تحقیق بچوں کو بچپن میں ادب سکھانا فائدہ بخش ہوتا ہے۔ اور اس کے بعد ان کو ادب سکھلانے کا کچھ فائدہ نہیں۔

إِنَّ الْغُصُوْنَ إِذَا عَدَلْتَهَا اعْتَدَلَتْ
وَلَا تَلِيْنُ وَلَوْ لَيَّنْتَهُ الْخَشَبُ

(اگر تم ہری ٹہنیوں کو سیدھی کرنا چاہو گے تو وہ سیدھی ہو جائیں گی۔ لیکن اگر خشک لکڑی کو نرم کرنا چاہو گے تو (سیدھی ہونا تو درکنار) وہ نرم (بھی) نہیں ہو گی۔)

(ترجمہ ج ۲ ص۵۸)

(۳) وعظ و نصیحت کے ذریعہ تربیت کرنا :۔

وہ اہم وسائل جو بچے کی ایمانی، معاشرتی اور اخلاقی تربیت میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کی تربیت وعظ و نصیحت کے ذریعہ کی جائے۔ اس لئے کہ بچے کو اشیاء کی حقیقت سمجھانے اور اسے اچھے کاموں میں لگانے اور مکارم اخلاق سے آراستہ کرنے اور اسلام کی بنیادی مہمات سے آشنا کرانے میں وعظ و نصیحت کو بڑا دخل ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے اسی وعظ و نصیحت کے طریقے کو اپنایا اور اس کے ذریعہ نفوس سے تخاطب کیا اور بیشمار آیات میں اسے دہرایا اور مختلف مقامات پر اپنی نصائح سے رہنمائی فرمائی ہے۔

اسی لئے مؤلف نے وعظ و نصیحت سے متعلق بہت سی آیات نقل فرمائی ہیں جو نہایت مفید و مؤثر ہیں۔ بغرض اختصار ہم ان کو نقل نہیں کر رہے ہیں۔ (ق)

وعظ و نصیحت کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ دین نصیحت و خیر خواہی کا نام ہے۔ ہم نے عرض کیا، کس کے لئے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول

اور مسلمانوں کے ائمہ وحکام اور عوام کے لئے۔ (مسلم)

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

نیز حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس شخص نے کسی بھلائی وخیر کی طرف رہنمائی کی تو اس کو بھی ویسا ہی اجر ملے گا جیسا اجر اس نیکی کرنے والے کو ملے گا۔ (بخاری، مسلم)

(تربیۃ الاولاد ج ۱ ص ۔۔۔ ترجمہ ج ۲ ص ۔۔۔)

وعظ ونصیحت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ :۔

(الف) قصہ کے انداز کو اختیار کرنا :۔

مؤلف رحمہ اللہ نے اس کی مثال میں ابرص اور گنجے اور نابینا شخص کا قصہ نقل فرمایا ہے جو مشہور ومعروف ہے۔ بہشتی زیور میں بھی مذکور ہے۔ نیز حضرت ہاجرہ وحضرت اسمٰعیل علیہما السلام کا واقعہ ثبت فرمایا ہے۔ یہ بھی مشہور واقعہ ہے۔

اس لئے مربی کا کام یہ ہے کہ وہ قصہ بیان کرتے وقت سامعین کے جذبات اور ان پر اس واقعہ کے اثرات مرتب ہونے پر نظر رکھے اور اس سے فائدہ اٹھائے اور جب ان کا ذہن کھل جائے تو ان کے دل میں عبرت کے چشمے اور نصیحت کی نہریں جاری کردے۔

(ب) سوال وجواب کے انداز کو اختیار کرنا :۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے ساتھیوں کے سامنے سوالات پیش کرے تاکہ ان کی توجہ کو بڑھائے اور ان کی سمجھ کو جلا بخشے اور نصائح کو ذہن نشین کرسکے۔

اس موضوع کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں :-

۱- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بتلاؤ اگر تم میں سے کسی شخص کے دروازے پر نہر ہو اور وہ شخص اس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو، تو کیا اس کے جسم پر کوئی میل کچیل باقی رہے گا؟ صحابہ رضؓ نے عرض کیا نہیں! تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ یہی مثال ہے پانچ وقت کی نمازوں کی کہ اللہ تعالےٰ ان کے ذریعہ سے غلطیوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔ (مسلم)

۲- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ رضؓ نے عرض کیا، ہم میں مفلس وہ کہلاتا ہے جس کے پاس نہ درہم ہو نہ اور ساز وسامان۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ میری امت میں سے مفلس وہ شخص ہو گا جو قیامت کے روز نماز، روزہ، زکوٰۃ کے ساتھ آئے گا اور ساتھ ہی اس نے کسی کو گالی دی ہوگی اور کسی پر تہمت لگائی ہوگی اور کسی کا مال لیا ہو گا اور کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہو گا۔ لہٰذا ان لوگوں کو اس کی نیکیوں میں سے دے دیا جائے گا پھر اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور حقداروں کا حق ابھی باقی ہو گا۔ پھر ان حقداروں کے گناہ لے کر اس پر لاد دیئے جائیں گے اور اس کو آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

ف- ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر مفلس کون ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس افلاس سے پناہ میں رکھے۔ آمین! (ق)

(ج) وعظ و نصیحت کو اللہ تعالےٰ کے نام کی قسم کھا کر شروع کرنا۔

یہ اس لئے تاکہ سننے والے کو اُس بات کی اہمیت کا اندازہ ہو جائے جس کے لئے قسم کھائی جا رہی ہے۔ تاکہ وہ اس نصیحت پر عمل کرے یا اس سے اجتناب کرے۔

جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت میں یہ طریقہ مذکور ہے۔

(د) وعظ کو خوش طبعی کے ساتھ ملا دینا:۔

اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ذہن کو حرکت دی جائے اور سستی دور کی جائے اور نفس کو شوق دلایا جائے۔

(ک) وعظ و نصیحت میں توسط کا لحاظ رکھنا:۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز وعظ و نصیحت کو طویل نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ وہ تو چند مختصر سے جملے ہوا کرتے تھے۔ (ابو داؤد)

نیز مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب وعظ فرماتے تو وہ وعظ نہ اتنا مختصر ہوتا کہ اصل بات اور مقصد سمجھ میں نہ آسکے اور نہ اتنا طویل ہوتا کہ تنگ دل و آزردہ خاطر کر دے۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعظ و نصیحت میں ہمارا خیال رکھا کرتے تھے کہ ہم تنگدل نہ ہو جائیں۔

(و) وعظ کی قوت تاثیر کے ذریعہ حاضرین پر چھا جانا:۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایسا (زبردست) وعظ فرمایا جس سے ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل لرزنے لگے۔ تو ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایسے شخص کا وعظ و نصیحت ہے جو رخصت کرنے والا اور الوداع کہنے والا ہو۔ لہذا آپ ہمیں (اور بھی) نصیحت فرمائیے! آپ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ سے ڈرو اور میری سنت

اور میرے بعد میرے ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت کی پیروی کرو اور اس کو مضبوطی سے تھام لو۔ اس لئے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ (ترمذی)

واعظ و داعی قوت تاثیر سے اس وقت تک متصف نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس میں خلوص نیت نہ ہو۔ نیز اس میں جب تک رقّتِ قلب، خشوعِ نفس، صفائی باطن اور روح کی پاکیزگی نہ ہو۔ اس لئے ان صفات کے پیدا کرنے کی سعی کرنا چاہئے تاکہ واعظ کی باتوں کا سامعین کے دلوں پر اثر ہو۔

ف: واعظین کو اس امر کا ضرور لحاظ کرنا چاہئے۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ واعظ جو نصیحت دوسروں کو کر رہا ہے اس پر خود بھی عامل ہو۔ (ق)

حضرت عمر بن ذر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے عرض کیا۔ اے میرے ابا جان! کیا وجہ ہے کہ آپ جب لوگوں سے مخاطب ہوتے ہیں تو لوگوں کو رلا ڈالتے ہیں اور جب آپ کے علاوہ کوئی اور شخص ان سے مخاطب ہوتا ہے تو یہ بات نہیں ہوتی۔ تو انھوں نے فرمایا۔ میرے بیٹے! بات یہ ہے کہ وہ عورت جو مصیبت زدہ ہونے کی وجہ سے نوحہ کر رہی ہو (رو رہی ہو) وہ کرایہ پر رونے والی عورت کی طرح ہرگز نہیں ہو سکتی۔

ف: اسی لئے مشہور مقولہ ہے: این الثکلی والمستاجرۃ یعنی جس عورت کا لڑکا مر گیا ہو اور جو عورت رونے کے لئے کرایہ پر لائی گئی ہو، ان دونوں میں کیا نسبت ہے۔ یعنی ان دونوں کے رونے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ (ق)

(۲) ضرب الامثال کے ذریعہ نصیحت کرنا:۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ اپنی نصیحت و موعظت کی وضاحت کے لئے ایسی مثالیں پیش فرمایا کرتے تھے جسے لوگ خود اپنی آنکھوں سے

مشاہدہ کیا کرتے تھے۔ تاکہ وہ چیز خوب راسخ ہو جائے۔

چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص کی مثال جو قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے نارنگی کے مانند ہے جس کا مزہ بھی شیریں اور خوشبو بھی عمدہ۔ اور جو قرآن پاک کی تلاوت نہیں کرتا اس کی مثال چھوہارے جیسی ہے کہ اس کا مزہ تو شیریں ہے مگر خوشبو اس میں مطلقاً نہیں۔ اور اس فاجر کی مثال جو قرآن شریف پڑھتا ہے مانند ریحانہ کے ہے کہ خوشبو اگرچہ اس میں ہے مگر مزہ نہایت کڑوا ہوتا ہے۔ اور اس فاجر کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا مانند حنظلہ (اندرائن) کے ہے۔ جس کا مزہ بھی تلخ اور اس میں خوشبو بھی نہیں ہوتی۔ (تلاوت القرآن، مؤلفہ مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رح)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھے اور برے ساتھی کی مثال عطار اور لوہار کے پاس بیٹھنے والے کی ہے کہ عطر فروش یا تو تمھیں عطر دیگا یا تم خود اس سے خرید لوگے یا کم از کم تم خوشبو ہی پا جاؤگے اور لوہار تو تمھارا کپڑا جلائیگا۔ یا کم از کم تم اسکی بدبو پاؤگے۔ (بخاری و مسلم)

(ح) ہاتھ کے اشارے سے وعظ و نصیحت کرنا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی اہم بات کی تاکید فرمانا چاہتے تھے تو دونوں ہاتھوں سے اس اہم کام کی جانب اشارہ فرمایا کرتے تھے جس کا اہتمام اور جس پر عمل کرنا لوگوں کے لئے ضروری تھا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک مومن دوسرے مومن کے لئے عمارت کی طرح ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے کو قوت پہنچاتا ہے اور مضبوط کرتا ہے۔ یہ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل فرما دیں۔ (بخاری، مسلم)

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ نے انگشت شہادت اور اس کے برابر والی انگلی کی جانب اشارہ فرمایا۔ (بخاری)

(ط) لکیروں اور خطوط کے ذریعہ وضاحت اور نصیحت کرنا :۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض اہم باتوں کی وضاحت خطوط و لکیریں کھینچ کر فرماتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ایک مربع دائرہ بنایا اور پھر اس سے باہر نکلنے والی ایک لکیر کھینچی اور پھر بہت سی چھوٹی چھوٹی لکیریں اس طرف سے کھینچیں جو درمیان میں تھی اور ان کا رخ اس جانب تھا جو درمیان میں تھی۔ اور ارشاد فرمایا یہ انسان ہے اور یہ (مربع دائرہ) اس کا وقت مقرر ہے جو اسے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے اور یہ لکیر جو اس (دائرہ) سے باہر نکل رہی ہے یہ انسان کی امیدیں و آرزوئیں ہیں۔ اور چھوٹی چھوٹی لکیریں وہ حادثات و آفات ہیں جو اچانک پیش آتے ہیں۔ پس اگر انسان ایک آفت سے بچ جاتا ہے تو دوسری کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس سے بچ جاتا ہے تو تیسری کا۔ اور اگر ان سب سے بچ جائے تو بڑھاپا اس کو پکڑ لیتا ہے۔

(بخاری)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ نے اپنے دست مبارک سے زمین پر ایک لکیر کھینچی اور فرمایا یہ اللہ کا راستہ ہے اور پھر دو لکیریں اس لکیر کے داہنی طرف کھینچیں اور دو بائیں

طرف، اور یہ فرمایا کہ یہ (داہنے بائیں) شیطان کے راستے ہیں۔ پھر اپنا دست مبارک درمیان کی (سیدھی) لکیر پر رکھ کر مندرجہ ذیل آیت تلاوت فرمائی:۔

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ	اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے
مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ	جو مستقیم (سیدھا) ہے سو اس
وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ	راہ پر چلو اور دوسری راہوں
فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ	پر نہ چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی
سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ	راہ سے جدا کر دیں گی۔ اس کا
وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ	تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم فرمایا ہے تاکہ تم
تَتَّقُوْنَ ۝ (الانعام ۱۵۳)	(اس راہ کے خلاف کرنے سے) احتیاط رکھو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لکیریں کھینچی تھیں ان کا نمونہ اوپر ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر لکیریں کھینچ کر ان کے سامنے یہ واضح فرمایا کہ اسلام کا طریقہ وہ صراط مستقیم ہے جو عزت و جنت تک پہنچانے والا ہے اور ان کے علاوہ جو افکار و خیالات اور اصول و انتظامات ہیں وہ سب کے سب شیطان کے راستے ہیں جو ہلاکت و تباہی اور جہنم تک پہنچانے والے ہیں۔

(ی) عمل کے ذریعہ نصیحت کرنا:۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تعلیم و تربیت اور معاشرہ کی تعمیر کے لئے زندہ نمونے پیش فرمایا کرتے تھے۔ جن کی بعض مثالیں درج ذیل ہیں:۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ! وضو کا کیا طریقہ ہے ؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن میں پانی منگوایا اور اپنے دونوں ہاتھ تین مرتبہ دھوئے حتیٰ کہ پورا وضو کرکے دکھلا دیا۔ پھر فرمایا جو شخص اس پر زیادتی کرے گا یا اس میں کمی کرے گا تو اس نے ظلم کیا۔ (ابوداؤد)

ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے ایک مجمع کے سامنے وضو فرمایا اور ارشاد فرمایا، جس شخص نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا اور پھر دو رکعتیں اس طرح پڑھیں کہ ان دونوں کے درمیان اس کے دل میں دنیا کی کسی چیز کا خیال نہ آیا تو اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (بخاری)

(ل) موقع ومحل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وعظ و نصیحت کرنا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عوالی (ایک علاقہ کا نام ہے) کی جانب سے بازار میں داخل ہوئے۔ لوگ آپ کے اِرد گرد تھے۔ ایک مردار بھیڑ کے بچے کے پاس سے آپ کا گزر ہوا جس کے کان چھوٹے چھوٹے تھے۔ چنانچہ آپ نے اس کا کان پکڑ کر فرمایا۔ تم میں سے کون شخص یہ پسند کرتا ہے کہ یہ مردار اسے ایک درہم میں مل جائے ؟ صحابہ رضؓ نے عرض کیا ہم تو اسے کسی قیمت پر بھی نہیں لینا چاہتے۔ یا یہ کہا کہ ہم اس کو لیکر کیا کریں گے ؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کیا تم پسند کرتے ہو کہ وہ تمھیں (مفت ہی) مل جائے ؟ صحابہ رضؓ نے عرض کیا۔ بخدا اگر یہ زندہ بھی ہوتا تب بھی کان کا چھوٹا ہونا اس کے لئے عیب تھا اور جب وہ مردار ہو گیا تو پھر تو اور زیادہ عیب دار ہو گیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا۔ بخدا جتنا یہ مردار تمھاری نظروں میں حقیر ہے، دنیا اللہ کے یہاں اس سے بھی زیادہ حقیر ہے۔ (مسلم)

(ل) اہم چیز کی طرف متوجہ کرکے نصیحت کرنا:۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض سوال کو اس سے اہم سوال کی جانب پھیر دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا، تم نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ انھوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کی محبت۔ آپ نے ارشاد فرمایا، تم اسی کے ساتھ ہوگے جس سے تمھیں محبت ہے۔ (بخاری، مسلم)

اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صاحب کو قیامت کے قائم ہونے کے وقت کے بارے میں سوال سے (جس کا علم اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے) ایک اور جانب متوجہ فرمادیا جس کی زیادہ ضرورت تھی، یعنی روز قیامت کے لئے اعمال صالحہ کی تیاری

(م) جس حرام چیز سے روکنا ہو اسے سامنے پیش کرکے وعظ و نصیحت کرنا:۔

ایسا بھی ہوتا تھا کہ بعض اوقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک میں وہ حرام چیز لے لیتے تھے جس سے روکنا مقصود ہوتا تھا۔ تاکہ اس کے حرام ہونے پر صراحۃً رہنمائی ہوجائے۔ جس کی مثال یہ ہے:۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنے داہنے ہاتھ میں ریشم اور بائیں ہاتھ میں سونا لیا۔ اور پھر ان دونوں کو بلند کر کے فرمایا یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام اور عورتوں کیلئے حلال ہیں۔ (ابوداؤد)

یہ وہ اہم اسلوب و انداز ہیں جو معلم اول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹوں اور بڑوں کی تعلیم اور خواص کی رہنمائی اور عوام کی ہدایت کے لئے اختیار فرمایا کرتے تھے۔

لہذا مربی حضرات کو چاہیے کہ وعظ و ارشاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان طریقوں اور اسالیب کو اختیار کریں۔ کیونکہ یہ بہترین طریقے اور عمدہ ترین اسلوب ہیں۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے کچھ نہ فرماتے تھے بلکہ آپ کے رب نے آپ کی تربیت فرمائی جیسا کہ مروی ہے "اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ" (یعنی میرے رب نے میری تربیت فرمائی اور کیا ہی عمدہ تربیت فرمائی) لہذا یہی طریقے قیامت تک کے لئے ہدایت و اصلاح کا ذریعہ و سرچشمہ ہیں۔ (ترجمہ ص۱ ج ۲)

۴۔ دیکھ بھال کے ذریعہ تربیت۔

دیکھ بھال کے ذریعہ تربیت سے مراد یہ ہے کہ بچے پر نظر رکھی جائے اور اس کے عقیدہ و اخلاق کے بنانے اور اس کی جسمانی تربیت اور حصول علم کے بارے میں برابر نگرانی رکھی جائے۔

اسلام نے اپنے بنیادی اصولوں کے ذریعہ والدین اور مربیوں کو اس بات پر ابھارا ہے کہ وہ سب کے سب زندگی کے ہر گوشے میں اپنی اولاد کی دیکھ بھال میں کسر نہ چھوڑیں۔ چنانچہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے :۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا	اے ایمان والو! تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ جس کا

النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (التحریم ۶) ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل وعیال کی تربیت کرو اور انھیں تعلیم دو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم ان کو اس چیز سے روکو جس سے اللہ نے تمھیں روکا ہے اور تم انھیں ان باتوں کا حکم دو جن باتوں کا اللہ تعالیٰ نے تمھیں حکم دیا ہے۔ تو یہ اس طرح ان کے اور جہنم کی آگ کے درمیان آڑ اور رکاوٹ ہو جائے گی۔

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :۔

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا۔ (طٰہٰ ۱۳۲) اور اپنے متعلقین کو بھی نماز کا حکم کرتے رہیے اور خود بھی اس کے پابند رہیے۔

وہ احادیث جو بچوں کی دیکھ بھال کے سلسلے میں آئی ہیں بیشمار ہیں۔ جن میں سے بعض جا بجا درج کی جا چکی ہیں۔ اس لئے اب اس موقع پر صرف ایک حدیث کے نقل پر اکتفا کرتا ہوں :۔

ابو سلیمان ملک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے پاس بیس رات ٹھہرے رہے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال ہوا کہ ہمیں اپنے گھر والوں سے ملنے کی خواہش ہوگی، لہذا ہم سے اس کے متعلق دریافت فرمایا کہ اپنے اہل وعیال میں سے کس کو پیچھے چھوڑ کر آئے ہیں؟ تو ہم نے اس کی اطلاع دی۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑے نرم اور رحمدل تھے اس لئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے اہل وعیال کے پاس جاؤ اور انھیں تعلیم دو اور اچھی باتوں کا حکم دو۔ اور اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ اور جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک آدمی اذان دے

اور تم میں جو بڑا ہو وہ امامت کرے۔ (تربیۃ الاولاد ج ۲ ص ۴۹ ترجمہ ج ۲ ص ۱۰۳)

بچوں کی تربیت اور نگرانی کے مختلف پہلو

○ بچے کے ایمانی پہلو کی دیکھ بھال :۔

وہ یہ ہے کہ توحید کے بنیادی اصول کو بچے کے اندر راسخ کرنے کے سلسلہ میں مربی اپنی اہم ذمہ داری کو پوری کرے تاکہ بچہ الحادی تعلیمات اور خطرناک لادینی نظریات وافکار سے بچ سکے۔ نیز مربی کو اس پر بھی نظر رکھنی چاہیے کہ بچہ کون سی کتابیں اور رسالے مطالعہ کرتا ہے۔ پس اگر ایسی کتابوں کا مطالعہ کرتا ہے جن میں زیغ وضلال، الحاد ومسیحیت وغیرہ کی دسیسہ کاریاں پنہاں ہیں، تو پھر اپنے بچے کو اس سے دور رکھے اور اس کے ضرر سے اس کو آگاہ کردے۔

نیز مربی کو چاہیے کہ اس بات کا بھی خیال رکھے کہ بچہ کس قسم کے ساتھیوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے۔ اور کن جماعتوں اور پارٹیوں سے تعلق رکھتا ہے۔ پس اگر ان میں بددینی اور زیغ والحاد کا مرض ہے تو بچے کو ان سے دور رکھنے کی نہایت سمجھداری کے ساتھ سعی کرنا چاہیئے۔

○ بچے کے اخلاقی پہلو کی نگرانی :۔

وہ یہ ہے کہ مربی بچے میں سچ بولنے کی عادت پر نظر رکھے۔ یعنی اگر وہ دیکھے کہ بچہ وعدہ خلافی کرتا ہے یا بات چیت میں جھوٹ سے کام لیتا ہے۔ تو اس کو چاہیئے کہ بچہ جیسے ہی جھوٹ بولے اسی وقت اس کی اصلاح کرے۔ اسی طرح مربی کو

امانت داری کے وصف کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ پس اگر بچہ معمولی چوری بھی کرے تو مربی کی ذمہ داری ہے کہ فوراً اس کی طرف توجہ کرے اور اس مرض کا علاج کرے۔

نیز مربی کو چاہیئے کہ بچہ اگر گالی بکتا ہے اور زبان سے برے کلمات نکالتا ہے تو حکمت و دانائی سے اس کی اس عادت کا علاج کرے۔ اس کے سامنے با اخلاق بچوں کے اوصاف بیان کرے تاکہ وہ اچھے اخلاق و صفات کی طرف مائل ہو۔

○ بچّے کے جسمانی پہلو کی دیکھ بھال :-

وہ یہ ہے کہ کھانے پینے اور سونے جاگنے میں حفظانِ صحت کے ان اصولوں کا خیال رکھے جن کا اسلام نے حکم دیا ہے۔ کھانے کے سلسلہ میں مربی کو چاہیئے کہ وہ بچے کو بدہضمی سے بچائے اور ضرورت سے زیادہ کھانے پینے سے روکے اور کھانا ہضم ہونے سے پہلے نہ کھانے دے۔ اور اسے دو یا تین سانس میں پانی پینے کی تعلیم دے اور برتن میں سانس لینے سے روکے۔ اور کھڑے ہو کر اور بائیں ہاتھ سے پانی پینے سے روکے۔ سونے کے سلسلہ میں بچے کو داہنی کروٹ پر لیٹنے کا حکم دے اور کھانا کھا کر فوراً سونے سے منع کرے۔ غرض مربی کو ان تمام چیزوں پر نظر رکھنی چاہیے جو جسم کو تباہ اور صحت کو برباد کرنے والی ہیں۔ مثلاً مخدرات (سُن کرنے والی) اور منشیات (نشہ لانے والی چیزوں) کا استعمال، سگریٹ نوشی، مشت زنی، زنا و لواطت وغیرہ۔ نیز مربی کو چاہیئے کہ بچے میں جب کسی بیماری کا اثر یا علامت ظاہر ہو تو علاج کے لئے کسی ماہر طبیب کی طرف رجوع کرے۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے :-

يَا عِبَادَ اللّٰهِ تَدَاوَوْا فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ　　اے اللہ کے بندو! علاج کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ

لم یضع داء الا وضع له شفاء (احمد) نے کوئی بیماری نہیں اتاری مگر یہ کہ اس کیلئے دوا و شفا بھی نازل فرمائی ہے۔

پس اگر اسلامی طریقہ پر بچے کا علاج ہوگا تو بچہ بہت سے امراض سے بچ جائے گا اور وہ پیش آنے والے بہت سے خطرات و امراض سے چھٹکارہ حاصل کرلے گا۔

○ بچے کے نفسیاتی پہلو کی دیکھ بھال :-

اس سے مراد یہ ہے کہ مربّی بچے میں شرمندگی کی عادت پر نظر رکھے۔ لہذا اگر وہ دیکھے کہ بچہ یکسوئی، تنہائی کا اور مجلسوں سے دوری کا خواہاں ہے تو اسے چاہیے کہ وہ بچے میں جرأت پیدا کرے اور لوگوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی اسے تلقین کرے اور اس میں سمجھ بوجھ اور فکری و معاشرتی پختگی کو بڑھائے۔ اسی طرح بچے میں ڈر اور خوف کی عادت پر نظر رکھے۔ اگر یہ محسوس ہو کہ بچے میں بزدلی، خوف اور حادثات کے سامنے شکست خوردہ بننے اور مشکلات سے بھاگنے کی عادت ہے، تو مربی کو چاہیے کہ بچے میں خود اعتمادی پیدا کرے اور شجاعت کا پہلو اجاگر کرے تاکہ دنیوی زندگی کی مشکلات و آفات کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کرسکے۔

ماں پر خصوصی طور سے یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ بچے کو سایہ، تاریکی یا جن، بھوت، چڑیل اور خوفناک مخلوق سے نہ ڈرائے۔ تاکہ بچہ ڈر اور خوف کا عادی نہ بن جائے۔

اسی طرح مربّی پر لازم ہے کہ بچے میں احساس کمتری کی بیماری پر نظر رکھے۔ اگر بچے میں اس کا اثر معلوم ہو تو سبب معلوم کرکے اس کا علاج کرے۔

بچے میں غصہ کی عادت پر بھی نظر رکھے۔ اگر بچہ کو معمولی معمولی سی بات پر ناراض ہوتا دیکھے تو اس کا سبب معلوم کر کے اس کا ازالہ کرے اور اس عادت کے ختم کرنے کی سعی کرے۔ (ترجمہ ج ۲ ص ۱۱۹)

○ بچے کی معاشرتی زندگی کی نگرانی:۔

اس سے مراد یہ ہے کہ مربی بچے میں یہ بات بھی بغور دیکھے کہ وہ دوسروں کے حقوق ادا کر رہا ہے یا نہیں؟ اگر محسوس ہو کہ بچہ اپنے والد، والدہ، بہن، بھائیوں، رشتہ داروں یا اساتذہ یا بڑوں کے حق کی ادائگی میں کوتاہی کرتا ہے تو اسے چاہئے کہ بچے کے سامنے اس کوتاہی و تقصیر کا انجام اور اس حرکت کے نتائج بیان کرے تاکہ وہ سمجھ کر عمل کرنے لگ جائے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اگر ان باتوں پر مکمل نظر رکھی جائے تو بچہ ایک ایسا ہوشیار، سمجھدار، باادب، بااخلاق شخص بن جائے گا، جو دنیوی زندگی میں ہر شخص کے حق کو بلا کسی کمی و کوتاہی کے ادا کرنے والا ہوگا۔

اسی طرح مربی کو چاہئے کہ بچے کے قلب میں ایمان و تقوی اور مراقبہ کے اصول جاگزیں کرے اور دل میں ایثار و محبت اور الفت و ہمدردی اور پاک باطنی کے جذبات واحساسات پیدا کرے۔ تاکہ بچہ جب جوان ہو تو اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ادا کرے۔ اور مخلوق کے بھی۔

○ روحانی پہلو سے بچے کی دیکھ بھال:۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ مربی بچے میں اللہ تعالیٰ کے مراقبہ کے پہلو پر نظر رکھے اور اس کو ہمیشہ یہ بتلاتا رہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے اور اسکی باتیں سن

رہا ہے اور اس کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے اور آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے بھید پر مطلع ہے۔

نیز مربی کو خشوع و خضوع اور تقوی اللہ کے پہلو کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و بڑائی کو سمجھنے کے لئے بچے کی چشم بصیرت کھول دے جو چھوٹے بڑے، جاندار غیر جاندار، اُگنے والے درختوں، مہکدار پھولوں اور عجیب و غریب قسم کے کروڑوں اربوں مخلوق میں محیط ہے۔

نیز ابتدائے شعور سے نماز میں خشوع و خضوع اور قرآن پاک کی تلاوت سے متاثر ہونے کا عادی بنایا جائے۔

نیز مربی کو نماز روزے کی پابندی پر شروع ہی سے نگاہ رکھنی چاہئے۔ نیز اگر وسعت ہو تو چاہئے کہ حج کے لئے بھی ساتھ لے جائے تاکہ حج کے مناسک سیکھ لے۔ اسی طرح مربی کو چاہئے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا عادی بنائے۔

اسی طرح مربی کو چاہئے کہ دعاؤں کی پابندی کے پہلو پر نظر رکھے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ بچے کو وہ اہم دعائیں یاد کرادی جائیں جو صبح و شام سوتے جاگتے، کھانے پینے، گھر میں داخل ہونے اور نکلنے وغیرہ کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں۔ اسی طرح سفر کی دعائیں، استخارہ کی دعا، بارش کی دعا، چاند دیکھنے کی دعا، بے خوابی کی دعا، غم و بیماری کی دعائیں جو منقول ہیں یاد کرائیں۔

بلاشبہ اگر مربی بچوں کو یہ دعائیں سکھلا دے گا اور وقت پر پڑھنے کی ترغیب دیگا تو بچے میں اللہ تعالیٰ کا خوف بڑھے گا اور اس کے قلب میں اللہ کا تقویٰ جاگزیں ہوگا اور مراقبہ و محاسبہ کی عادت پڑے گی۔ ایسی صورت میں بچے کے حالات درست اور اس کے اقوال و افعال صحیح ہو جائیں گے۔ پھر وہ بچہ

پاکیزگی اور صفائی میں روئے زمین پر چلنے والے فرشتے کے مانند سمجھا جائے گا۔

(۵) عقوبت اور سزا کے ذریعہ تربیت:۔

اسلامی شریعت کے بہترین عادلانہ احکامات اور اس کے عظیم بنیادی قواعد اس غرض کیلئے مقرر کئے گئے ہیں تاکہ انسان کی بنیادی ضروریات کی حفاظت ہو سکے جن سے کوئی بھی انسان نہ مستغنی ہو سکتا ہے اور نہ اس کے بغیر زندہ رہ سکتا ہے۔ ان احکام کو ائمہ مجتہدین اور اصول فقہ کے علماء نے پانچ امور میں محصور کیا ہے اور ان کا نام "ضروریات خمسہ" یا "کلیات خمسہ" رکھا ہے۔ وہ یہ ہیں:۔

(۱) دین کی حفاظت (۲) نفس کی حفاظت (۳) عزت و آبرو کی حفاظت (۴) عقل کی حفاظت (۵) مال کی حفاظت۔ ان حضرات کا کہنا ہے کہ اسلامی نظام میں جو بھی احکام اور قوانین ہیں ان سب کا مقصد انہی کلیات کی حفاظت اور ان کی دیکھ بھال اور رعایت ہے۔

ان کلیات کی حفاظت کے لئے شریعت نے سخت سزائیں مقرر کی ہیں جو ہر اس شخص پر جاری ہوں گی جو ان کی خلاف ورزی کرے گا، ان احکامات کو توڑے گا اور ان کی حدود کو پھلانگے گا۔ شریعت میں یہ سزائیں حدود و تعزیرات کے نام سے معروف ہیں۔

حدود کی تعریف: حدود وہ سزائیں ہیں جنھیں شریعت نے اللہ کے حق کی حفاظت کے لئے مقرر کیا ہے۔ تو گویا حدود اللہ کے حقوق کی حفاظت کے لئے لاگو ہوتی ہیں۔

اور یہ حدود درج ذیل ہیں:۔

۱۔ مرتد ہونے کی سزا:۔

اگر کوئی شخص مرتد ہو جائے اور دین کے ترک اور الحاد پر باقی رہنے پر اصرار کرے اور توبہ کرنے پر راضی نہ ہو تو ایسے شخص کو قتل کیا جائے گا۔ اور اس کو نہ غسل دیا جائیگا نہ کفن، نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائیگا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ۔ (احمد)	جو شخص اپنا دین (اسلام) بدل دے اسے قتل کر دو۔

۲۔ کسی انسان کو قتل کرنے کی سزا:۔

اگر کوئی شخص کسی شخص کو عمداً (جان بوجھ کر) قتل کر دے تو اس کی سزا قتل ہے کیونکہ اللہ تعالٰے ارشاد فرماتے ہیں:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى (البقرۃ ۱۷۸)	اے ایمان والو! تم پر (قانون) قصاص فرض کیا جاتا ہے۔ مقتولین (بقتل عمد) کے بارے میں۔ آزاد آدمی آزاد آدمی کے عوض میں، اور غلام، غلام کے عوض میں اور عورت عورت کے عوض میں

۳۔ چوری کی سزا:۔

چوری کی سزا گذشتہ سے چور کا ہاتھ کاٹنا ہے جب کہ اس کے شرائط مجتمع ہوں اس لئے کہ اللہ تبارک و تعالٰے کا ارشاد ہے:۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا	اور جو مرد چوری کرے اور جو عورت چوری کرے سو ان دونوں کے (داہنے) ہاتھ (گٹے

جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (المائدہ ۳۸) — (پرسے) کاٹ ڈالو ان کے کردار کے عوض میں بطور سزا کے اللہ کی طرف سے اور اللہ تو بڑے قوت والے بڑے حکمت والے ہیں۔

۴۔ حدِ قذف :۔

کسی پاکدامن عورت پر تہمت لگانے کی سزا اسّی کوڑے اور ایسے شخص کی گواہی قبول نہ کرنا ہے۔ اس لیے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (النور ۴) — اور جو لوگ (زنا کی) تہمت لگائیں پاکدامن عورتوں کو اور پھر (اپنے دعوے پر) چار گواہ نہ لاسکیں تو ایسے لوگوں کو اسّی دُرّے لگاؤ اور ان کی کوئی گواہی قبول نہ کرو۔ اور یہ لوگ فاسق ہیں۔

۵۔ حدِ زنا :۔

اگر زانی غیر شادی شدہ ہو تو اس کی سزا سو کوڑے ہیں۔ اور اگر شادی شدہ ہو تو اس کی سزا مرنے تک سنگسار کرنا ہے۔ سو کوڑے لگانے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے :۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۔ (النور ۲) — زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد سو اُن میں سے ہر ایک کے سو دُرّے مارو۔

رہا رجم تو وہ اس لیے کہ حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ اور غامدیہ رضی اللہ عنہا عورت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کا حکم فرمایا کیونکہ وہ دونوں شادی شدہ تھے۔

۶۔ زمین میں فساد پھیلانے کی سزا:۔

اس کی سزا قتل یا سولی پر چڑھانا ہے۔ یا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹنا۔ یا ملک بدر کرنا ہے۔

جمہور فقہاء جن میں امام شافعی و احمد رحمہا اللہ بھی داخل ہیں یہ کہتے ہیں کہ اگر ڈاکوؤں نے قتل بھی کیا ہو اور مال بھی لوٹا ہو تو انھیں قتل کیا جائے گا، لیکن سولی پر نہیں چڑھایا جائے گا۔ اور اگر مال لوٹا ہو اور قتل نہ کیا ہو تو ایک جانب کا ہاتھ اور دوسری جانب کا پاؤں کاٹا جائے گا۔ اور اگر دہشت گردی کی ہو اور مال نہ لوٹا ہو، تو انکو ملک بدر کر دیا جائے گا۔

اس سلسلہ میں اصل اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:۔

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْىٌ فِى الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ	جو لوگ اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں، ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کئے جائیں، یا سولی دیئے جائیں۔ یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیئے جائیں۔ یا زمین سے نکال دیئے جائیں۔ یہ ان کیلئے دنیا میں سخت رسوائی ہے، اور ان کو آخرت

ﻟﻪ اس سلسلہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کی تفصیل اس طرح ہے کہ اگر فسادیوں یعنی رہزنوں نے کسی کو صرف قتل کیا ہو، مال لینے کی نوبت نہ آئی ہو، تو اس کی سزا قتل ہے اور اگر مال بھی لیا ہو اور قتل بھی کیا ہو، تو اس کی سزا سولی دیا جانا ہے۔ اور اگر صرف مال لیا ہو، قتل نہ کیا ہو تو داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ لئے جائیں۔ اور اگر نہ مال لیا ہو نہ قتل کیا ہو، بلکہ قصد کرنے کے بعد ہی گرفتار کر لئے گئے تو آزادی ختم کر کے جیل بھیج دیا جائے۔ (معارف القرآن ص ۱۳۱ ج ۳) ق م

عَظِيْمٌ (المائدہ ۳۳) میں عذاب عظیم ہوگا۔

۷۔ شراب نوشی کی سزا :۔

شراب نوشی کی سزا چالیس سے اسّی کوڑے تک ہے۔ اس لئے کہ مروی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے شراب نوشی کی سزا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چالیس کوڑے شمار کئے تھے۔ اسّی کوڑے لگانے کی سزا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تجویز ہے انھوں نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے مشورہ دیا کہ اس کی سزا اسّی کوڑے مقرر کی جائے۔ پس اگر امام سمجھے کہ چالیس کوڑے سے شراب نوشی سے باز نہ آئے گا تو اسّی کوڑے تک مار سکتا ہے۔ (ترجمہ ج ۲ صفحہ ۱۲۵)

تعزیرات کی تعریف :۔

تعزیرات وہ سزائیں ہیں جو متعین طور پر مقرر نہیں ہیں۔ اور یہ تعزیرات ہر ایسی معصیت پر نافذ ہوتی ہیں جس پر کوئی حد یا کفارہ مقرر نہ ہو۔ لیکن تعزیرات میں یہ خیال رکھا جائے گا کہ وہ مقررہ حدود میں سے کسی حد کے برابر نہ ہونے پائیں، بلکہ اس سے کم درجہ کی ہی رہیں۔

کوئی بھی دو آدمی اس میں شک نہ کریں گے کہ اسلام نے حدود و تعزیرات پر مبنی یہ سزائیں اس لئے مقرر کی ہیں تاکہ لوگوں کو امن وامان اور چین وسکون کی زندگی حاصل ہو۔ اور کوئی ظالم کسی پر زیادتی نہ کرے۔ اور کوئی طاقتور کسی کمزور پر ظلم نہ کرے۔ اور کوئی مالدار کسی غریب پر بے جا حکم نہ چلائے۔ بلکہ سب کے سب حق کے میدان اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں برابر ہیں۔ کسی عربی کو عجمی پر اور کسی سفید کو سیاہ پر سوائے تقویٰ کے کوئی فضیلت حاصل نہیں۔

ہاں تعزیرات میں لوگوں کی عمر، حیثیت، منزلت و ثقافت کے اعتبار سے

فرق پڑتا ہے۔ چنانچہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جنھیں معمولی سی نصیحت کافی ہو جاتی ہے اور بعض کو ڈانٹ ڈپٹ سے کام چل جاتا ہے۔ اور بعض کو بغیر ڈنڈے کے کام نہیں چلتا۔ اور بعض اس وقت تک قابو میں نہیں آتے جب تک انھیں جیل میں نہ ڈالا جائے واقعی کسی نے سچ کہا ہے ؎

اَلْعَبْدُ یُقْرَعُ بِالْعَصَا وَالْحُرُّ تَکْفِیْہِ الْاِشَارَۃ

(غلام کو ڈنڈے سے سزا دی جاتی ہے اور آزاد شریف آدمی کے لئے اشارہ کافی ہوتا ہے) لیکن وہ سزائیں، جو مربی حضرات گھر یا مدرسہ میں دیتے ہیں وہ کمیت، کیفیت اور طریقہ کے اعتبار سے عام لوگوں کو دی جانے والی دوسری سزاؤں سے مختلف ہوتی ہیں۔ اس لئے اس کو سمجھ کر سزا دینی چاہئے۔ (ترجمہ ج ۲ ص۳۱۶)

دین اسلام میں بچّوں کو سزا دینے کے طریقے

۱۔ اصل یہ ہے کہ بچّے کے ساتھ نرمی و پیار کا برتاؤ کیا جائے۔

چنانچہ امام بخاری رح اپنی کتاب "الادب المفرد" میں روایت کرتے ہیں کہ نرمی اختیار کرو اور سختی و فحش گوئی سے بچو۔ اور آجری رح روایت کرتے ہیں کہ سکھاؤ لیکن سختی نہ کرو۔

۲۔ خطا کار بچّے کو سزا دینے میں اسکی طبیعت کی رعایت کی جائے۔

بچّے ذکاوت و سمجھداری میں ایک دوسرے سے بہت مختلف ہوتے ہیں۔ لہذا بعض بچّوں کو اصلاح و تنبیہ کے لئے ان کی طرف ترچھی و تیز نگاہوں سے دیکھنا بھی کافی ہوتا ہے۔ جبکہ دوسرا بچّہ سزا میں سختی اور ڈانٹ ڈپٹ کا محتاج ہوتا ہے۔ اور کبھی مربی کو اصلاح و نصیحت اور ڈانٹ ڈپٹ میں ناکامی کے بعد ڈنڈے۔

استعمال کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ غرض مربی کو سزا دینے میں نہایت حکمت سے کام لینا چاہیئے اور ایسی سزا دینا چاہیئے جو اسکی ذکاوت اور مزاج کے موافق ہو۔ (ترجمہ ۱۱)

۳۔ سزا دینے میں تدریج سے کام لینا چاہیئے۔

یعنی مربی پہلے معمولی سزا دے۔ اور سخت سزا بالکل آخری مرحلہ میں اختیار کرنا چاہیئے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اصلاح کرنے اور سزا دینے کے چند مراتب و مراحل ہیں جنھیں مربی کو مار پیٹ سے پہلے اختیار کرنا چاہیئے، جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے۔

بچوں کو سزا دینے کے شرائط:۔

۱۔ مربی کو مار پیٹ کی طرف اس وقت تک متوجہ نہیں ہونا چاہیئے جبتک وہ تنبیہ اور ڈانٹ ڈپٹ کے تمام وسائل بروئے کار نہ لے آئے۔

۲۔ مربی کو چاہیئے کہ سخت غصہ کی حالت میں بچے کو ہرگز نہ مارے جس سے بچے کو جسمانی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

۳۔ نیز مربی کو چاہیئے کہ بچے کو ایسی جگہ پر نہ مارے جہاں مارنے سے ایذا و نقصان کا خوف ہو۔ جیسے چہرہ، سر، سینہ اور پیٹ وغیرہ۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "چہرے پر مت مارو۔" (ابوداود)

۴۔ سزا کے ابتدائی مراحل میں زیادہ سخت اور تکلیف دہ مار نہ ہونا چاہیئے، بلکہ ہلکی پھلکی معمولی چھڑی سے ہاتھ پاؤں وغیرہ پر مارنا چاہیئے۔ اور اگر بچہ چھوٹا ہو تو دو تین قمچیوں سے زیادہ نہیں مارنا چاہیئے۔

۵۔ جب تک بچہ دس سال کی عمر کو نہ پہنچ جائے اسے نہیں مارنا چاہیئے۔ اس حدیث کی بناء پر جو پہلے ذکر ہو چکی ہے کہ "اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جبکہ وہ

سات سال کے ہو جائیں اور نماز (نہ پڑھنے پر) ان کو مارو جب کہ وہ دس سال کے ہو جائیں۔"

۶۔ غلطی کا صدور بچے سے پہلی مرتبہ ہوا ہو تو اسے اس جرم سے توبہ کا موقع دینا چاہئے اور اس حرکت پر اس کا عذر قبول کرنا چاہئے۔

۷۔ مربی بچے کو خود مارے۔ یہ ذمہ داری اس کے کسی بھائی یا ساتھی کے سپرد نہ کرے۔ تاکہ باہم لڑائی جھگڑا نہ ہو اور حقد و حسد کی آگ نہ بھڑکے۔

۸۔ بچہ جب بلوغ کی عمر کو پہنچ جائے اور مربی یہ محسوس کرے کہ تنبیہ و زجر کیلئے دس چھڑیاں مارنا کافی نہیں، تو وہ اس پر اضافہ بھی کر سکتا ہے اور تکلیف دہ مار بھی لگا سکتا ہے اور بار بار بھی مار سکتا ہے یہاں تک کہ وہ محسوس کرے کہ بچہ صحیح راستہ پر آگیا ہے اور اب بالکل سیدھے راستہ پر ٹھیک ٹھاک چل رہا ہے۔

پس اگر آپ حضرات یہ چاہتے ہوں کہ آپ کے بچوں کی اصلاح ہو اور وہ آپ کے معاشرہ کے لئے خیر ثابت ہوں تو ان مذکورہ وسائل کو اختیار کریں اور ان بنیادی باتوں پر عمل پیرا ہوں۔

وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ ۖ	اور آپ فرما دیجئے کہ عمل کئے جاؤ پھر آگے دیکھے گا اللہ تمہارے کام کو اور اس کا رسول اور مسلمان۔
(التوبہ ۱۰۵)	

(تربیۃ الاولاد ج ۲ ص ۷۲۷۔ ترجمہ ج ۲ ص ۳۶۶)

فصل ثانی

تربیت کے بنیادی اصول و قواعد

بچے کی شخصیت سازی اور دنیوی زندگی میں صحیح انسان بنانے کے سلسلہ میں جو قواعد مربیوں کو کام میں لانا چاہیے، ان کو بیان کرنے سے پہلے بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان بنیادی صفات کو مختصراً ذکر کردیں جن کا خود مربی میں پایا جانا ضروری ہے تاکہ بچوں پر تربیت کا پورا اثر پڑے۔

مربّی کی بنیادی صفات

۱۔ اخلاص:۔

مربّی کے اندر اوّلین وصف اخلاص کا ہونا چاہیے۔ یعنی ضروری ہے کہ وہ اپنی نیت کو درست رکھے اور تربیت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے کرے۔ اس لئے کہ قول وعمل میں اخلاص کو ملحوظ رکھنا ہی ایمان کی بنیاد اور اسلام کا تقاضا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بغیر اخلاص کے کوئی بھی عمل قبول نہیں فرماتے۔

۲۔ تقویٰ:۔

مربّی میں سب سے ممتاز وصف تقویٰ کا ہونا چاہیے۔ تقویٰ کی تعریف علماء ربانیین نے یہ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس جگہ ہرگز نہ دیکھے جہاں رہنے سے

تمھیں روکا ہے، اور جہاں موجود رہنے کا حکم دیا ہے وہاں سے ہرگز غائب نہ پائے اور بعض حضرات نے اس کی تعریف اس طرح کی ہے کہ، اچھے اعمال کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنا اور ظاہری و باطنی طور سے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے تقویٰ کے بارے میں دریافت کیا۔ تو انھوں نے فرمایا کہ آپ کبھی کانٹوں والے راستے سے گزرے ہیں؟ انھوں نے فرمایا کیوں نہیں! انھوں نے پوچھا، آپ نے کیا طریقہ اختیار کیا تھا؟ فرمایا (بچ کر نکلنے کی) خوب کوشش و محنت کی! انھوں نے فرمایا، یہی تقویٰ ہے۔

اسی لئے تقویٰ کے اختیار کرنے پر قرآن پاک کی بہت سی آیات میں ابھارا گیا ہے۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی حدیثوں میں تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پس اگر مربی متقی و پرہیزگار نہ ہو اور معاملات و کردار میں اسلام کے طور طریقوں کا پابند نہ ہو، تو لازمی طور پر بچہ آزادی اور بے راہ روی کے دلدل میں پھنس جائے گا اور گمراہی و ضلالت کی وادی میں بھٹک جائے گا۔ اس لئے کہ اس نے خود اس شخص کو برائیوں میں ملوث اور شہوات کے دریا میں غرق دیکھا ہے جو اس کی تربیت کا ذمہ دار تھا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

۲۔ علم:-

مربی کے اندر ان اصول تربیت کا علم بھی ضروری ہے جنھیں شریعت اسلامیہ نے پیش کئے ہیں۔ تا کہ وہ ان مضبوط بنیادوں پر تربیت کر سکے۔

پس اگر مربی خود ہی جاہل ہو اور بچے کی تربیت کے بنیادی قواعد سے ناآشنا ہو، تو بچہ نفسیاتی طور سے الجھ کر رہ جائے گا۔ اس لئے کہ جس حوض میں خود پانی نہ ہو وہ دوسروں کو کیا سیراب کرے گا۔ اور جس چراغ میں تیل نہ ہو وہ دوسرے کو کیسے

روشن و منور کر سکتا ہے۔ اسی لئے دین اسلام نے علم پر بہت اُبھارا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (الزمر ۹)
آپ فرما دیجئے کہ علم والے اور جہل والے کہیں برابر ہو سکتے ہیں۔

اور

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِىْ عِلْمًا۔ (طٰہٰ ۱۱۴)
یہ دعا کیجئے کہ اے میرے رب میرا علم بڑھادے

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ (مسلم)
جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے سفر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرمادیتے ہیں۔

نیز ارشاد فرمایا:۔

مَنْ خَرَجَ فِىْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ (ترمذی)
جو شخص طلب علم کے لئے (گھر سے) نکلے گا تو اس کا یہ نکلنا اللہ کے راستہ میں شمار ہوگا۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ (ابن ماجہ)
ہر مسلمان پر (خواہ مرد ہو یا عورت) علم (دین) حاصل کرنا فرض ہے۔

ان قرآنی ارشادات اور نبوی فرمودات کے بعد مربی حضرات کو چاہئے کہ علم نافع حاصل کریں اور اسلام کے تربیتی اصول کو سیکھیں اور ان سے آراستہ ہوں تاکہ اسلامی معاشرہ پیدا کرسکیں۔ (ترجمہ ج ۲ صفحہ ۱۵)

۴- حلم وبردباری :-

وہ بنیادی صفات جن کا مربی میں پایا جانا ضروری ہے ان میں سے حلم وبردباری بھی ہے۔ اس صفت کی وجہ سے بچہ اپنے مربی کی طرف مائل ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے مربی کے ارشادات پر لبیک کہتا ہے۔ اس لئے اسلام نے حلم وبردباری کے اختیار کرنے پر ابھارا ہے اور بہت سی آیات واحادیث میں اس کی طرف ترغیب دی گئی ہے۔ تاکہ تربیت کرنے والوں اور دعوت دینے والوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ حلم ان عظیم ترین نفسیاتی واخلاقی فضائل میں سے ہے جو انسان کو ادب اور کمال کی چوٹی تک پہنچا دیتا ہے۔ آیات قرآنیہ ملاحظہ فرمائیں :-

۱- وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (آل عمران ۱۳۴)

اور غصہ کے ضبط کرنے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکو کاروں کو محبوب رکھتا ہے۔

۲- خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ○ (اعراف ۱۹۹)

سرسری برتاؤ کو قبول کر لیا کیجئے اور نیک کام کی تعلیم کر دیا کیجئے اور جاہلوں سے ایک کنارہ ہو جایا کیجئے۔

۳- وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ○ (شوری ۴۳)

اور جو شخص صبر کرے اور معاف کردے یہ البتہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے

۴- اِدْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ○ (حٰمٓ السجدۃ ۳۴)

آپ (مع اتباع) نیک برتاؤ سے بدی کو ٹال دیا کیجئے۔ پھر یکایک آپ میں اور جس شخص میں عداوت تھی وہ ایسا ہو جائے گا جیسا کوئی دلی دوست ہوتا ہے

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد القیس کے اشج سے فرمایا :۔

ان فیک خصلتین یحبھما اللہ الحلم والاناۃ۔ (مسلم)

تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جنھیں اللہ تعالےٰ پسند فرماتے ہیں ایک بردباری دوسرے وقار

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مربی بچے کی تربیت کے لئے ہمیشہ حلم و نرمی ہی اختیار کرے۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ بچوں کی اصلاح میں اپنے اوپر قابو رکھے یعنی جو مناسب حال ہو وہ طریقہ اختیار کرے۔

۵۔ مسئولیت یعنی ذمہ داری کا احساس :۔

مربی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو محسوس کرے تاکہ وہ مکمل طور پر بچے کی دیکھ بھال اور نگرانی رکھے۔ پس اگر مربی نے اس ذمہ داری کے احساس میں ذرا بھی غفلت برتی تو بچہ لامحالہ بدکردار بچوں میں شامل ہو جائے گا اور پھر مربی کو اپنی کوتاہی پر ندامت ہوگی۔ لیکن اس وقت ندامت سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اس وقت مربی کو اپنی اس حرکت پر رونا آئے گا لیکن اس وقت رونا بے سود ہوگا ؎

اَتَبْکِیْ عَلٰی لُبْنٰی وَاَنْتَ قَتَلْتَھَا وَقَدْ ذَھَبَتْ لُبْنٰی فَمَا اَنْتَ صَانِعٌ

(کیا تم لبنیٰ پر روتے ہو؟ حالانکہ تم ہی نے اسے قتل کیا ہے۔ لبنیٰ تو چلی گئی بتلاؤ تم اب کیا کروگے؟)

محترم مربی صاحبان! مسئولیت کے پورا کرنے یا اس میں کوتاہی کرنے کے سلسلہ میں اسلام نے جو کچھ کہا ہے اس کا کچھ حصہ آپ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے

اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں :۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا۔ (التحریم)

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو آگ سے بچاؤ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:۔

إِنَّ اللّٰهَ سَائِلٌ كُلَّ رَاعٍ عَمَّا اسْتَرْعَاهُ حَفِظَ أَمْ ضَيَّعَ حَتّٰى يُسْأَلَ الرَّجُلُ عَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ۔
(صحیح ابن حبان)

اللہ تعالیٰ ہر نگہبان سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھے گا کہ اس نے انکی حفاظت کی یا ضائع کر دیا؟ حتی کہ انسان سے اپنے گھر والوں کے بارے میں بھی سوال ہوگا۔

مسئولیت کے احساس کے سلسلہ میں گفتگو کرتے ہوئے میں یہ چاہتا ہوں کہ مربی صاحبان کے سامنے مختصراً ہی وہ سازشیں اور منصوبے بیان کر دوں جو مسلمان افراد اور مسلم معاشرہ اور مسلم خاندانوں کو خراب کرنے کے لئے تیار کئے جاتے ہیں۔ تاکہ وہ اپنے معاملہ میں پوری بصیرت پر ہوں اور اپنے بچوں اور خاندان کی اصلاح کے لئے خوب جدوجہد کریں۔

اہل باطل اور شیطان کے ایجنٹوں نے ہر زمانہ میں باطل کو بڑھانے، نیز حق اور اہل حق کو نیچا دکھانے کی کوشش کی ہے اور اس کے لئے ایڑی چوٹی کا پورا زور صرف کیا ہے۔ ان بدبختوں نے ہر زمانہ میں خدائی تعلیمات اور اس کے ماننے والوں کے خلاف سازشیں کی ہیں اور انھیں حق سے ہٹانے اور حق کو مٹانے کے درپے رہے ہیں۔ کاش مسلمان اس کو سمجھیں۔! لیکن کیا چمگادڑوں کی بھیڑ اور ان کی یلغار سے آفتاب کی حرارت اور تمازت میں کوئی خلل آسکتا ہے؟ حق بہرحال حق ہے۔ باطل کی ریشہ دوانیوں اور بہتان طرازیوں سے اسکی حقانیت متاثر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ خدا کا فرمان ہے يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا الخ یعنی کفار چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے پھونک کر بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا چاہے کافروں کو جتنا برا لگے۔ ان سازشوں کے کچھ نمونے آپ ملاحظہ فرمائیں اور اپنے بچوں کو اس قسم کی سازشوں سے خبردار رکھیں اور خود بھی ان کی چالوں سے ہوشیار رہیں۔

(الف) شیوعی سازشیں :۔

ایک خطرناک سرّی دستاویز جس کو "کلمۃ الحق" نامی رسالے نے محرم ۱۳۸۷ھ مطابق اپریل ۱۹۶۷ء کے پرچے میں "اسلام کے خلاف خطرناک سازش" کے عنوان سے شائع کیا تھا۔ اس دستاویز کو کمیونسٹوں نے ماسکو میں تیار کیا تھا جس میں اپنا منصوبہ درج کیا۔ جس کے تحت اس میں لکھا ہے کہ : اسلام کی بیخ کنی کے لئے اسلام ہی کو ہتھیار بنایا جائے۔ جس کے لئے ہم نے یہ طے کیا ہے کہ :۔

۱۔ اسلام سے صلح کی جائے تاکہ اس پر غلبہ حاصل ہوسکے۔

۲۔ مذہب و دین کے رہنماؤں اور دیندار حکام کی شہرت کو داغدار کرنا اوران پر استعمار و صیہونیت کا ایجنٹ ہونے کا الزام لگانا۔

۳۔ اشتراکیت کی تعلیم کو تمام اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں کے تمام تعلیمی شعبوں میں عام کر دینا اور اسلام سے مزاحمت کرنا اوراس کا گھیراؤ کرنا، تاکہ وہ ایسی قوت نہ بن سکے جو اشتراکیت کے لئے خطرہ ثابت ہو۔

۴۔ دینی جماعتیں خواہ وہ کتنی ہی کمزور کیوں نہ ہوں، ان کو ملک میں قائم ہونے سے روکنا

۵۔ اسلامی معاشرہ سے ایسے طریقے سے نفرت دلانا جس سے یہ معلوم نہ ہو کہ ہم اسلام کے دشمن ہیں۔

۶۔ ملحد مصنفین کی حوصلہ افزائی کرنا اور دین اور مذہبی سربراہی کی مخالفت اور اس پر حملہ کرنے کی انھیں صراحۃً اجازت دینا۔

۷۔ اشتراکی رابطہ کو قائم کرنا اسلئے کہ اسلامی رابطہ علمی اشتراکیت کے لئے

سب سے بڑا خطرہ ہے۔

۸۔ عوام کو اشتراکی نعروں میں مشغول رکھنا اور انکو سوچنے تک کی فرصت نہ دینا۔

۹۔ دینی و روحانی اقدار کو یہ کہہ کر تہ و بالا کرنا کہ ان میں فلاں فلاں عیوب و نقائص ہیں۔

۱۰۔ صبح و شام، رات دن انقلاب کا نعرہ لگانا اور یہ اعلان کرنا کہ انقلاب ہی عوام کو ان کے رجعت پسند حکام سے پہلا اور آخری نجات دہندہ ہے۔

(ترجمہ ج ۲ صـ۱۵۱)

اس دستاویز میں مزید دفعات بھی ہیں۔ مگر ہم نے بغرض اختصار ان سب کو نقل نہیں کیا ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ان دہریوں کے منصوبے پاش پاش اور ان کے عزائم مکڑی کے جالے کے مثل پارہ پارہ ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کو اور ان جیسے سارے دشمنان اسلام کو نیست و نابود فرمادے اور نظام اسلام کو سارے عالم میں غالب و رائج فرمادے۔ آمین! محمد قمر الزمان ۸ ذی الحجہ ۱۴۱۱ھ

آخر میں مصنفؒ نے کیا ہی برمحل آیت نقل فرمائی ہے۔

يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَن يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ○ (التوبہ ۳۲)

چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ اپنی روشنی پوری کرکے رہے گا چاہے کافر برا مانیں۔

(ب) صلیبی سازشیں :۔

پہلی صلیبی جنگیں جو دو صدیوں تک جاری رہیں ان میں اسلام کی بیخ کنی کرنے میں ناکامی کے بعد عیسائیوں نے بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھایا اور نہایت عیاری سے یہ منصوبہ تیار کیا:۔

اوّلاً : خلافت اسلامیہ جو دولت عثمانیہ کی شکل میں موجود تھی، اس کو

ختم کرنا۔ اور سب سے بڑے خائن کمال اتاترک سے یہ شرط لگائی کہ وہ سرزمین ترک سے اس وقت تک نہیں جائیں گے جب تک کہ مندرجہ ذیل شروط نافذ نہیں ہو جاتیں۔

ا۔ خلافت اسلامیہ کا خاتمہ اور خلیفہ کو ترکی سے ملک بدر کرنا۔

ب۔ ترکی اپنا تعلق اسلام سے توڑ دے۔

ج۔ ترکی اپنے لئے اس دستور کے بجائے جو اسلام سے لیا گیا ہے ایک دوسرا دستور تیار کرے۔ جمعہ کے بجائے اتوار کو چھٹی کرنا بھی ان کی شروط میں داخل تھا اور یہ سب ۱۹۲۴ء میں مکمل ہو گیا۔

خائن اتاترک نے ان شروط کو نافذ کیا اور انگریز اور اس کے حلیفوں نے ترکی کی آزادی و استقلال کو قبول کر لیا۔ اور خلافت اسلامیہ کے خاتمے اور حکومت کو لادینی مملکت بنانے کی کوششوں کو سراہا۔

ثانیاً: قرآن کریم کو ختم و نیست و نابود کرنا۔ اس لئے کہ عیسائیت یہ سمجھتی ہے کہ قرآن ہی مسلمانوں کی قوت و ثقافت کی طرف لوٹنے کا اساسی مرکز ہے۔

ثالثاً: مسلمانوں سے اسلامی فکر کا خاتمہ کرنا اور خدا سے ان کے تعلق کو منقطع کر دینا۔

رابعاً: مسلمانوں کی وحدت کو ختم کرنا تاکہ مسلمان کمزور، ذلیل اور بے سہارا ہو جائیں۔

خامساً: مسلمان عورتوں کو بگاڑنا۔ جس کا طریقہ یہ ہو کہ عورتوں کی آزادی کے نام پر جو جماعتیں کام کریں ان کی خوب تائید کی جائے اور عورت کو مرد کے مساوی قرار دیا جائے۔ اسلامی نظام میں کئی بیویوں کے رکھنے اور طلاق دینے کی اجازت کی مخالفت کی جائے۔ اور ان سب کا مقصد شبہات کا پیدا کرنا اور یہ بتلانا ہو کہ اسلامی شریعت اس دور کیلئے قابل عمل نہیں، اور زندگی کے ساتھ چلنے کی صلاحیت نہیں رکھتی اور اسمیں طرح طرح کے شبہات پیدا کئے جائیں۔ (حوالہ ترجمہ ص ۱۹۴/۲)

ج) یہودیت کے منصوبے اور سازشیں:

یہود پر اللہ کی لعنت ہو۔ یہ حیلہ و مکر کے مختلف طریقے اختیار کرتے رہتے ہیں تاکہ اپنی اغراض و خواہشات کے مطابق روئے زمین پر تسلط حاصل کریں اور تمام عالم پر اپنی حکومت کا جھنڈا گاڑ دیں۔ اور انھوں نے اپنے منصوبوں کو کامیاب کرنے کے لئے اپنے سامنے دو بنیادی ہدف (نشانے) رکھے ہیں۔

پہلا ہدف: قوموں کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا اور بعض کو بعض کے خلاف بھڑکانا اور ان کے درمیان جنگیں کھڑی کرنا اور ان قوموں میں فتنوں کو ہوا دینا۔

دوسرا ہدف: قوموں کے عقائد خراب کرنا اور ان کے اخلاق اور نظام اور دینی ذوق کو خراب کرنا اور انھیں اللہ کے راستہ سے دور کرنا۔ (ترجمہ ج ۲ ص۱۶۶)

اس کے بعد ان یہودیوں کے مکائد اور مکر و فریب کو تفصیل سے بیان کیا ہے جس کو اختصار کے مدنظر ہم نقل نہیں کر رہے ہیں۔ البتہ اخیر کی چند سطور کو نقل کرتے ہیں جن سے آپ کو ان کے ناپاک عزائم و منصوبوں کا اندازہ ہو جائے گا۔

پروٹوکول میں یہ بھی لکھا ہے کہ: ہمیں چاہئے کہ ہم ہر جگہ اخلاق کا جنازہ نکالنے کے لئے کام کریں تاکہ ہمارے تسلط کی راہ ہموار ہو۔ فرائڈ ہمارا آدمی ہے وہ جنسی تعلقات کو دن دہاڑے پیش کرتا رہے گا تاکہ جوانوں کی نگاہ میں کوئی چیز بھی مقدس باقی نہ رہے اور ان کا سب سے بڑا مقصد جنسی خواہشات کی تکمیل بن جائے۔ جب یہ ہو گا تو اخلاق کا جنازہ نکل چکا ہو گا۔

بلغراد کی ماسونی کانفرنس منعقدہ ۱۹۲۲ء کی قرارداد میں ان کا یہ قول تحریر ہے کہ ہمیں یہ ہرگز نہیں بھولنا چاہئے کہ ہم ماسونی لوگ دین کے دشمن ہیں اور ہمیں دین کے

آثار و علامات کے خاتمے کی کوشش میں کوتاہی نہیں کرنا چاہئے۔

ماسونی مشرق اعظم ۱۹۱۳ء کی قرارداد میں لکھا ہے کہ عنقریب انسانیت ہی کو معبود بنا لیا جائے گا۔ خدا کو چھوڑ دیا جائے گا۔

اور انٹرنیشنل ماسونی کانفرنس منعقدہ ۱۹۰۰ء کی قرارداد میں یہ لکھا ہے کہ ہم صرف اس پر اکتفا نہیں کریں گے کہ دینداروں پر فتح حاصل کرلیں ان کی عبادت گاہوں پر غلبہ حاصل کرلیں بلکہ ہمارا بنیادی اور اصلی مقصد ان لوگوں کے وجود کو ختم کرنا ہے۔

ماسونی مجلہ اکاسیا ۱۹۰۳ء میں لکھا ہے کہ: دین کے خلاف جہاد و مقابلہ اپنی انتہا کو اس وقت پہنچے گا جب دین کو حکومت سے جدا کر دیا جائے۔ ماسونیت دین کی جگہ لے لے اور اس کی محافل عبادت گاہوں کی جگہ لے لیں۔

محترم مربی صاحبان! کیا آپ نے اب یہ سمجھ لیا ہے کہ ان خبیث وعیارانہ منصوبوں سے یہودیت و ماسونیت کیا چاہتی ہے؟ بلاشک وشبہہ ان کا مقصد یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی عزت دوبارہ قائم ہو اور فرات سے نیل تک ان کی عظیم حکومت کی تاسیس ہو۔ پھر تمام عالم پر قبضہ کیا جا سکے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ان کے جو وسائل ہیں ان میں روئے زمین سے تمام آسمانی دینوں اور اخلاقی و معاشرتی و اقتصادی مذاہب کا خاتمہ اور صرف اور صرف یہودیت کے جھنڈے کی سربلندی ہے۔ اور فلسطین میں اسرائیلی حکومت کا قیام انہی مکارانہ سازشوں کا کرشمہ ہے جن سے ماسونی محفلوں نے اپنے اغراض پورے کرنے کے لئے کام لیا۔

محترم مربی صاحبان! جب آپ نے یہ سب کچھ جان لیا تو پھر آپ کو اپنی کوشش و جد و جہد کو دوگنا کر دینا چاہئے۔ اور اپنی اولاد کی ایمانی و اخلاقی تربیت اور فکر و نفسیاتی تعمیر کے لئے اپنے عزم کو تیز کر دینا چاہئے۔ تاکہ یہودی سازشیں ان کے

عقائد کو جھنجھوڑ نہ سکیں اور ان کے اخلاق کو تباہ نہ کر سکیں۔ (ترجمہ ج ۲ صفحہ ۱۶۷)

(د) استعماری منصوبے اور سازشیں :۔

استعماری سازشوں سے میری مراد وہ منصوبے ہیں جن کا اسلام سے جنگ کرنے اور مسلمانوں کو جہاد فی سبیل اللہ سے باز رکھنے اور اسلامی معاشرے کو آزادی و شہوت پرستی میں غرق کرنے میں عیسائیت اور استشراق سے بہت گہرا ربط و تعلق ہے۔ ان کا مقصد اصلی یہ ہے کہ مسلمانوں کو ان چیزوں میں پھنسا کر اسلامی عقیدے سے عاری و تہی دست کر دیا جائے اور انھیں ایک ایسا جوان بنا دیا جائے جس کا دنیاوی زندگانی میں سوائے خواہشات نفس کے پورا کرنے و ذلالت و رذالت کے کیچڑ میں دھنسنے کے اور کوئی کام نہ ہو۔ نہ اسے عظمت و عزت تک پہنچنے کی خواہش ہو اور نہ دنیا میں کوئی عظیم کام انجام دینے کی تمنا ہو۔

ان مستعمرین کا ایک بڑا آدمی لکھتا ہے کہ "شراب کا جام اور مغنیہ (گانے والی عورت) امت محمدیہ کو پارہ پارہ کرنے میں ہزار توپوں سے زیادہ اثر رکھتے ہیں اس لئے امت کو مادیت و شہوت پرستی میں غرق کر دو۔"[1]

غرض یہود و نصاریٰ و مستشرقین سب کے سب اسلامی مقدسات اور اسلامی عبادات اور بنیادی اصولوں کو ختم کرنے اور ان کے وجود کو دنیا سے مٹانے والے وسائل کو

---

[1] یہ قول اگرچہ دشمن کا ہے پھر بھی ہم کو غور کرنا چاہئے کہ یہ حقیقت تو نہیں ہے۔ اور سو فیصد نہیں دس فیصد ہی ہے تو بھی افسوس کی بات ہے کہ جس امت کی بنیاد اخلاص اور نفس کے تزکیہ پر ہو اس سے اس قسم کے افعال سرزد ہوں جو اتباع ہویٰ اور نفس پرستی پر دلالت کریں اور دشمن اس کو دیکھ کر اس قسم کا بیان دیں یہ تو دب کرنے کی بات ہے العیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی اصلاح فرمائے اور ہوائے نفسانی کی اتباع سے نکال کر حق کو اختیار کرنے کی توفیق دے اور اپنی رضا سے مشرف فرمائے۔ آمین یا رب العالمین! ۔ (قمر الدین)

عملی جامہ پہنانے میں ایک ہاتھ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مگر واللہ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ ۔ (ترجمہ ج ۲ ص ۱۷۱)

مربی حضرات! جب آپ نے یہ منصوبے اور سازشیں جان لیں تو آپ لوگوں پر فرض ہے کہ آپ خوب جدوجہد کریں اور پختہ عزم وارادہ کے ساتھ کھڑے ہوں تاکہ اس اسلامی فریضہ کو ادا کر سکیں جو بچوں کی تربیت اور خاندان کی اصلاح کے سلسلہ میں آپ پر لازم ہے۔

لہٰذا حساب وکتاب اور سوال وجواب سے قبل اس حق کو ادا کریں تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی نصیب ہو سکے۔ (ترجمہ ج ۲ ص ۱۷۲)

بچے کی تربیت کے بنیادی اصول دو ہیں:۔

۱۔ ربط وتعلق کے اصول

۲۔ متنبہ کرنے کے اصول

ربط وتعلق کے اصول پانچ ہیں:۔

(۱) اعتقادی رابطہ:۔

مربی پر لازم ہے کہ وہ بچے کے دل میں یہ چیزیں سمو دے: اللہ جل شانہٗ پر ایمان، فرشتوں، آسمانی کتابوں، رسولوں، فرشتوں کے سوال، آخرت کے احوال، دوبارہ زندہ کئے جانے اور حساب وکتاب، جنت ودوزخ وغیرہ غیبی امور پر ایمان۔ پس اگر بچے میں

ایمان کا اتنا احساس ہو جائے گا تو پھر یہ اسے معاشرتی برائیوں اور نفسانی وساوس اور اخلاقی خرابیوں سے روک دے گا۔ اور وہ روحانی اور اخلاقی طور پر مکمل ٹھیک ٹھاک ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ اس کا شمار ان لوگوں میں ہو جائے گا جن کی طرف اگلی سے اشارہ کیا جاتا ہے۔

(۲) روحانی ارتباط :۔

روحانی ارتباط سے میری مراد یہ ہے کہ بچے کی روح صاف، پاکیزہ اور روشن ہو جائے اور اس کے دل سے ایمان اور اخلاص کے چشمے پھوٹ نکلیں۔ اور اس کا نفس پاکیزگی و روحانیت کی فضا میں بلندی کی معراج کو پہنچ جائے۔ اسلام نے مسلمان کو مختلف قسم کے روحانی رابطوں سے مربوط رکھنے کے لئے ایک خاص نظام مقرر کیا ہے۔ تاکہ مسلمان اپنی پاکیزگی و نور اور اخلاص و صفائی کو ہمیشہ ہمیشہ محفوظ رکھ سکیں۔

(الف) بچے کو عبادت سے مربوط رکھنا :۔

یعنی بچوں کو نماز کے ساتھ ساتھ روزہ رکھنے کی بھی تاکید کی جائے بشرطیکہ روزہ رکھنے کی طاقت ہو۔ اور باپ اگر صاحب حیثیت ہو تو بچے کو حج سے بھی واقف کرائے اور صاحب نصاب ہو تو زکوٰۃ سے بھی آگاہ کرائے۔

مربی محترم! آپ کو چاہیئے کہ بچے کو یہ ذہن نشین کرائیں کہ اسلام میں عبادت صرف ان چاروں عبادتوں ہی میں محصور نہیں ہے بلکہ عبادت ہر اس نیک کام کو شامل ہے جس میں مسلمان اللہ تعالیٰ کے نظام کو اختیار کرتا ہے اور اس سے اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہوتی ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ بچے کو بچپن ہی میں خیر و شر کی بنیادی باتیں اور حلال و حرام اور حق و باطل کی نشانیاں اور علامتیں سمجھا دیں۔ تاکہ بچہ حلال کو

اختیار کرے اور حرام سے بچے ۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔

اِعْمَلُوْا بِطَاعَةِ اللّٰهِ وَاتَّقُوْا مَعَاصِيَ اللّٰهِ وَمُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِامْتِثَالِ الْاَوَامِرِ وَاجْتِنَابِ النَّوَاهِي فَذٰلِكَ وِقَايَةٌ لَهُمْ وَلَكُمْ مِنَ النَّارِ۔ (ابن جریر وابن المنذر)

اللہ کی اطاعت اختیار کرو اور اس کی نافرمانی سے بچو۔ اور اپنے بچوں کو اوامر کے امتثال اور نواہی سے اجتناب کا حکم کرو۔ یہ ان کے اور تمہارے لئے جہنم سے بچنے کا ذریعہ ہے۔

یہ حدیث اللہ تعالٰی کے ارشاد قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا کی بہترین تفسیر ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر اور کون تفسیر کر سکتا ہے۔ (ق)

(ب) بچے کا قرآن پاک سے ربط پیدا کرنا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے بچوں کو تین خصلتوں کا عادی بناؤ۔ اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت، انؐ کے اہل بیت کی محبت اورؔ قرآن کریم کی تلاوت۔ اس لئے کہ حاملین قرآن اس روز انبیاء و مقرب بندوں کے ساتھ عرش کے سائے میں ہوں گے جس روز اس سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔

امام غزالی رحؒ نے "احیاء العلوم" میں یہ وصیت کی ہے کہ بچے کو قرآن کریم اور احادیث اور نیک لوگوں کے واقعات اور دینی احکام کی تعلیم دینا چاہئے۔

(ج) بچے کو اللہ کے گھروں کے ساتھ مربوط رکھنا :۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب تم کسی کو مسجد میں زیادہ آتے جاتے دیکھو تو اس کے مومن ہونے کی گواہی دو۔ (ترمذی)

اللہ تعالٰی ارشاد فرماتے ہیں :۔

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ

ان اللہ تعالٰی کی مسجدوں کو آباد کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان

الصَّلٰوۃَ۔ (التوبہ ۱۸) لاویں اور نماز کی پابندی کریں۔

مربی حضرات! آپ کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ مسجد اسلام کی نظر میں ان اہم ستونوں میں سے ہے جس پر تمام گزشتہ زمانوں میں مرد مسلم کی تیاری اور اسلامی معاشرہ کا دارومدار رہا ہے اس لئے کہ مسجد کے بغیر نہ آپ کے بچے کی روحانی وایمانی تربیت ہو سکتی ہے اور نہ اخلاقی ومعاشرتی تعمیر۔ مسجد کے بغیر مسلمان کو وعظ ونصیحت اور وہ کلمۂ حق سننا نصیب نہیں ہو سکتا جس کا اثر اس کے نفس وروح پر ہوتا ہے اور جس کے اثر سے اس کے احساسات وشعور میں بیداری پیدا ہوتی ہے۔ مسجد کے بغیر عام مسلمان مشرق ومغرب کے مسلمانوں کے حالات ومصائب اور حاجات نہیں جان سکتا۔ اور مسجد کے بغیر مسلمان کے لئے یہ قطعاً ممکن نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ مہربانی وشفقت کے ساتھ پیش آئے اور کوئی مسلمان مصیبت وپریشانی کے وقت مسجد کے علاوہ کوئی اطمینان وسکون کی جگہ نہیں پاتا۔

لہٰذا مربی حضرات کو چاہئے کہ اللہ کے گھروں سے اپنے بچوں کا رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ تاکہ مسجدوں میں ان کی ارواح کی تربیت اور عقلوں کی صفائی اور نفوس کی تہذیب وستھرائی نصیب ہو۔ تاکہ وہ اسلامی معاشرہ کے افراد کے ساتھ مل کر اپنے اتحاد اور وحدت کو ثابت کر سکیں۔ (ترجمہ ج ۲ ص ۱۵۲)

(د) بچے کا اللہ کے ذکر کے ساتھ رابطہ پیدا کرنا:۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔

فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ (البقرۃ ۱۵۲) سو تم مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد رکھوں گا۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

مَثَلُ الَّذِیْ یَذْكُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْكُرُ اللّٰهَ اس شخص کی مثال جو اللہ کو یاد کرتا ہے اور اسکی مثال

مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ (بخاری) جو اللہ کو یاد نہیں کرتا زندہ اور مردہ کی سی ہے۔

اس کے علاوہ ذکر کی فضیلت میں بے شمار حدیثیں ہیں جو معروف و مشہور ہیں۔ مؤلف نے ذکر کے انواع و اقسام کو بھی تفصیل سے بیان فرمایا ہے جو قابل مطالعہ ہے۔ وباللہ التوفیق۔

۷: نوافل کے ساتھ بچے کا ربط پیدا کرنا۔

اس لئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (بنی اسرائیل ۹)	اور کچھ رات قرآن کے ساتھ جاگتے رہئے یہ آپ کیلئے زیادتی ہے۔ قریب ہے کہ آپ کا پروردگار آپ کو مقام محمود میں کھڑا کر دے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:۔

وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَيَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ ذِرَاعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ بَاعًا وَاِذَا اَقْبَلَ اِلَيَّ يَمْشِيْ اَقْبَلْتُ اِلَيْهِ اُهَرْوِلُ۔ (بخاری ومسلم)	(اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) اور جو شخص مجھ سے ایک بالشت قریب آتا ہے میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں۔ اور جو ایک ہاتھ میرے قریب آتا ہے میں دونوں ہاتھوں کے درمیان کے فاصلہ کے برابر اس کے قریب آتا ہوں اور جب وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

اور اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:۔

مَا مِنْ عَبْدٍ مُّسْلِمٍ يُصَلِّيْ لِلّٰهِ تَعَالٰى فِيْ كُلِّ يَوْمٍ اِثْنَتَيْ	کوئی ایسا مسلمان بندہ نہیں جو اللہ کیلئے ہر روز فرض کے علاوہ بارہ رکعت نفل پڑھے

عَشَرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا غَيْرَ الْفَرِيْضَةِ اِلَّا بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ۔	مگر یہ کہ اللہ تعالٰے اس کے لئے جنت میں ایک گھر بناتا ہے۔ (صحیح مسلم)

نفل سے مراد فرض کے علاوہ عبادت ہے جس کے لئے بہت سی مناسبات ومواقع ہیں۔ اور اگر میں اپنے مربی بھائی کو نفل نماز اور نفل روزے کی اہم اقسام یاد دلادوں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، تاکہ وہ خود بھی اس پر عمل کرے اور اپنی اولاد اور اہل وعیال کو بھی اس کا عادی بنالے۔

(الف) نفل نمازیں :-

۱۔ نفل نماز قبل عصر وقبل عشاء :-

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالٰے کی رحمت ہو اس بندے پر جو عصر سے قبل چار رکعتیں پڑھے۔ (ترمذی)
اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء سے قبل چار رکعتیں پڑھتے تھے (مراقی الفلاح ص۳)

۲۔ وتر کے بعد دو رکعت :-

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو رکعتیں اور پڑھتے تھے۔ (جامع ترمذی)

۳۔ نماز اشراق :-

نماز اشراق کی حدیث میں فضیلت وارد ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب فجر کی نماز پڑھ چکے تو اپنی نماز کی جگہ بیٹھے بیٹھے تلاوت قرآن یا درود شریف یا تسبیحات پڑھتا رہے۔ جب سورج نکل آئے اور کچھ اونچا ہو جائے تو دو رکعت یا چار رکعت

نفل اشراق کی نیت سے پڑھ لے۔ تو از روئے حدیث ایک حج یا ایک عمرہ کا ثواب ملے گا۔ ہاں اگر کوئی کسی عذر سے اپنی جگہ پر اشراق کے وقت تک نہیں بیٹھ سکتا تو اسے چاہیئے کہ ذکر و تلاوت قرآن وغیرہ میں مشغول رہے۔ جب سورج کسی قدر بلند ہو جائے تو اشراق کی نماز پڑھ لے۔ انشاء اللہ تعالےٰ اس کو بھی یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی۔ (مراقی الفلاح)

۴۔ چاشت کی نماز۔

اس لئے کہ امام مسلم حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے ہر شخص کی ہڈیوں کے جوڑ پر ایک صدقہ واجب ہو جاتا ہے اور اس کی طرف سے وہ دو رکعتیں کفایت کرتی ہیں جو تم میں سے کوئی شخص چاشت کے وقت پڑھتا ہے۔

اور امام مسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کے وقت چار رکعات پڑھا کرتے تھے اور جتنی چاہتے رکعات کی تعداد بڑھا لیا کرتے تھے۔

اور امام مسلم حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ رکعات پڑھا کرتے تھے۔ تو ان تین روایات سے یہ معلوم ہوا کہ چاشت کی نماز کی کم از کم دو رکعتیں ہیں۔ اور درمیانہ درجہ چار رکعات اور افضل آٹھ رکعتیں ہیں۔ اس لئے آدمی جتنی رکعت چاہے پڑھ لے۔ اس نماز کا وقت سورج نکلنے کے آدھ گھنٹہ بعد سے شروع ہوتا ہے۔ اور ظہر سے تقریباً ایک گھنٹہ پہلے ختم ہو جاتا ہے۔

۵۔ نماز اوابین :۔

یہ مغرب کے بعد چھ رکعتیں ہیں۔ اس لئے کہ ابن ماجہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے مغرب کے بعد اوابین کی چھ رکعتیں اس طرح پڑھیں کہ ان کے دوران کوئی بری بات نہ کی تو یہ چھ رکعتیں بارہ سال کی عبادت کے برابر ہوتی ہیں۔

ف: اس سے نماز اوابین کی کیسی کچھ فضیلت ثابت ہوئی۔ (ق)

۶۔ تحیۃ المسجد :۔

اس لئے کہ امام مسلم حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک کہ دو رکعت نہ پڑھ لے۔

۷۔ وضو کے بعد کی دو رکعتیں :۔

اس لئے کہ امام بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا، مجھے وہ عمل بتاؤ جو اسلام قبول کرنے کے بعد تمھیں سب سے زیادہ امید دلانے والا ہو؟ اس لئے کہ میں نے جنت میں اپنے آگے تمھارے جوتوں کی آواز سنی ہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ میں نے کوئی عمل ایسا نہیں کیا جس سے مجھے سب سے زیادہ توقع وابستہ ہو سوائے اس کے کہ دن و رات میں جب بھی میں نے وضو کیا تو اس کے بعد اللہ نے مجھے جتنی توفیق دی اتنی نماز ضرور پڑھ لی۔

۸۔ تہجد :۔

اس لئے کہ ترمذی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فرض نماز کے بعد سب سے افضل

نماز تہجد کی نماز ہے۔

اور مسلم حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ رات کو ایک ایسی گھڑی ہوتی ہے کہ جسے کوئی مسلمان آدمی ایسی حالت میں نہیں پاتا کہ وہ دنیا و آخرت کے امور میں سے کسی خیر کو مانگتا ہو مگر یہ کہ اللہ تعالٰی اسے وہ عطا فرما دیتے ہیں۔ اور یہ معاملہ ہر رات کو ہوتا ہے۔

اور ترمذی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ رات کے قیام کو لازم پکڑو اس لئے کہ یہ نیک اور صالح لوگوں کی عادت ہے۔ اور یہ سب تمہارے رب سے قریب کرنے کا ذریعہ ہے اور برائیوں کا کفارہ ہے اور گناہوں سے روکنے والی ہے۔

تہجد کی کم از کم تعداد دو رکعتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں۔ ہاں نوافل کی کوئی حد نہیں جتنا چاہے رات میں پڑھ سکتا ہے۔ نوافل میں سب سے افضل تہجد کی نماز ہے۔

۹۔ تراویح :۔

جس کی بیس رکعتیں دس سلاموں کے ساتھ رمضان کی ہر رات کو پڑھی جاتی ہیں۔ تراویح عشاء کی فرض نماز کے بعد جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے اس لئے کہ بیہقی حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ وہ حضرات (صحابہ رض) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں رمضان میں بیس رکعات پڑھا کرتے تھے اور سو سو آیتیں پڑھتے تھے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں طویل قیام کی وجہ سے عصا (چھڑی) پر ٹیک لگا لیا کرتے تھے۔

۱۰۔ نمازِ استخارہ :-

دو رکعتیں پڑھ کر وہ دعا پڑھی جاتی ہے جسے حضرت جابرؓ نے روایت کیا ہے اور بخاری نے نقل کیا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں :-

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدِرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ رَضِّنِیْ بِهٖ

(بخاری)

اے اللہ! میں آپ سے مشورہ کرتا ہوں آپ کے علم محیط کے ذریعہ سے اور میں آپ کی قدرت عظیمہ سے قدرت طلب کرتا ہوں اور میں آپ سے آپ کے عظیم فضل کا سوال کرتا ہوں اس لئے کہ آپ قادر ہیں اور میں کسی چیز پر قادر نہیں اور آپ جانتے ہیں میں نہیں جانتا اور آپ غیب جاننے والے ہیں۔ اے اللہ! اگر آپ یہ جانتے ہیں کہ یہ کام میرے لئے میرے دین و دنیا اور انجام کے لحاظ سے بہتر ہے تو اسے میرے لئے مقدر فرما دیجئے اور اس کو میرے لئے آسان فرما دیجئے پھر اس میں میرے لئے برکت دے دیجئے اور اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کام میرے لئے میرے دین و دنیا اور انجام کار کے لحاظ سے برا ہے تو اسے مجھ سے پھیر دیں اور مجھے اس سے پھیر دیں اور جہاں بھی خیر ہو اس کو میرے لئے مقدر فرما دیں۔ پھر مجھے اس سے راضی کر دیں۔

دعا میں جب خط کشیدہ الفاظ هٰذَا الْاَمْرَ پر پہنچے تو دل میں اس ضرورت کا خیال کرے جس کیلئے استخارہ کر رہا ہے۔ پھر اس کے بعد جس طرف طبیعت کا انشراح ہو وہ کرے۔ خواہ اس کام کے کرنے کی طرف طبیعت راغب ہو یا اس کے چھوڑنے کی طرف۔

۱۱۔ نمازِ حاجت :۔

دو رکعتیں پڑھے پھر اس کے بعد مندرجہ ذیل مسنون و ماثور دعا پڑھے۔ پھر اپنے مقصد کے پورا ہونے کی دعا مانگے :۔

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًى اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ۔

(جامع ترمذی)

نہیں ہے کوئی معبود سوائے حلیم و کریم اللہ کے، پاک ہے اللہ جو کہ رب ہے عرش عظیم کا۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہان کا۔ میں آپ سے سوال کرتا ہوں ایسے اعمال کا جو آپ کی رحمت کے موجب ہوں اور آپ کی مغفرت لازم کرنے والے، اور ہر نیکی میں سے کچھ حصہ، اور ہر گناہ سے سلامتی و حفاظت کا۔ آپ میرا کوئی گناہ نہ چھوڑیں مگر یہ کہ اس کو معاف فرمادیں، اور نہ کسی پریشانی کو مگر یہ کہ اسے دور فرمادیں، اور نہ کوئی ایسی حاجت جس میں آپ کی رضا ہو مگر یہ کہ آپ اسے پوری فرمادیں اے ارحم الراحمین!

صلوٰۃ التسبیح : چار رکعت کی نیت باندھے اور ہر رکعت میں ۷۵ مرتبہ یہ تسبیح پڑھے :۔

سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ۔ پہلی رکعت میں ثنار، الحمد اور سورت پڑھنے کے بعد رکوع سے پہلے ۱۵ مرتبہ، پھر رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم کے بعد ۱۰ مرتبہ، پھر رکوع سے کھڑے ہو کر ۱۰ مرتبہ پھر دونوں سجدوں میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کے بعد ۱۰-۱۰ مرتبہ، اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھ کر ۱۰ مرتبہ، پھر دوسرے سجدے کے بعد بیٹھ کر ۱۰ مرتبہ پڑھے پھر بغیر اَللّٰہُ اکبر کہے کھڑا ہو جائے۔ اور ہر رکعت میں اسی طرح پڑھے۔ البتہ دوسری اور چوتھی رکعت میں دوسرے سجدے کے بعد بیٹھ کر پہلے یہ تسبیح ۱۰ مرتبہ پڑھے اس کے بعد التحیات پڑھے۔ اسی طرح چار رکعت پوری کرے حدیث میں اس نماز کی بہت فضیلت آئی ہے۔

۱۳۔ نماز کسوف :-

سورج گرہن کے وقت دو رکعت مسجد میں جماعت سے مسنون ہے۔ ہر امام اپنی مسجد میں بغیر اذان واقامت پڑھ سکتا ہے۔ نماز کسوف میں بڑی بڑی سورتیں پڑھنا رکوع وسجود طویل کرنا مسنون ہے۔ قرارت آہستہ کرے۔ نماز کے بعد امام کو دعا میں مصروف ہونا چاہیے۔ سب مقتدی آمین، آمین کہتے رہیں۔ جب تک گرہن ختم نہ ہو جائے دعا میں مشغول رہنا چاہیئے۔

۱۴۔ نماز خسوف :-

چاند گرہن میں دو رکعت نماز پڑھنا مسنون ہے۔ مگر اس میں جماعت سے ادا کرنا مسنون نہیں۔ بلکہ تنہا تنہا اپنے اپنے گھروں میں پڑھنا بہتر ہے۔ اسی طرح جب کوئی خوف یا مصیبت پیش آئے تو نماز پڑھنا مسنون ہے۔ مگر جماعت نہ کی جائے بلکہ ہر شخص اپنے اپنے گھر میں پڑھ لے۔

• چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی اہم معاملہ پیش آتا تو نماز کی طرف

جلدی فرماتے تھے۔

۱۵۔ نمازِ استسقاء :۔

جب پانی کی سخت ضرورت ہو، تو تمام مسلمان مل کر مع اپنے لڑکوں بوڑھوں کے پا پیادہ خشوع وعاجزی کے ساتھ معمولی لباس میں جنگل کی طرف جائیں اور توبہ کی تجدید کریں اور اہل حقوق کے حقوق ادا کریں۔ اپنے ہمراہ کسی کافر کو نہ لے جائیں، پھر دو رکعت نماز بلا اذان واقامت کے جماعت سے پڑھیں۔ امام جہر سے قرات کرے۔ پھر مثل عیدین کے خطبہ دے۔ پھر امام قبلہ رو ہو کر کھڑا ہو جائے، اور دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ سے بارش کی دعا کرے۔ تین روز تک اگر ایسا ہی کریں اور تینوں دن روزہ رکھیں تو اچھا ہے۔

ف، ان نمازوں کا بھی اپنے بچوں کو عادی بنانا چاہئے۔ ورنہ تو بہت سے طالبان علم وخواص ان نمازوں سے اپنے کو مستثنیٰ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ (قمر الزمان)

(ب) نفل روزے

۱۔ عرفہ (نویں ذی الحجہ) کا روزہ :۔

اس لئے کہ مسلم حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، عرفہ کے دن کا روزہ مجھے اللہ سے امید ہے کہ اس سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

۲۔ عاشورا (دس محرم) اور نو محرم کا روزہ :۔

اس لئے کہ مسلم حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

عاشورا کے دن کا روزہ، اللہ سے مجھے امید ہے کہ اس سے ایک سال قبل کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو نو محرم کا بھی روزہ رکھوں گا۔ یہ بھی درست ہے کہ عاشورہ کے ساتھ گیارہ محرم کا روزہ رکھ لیا جائے۔ جیسا کہ آئندہ مسند احمد کی روایت میں آرہا ہے۔ اور اس ایک اور روزے کے ملانے کی حکمت یہ ہے کہ یہود کی مخالفت ہو جائے، تاکہ امت اسلامیہ اپنی عبادت میں دوسروں سے ممتاز رہے۔ امام احمد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا، عاشورا کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو اور اس سے ایک روز پہلے کا روزہ رکھو یا اس کے بعد کے دن کا روزہ رکھو۔

۳۔ شوال کے چھ روزے :-

اس لئے کہ مسلم حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد چھ روزے ماہ شوال کے رکھے، تو یہ ایسا ہے کہ گویا پورے سال بھر کے روزے رکھے۔

۴۔ ایام بیض کے تین روزے :-

اس لئے کہ ترمذی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ

ے۔ ایام بیض چاند کے ہر مہینہ کی تیرہویں، چودہویں اور پندرہویں تاریخ کو کہتے ہیں۔ انکو بیض اس لئے کہتے ہیں کہ ان دنوں میں آسمان چاند کی روشنی سے روشن ہوتا ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم جب مہینہ میں تین دن کے روزے رکھو تو تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے رکھا کرو۔

۵۔ دوشنبہ اور جمعرات کا روزہ :۔

اس لئے کہ ترمذی روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان دو دنوں کے روزے رکھتے تھے۔ اور آپ سے جب اس کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: دوشنبہ و جمعرات کو اعمال پیش کئے جاتے ہیں تو میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے اعمال ایسی حالت میں پیش کئے جائیں، کہ میں روزہ دار ہوں۔

۶۔ ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن افطار کرنا۔

اس لئے کہ بخاری حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو (یعنی روزہ نہ رکھو) یہی حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے اور یہ افضل ترین روزہ ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی بعض دن اور مہینے ہیں جنمیں روزہ رکھنا احادیث سے ثابت ہے۔

مسئلہ: جو شخص نفل روزہ رکھے اس کیلئے کسی عذر کی وجہ سے روزہ توڑنے کی اجازت ہے۔ مگر اسکی قضا رکھنا واجب ہے۔

یہ وہ اہم نوافل ہیں جن کا احادیث مبارکہ سے ثبوت ملتا ہے اور یہ ان عظیم نیک کاموں میں سے ہیں جو بندہ کو اللہ تعالیٰ سے قریب کرتے ہیں اور اس کے نفس میں تقویٰ کا احساس اور یقین کی طمانینت اور ایمان کی حلاوت راسخ کرتے ہیں۔

(و) بچے کا مراقبہ کے ذریعہ اللہ جل شانہٗ سے ربط پیدا کرنا:۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ	وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے خواہ تم لوگ
(الحدید ۴)	کہیں بھی ہو۔

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اِتَّقِ اللهَ حَيْثُمَا كُنْتَ وَاَتْبِعِ	تم جہاں کہیں ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو
السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا	اور برائی کے بعد اچھائی کر لیا کرو، تو اچھائی
وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ	اس برائی کو محو کر دے گی اور لوگوں کے ساتھ
(ترمذی)	اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔

قرآن کریم کی آیات اور احادیث نبویہ کے مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے مسلمان فرد کی تربیت کا اس بنیاد پر اہتمام کیا ہے کہ اس میں ظاہراً و باطناً اللہ کے مراقبہ کی کیفیت پیدا ہو۔ اور وہ ہر حرکت و سکون میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور سفر و اقامت دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف محسوس کرے۔

(۳) فکری ربط و ارتباط:۔

فکری ربط کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل حقائق کو پیش نظر رکھنا چاہئے:۔

۱۔ اسلام کا ابدی اور ہر جگہ اور ہر زمانہ کیلئے صلاحیت رکھنے والا ہونا۔

۲۔ پہلے زمانہ کے والدین عزت کی چوٹی پر اس لئے پہنچے کہ انہوں نے دین اسلام اور قرآن کریم کے نظام کو اپنی زندگی کے ہر شعبے میں نافذ کیا۔

۳۔ ان سازشوں کو بے نقاب کرنا جو دشمنان اسلام اسلام کے خلاف کرتے رہتے ہیں

جن کا مقصود صرف یہ ہے کہ اسلام کا نام ونشان مٹا دیا جائے اور مسلمان خاندانوں میں آزادی و بے راہ روی کو عام کر دیا جائے۔

۴۔ ہمیشہ یہ بات یاد دلاتے رہنا کہ مسلمان بغیر اسلامی نظام کو اپنائے اپنے کھوئے ہوئے مقام کو حاصل نہیں کر سکتے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ ہم وہ قوم ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اسلام کے ذریعہ عزت دی ہے۔

۵۔ یہ بات یاد دلاتے رہنا کہ ہماری یہ پسماندگی اس لئے ہے کہ ہم اسلام سے دور ہو گئے ہیں اور اسلامی نظام کے مطابق اپنے معاملات کا فیصلہ نہیں کرتے۔

۶۔ یہ یاد دلانا کہ دشمن خواہ کتنے ہی منصوبے کیوں نہ بنالیں مگر خوش انجامی مسلمانوں ہی کے لئے ہو گی۔

۷۔ اس مہلک نظریے سے ڈراتے رہنا کہ اب ہم لوگ عاجز و بے بس ہو چکے ہیں اس لئے اب جدوجہد اور جہاد سے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ خوب سمجھ لیجئے کہ یہ نظریہ بالکل غلط ہے اس لئے کہ عیسائی عرصۂ دراز تک بہت سے مسلم ممالک اور مسجد اقصیٰ پر قابض رہے تو اس وقت کون یہ گمان کرتا تھا کہ سلطان صلاح الدین ایوبی کے ذریعہ فیصلہ کن جنگ میں یہ مسلم ممالک آزاد ہو جائیں گے اور مسجد اقصیٰ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے گا اور مسلمانوں کو پھر سے قوت و عزت حاصل ہو جائے گی۔ اسی طرح تاتاریوں کے قتل و غارتگری کے بعد کس کو یہ امید تھی کہ مسلمانوں کو دوبارہ عزت و سیادت حاصل ہو گی جس پر آنے والی قومیں فخر کریں گی۔

میرے بھائی! اگر آپ نے بچوں کی یہ اسلامی ذہن سازی کر دی تو آپ سمجھ لیں کہ فکری طور پر بچوں کا اسلام سے ربط ہو جائے گا اور اسلام کی پیش کردہ شریعت کے سوا وہ کسی نظام کو دستور و نظام نہ سمجھیں گے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کو امام

ومقتدی نہیں بنائیں گے۔ اور کبھی ملحدانہ پروپیگنڈوں اور غلط عقائد سے متاثر نہ ہوں گے۔

مربیان کرام! اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ آپ بچوں کے لئے اسلامی و دینی کتب خانہ کا انتظام کریں اور آپ جب بھی کوئی کتاب خریدنا چاہیں تو مخلص علماء اور اسلامی تعلیمات سے تعلق رکھنے والے سچے مبلغین سے مشورہ کر لیا کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے گھر میں کوئی ایسی کتاب آجائے جس کا نام تو اسلامی ہو مگر اس کا مصنف کوئی مستشرق[1] ہو جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہ ہو۔ اسی طرح ایسی جگہ جمعہ کی نماز پڑھیں جہاں کا امام و خطیب مخلص و متقی ہو اور اسلامی احکام سے بخوبی واقف ہو۔ اسی طرح تقاریر کے سننے کیلئے مناسب مقامات کا انتخاب کریں جہاں دین اسلام کے متعلق باتیں ہوتی ہوں اور منکرات سے حفاظت ہو۔

اگر آپ بچے کی تربیت ان اصول کے مطابق کریں گے تو بچے کے اندر ایمان کی ایسی پختگی آجائے گی جو اس بچے کے اندر گمراہ تصورات سے مقابلہ کرنے کی اہلیت پیدا کر دیگی۔

ف: مگر افسوس کہ ان امور میں والدین اور مربی حضرات سے بیحد کوتاہی ہو رہی ہے جسکی وجہ سے بچے علم دین سے دور ہوتے جارہے ہیں اور شر و فساد عام ہوتا جارہا ہے۔ کیونکہ اب نہ بچوں کو اہل حق علماء کی کتابوں کے مطالعہ کا شوق ہے اور نہ انکی صحبت میں بیٹھنے کا۔ العیاذ باللہ (ق)

(۴) معاشرتی ارتباط:۔

بچے کے معاشرہ سے ارتباط سے مراد یہ ہے کہ مربی یہ کوشش کرے کہ بچہ جب کسی قدر باشعور ہو جائے تو اس کا تعلق و رابطہ ایسے صاف ستھرے معاشرہ سے پیدا کرے

---

[1] عیسائیوں کا ایک گروہ مستشرق کہلاتا ہے جو علوم اسلامیہ حاصل کر کے اسلام پر اعتراض کرتا ہے اور مسلمانوں کے دلوں میں شک و شبہ ڈالتا ہے۔ (مرتب)

جس سے بچہ اپنے نفس کا تزکیہ اور قلب کی طہارت اور ایمان میں مضبوطی اور عقل کے لئے علم نافع اور کردار کے لئے اخلاق فاضلہ اور جسم کے لئے قوت وصحت اور فکر کے لئے اسلامی سوجھ بوجھ اور جہاد کے لئے دعوتِ صادق اور روح کے لئے ربانی نور اور دین کے لئے ایمانی جذبہ وحرارت حاصل کر سکے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سا صالح معاشرہ ہے جس سے بچہ عمدہ صفات حاصل کر سکے؟ تو میرا خیال یہ ہے کہ اگر تین قسم کے رابطے وتعلق پیدا کر دیئے جائیں تو یہ چیز حاصل ہو سکتی ہے۔ ۱۔ بچے کا پیر ومرشد سے ربط ۲۔ بچے کا اچھی صحبت سے ربط ۳۔ بچے کا دعوت وتبلیغ اور داعیوں سے ربط۔

۱۔ بچے کا پیر ومرشد سے ربط وتعلق :۔

اگر بچے کا تعلق کسی ایسے نیک، صالح، مخلص پیر ومرشد سے قائم کر دیا جائے جو اسلام کی حقیقت سے باخبر اور اس کے لئے حمیت وغیرت رکھنے والا اور اس کی خاطر جہاد کرنے والا اور اس کے حدود واحکام کو نافذ کرنے والا اور اس کے احکام پر عمل کرنے والا اور منہیات سے رکنے والا ہو۔ اور حق بات کہنے میں اسے کسی کی ملامت کی پرواہ نہ ہو، تو ایسا بچہ ایمانی واخلاقی اعتبار سے کامل اور علمی لحاظ سے پختہ ثابت ہوگا۔

مرشدین کاملین کی علامات وارشادات :۔

عارف باللہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ اپنی کتاب "الفتح الربانی ص۲۹" پر لکھتے ہیں۔ " ہر وہ چیز جس کی شریعت شہادت نہ دیتی ہو وہ زندقہ ہے۔ تم اللہ جل شانہٗ کی طرف کتاب وسنت کے بازو سے اُڑ کر پہنچو۔ اللہ کے دربار میں ایسی حالت میں داخل ہو کہ تمہارا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ہو۔

نیز وہ فرماتے ہیں: "عبادات کا چھوڑنا زندقہ اور گمراہی ہے اور ممنوع چیزوں کا ارتکاب کرنا گناہ و معصیت ہے۔ فرائض کسی بھی حالت و صورت میں ساقط نہیں ہوتے"

طریقت کے اصول:۔

حضرت سہل تستری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ہمارے طریقہ کے سات اصول ہیں اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑنا۔ سنت نبویہ کی اقتداء و پیروی کرنا۔ حلال کھانا۔ ایذاء رسانی سے بچنا۔ گناہوں سے دور رہنا۔ ہمیشہ توبہ کرتے رہنا اور حقوق کا ادا کرنا۔

ف: سبحان اللہ، طریقت کے کیا خوب شرعی اصول ہیں جو یقیناً لائحۂ عمل بنائے جانے کے لائق ہیں۔ (ق)

امام ابوالحسن شاذلیؒ فرماتے ہیں کہ جب تمہارا کشف اللہ کی کتاب اور سنت نبوی کے ساتھ متعارض ہو تو تم اللہ تعالٰی کی کتاب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو مضبوطی سے پکڑ لو اور اپنے کشف کو چھوڑ دو۔ اور اپنے نفس سے کہہ دو کہ اللہ نے میری حفاظت و عصمت کتاب و سنت میں رکھی ہے نہ کہ کشف و الہام میں۔

(کتاب التصوف الاسلامی والامام الشعرانی، مؤلفہ عبدالباقی سرور صفحہ ۔۔۔)

اور امام ابوسعید خزار رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ "ہر وہ باطن جس کا ظاہر اس کے خلاف ہو وہ باطل ہے۔ چنانچہ ہم علماء ربانیین میں سے ایسے علماء کو بھی پاتے ہیں جو ہمیں ان باطنی دولت کے دعویداروں کے خطرات پر مطلع و آگاہ کرتے ہیں جو اپنے اوپر سے فرائض و واجبات کو ختم کر دیتے ہیں اور شریعت کے احکام کو معطل کر دیتے ہیں اور قرآن و احادیث کے نصوص کی غلط تاویل کرتے ہیں اور اپنے کردار و افعال میں اسلام کے طریقے کو چھوڑ دیتے ہیں۔ بلکہ ہم تو ان علماء ربانیین کو دیکھتے ہیں کہ وہ اس قسم کے

شعبدہ بازوں کی صحبت اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے بھی روکتے ہیں اور انکی گمراہ کن باتوں اور انحراف سے اظہار برارت کرتے ہیں اور ان کی باطل آرار و افکار کی تشہیر کرتے ہیں۔

حضرت ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ اپنے بعض ساتھیوں سے ارشاد فرماتے ہیں کہ ذرا ہمارے ساتھ چلو تاکہ ہم اس شخص کو دیکھ لیں جس نے اپنے آپ کو ولی مشہور کر رکھا ہے چنانچہ ہم وہاں گئے۔ جب وہ شخص اپنے گھر سے نکلا اور مسجد میں داخل ہوا تو اس نے قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابو یزید وہیں سے واپس ہو گئے اور ان صاحب کو سلام تک نہ کیا۔ اور یہ فرمایا کہ یہ صاحب جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے آداب میں سے ایک ادب کے بارے میں بھی امین ثابت نہیں ہوئے تو پھر یہ اپنے (ولایت کے) دعوے میں کس طرح امین ثابت ہوں گے۔

اور ابو یزیدؒ ہی فرماتے ہیں۔ اگر تم یہ دیکھو کہ کسی شخص کو بہت سی کرامتیں دے دی گئی ہیں۔ حتیٰ کہ وہ ہواؤں میں اُڑنے بھی لگے، تب بھی اس کے بارے میں دھوکے میں نہ پڑو۔ جب تک کہ تم یہ نہ دیکھ لو کہ وہ احکامات و منہیات میں کیسا ہے اور حدودِ الٰہیہ کی حفاظت کرتا ہے یا نہیں؟ اور شریعت پر کتنا عامل ہے۔

اور امام ربانی حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارا طریق کتاب اللہ و سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشید و مؤید ہے۔ مخلوق کے لئے تمام راستے بند ہیں، سوائے اس کے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلے۔

اور امام شعرانیؒ اپنی کتاب "الیواقیت والجواہر" میں لکھتے ہیں، جس شخص نے ایک لمحہ کے لئے بھی شریعت کی میزان کو اپنے ہاتھ سے چھوڑ دیا تو وہ ہلاک ہو گیا۔

رہا کلمۂ حق کی سربلندی کے لئے ان علمار ربانیین کا آواز اٹھانا اور باطل کے سامنے

سد سکندری بنا، تو اس سلسلہ میں بڑے بڑے محقق مصنفین نے ان ربانی مرشدوں کے جہاد اور دعوت و تبلیغ میں ان کے اثرات اور اصلاح و تربیت کے لئے ان کے ارشادات کے سلسلہ میں جو کچھ حوالۂ قرطاس کیا ہے اسے بھی سن لیجئے۔

عظیم شیخ ابوزہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ بقول استاد فودہ کر ہمارے اخیر ادوار میں تصوف بہت سی خصوصیات کا حامل تھا جس کے نہایت واضح اثرات تھے۔ چنانچہ مغربی جنوبی اور وسطی افریقہ کے مسلمانوں کا مضبوط ایمان درحقیقت تصوف ہی کا ثمرہ و نتیجہ تھا۔

اور امام سنوسی کبیر نے جب مسلمانوں کی اصلاح کرنا چاہی تو انھوں نے سب سے پہلے تصوف ہی کا راستہ اختیار کیا تھا اور ان کا نظام بھی فی نفسہٖ بڑا عجیب و غریب نظام تھا۔ اس لئے کہ انھوں نے پہلے تو لوگوں کو مرید بنایا پھر انہی میں سے کام کے آدمی تیار کئے اور اس غرض کے لئے مختلف خانقاہیں بنائیں۔ سب سے پہلی خانقاہ مکہ مکرمہ کے قریب ایک پہاڑ میں بنائی۔ پھر اپنی خانقاہ کے ساتھ لیبیا کے صحرا میں منتقل ہو گئے۔ یہ خانقاہیں صحرا کے درمیان ریگستانی میدان تھے۔ اور ان کے مریدین کی محنت و جدوجہد سے وہاں پانی نکلا۔ چنانچہ وہاں باغات و پھلدار درخت اُگ گئے انھوں نے ان کی رہنمائی کی اور انھیں امورِ جنگ و تیر اندازی سکھائی۔ حتیٰ کہ انھوں نے بیس سال سے زیادہ عرصہ تک اٹلی والوں کی نیند حرام کر دی۔ یہ وہ وقت تھا جب دولت عثمانی بھی اہل لیبیا کی امداد سے عاجز ہو چکی تھی۔ مگر ان خانقاہوں سے سنوسی مدافعت جاری رہی۔ حتیٰ کہ اللہ تعالےٰ نے حکومت اٹلی کا بوریا بستر گول کر دیا۔ اور سنوسیت از سرِ نو زندہ کی جانے لگی۔ لہٰذا ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ اسی طرح زندہ رہے جس طرح اس کی ابتدا ایک قوی ترین فعال صوفیت کے طریقے سے ہوئی تھی۔ (ترجمہ ج ۲ ص ۲۹۱)

مبلغ کبیر حضرت مولانا سید شیخ ابوالحسن ندوی اپنی کتاب "رجال الفکر والدعوۃ الاسلامیۃ" میں عالم ربانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے میں رقم طراز ہیں کہ، ان کی مجلس میں تقریباً ستر ہزار افراد حاضر ہوتے تھے اور ان کے ہاتھ پر پانچ ہزار سے زیادہ یہودی وعیسائی مسلمان ہوئے اور ایک لاکھ سے زیادہ گنہگار قسم کے لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور انھوں نے بیعت اور توبہ کا دروازہ کھول رکھا تھا چنانچہ اس میں داخل ہونے والوں کی تعداد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ چنانچہ ان لوگوں کے حالات سدھرے اور دینی حالات بہتر ہو گئے۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ان کی تربیت اور دیکھ بھال کرتے رہے اور ان کو ترقی کے منازل طے کراتے رہے۔

اور یہ روحانی شاگرد توبہ، بیعت اور تجدید ایمان کے بعد اپنی ذمہ داریوں اور مسئولیت کا احساس کرنے لگتے۔ اور پھر جن میں شیخ خود استقامت اور تربیت و اصلاح کی اہلیت دیکھتے تھے انھیں بیعت کی اجازت بھی دے دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ان کے یہ خلفاء اللہ کی دعوت اور مخلوق خدا کو خدا سے ملانے اور تربیت نفوس اور شرک و بدعت اور جاہلیت و نفاق سے جنگ کرنے کے لئے اطراف عالم میں پھیل گئے۔ جس کی وجہ سے دینی دعوت پھیلی اور عالم اسلام کے اطراف میں ایمانی مراکز اور تصوف کے مدارس اور جہاد کے مراکز اور اخوت و برادرانہ محبت کی مجالس قائم ہوئیں۔

لہذا بعد میں ان کے خلفاء اور شاگرد انہی کے طریقے پر چلے لہذا ان حضرات کا جہاد کا ولولہ پیدا کرنے اور شہوات و نفسانیت کی سرکشی کو کنٹرول کرنے میں بہت بڑا ہاتھ ہے۔ اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو وہ مادیت جو حکومت اور تمدن کے زیر اثر رواں دواں تھی وہ اس امت کو ہضم کر جاتی اور اس امت کے افراد کے دلوں سے زندگی اور

محبت کی چنگاری بھڑک جاتی۔ اسی طرح ان حضرات کا ان دور دراز کے علاقوں میں اسلام پھیلانے میں بھی بہت بڑا اتھ ہے جہاں مسلمانوں کے لشکر نہ پہنچ سکے یا ان علاقوں کو اسلامی حکومت کے زیر اثر لانے پر قادر نہ ہو سکے۔ اور ان کی وجہ سے سیاہ افریقہ اور انڈونیشیا اور محیط ہندی کے جزیروں اور چین و ہند میں اسلام پھیل گیا۔

اور ہمارے استاذ مکرم شیخ محمد راغب الطباخ رحمہ اللہ اپنی کتاب الثقافۃ الاسلامیۃ میں لکھتے ہیں کہ، "امت اسلامیہ میں صوفیہ کے عظیم اعمال اور شاندار کارناموں میں سے یہ بھی ہے کہ بادشاہوں اور حکام نے جب جہاد کا ارادہ کیا تو ان صوفیہ کی اکثریت اپنے مریدین کو جہاد میں نکلنے پر ابھارتی رہی۔ اور چونکہ مریدین اپنے پیروں کے انتہائی فرمانبردار ہوتے ہیں اس لئے وہ مجاہدوں کی صفوں میں شریک ہونے میں سبقت لے جاتے تھے۔ اور بسا اوقات یہ صوفیائے کرام خود بھی لشکر کے ساتھ نکلتے اور لڑتے اور اپنے مریدوں کو ابھارتے تھے جو فتح و نصرت کا سبب بنتا تھا۔ (ترجمہ ج ۲ ص ۱۴۱)

ہم نے جو کچھ اوپر ذکر کیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حضرات جن کا تذکرہ ابھی گزرا، وہ علماء ربانیین، صوفیائے باصفا اور مخلص اصحاب طریقت ہیں جنھوں نے پچھلے زمانوں اور صدیوں میں دعوت الی اللہ کی زمام سنبھالی اور اسلام کا پیغام برحق لوگوں تک پہنچایا اور یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے عبادت اور جہاد کو جمع کیا اور حقوق اللہ اور حقوق العباد میں ہم آہنگی پیدا کی اور دونوں ہی کا حق ادا کیا اور یہی وہ ہستیاں ہیں جنھوں نے ظالموں کے سامنے آواز حق بلند کی اور دھوکہ باز مستعمرین کے سامنے بڑی بہادری سے ڈٹے رہے یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے دین اسلام کے ساتھ حق کو وابستہ کیا نہ کہ اپنی فانی ذات کے ساتھ۔ انھوں نے ہی شریعت کے احکام کو بالادستی عطا کی خواہ وہ ان کے حق میں ہوں، یا ان کے خلاف۔ یہ حضرات اگر کوئی غلطی کر بیٹھتے تو اس پر تنقید کو قبول کر لیا کرتے تھے۔

اور اگر ان سے کوئی کوتاہی سرزد ہوجاتی تو نصیحت پر کان دھرتے ۔ اس لئے کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ بھی انسان و بشر ہیں، ان سے غلطی بھی ہوتی ہے اور صحیح و درست کام بھی ، اس لئے کہ عصمت انبیاء کرام علیہم السلام کا خاصّہ ہے۔

اللہ تعالےٰ رحم فرمائے امام مالک رحمہ اللہ پر کہ وہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ ہم میں سے کوئی ایسا نہیں جس نے خود تردید نہ کی ہو اور جس پر رد نہ کیا گیا ہو، سوائے اس قبر مبارک والی ہستی کے، یہ کہہ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی جانب اشارہ کیا۔ (ترجمہ ج ۲ ص۲۱۱)

وہ تاریخی و ابدی مواقف جو علمائے حقانیین اور مخلص ارباب شریعت نے پیش کئے ہیں عالم عصر اور مرشد شیخ سعید نورسی ترکی جن کا لقب بدیع الزماں ہے، ان کا بھی یہی موقف ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ : انھوں نے جب یہ محسوس کیا کہ ان کے بعض طلبہ، شاگرد و مریدان کی تعظیم و تقدیس میں حد سے آگے بڑھ گئے ہیں اور حق کو ان کی ذاتی ذات سے وابستہ سمجھتے ہیں تو انھوں نے ان کی رہنمائی و ہدایت کی غرض سے یہ نصیحت و وصیت کی۔ فرمایا : یاد رکھو! اس بات سے بچنا کہ تم اس حق کو جس کی میں تمھیں دعوت دیتا ہوں اسے میری ذات سے وابستہ سمجھو، بلکہ تمھیں بمقت لے جانا چاہئے اور اسے اس کے مقدس سرچشمہ کتاب اللہ اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے مربوط رکھنا چاہئے اور تم کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ میری حیثیت اس دلّال سے زیادہ نہیں جو اللہ جل جلالہٗ کے ساز و سامان کی طرف رہنمائی کرنے والا ہو۔ اور تم لوگوں کو جان لینا چاہئے کہ میں معصوم نہیں ہوں، مجھ سے کبھی گناہ بھی سرزد ہوسکتا ہے اور انحراف بھی ہوسکتا ہے جس کی وجہ سے یہ ڈر ہے کہ اس حق کا ظاہر بدنما ہوجائے۔

ف : یہ تھے اہل حق کہ اپنے حال پر اطمینان نہ تھا۔ اس لئے اپنے مریدین کو خلاف شرع امر

میں اپنی اطاعت سے منع فرماتے تھے ۔ اس لئے کہ حدیث پاک ہے لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ ۔ اور مخلوق میں معلم و مرشد سبھی داخل ہیں ۔ (ق)

سلف صالحین اور علمائے ربانیین کے یادگار مواقف میں سے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کے سلسلہ میں وہ موقف بھی ہے جو انھوں نے اس وقت اختیار کیا تھا جب انھیں یہ معلوم ہوا کہ حضرت فضیل حرم مکہ میں عبادت کے لئے گوشہ نشینی اختیار کر بیٹھے ہیں اور جہاد فی سبیل اللہ پر سلامتی کو ترجیح دی ہے ۔ تو حضرت عبداللہ بن مبارک نے انھیں اشعار کا ایک قصیدہ لکھ بھیجا جس کے صرف درج ذیل اشعار پر اکتفا کرتے ہیں ؎

يَا عَابِدَ الْحَرَمَيْنِ لَوْ أَبْصَرْتَنَا لَوَجَدْتَ أَنَّكَ بِالْعِبَادَةِ تَلْعَبُ

(اے حرمین میں عبادت کرنے والے ! اگر آپ ہمیں دیکھ لیتے تو یہ سمجھ لیتے کہ آپ عبادت کا مذاق اڑا رہے ہیں ۔)

مَنْ كَانَ يُتْعِبُ خَيْلَهُ فِيْ بَاطِلٍ فَخُيُوْلُنَا يَوْمَ الْكَرِيْهَةِ تَتْعَبُ

(جو شخص اپنے گھوڑوں کو فضول تھکاتا ہے اسے جان لینا چاہئے کہ ہمارے گھوڑے تو جنگ کے دن تھکتے ہیں ۔)

أَوْ كَانَ يَخْضِبُ خَدَّهُ بِدُمُوْعِهِ فَنُحُوْرُنَا بِدِمَائِنَا تَتَخَضَّبُ

(یا وہ جو اپنے رخسار کو اپنے آنسوؤں سے تر کرتا ہے ۔ تو ہمارے سینے ہمارے خون سے رنگ جاتے ہیں ۔)

رِيْحُ الْعَبِيْرِ لَكُمْ وَنَحْنُ عَبِيْرُنَا رَهْجُ السَّنَابِكِ وَالْغُبَارُ الْأَطْيَبُ

(عبیر کی خوشبو آپ لوگوں کیلئے ہے ۔ اور ہماری خوشبو گھوڑوں کی گرد و غبار اور پاکیزہ مٹی ہے ۔)

حضرت فضیل رح کو جب یہ اشعار پہنچے تو وہ رونے لگے اور فرمایا کہ میرے بھائی نے بالکل سچ کہا اور میرے ساتھ خیر خواہی کی۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے حضرت فضیل رح کو جب یہ اشعار لکھے تھے تو وہ اس وقت شام میں جہاد کے لئے تیاری میں مصروف تھے۔ اللہ ان سے راضی ہو اور ان پر رحم کرے۔

لہذا اے مربی محترم! آپ کو چاہئے کہ آپ اپنے بچے کے لئے کسی ایسے عالم و مرشد ربانی کو تلاش کریں جس میں یہ تمام صفات مجتمع ہوں اور اس کی شخصیت میں یہ تمام مفہوم کامل طور سے موجود ہوں۔

لہذا آپ ایسا ہرگز نہ کیجئے گا کہ اپنے بچے کا تعلق ان لوگوں سے قائم کریں جو پیری مریدی کے دعویدار اور حقیقی تصوف سے نابلد ہیں جو منافقین کی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں، جو آجکل بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ جو مرشد اپنے آپ کو معصوم سمجھے اور معصوم و محفوظ ہونے کا دعویٰ کرے وہ جاہل اور بددین ہے۔ اور جو مرشد اپنے مریدین سے خواہاں ہو کہ اس کے گناہوں کے ارتکاب کو مان لیں اور اس پر نکیر نہ کریں، تو وہ جاہل و بددین ہے۔ اور وہ مرشد جو اپنے مریدین کو امید و لالچ میں مبتلا کرتا ہے اور قرآن کریم کی تاثیر و ہدایت سے دور رکھتا ہے اور سنت نبویہ سے بے بہرہ رکھتا ہے وہ جاہل و بیوقوف ہے۔

اور جو مرشد ایسے علم کو چھپاتا ہے جس سے اللہ کے معاملہ میں نفع پہنچائے یا کسی ایسے معاملہ میں سکوت اختیار کرتا ہے اور حق بات نہیں کہتا جس کا دین سے ہونا بدیہی طور پر معلوم ہو تو ایسا مرشد جاہل و بے وقوف ہے۔

اور ایسا مرشد جو اسلام کو صرف چند رسوم و عبادات کی اصلاح تک محدود رکھتا ہے اور اسلام کے دوسرے وہ بنیادی احکام جو نظام حکومت اور دنیاوی

زندگی سے متعلق ہیں انھیں معطل چھوڑ دیتا ہے تو وہ بھی جاہل و بیوقوف ہے۔

اور وہ مرشد جو حاکموں کی تعریف کی تسبیحیں پڑھتا رہتا ہو اوران کے دسترخوان پر آتا جاتا ہو، وہ بھی جاہل و بیوقوف ہے۔

پس جب بچے کا تعلق مخلص و متقی مقتدا سے ہوگا تو بلا شبہ ایسی صورت میں بچہ تقویٰ اور اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کی تربیت حاصل کرے گا۔ محراب میں عبادت الٰہی اور میدان کارزار میں دشمنوں کی سرکوبی کرے گا اور احساس ذمہ داری کے ساتھ آگے بڑھے گا۔ اس لئے کہ سہ

عَلٰی قَدْرِ اَھْلِ الْعَزْمِ تَاتِی الْعَزَائِمُ وَتَاتِی عَلٰی قَدْرِ الْکِرَامِ الْمَکَارِمُ

(انسانوں کی قوت و عزم کے مطابق ہی ان سے بلند امور کا صدور ہوتا ہے اور شرفاء کی قدر و منزلت کے اعتبار سے ان کے انعامات ہوتے ہیں۔)

وَتَعْظُمُ فِیْ عَیْنِ الصَّغِیْرِ صِغَارُھَا وَتَصْغُرُ فِیْ عَیْنِ الْعَظِیْمِ الْعَظَائِمُ

(اور چھوٹوں کی نظر میں معمولی چیز بھی بڑی بن جاتی ہے اور بڑوں کی نظر میں بڑی چیز بھی معمولی بن جاتی ہیں۔) — (ترجمہ ج ۲ ص ۴۱۵)

۲۔ بچے کو اچھی صحبت اور نیک لوگوں سے وابستہ کرنا۔

بچے کی ایمانی و اخلاقی تعمیر کے اہم عوامل میں سے یہ بھی ہے کہ بچے کو شروع ہی سے نیک صالح لوگوں کی صحبت مہیا کی جائے تاکہ بچہ ان سے وہ شاندار روحانیت، نافع علم اور عمدہ اخلاق حاصل کر سکے جس سے اسکی شخصیت اجاگر ہو۔

لہٰذا مربی کو چاہئے کہ اپنے بچے کے لئے ایسے دوستوں کو تلاش کرے جنھوں نے باکمال مرشد کی خدمت میں رہ کر تربیت حاصل کی ہو، ایسی صورت میں بچے کی

شخصیت میں اعلیٰ ترین کمال پیدا ہوگا۔

جن امور کا مربی کو خیال رکھنا چاہیے ان میں سے یہ بھی ہے کہ بچے کا چار قسم کے ساتھیوں سے تعلق قائم کرنا چاہیے۔ ۱۔ گھر کی صحبت۔ ۲۔ محلہ کی صحبت ۳۔ مسجد کے رفقاء ۴۔ مدرسہ یا کام کی جگہ کے ساتھی۔ مصنفؒ نے چاروں صحبت کے متعلق تفصیل سے کلام فرمایا ہے۔ مگر ہم نے غایت اختصار کو ملحوظ رکھ کر ہر ایک کے متعلق چند جملے نقل کر دیئے ہیں۔ خدا کرے اتنے سے بھی مضمون واضح ہو جائے اور سمجھنے میں خلل یا دقت نہ ہو۔

گھر کی صحبت: نیز مربی کا فریضہ ہے کہ ان لوگوں سے باخبر رہے جن سے بچہ ملتا جلتا اور ان کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے خواہ وہ اس کے بھائی بہن ہوں یا دوسرے عزیز، رشتہ دار۔ اس لئے کہ بچے کا بڑا بھائی یا بڑی بہن خیر و شر میں دوسری تمام اولاد کے لئے ایک نمونہ اور مثال بنتے ہیں۔ اس لئے ماں باپ بچہ یا بچی کو اگر بالکل آزاد و بے لگام چھوڑ دیں گے تو ایسے بھائی یا بہن کا باقی بہنوں و بھائیوں کے اخلاق پر بھی برا اثر پڑے گا اور پھر مربی و باپ کے لئے بچے کو سیدھے راستہ پر لگانا بہت مشکل ہو جائیگا۔

محلہ کی صحبت: اسی طرح مربی صاحبان کو چاہیئے کہ اپنے بچہ کا محلہ کے شریف و نیک بچوں سے رابطہ قائم کریں اور ساتھ ساتھ ہمیشہ کڑی نگرانی رکھیں تاکہ بچہ نیک صالح بندوں کی فہرست میں شمار ہو۔

مسجد کی صحبت: نیز مربی کی ذمہ داری ہے کہ وہ یہ نظر رکھے کہ بچہ مسجد کے کیسے لوگوں سے میل جول رکھتا ہے۔ نیز اس کو مسجد آنے جانے کی عادت ڈالنے کی ترغیب دیتے رہنا چاہیئے۔ تاکہ نماز کے اوقات میں وہ مسجد کا رخ کرے اور قرآن کریم کے حلقۂ درس اور دینی تعلیم کی مجالس میں شرکت کرے۔ اور مربی کو کوشش کرنا چاہیئے کہ بچہ مسجد سے تعلق

رکھنے والے نیک ساتھیوں سے تعلق ورابطہ رکھے تاکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پاکباز مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہوسکے۔

مدرسہ کی صحبت: اسی طرح مدرسہ، اسکول یا کارخانہ کے ساتھیوں پر نظر رکھنا چاہئے، اس لئے کہ یہ جگہیں عام گمراہی کی ہوگئی ہیں۔ یہاں گمراہی کی باتیں سکھلائی جاتی ہیں۔ اس لئے مربی کی ذمہ داری ہے کہ اپنے بچے کو اس گمراہ کن ماحول سے بچانے کے لئے پوری جدوجہد کرے اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب اس کو مدرسہ میں سمجھدار نیک وصالح طلبہ کی رفاقت وصحبت مہیا کی جائے۔

لڑکیوں کا خیال: مربی محترم! آپ کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ عورت میں جذباتی مزاج رکھا گیا ہے اور وہ برانگیختہ کرنے والی چیزوں سے بہت جلد متاثر ہوجاتی ہے۔ اور جدید تمدن کے فتنے اور دنیا کی زیب وزینت کے مظاہر کی طرف چل پڑتی ہے اس لئے وہ حق سے بہت جلد دور ہوجاتی ہے اور ماحول کے رنگ میں رنگ جاتی ہے، اور خواہشات کی رو میں بہہ جاتی ہے، اور فضا کے ساتھ ساتھ چلنے لگتی ہے۔ اس میں نہ دین کی طرف سے کوئی رکاوٹ ہوتی ہے اور نہ ضمیر کی طرف سے کوئی مانع۔ نہ عقل کی پختگی ہوتی ہے اور نہ انجام پر نظر۔

اس لئے آپ کا فریضہ ہے کہ آپ لڑکوں سے زیادہ لڑکیوں کا خیال رکھیں، تاکہ ان کا ایمان متزلزل اور اخلاق خراب نہ ہوں۔ اور وہ بے حیائی، آوارگی کی تباہ کن گھاٹیوں میں قدم نہ رکھیں۔ جس کی وجہ سے وہ عزیز ترین اسلام وشرافت سے بھی عاری ہوجائیں۔

اس لئے اے تربیت کرنے والو! اسلام آپ پر لازم کرتا ہے کہ آپ اپنی بیٹی کے لئے اپنے گھر و مدرسہ میں اچھا ماحول اور صحیح فضا مہیا کریں تاکہ آپ اسے

لغزش سے محفوظ رکھ سکیں اور انحراف سے بچالیں

پس اگر باپ اپنی بچی کی پاکدامنی اور عصمت کی حفاظت کرنے کے اسباب مہیا کرنے پر قادر نہیں اور اپنی جگر گوشوں کے لئے اچھی فضا و ماحول نہیں پیدا کرسکتا تو ایسے باپ کے لئے شرعاً حرام ہے کہ وہ اس لڑکی کو ان خرابیوں کے مرکز میں داخل کرے جو اس کو ضلالت کی جگہ پھینک دے تاکہ بچی اپنے عزیز ترین دین اور عزت وعصمت کو ختم کر بیٹھے۔

اور یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ جو اثرات مدرسہ و اسکول کی صحبت سے پڑتے ہیں ویسے ہی اثرات کارخانوں کے ساتھیوں کی صحبت میں بھی پڑتے ہیں۔ اس لئے کہ بہت سے ان میں ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ جنسی خواہشات کو پوری کریں اور سفلی جذبات کو تسکین پہنچائیں۔ اور ان کا اس کے سوا اور کوئی مطمح نظر نہیں ہوتا کہ وہ شراب، جوئے اور برائی کی دلدل میں پڑے رہیں اور فحش ترین گانے سنیں اور مخرب اخلاق مجالس و ڈراموں میں شرکت کرکے اپنی مردانگی اور عزت و شرافت کو بدکردار فاحشہ، مغنیہ (گانے والی) رقاصہ (ناچنے والی) بے حیا عورت کے قدموں پر قربان کردیں۔

مصنف ؒ نے کیا خوب بات فرمائی ہے جو ذہن نشین کئے جانے کے لائق ہے بلکہ اسے لائحہ عمل بنانا ضروری ہے۔ وہ یہ کہ جب گھر کی دیکھ بھال و راہنمائی کا نیک صحبت کے ساتھ تعاون اور امداد باہمی جاری ہوگی تو یہ صحبت خواہ مدرسہ کی ہو یا کارخانہ کی۔ محلہ کی ہو یا مسجد کی، تو پھر اس میں کوئی شک نہیں کہ بچے کے حالات درست اور معاملات ٹھیک ہوجائیں گے اور اسکی اسلامی شخصیت کامل و مکمل ہوجائیگی۔

چنانچہ ابن سینا نے بچے کی تربیت کے سلسلہ میں درج ذیل وصیت کی ہے

کہ بچے کے ساتھ اس کے مکتب و مدرسہ میں ایسے بچے ہوں جن کے اخلاق و آداب اچھے ہوں۔ اس لئے کہ بچہ بچے سے بہت زیادہ اخذ کرتا اور سیکھتا ہے۔ (ج ۲ ص ۲۴۳)

۳۔ بچے کا دین کی دعوت دینے والوں سے تعلق پیدا کرنا :۔

بچے کی تکمیل کے لئے بنیادی عوامل میں سے یہ بھی ہے کہ اس کا تعلق دین کی دعوت دینے والوں سے قائم کر دیا جائے۔ تاکہ بچے کے اندر دعوت الی اللہ اور حق کے بارے میں جرأت اور صبر کرنے کی روح پیدا ہو۔

دعوت کے اصول :۔

(الف) جس چیز کی دعوت دے رہا ہے یا جس چیز سے روک رہا ہے اس کے حکم سے بخوبی واقف ہو۔

(ب) اس کا فعل اس کے قول کے مطابق ہو۔ تاکہ لوگ اس کی بات کو مانیں اور اس کی دعوت کو قبول کریں۔

(ج) جس چیز پر نکیر و اعتراض کر رہا ہے اس کی قباحت سب کے نزدیک مسلّم ہو تاکہ لوگ شش و پنج میں نہ پڑیں۔

(د) برائی کو دور کرنے میں تدریج سے کام لیں۔ چنانچہ اولاً نصیحت کرے، اللہ سے ڈرائے، پھر زبانی سختی سے کام لے۔ پھر بھی اصلاح نہ ہو تو قوت کے ذریعہ اس برائی کو دفع کرے۔ یہی صحیح طریقہ ہے۔ اور یہی حکمت کا تقاضا ہے
وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۔ (البقرہ ۲۶۹)

(ھ) داعی کو نرم مزاج اور خوش اخلاق ہونا چاہیئے۔ تاکہ وہ اپنی نرم مزاجی اور

خوش اخلاقی سے دلوں پر قبضہ کرے اور لوگ اس کی نصیحت پر بخوشی لبیک کہیں۔ یعنی قبول کریں۔

(د) داعی کو دعوت کے سلسلہ میں جو تکالیف پیش آئیں ان پر صبر کرنا چاہئے تاکہ متکبروں کی سختی وشدت اور جاہلوں کی جہالت اور مذاق اڑانے والوں کے مذاق اُڑانے سے دل تنگ نہ ہو۔

مربی محترم! دعوت کے یہ اسلامی اصول ہیں۔ اس لئے آپ کو چاہئے کہ بچے کو سکھائیں اور سمجھائیں تاکہ وہ ایسا داعی بن جائے جس کی حکمت وحسن تدبیر اور خوش اسلوبی کی بناء پر اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جانے لگے۔

(ترجمہ ج ۲ صفحہ ۲۳۲)

(۵) ورزش و ریاضت :-

معاشرہ کے افراد کی جسمانی تربیت اور صحت کو برقرار رکھنے کے لئے اسلام نے جن اہم اور نفع بخش وسائل کو مقرر کیا ہے ان میں سے یہ بھی ہے کہ موقع کی مناسبت اور حالات کے مطابق فارغ وقت کو جہاد کے کاموں، فوجی مشقوں اور ورزش وغیرہ میں مصروف کردیا جائے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام نے اپنے شاندار بنیادی اصولوں اور عالی ترین تعلیمات کے ذریعہ ایک ہی وقت میں جسم کی تربیت اور روح کی اصلاح کا پورے طور سے خیال رکھا ہے۔

اس لئے بچہ جب سے عقل و سمجھ کی عمر کو پہنچے اسی وقت سے اس کی صحت اور جسم دونوں کا خیال رکھنا چاہئے۔ بلکہ مناسب یہ ہے کہ اس کے فارغ اوقات کو

ایسے مشاغل میں مصروف کر دیا جائے جن سے اس کو جسمانی صحت حاصل ہو اور اعضاء میں قوت پیدا ہو۔ اور اس کا سارا بدن چست اور چاق و چوبند رہے اور یہ تین وجہ سے ضروری ہے :۔

۱۔ بچے کے بہت سے فارغ اوقات کو مشغول کرنے کے لئے۔

۲۔ اس کو بہت سی بیماریوں اور امراض سے بچانے کے لئے۔

۳۔ بچپن ہی سے اسے ورزش اور جہاد کے کاموں کی مشق کرانے اور عادی بنانے کے لئے۔

مربی محترم! اسلام ہی اللہ کا وہ ابدی دین ہے جو عزت و قوت اور جہاد کے وسائل کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :۔

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ۔ (الانفال ۶۰)

اور ان کافروں کے لئے جس قدر تم سے ہوسکے ہتھیار سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے سامان درست رکھو، کہ اس کے ذریعہ سے تم رعب جمائے رکھو ان پر جو کہ اللہ کے دشمن اور تمہارے دشمن ہیں۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔

اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَّاَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيْفِ۔ (مسلم)

طاقتور مومن بہتر ہے اور اللہ کو زیادہ محبوب ہے کمزور مومن سے۔

امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے حکام کو لکھا تھا کہ :۔

" اللہ کی حمد و ثنا کے بعد (میں یہ لکھنا چاہتا ہوں کہ) اپنے بچوں کو تیر اندازی، تیرنا اور شہسواری سکھاؤ۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوڑنے میں مجھ سے مقابلہ کیا تو میں آپ سے بڑھ گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد میرا جسم ذرا بھاری ہو گیا تو آپ نے مجھ سے پھر مقابلہ کیا اور آپ مجھ سے آگے بڑھ گئے اور فرمایا یہ اس دن کا بدلہ ہے۔ (احمد، ابوداؤد)

اور محمد بن علی بن رکانہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکانہ سے کُشتی لڑی اور آپ نے ان کو پچھاڑ دیا۔ (ابوداؤد)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس "عضباء" نامی ایک اونٹنی تھی جس سے کوئی آگے نہ بڑھ پاتا تھا۔ ایک اعرابی (بدو) اپنی ایک نوجوان اونٹنی پر سوار ہو کر آیا اور اس "عضباء" سے آگے بڑھ گیا تو اس سے مسلمانوں کو سخت تکلیف ہوئی اور انھوں نے کہا۔ عضباء تو پیچھے رہ گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

إِنَّ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ أَنْ لَا يَرْفَعَ شَيْئًا مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا وَضَعَهُ۔

اللہ کا دستور یہ ہے کہ وہ دنیا کی جس چیز کو بلندی عطا فرماتے ہیں تو اسے پستی بھی دیتے ہیں۔ (احمد و بخاری)

ان احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام نے ورزش پر مبنی کھیلوں اور جہاد میں معاون ورزش اور مشقوں مثلاً کشتی، دوڑنا، تیر اندازی، شہسواری وغیرہ کو اس لئے جائز قرار دیا ہے کہ مسلم قوم عزت اور فتح و نصرت و سیادت کے اسباب کو اختیار کرے اور انفرادی و اجتماعی طور پر قوت و بہادری اور جہاد کے اسباب کی تربیت حاصل کرے۔

اور اس میں کسی دو آدمی کو بھی اختلاف نہ ہوگا کہ اسلام کے دشمنوں کو جب

یہ بات معلوم ہو جائیگی کہ امت مسلمہ فوجی وجنگی طور پر تیار اور جسمانی صحت کے لحاظ سے توانا اور ایمانی ونفسیاتی لحاظ سے کامل ہے اور اس نے واقعی طور پر جہاد کا عزم کرلیا ہے، تو بلا شبہ اسلام کے دشمن اپنے بے چین وبزدل اور حقیر نفوس کی وجہ سے اس سے پہلے ہی شکست کھا جائیں گے کہ وہ جہاد وجنگ کے مقابلہ میں شکست خوردہ ہوں۔ اور یہی چیز آج "مسلح آمن" کے نام سے معروف ہے اور یہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے درج ذیل فرمان مبارک میں مراد لیا ہے۔ کہ

وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ۔ ایک ماہ کی مسافت کے فاصلہ سے ہی رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے۔

اور یہ حقیقت ہے کہ ورزش سے بچے کو اس وقت تک فائدہ حاصل نہ ہوگا جب تک کہ وہ اس نظام کے مطابق نہ ہو جو اسلام نے مقرر کیا ہے۔ ان میں سے اہم امور یہ ہیں :۔

۱۔ توازن پیدا کرنا :۔

یعنی ورزش وریاضت کے ساتھ بچے کا تعلق اعتدالی ہونا چاہئے تاکہ دوسرے فرائض وواجبات کے حق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ ہو۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔

إِنَّ لِلّٰهِ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِبَدَنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا فَأَعْطِ كُلَّ ذِيْ حَقٍّ حَقَّهُ

بیشک اللہ کا تم پر حق ہے اور تمہارے بدن کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے اہل وعیال کا بھی تم پر حق ہے اس لئے ہر صاحب حق کو اس کا حق دو۔

(تربیۃ الاولاد ج ۲ صفحہ ۹۹، ترجمہ ج ۲ صفحہ ۲۳۹)

۲۔ اللہ کی مقرر کردہ حدود کا خیال رکھنا:۔

الف۔ ریاضت و ورزش کا جو لباس بچے کو پہنایا جاوے وہ ناف سے گھٹنے تک ہونا ضروری ہے۔ جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: گھٹنوں سے اوپر کا حصہ ستر ہے اور ناف سے نیچے کا حصہ ستر ہے۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ ستر ہے۔

نیز مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت معمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزر ہوا تو ان کی دونوں رانیں کھلی ہوئی تھیں۔ آپ نے فرمایا اے معمر! اپنی دونوں رانیں ڈھانک لو۔ اس لئے کہ رانیں ستر ہیں۔

لہذا ورزش کرانے والے کو اس کی رعایت لازم وضروری ہے ورنہ گنہگار ہوگا، اور اللہ تعالیٰ حکم عدولی اور زیادتی کا حساب لے گا۔ (رواہ البخاری فی تاریخہ)

ب۔ ریاضت و ورزش ایسی جگہ ہونی چاہئے جو فتنہ اور تہمت کی جگہ نہ ہو۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہے اسے چاہئے کہ ایسی جگہ پر نہ کھڑا ہو جو تہمت کی ہو۔

آپ ہی بتلایئے کہ اس سے بڑھ کر قابلِ اعتراض بات کیا ہوگی کہ بچہ ورزش آزادی و بے حیائی کے ماحول میں کرے۔ مثلاً تیرنا ایسی جگہ سیکھے جہاں مرد وعورت ایک ساتھ تیرتے ہوں۔ یا کشتی ایسی جگہ سیکھے جہاں بُرے کام ہوتے ہوں اور شراب نوشی عام ہو۔

لہذا اے مربی صاحبان! آپ کو چاہئے کہ بچے کو تہمت کی جگہ سے دور رکھیں تاکہ معاشرہ میں اسکی شخصیت مشتبہ و داغدار نہ ہو اور اسکے اخلاق و کردار خراب نہ ہوں۔

ج - ریاضت میں سبقت لے جانے پر ہمت افزائی ناجائز شروط و امور سے نہ ہو اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: مسابقت و مقابلہ سوائے اونٹوں گھوڑوں اور تیر اندازی کے کسی میں جائز نہیں ہے۔ اس حدیث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مسابقت و مقابلہ دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے:۔

۱۔ مسابقت جنگ و جہاد کے لئے وسیلہ کے طور پر ہو۔ مثلاً اونٹوں، گھوڑوں وغیرہ یا اس کے علاوہ دوسرے جدید قسم کے جنگی وسائل میں ہو۔

۲۔ جیتنے والے کو جو انعام دیا جائے وہ فریقین کے علاوہ کسی اور جانب سے ہو۔ لیکن اگر دونوں مقابلہ کرنے والے یہ طے کرلیں کہ دونوں میں سے جو آگے بڑھے گا وہ دونوں کا مقرر کردہ انعام لے لیگا، تو یہ قمار اور جوا بن جائے گا جو حرام ہے۔

۳۔ حسن نیت اور اخلاص کا پیدا کرنا:۔

مربی کو چاہئے کہ بچے کے ذہن میں یہ بات ڈالے کہ جو جسمانی ورزش اور جنگی مشقیں وہ کر رہا ہے اس کا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ وہ جسمانی طور سے طاقتور اور صحت کے اعتبار سے شاندار اور فوجی تربیت کے لحاظ سے کامل ہو جائے۔

مربیان کرام! اگر آپ نے ایسا کرلیا تو پھر آپ اپنے جگر گوشوں کو روشن چاند چمکدار سورج، مہکدار پھول اور زمانہ کے رخساروں پر خوبصورت تل اور زمین پر چلنے والے فرشتے پائیں گے۔ وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ ۝ (اور آپ کہہ دیجئے کہ عمل کئے جاؤ، پھر آگے اللہ دیکھ لے گا تمہارے کام کو اور اس کا رسول اور مسلمان۔ (ترجمہ صفحہ ۲۴۴ ج ۲)

(۲) متنبہ کرنے کے اصول :-

اب جبکہ ہم ربط و ارتباط کے موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈال چکے تو اب ہم بچے کی تربیت کے بنیادی قاعدوں میں سے دوسرے قاعدے پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں جو متنبہ اور چوکنا کرنے کا قاعدہ ہے۔ اے مربی محترم! تنبیہات پر گفتگو سے پہلے ضروری ہے کہ ہم مندرجہ ذیل دو حقیقتوں کو سمجھ لیں۔

۱- بچے کو ہمیشہ متنبہ اور خبردار کرتے رہنا، اس کے دل میں شر و فساد کی کراہیت کو بٹھا دیتا ہے اور اس کے نفس میں زیغ و ضلال کی نفرت پیدا کر دیتا ہے۔

۲- زیغ و ضلال، الحاد و آزادی اور بے راہ روی کو کھول کر بیان کر دینا مربی کے لئے مسئولیت کے بار اٹھانے میں عزم و پختگی کو بڑھا دیتا ہے اور بچے کو شر سے دور رہنے اور باطل سے کنارہ کش ہونے کی تعلیم دینے اور رہنمائی کرنے میں معاون بنتا ہے۔

ان دو حقائق کو بیان کرنے کے بعد اب ہم اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہیں تاکہ اس کے ہر پہلو پر اچھی طرح روشنی ڈال سکیں۔ اللہ ہی مددگار ہے اور اسی پر اعتماد و بھروسہ ہے۔

اگر ہم اللہ کی کتاب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو غور سے پڑھیں تو ہم کو محسوس ہوگا کہ شر سے بچانے اور باطل کو بیان کرنے کا اسلوب قرآن کریم کی بہت سی آیات اور بیشمار احادیث میں بالکل عیاں ہے۔ ان آیات و احادیث کا بعض حصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:-

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ — اللہ (برحق) کے ساتھ کوئی اور معبود مت

فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ۝ (بنی اسرائیل ۲۲)

تجویز کر (یعنی شرک مت کر) ورنہ تو بدحال بے مددگار ہو کر بیٹھ رہے گا۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ۝ (بنی اسرائیل ۳۱)

اور اپنی اولاد کو ناداری کے اندیشہ سے قتل مت کرو (کیونکہ) ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی۔ بیشک ان کو قتل کرنا بڑا بھاری گناہ ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل ۳۲)

اور زنا کے پاس بھی مت پھٹکو۔ بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی (کی بات) اور بری راہ ہے

اس کے علاوہ بہت سی آیات ہیں جو عقیدہ میں زیغ و کجی اور اخلاق میں فساد وخرابی اور اعمال میں کوتاہی وخامی سے منع کرتی اور ڈراتی ہیں۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :۔

اِيَّاكُمْ وَالْكِذْبَ فَاِنَّ الْكِذْبَ مُجَانِبٌ لِلْاِيْمَانِ (مسند احمد، ترمذی)

تم جھوٹ سے بچو۔ اس لئے کہ جھوٹ ایمان کی ضد ہے۔

اِيَّاكُمْ وَكَثْرَةَ الْحَلْفِ فِي الْبَيْعِ فَاِنَّهٗ يُنَفِّقُ ثُمَّ يَمْحَقُ (مسلم)

تم خرید وفروخت میں زیادہ قسم کھانے سے بچو۔ اس لئے کہ اس سے سودا تو خوب بکتا ہے لیکن برکت ختم ہو جاتی ہے۔

اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ (بخاری)

تم بدگمانی سے بچو۔ اس لئے کہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔

وَاِيَّاكُمْ وَكَثْرَةَ الضَّحِكِ فَاِنَّهٗ

تم زیادہ ہنسنے سے بچو، اس لئے کہ وہ دل کو

يُمِيْتُ الْقَلْبَ وَيُذْهِبُ بِنُوْرِ أَهْلِ الْجَنَّةِ (سنن ابن ماجہ)

مردہ کردیتا ہے اور اہل جنت کے نور کو ختم کر دیتا ہے۔

إِيَّاكُمْ وَزِيَّ الْأَعَاجِمِ (صحیح ابن حبان)

تم عجمیوں کا لباس پہننے سے بچو۔

اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث ہیں جو برائی و شر اور فساد سے ڈراتی ہیں اور وہ حدیث کی کتابوں میں بکثرت مذکور ہیں۔

لیجئے اب ہم مربیوں کے سامنے ڈرانے اور متنبہ کرنے کے سلسلہ میں وہ اہم مسائل ذکر کئے دیتے ہیں جو بچے میں شعور پیدا کریں اور اس کے ذہن کو صاف کریں، اور عقیدے کو مضبوط کریں اور اس کے اخلاق و کردار کو سنواردیں۔

۱۔ ردّت (یعنی مرتد ہونے) سے ڈرانا :۔

ردّت کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان اپنے اس دین کو چھوڑ دے جو اللہ نے اس کے لئے پسند کیا ہے اور اس کے بجائے کوئی اور مذہب وعقیدہ اختیار کرلے جو دین اسلام کے خلاف ہو۔

ارتداد کے مظاہر :۔

الف۔ انسان قومیت کے لئے کام کرے اور اسی کو اپنا مقصد بنالے، اسی کی طرف دعوت دے، اسی کے لئے دوڑ دھوپ کرے، اسی کے لئے لڑے۔ اسی کو جاہلی تعصب کہا جاتا ہے۔ جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا اور ڈرایا ہے۔

لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا إِلَى عَصَبِيَّةٍ وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلَى

وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت کی طرف بلائے۔ اور وہ شخص ہم میں سے نہیں جو تعصب کی خاطر لڑے۔ اور وہ شخص ہم میں سے

عَصَبِیَّۃٍ۔ (سنن ابوداؤد) نہیں جو تعصب پر مرے۔

ب۔ وطنیت کے نام پر کام کرنا، اس کو مقصد بنالینا، اس کے لیے تگ و دو کرنا، اس کی طرف سے مدافعت کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی قوموں کی مذمت کی ہے جو اپنے وطن سے چمٹ جاتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:۔

وَلَوْ اَنَّا کَتَبْنَا عَلَیْھِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِیَارِکُمْ مَّا فَعَلُوْہُ اِلَّا قَلِیْلٌ مِّنْھُمْ وَلَوْ اَنَّھُمْ فَعَلُوْا مَا یُوْعَظُوْنَ بِہٖ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِیْتًا (النساء ۶۶)	اور اگر ہم ان کو حکم کرتے کہ اپنی جان کو ہلاک کرو، یا اپنے گھر کو چھوڑ نکلو، تو وہ ایسا نہ کرتے مگر ان میں سے تھوڑے۔ اور اگر یہ لوگ کریں وہ جو ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو البتہ ان کے حق میں بہتر ہو اور دین میں زیادہ ثابت قدم رکھنے والا ہو۔

ہاں! ارتداد کا انحصار اس میں ہے کہ ان چیزوں کی سربلندی مقصود ہو اور ان کو عبادت کا درجہ دے دیا جائے۔ اس میں نہ خدا کا نام ہو نہ اس پہ ایمان لانے کا ذکر۔

لیکن اگر مقصود اللہ تعالیٰ کی ذات ہو اور اس کے احکامات کا نافذ کرنا مطلوب ہو، اور اس میں وطن اسلامی کی مصلحت ہو، تو یہ ایسی عبادت ہے کہ ایسا کرنے والے اور اس راہ میں لڑنے والے کو اللہ جل شانہٗ کی رضا و ثواب کا مستحق بنا دیتی ہے اور اگر ایسا آدمی مارا جائے تو وہ اللہ کے راستہ میں شہید شمار ہوتا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے اور جو شخص اپنی جان کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے۔ اور جو شخص اپنے دین کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے۔ اور جو شخص اپنے اہل و عیال کی حفاظت کرتا ہوا

مارا جائے وہ شہید ہے۔ (سنن ابوداؤد)

ج۔ انسان صرف انسانیت کے نام پر کام کرے اور اس کے دل میں اس کا ذرہ برابر بھی خیال نہ گزرے کہ وہ یہ محنت اس لئے کر رہا ہے کہ اللہ تعالٰی نے اسے انسانیت کے راہ راست پر لانے پر محنت اور مختلف قوموں سے میل جول اور مسلمانوں کے ساتھ باہمی تعاون کا حکم دیا ہے۔ یہ وہ شعار ہے جس کے علمبردار وہ ماسونیت ہے جس کے درپردہ بین الاقوامی یہودیوں کے ہاتھ حرکت کر رہے ہیں۔

مختصراً ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہر وہ آواز اور شعار جسے کوئی مسلمان بلند کرے اور اس سے اس کا مقصد اللہ کی رضا اور اس کے دین کی سربلندی اور اس کے جھنڈے کا بلند کرنا نہ ہو تو وہ جاہلیت کی آواز اور شعار ہے۔ لہذا جو شخص اس کو بلند کرتا ہے اور اس کی طرف بلاتا ہے اور اس کے لئے جدوجہد کرتا اور اس کی خاطر لڑتا ہے، ایسا شخص مرتد دین اسلام سے خارج اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کا دشمن ہے۔ خواہ وہ کتنا ہی ایمان کا دعوٰے کرے۔

ارتداد کے مظاہر میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ کی حاکمیت کے مقابل غیر اللہ کی اطاعت وحاکمیت کو ترجیح دی جائے اور اس کے تحت فیصلہ کیا جائے۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (المائدہ ۴۴) اور جو کوئی اس کے موافق حکم نہ کرے جو کہ اللہ نے اتارا، سو وہی لوگ کافر ہیں۔

ارتداد کے مظاہر میں سے اسلام کے کسی فریضہ کو ناپسند کرنا بھی ہے۔ مثلاً کوئی کہنے والا یہ کہے کہ میں روزہ کو اس لئے ناپسند کرتا ہوں کہ اس سے امت اقتصادی لحاظ سے پسماندہ ہو جاتی ہے۔ یا کوئی شخص یہ کہے کہ میں عورت کے لئے حجاب وپردہ کو اس لئے اچھا نہیں سمجھتا کہ یہ پسماندگی کی علامت ہے۔ یا کوئی شخص یہ کہے کہ

میں اسلام کے مالیاتی نظام کو اس لئے برا سمجھتا ہوں کہ اس میں سود وغیرہ حرام ہے
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ :۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۔
(محمد ۸، ۹)

اور جو لوگ کافر ہیں ان کے لئے بربادی ہے اور (اللہ) ان کے اعمال کالعدم کر دے گا۔ یہ اس سبب سے کہ انھوں نے اللہ کے اتارے ہوئے احکام کو ناگوار جانا۔ اس لئے ان کے اعمال کو اکارت کر دیا۔

ارتداد کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ دین کی کسی بات کا مذاق اڑایا جائے یا اسلام کے شعائر میں سے کسی شعار کا استہزار کیا جائے۔

ارتداد کے مظاہر میں سے یہ بھی ہے کہ ان چیزوں کو حلال کیا جائے جنھیں اللہ نے حرام قرار دیا ہے اور ان چیزوں کو حرام سمجھا جائے جنھیں اللہ نے حلال کیا ہے۔

ارتداد کے مظاہر میں سے اسلام کے کچھ حصّہ پر ایمان لانا اور کچھ کا انکار کرنا بھی شامل ہے۔ مثلاً یہ کہ کوئی شخص یہ ایمان رکھے کہ اسلام عبادات پر مشتمل دین ہے اور اس سے انکار کرے کہ اسلام نظام وقانون والا دین ہے۔ یا یہ مان لے کہ اسلام روحانی، اخلاقی وتربیتی نظام تو پیش کرتا ہے لیکن اسلام کے دوسرے نظام کا انکار کرے، مثلاً سیاسی، اقتصادی، معاشرتی یا اجتماعی نظام کا۔

ارتداد کے مظاہر میں سے صرف قرآن کریم پر ایمان لانا اور سنت نبویہ کا انکار بھی ہے۔ جیسے کہ وہ قادیانی فرقہ جس کی کاشت انگریزوں نے ہندوستان میں کی تھی۔ جس کا مقصد شریعت اسلامیہ کی بیخ کنی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شک پیدا کرنا تھا۔

ارتداد کے مظاہر میں سے یہ بھی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال میں سے کسی فعل کا مذاق اڑایا جائے یا اس پر نکیر کی جائے۔ جیسے کہ وہ لوگ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ شادیاں کرنے پر اعتراض کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیک وقت نو ازواج مطہرات سے شادی کر رکھی تھی۔

ارتداد کے نمونوں میں سے اللہ تعالےٰ کی صحیح معرفت کا نہ حاصل کرنا بھی ہے مثلاً یہ اعتقاد رکھنا کہ (العیاذ باللہ) اللہ تعالےٰ اپنی بعض مخلوق میں حلول کر جاتے ہیں۔ یا اللہ تعالےٰ کو کسی ایسی صفت کے ساتھ متصف کرنا جو اس کی عظمت و جلال کے منافی ہو۔ تو ایسا شخص کافر اور دین اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اللہ تبارک و تعالےٰ فرماتے ہیں:۔

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ○ (انعام ۱۰۳)

اس کو آنکھیں نہیں پاسکتیں، وہ آنکھوں کو پاسکتا ہے اور نہایت لطیف اور خبردار ہے

اور فرمایا:۔

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ○ (الشوریٰ ۱۱)

کوئی چیز اس کے مثل نہیں اور وہی (ہر بات کا) سننے والا ہے (ہر چیز کا) دیکھنے والا ہے۔

اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ تین خداؤں میں سے ایک خدا اللہ بھی ہے۔ تو وہ بھی گمراہ اور کافر ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ ۘ (مائدہ ۷۳)

بیشک کافر ہوئے جنھوں نے کہا کہ اللہ تین میں کا ایک ہے۔

اور جو شخص اللہ جل شانہٗ کی طرف لڑکے کی نسبت کرتا ہے وہ بھی گمراہ اور کافر ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالےٰ کو کسی ایسی صفت سے متصف کرتا ہے جو اس کی شان

کے لائق نہ ہو، تو وہ بھی گمراہ اور کافر ہے۔

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ (مائدہ ۱۸۰)

بیشک اللہ نے سنی ان لوگوں کی بات جنھوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں

اس کے علاوہ ارتداد کے اور دوسرے مظاہر و علامات بھی ہیں جو ان کے حامل و مرتکب افراد کو اسلام سے نکال دیتی ہیں۔ اور کفر و گمراہی کے دائرے میں داخل کر دیتی ہیں العیاذ باللہ تعالےٰ۔

خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمانہ سے ڈرایا ہے جس میں ارتداد عام ہوگا ایسی صورت میں مسلمانوں کو اس بات پر ابھارا ہے کہ وہ اعمال صالحہ کی طرف سبقت کریں اور ایمان کے محفوظ قلعہ میں پناہ لیں۔ تاکہ کفر و ارتداد میں ڈالنے والی چیزوں سے متاثر نہ ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

نیک اعمال کی طرف سبقت لے جاؤ اور جلدی کرو۔ اس لئے کہ عنقریب بہت سے فتنے سیاہ رات کے ٹکڑوں کی طرح آئیں گے۔ جن میں ایک شخص شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر ہو جائے گا۔ اور ایک شخص صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر ہو جائے گا۔ اپنے دین کو دنیا کے تھوڑے سے سامان کے عوض بیچ دے گا۔

(طبرانی و ابن ماجہ)

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝

(آل عمران ع۱)

۲۔ اِلحاد سے ڈرانا:۔

اِلحاد سے مراد اللہ کی ذات کا انکار کرنا اور ان شریعتوں کا انکار کرنا جنھیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں۔ اِلحاد بھی ارتداد کی ایک قسم ہے بلکہ یہ تو اس سے بھی بدتر و بری چیز ہے۔ جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔

بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اِلحاد ایک ایسا مستقل نظام بن گیا ہے جسے بڑی بڑی حکومتوں نے اپنا لیا ہے۔ اور وہ اس الحاد کو طاقت و قوت کے بل بوتے پر زبردستی اور جبر کے ساتھ ان حکومتوں پر تھوپ دیتے ہیں جو اُن کے زیر سایہ ہیں۔

ان حکومتوں کے پٹھو و کارندے ہر ملک و حکومت میں موجود ہیں جو کھلم کھلا الحاد کی دعوت دیتے ہیں اور دینوں اور نبیوں کا بلا جھجک انکار کر دیتے ہیں۔

ان ممالک میں الحاد کی طرف دعوت دینے کا جو طریقہ ہے اگر ہم اس کا تتبع کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ وہ اپنے ملحدانہ نظریات و اصولوں کو پھیلانے میں کس قدر مختلف طریقوں سے کام لیتے ہیں، تاکہ گمراہی کو عام کیا جاسکے۔

چنانچہ کبھی تو یہ لوگ مارکسیت کو اسلام کا لبادہ اُڑھا دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلی وہ ہستی تھے جس نے اشتراکیت کی دعوت دی اور مالدار و غریب کی برابری قائم کی۔ اور پہلے وہ شخص تھے جس نے شہنشاہیت کا خاتمہ کیا لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مارکسیت کے رسول اور شیوعیت کے نبی ہیں۔

کبھی یہ لوگ کہتے ہیں کہ کمیونزم کے بنیادی اصول اسلام کے بنیادی اصول کے خلاف نہیں۔

کبھی وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم کیمونزم کا اقتصادی نظام اپنا لیں اور مسلمان بھی اپنے دین پر برقرار رہیں تو اس میں کیا حرج ہے۔

اور کبھی یہ کہتے ہیں کہ دین ایک الگ چیز ہے اور سیاسی واقتصادی مذاہب ایک الگ چیز ہیں۔ اس لئے ہمیں دین کو سیاست سے خلط ملط نہیں کرنا چاہئے۔

اور کبھی علی الاعلان یہ کہتے ہیں کہ کائنات میں کوئی معبود نہیں ہے اور زندگی طاقت کا نام ہے اور دین قوموں کے لئے افیون ہے۔ اور (العیاذ باللہ) انبیاء علیہم السلام چور اور جھوٹے ہیں۔

اور کبھی اپنے الحاد کو رائج کرنے اور دوسروں کو گمراہ کرنے کے لئے ان کا ایک طریقہ علمی نظریات سے فائدہ اٹھانا بھی ہے۔ نیز جن کو گمراہ کیا جا رہا ہے ان کو یہ باور کرانا بھی ہے کہ یہ سب ثابت شدہ حقائق ہیں۔ جیسے کہ ان لوگوں کا ڈارون کے نظریہ کا رائج کرنا جس میں انسان کی اصلی حقیقت بتلائی گئی ہے۔

مگر یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ علم و تحقیق نے اس نظریہ کو غلط قرار دے دیا ہے اور اس کو بیکار اور مہمل باتوں کی ٹوکری میں ڈال دیا ہے۔

تو مختلف طریقوں کے اختیار کرنے میں بظاہر یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ملحدانہ مارکسیت ہر حالت کو اس کے مناسب لباس پہناتی ہے اور ہر جماعت کو اس کے مناسب حال تشفی کراتی ہے۔ اور انسانوں کے ہر طبقہ میں اس کے مناسب حال جھوٹ و مکاری سے کام لیتی ہے۔

الحاد اگرچہ ارتداد کے مفہوم ہی میں داخل ہے لیکن یہ معاشرے اور افراد کے حق میں ارتداد کی دوسری اقسام۔ یہودیت یا عیسائیت کے اختیار کرنے یا برہمن بننے سے زیادہ بُرا اور خطرناک ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ الحاد ملحد کے دل سے مسئولیت کا

احساس ختم کر دیتا ہے اور اس کو اس بات پر آمادہ کر دیتا ہے کہ اس بے مقصد زندگی میں حیوانوں کی طرح زندگی بسر کرے جس میں نہ آخرت کے ثواب کی امید ہو اور نہ اسے اس دن کے عذاب و گرفت کا ڈر ہو جس دن تمام لوگ احکم الحاکمین کے دربار میں کھڑے ہوں گے۔ (ترجمہ ج ۲ صفحہ ۲۶)

قرآن کریم نے اس فاسق و فاجر کمینی جماعت کا درج ذیل آیت میں ذکر فرمایا ہے

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا	اور یہ (بعثت کے منکر) لوگ یہ کہتے ہیں کہ
الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا	بجز ہماری اس دنیوی زندگی کے اور کوئی
وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ	حیات نہیں ہے۔ ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں
وَمَا لَهُمْ بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ	اور ہم کو صرف زمانہ (کی گردش) سے موت
إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ۝	آجاتی ہے۔ اور ان لوگوں کے پاس اس پر
(الجاثیۃ ۲۴)	کوئی دلیل نہیں۔ محض انکل سے ہانک رہے ہیں۔

دین اسلام نے مرتدین اور ملحدین کے سلسلہ میں نہایت سخت موقف اختیار کیا ہے اس لئے کہ اسلام نے ان کے کفر پر اصرار کی سزا تلوار سے گردن اڑانا مقرر کیا ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔

مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ	جو شخص اپنا مذہب (اسلام) تبدیل کر دے
(بخاری، احمد)	اس کو قتل کر ڈالو۔

لیکن مرتد یا ملحد کو اس وقت تک قتل نہ کیا جائے گا جب تک کہ اسے تین دن کی مہلت نہ دی جائے۔ ان تین دنوں کے دوران اہل علم و ارباب فہم اس سے مرتد ہونے کے اسباب پر مباحثہ کریں گے اور اس کے ذہن میں جو شکوک و شبہات ہیں انھیں دور کریں گے اور اسلام کے زریں اصول اور حقانیت کو اس کے سامنے کھول کھول کر بیان

کریں گے۔ پھر بھی اگر کفر والحاد پر مصر رہے تو تلوار سے اس کی گردن اُڑا دی جائیگی تاکہ دوسرے لوگوں کے لئے عبرت کا ذریعہ بن جائے۔

اور اگر مرتدین وملحدین طاقت وقوت پیدا کرلیں اور اپنی کوئی جماعت یا تنظیم قائم کرلیں تو مسلمانوں کے حکام اور ذمہ داروں کا یہ فرض ہے کہ وہ ان سے اس وقت تک جنگ کریں جب تک وہ دین حق کی طرف واپس نہ آجائیں۔ (ترجمہ ص۲۹۱)

ملحدین ومرتدین کی سزا کے اسباب :۔

۱۔ تاکہ ارتداد والحاد پر آمادہ کرنے والی چیزیں بعض کمزور نفوس کو اپنی طرف راغب نہ کرسکیں۔

۲۔ تاکہ کوئی منافق یہ سوچ کر اسلام میں داخل نہ ہو کہ پھر دوبارہ اسلام سے خارج ہو جائیگا۔

۳۔ تاکہ کفر کی قوت وعزت میں اضافہ نہ ہو کر پھر وہ اسلامی مملکت کے لئے بڑا خطرہ ثابت ہو۔

ملحدین کی سازشیں اور مجرمانہ حرکات :۔

الحاد کی حقیقت اور ملحدین کی سازشوں کو واضح کرنے کے لئے چند تاریخی مثالیں پیش کرتا ہوں۔ تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ اگر ان ملحدین کو موقع مل جائے تو مسلمانوں کے خلاف کیا کچھ نہ کر گزریں۔

کمیونسٹ چین اور کمیونسٹ روس نے ۱۶ ملین* مسلمانوں کو سال میں ایک ملین کے حساب سے ختم کر ڈالا اور مسلمانوں کی بیخ کنی کی سازشیں اب تک جاری ہیں۔ اور چینی علاقے کے مسلم ترکستان میں چینیوں نے وہ وحشیانہ مظالم کئے ہیں جنھوں نے ماضی کے تاتاریوں کے مظالم پر پردہ ڈال دیا ہے۔

* ایک ملین دس لاکھ کا ہوتا ہے۔

چنانچہ مسلمانوں کے ایک سربراہ کو لایا گیا اور ایک عام راستہ میں اس کے لئے ایک گڑھا کھودا گیا اور مسلمانوں کو اس پر مجبور کیا گیا کہ وہ اپنے فضلات (پیشاب پاخانہ) کو لا کر اس مسلمان سربراہ کے اوپر اس گڑھے میں ڈالتے رہیں۔ یہ حرکت تین دن تک مسلسل جاری رہی اور اس سزا کے دوران اس مسلمان رہنما کی روح اس گڑھے میں پرواز کر گئی۔

ف اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں پر لعنت بھیجے اور آخرت میں سخت اور دردناک سزا سے دوچار کرے۔ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۔ (ق)

کمیونسٹ ملک یوگوسلاویہ نے بھی اپنے ملک کے مسلمانوں کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کیا اور اس ملک میں جب سے کمیونسٹوں کا دور دورہ ہوا ہے اس وقت سے آج تک ایک ملین مسلمان کو ختم کیا جا چکا ہے۔ اور وحشیانہ سزاؤں اور مسلمانوں کو ختم کرنے کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ جس کی سب سے وحشیانہ وظالمانہ سزا کی مثالوں میں سے مسلمان مردوں اور عورتوں کا قیمہ کی ان مشینوں میں ڈالنا ہے جو گوشت کو رول کی شکل میں بنا دیتی ہیں، تاکہ دوسری جانب سے یہ مسلمان مرد و عورتیں گوشت وہڈیوں وخون کا مرکب قیمہ بن کر نکلیں۔

جو کچھ یوگوسلاویہ میں ہو رہا ہے وہ سب کچھ کمیونسٹ بلاک کے تمام ممالک میں اب تک ہو رہا ہے۔ چنانچہ کمیونسٹوں نے عراق کے شہر موصل میں عبدالکریم قاسم کے دور میں جو قتل وغارت کا بازار گرم کیا اس کے بارے میں کتنی مرتبہ ہم نے سن رکھا ہے۔ اسی طرح دعوتِ اسلام دینے والی جماعت کے ساتھ جو قتل وغارت کے حوادث "سحل" میں ہوئے وہ بھی ہمارے سامنے ہے۔ چنانچہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بالکل حق اور سچ ہے :-

كَيْفَ وَإِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً۔ (التوبہ ۸)

کیونکر صلح رہے۔ اور اگر تم پر قابو پائیں تو نہ لحاظ کریں تمھاری قرابت کا اور نہ عہد کا۔

نیز فرمان مبارک ہے:۔

لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۚ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۝ (التوبہ ۱۰)

نہیں لحاظ کرتے کسی مسلمان کے حق قرابت کا اور نہ عہد کا۔ اور وہی زیادتی پر ہیں۔

اس لئے اے مربی محترم جب آپ نے یہ حقائق جان لئے تو اب آپ کا فریضہ ہے کہ آپ خوب اچھی طرح سے اس بات کی کوشش کریں کہ آپ اپنے بچے کو ارتداد کے خونخوار پنجوں سے اور الحاد کے دامول سے بچائیں۔ تاکہ آپ کا بچہ راسخ ایمان اور مضبوط اسلام والا بنے اور شاندار استقامت پر قائم ہو۔ اور ایسے لوگوں میں سے ہو جائے جن کو اللہ تعالیٰ نے نعمت ایمان اور کرامت اسلام سے قیامت تک کے لئے نواز دیا ہے۔ (تربیت اولاد ج ۲ صفحہ ۹۱۶ ترجمہ صفحہ ۲۳۳ ج ۲)

ف: افسوس کہ آج کئی سالوں سے یوگوسلاویہ کے بوسنیا و ہرزیگوینیا وغیرہ میں کمیونسٹ اور یہودی و عیسائی مل کر اسلام دشمنی پر بری طرح آمادہ ہیں اور مسلمانوں کے درپے آزار ہی نہیں بلکہ ان کی نسل کشی کے درپے ہیں۔ اور ان کے ساتھ حیا سوز اور ظلم و ستم کی ایسی حرکتیں کر رہے ہیں کہ اس کی تعبیر و ترجمانی شیطنت اور درندگی کے الفاظ سے کرنا بھی ناقص و ناکافی ہے۔

جو لوگ عالمی خبروں سے واقف ہیں ان سے یہ باتیں مخفی نہیں ہیں۔ یقیناً یہ وقت ایسا ہے کہ ہم دعا کریں۔ اَللّٰهُمَّ نَجِّنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ۔

۲- حرام کھیل کود سے بچانا :-

اسلام نے اپنی بلند ترین شریعت و نظام اور حکیمانہ بنیادی اصولوں کے ذریعہ مسلمانوں کے لئے ایسے بہت سے کھیل کود کو حرام قرار دے دیا ہے جس کا افراد کے اخلاق اور معاشرے کی اقتصادیات اور خاندانوں کے وقار پر برا اثر پڑتا ہے۔ اب ہم مربیان کرام کے سامنے ان حرام و ناجائز کھیل کود کی کچھ اقسام بیان کر دیتے ہیں تاکہ وہ ان کو سمجھیں اور ان سے بچیں اور دوسروں کو بچانے میں اپنے آپ کو مقتدا و نمونہ ثابت کر دکھائیں۔ واللہ الموفق۔

۱- نرد[۱] سے کھیلنا :-

حرام کھیلوں میں سے نرد سے کھیلنا بھی ہے۔ خواہ یہ شرط لگا کر کھیلا جائے یا یونہی دل بہلانے اور وقت گزارنے کی خاطر۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدِشِيْرِ فَكَأَنَّمَا صَبَغَ يَدَهُ فِي لَحْمِ خِنْزِيْرٍ وَدَمِهِ - (مسلم)	جو شخص نردشیر سے کھیلا اس نے گویا اپنا ہاتھ خنزیر کے گوشت و خون سے رنگ لیا۔

نیز ارشاد فرمایا:-

---

[۱] مؤلف نے حاشیہ پر لکھا ہے کہ استاذ قرضاوی نے اپنی کتاب "حرام و حلال" میں شوکانی سے بواسطہ ابن المسیب و ابن مغفل رح یہ نقل کیا ہے کہ ان دونوں حضرات نے نرد کھیلنے کی اس صورت میں اجازت دی ہے جبکہ جوا بازی نہ ہو۔ صاحب کتاب کی یہ نقل غیر معتبر ہے۔ اس لئے کہ شوکانی رح نے جس صیغہ کے ذریعہ اس قول کو نقل کیا ہے وہ "رُوِيَ" ہے جو ضعف پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے اس کے ذریعہ شریعت کے احکام میں سے کسی حکم کو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ (م)

مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدِ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ (ابوداؤد)
جو شخص نرد سے کھیلا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

اس کھیل کے حرام کرنے میں حکمت یہ ہے کہ نرد سے کھیلنا خواہ بلا شرط ہی کیوں نہ ہو تب بھی یہ اس کھیل میں مشغول ہونے والوں کے اوقات کا بڑا حصہ برباد وضائع کر دیتا ہے۔

۲۔ شطرنج :۔

کھیل کی معروف اقسام میں سے شطرنج کھیلنا بھی ہے۔ احادیث میں اسکی مذمت وارد ہوئی ہے اسے مجوسیوں کا جُوا کہا گیا ہے۔ اور بعض حدیثوں میں شطرنج کھیلنے والے پر لعنت بھیجی گئی ہے۔

عن علیؓ کان یقول ھو میسر الاعاجم (مشکوٰۃ)
حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ شطرنج مجوسیوں کا جُوا ہے۔

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ شطرنج کھیلنے والے کو خطاکار فرماتے تھے۔ (مشکوٰۃ)

جامع صغیر میں روایت ہے کہ:۔

ملعون من لعب بالشطرنج والناظر الیھا کالآکل لحم الخنزیر (مرقات)
جس نے شطرنج کھیلا اس پر لعنت ہو اور اسکی طرف دیکھنے والا خنزیر کا گوشت کھانے والے کی طرح ہے۔

ان احادیث کی بنا پر جمہور ائمہ امام ابوحنیفہ، مالک، احمد رحمہم اللہ اسکی حرمت کے قائل ہیں۔ واللہ اعلم۔

۳۔ گانے بجانے و موسیقی کا سننا۔

ناجائز اور حرام کھیل کود میں ایسے گانے کا سننا بھی داخل ہے جس میں موسیقی ہو چاہے یہ گانا مباح قسم کا ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے کہ اس موسیقی کی حرمت کے سلسلہ میں آئندہ دلائل پیش کئے جا رہے ہیں۔ اسی طرح وہ فحش گانے بھی جو شہوت اور جنسی جذبات کو ابھارنے والے ہوں۔ اسی طرح وہ گانے بھی جو کافرانہ رسوم اور گمراہ کن باتوں و عقائد وغیرہ کی طرف دعوت دینے والے ہوں ناجائز و حرام ہیں

اس کے حرام ہونے کی دلیل وہ روایت ہے جسے ابن عساکر اپنی تاریخ میں اور ابن صصری اپنے امالی میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا، جو شخص کسی فاحشہ کے گانے کو سننے کے لئے بیٹھے گا، تو قیامت کے روز اس کے کانوں میں اللہ تعالےٰ سیسہ پگھلا کر ڈالیں گے۔

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب میری امت پندرہ کام کرے گی تو اس پر آزمائش و ابتلار کا دور شروع ہو جائے گا۔ جب مال غنیمت دولت جمع کرنے کا ذریعہ بن جائے اور امانت کو مال غنیمت سمجھا جانے لگے اور زکوٰۃ بوجھ بن جائے اور انسان بیوی کی اطاعت کرنے لگے، اور ماں کی نافرمانی، اور دوستوں کے ساتھ حسن سلوک اور والد کے ساتھ سختی۔ اور مسجدوں میں آوازیں بلند ہونے لگیں اور قبیلے کا سردار ان میں کا فاسق شخص بن جائے۔ اور قوم کا سردار کمترین اور حقیر شخص ہو جائے، اور انسان کا اکرام اس کے ڈر کی وجہ سے کیا جانے لگے، اور شراب پی جانے لگے، اور ریشم پہنا جانے لگے، اور مغنیات اور گانے بجانے کے آلات عام ہو جائیں اور اس امت کے اخیر کے لوگ اس امت کے پہلے گزرے ہوئے لوگوں پر لعنت بھیجنے لگیں، تو ایسے موقع پر سرخ آندھی یا زمین میں دھنسنے، یا صورتیں مسخ ہونے کا انتظار کرو۔ (ترمذی)

اور مسدد و ابن حبان حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اخیر زمانہ میں میری امت میں سے ایک قوم صورتیں مسخ کر کے بندر و خنزیر بنا دیئے جائیں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا وہ لوگ مسلمان ہوں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ ہاں وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی گواہی دیتے ہوں گے اور روزہ

رکھتے ہوں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ان کے ساتھ ایسا کیوں ہوگا؟ آپ نے ارشاد فرمایا، انھوں نے گانے بجانے کا سامان اور مغنیات اور دف کا استعمال شروع کر دیا ہوگا، اور شراب پینے لگے ہوں گے۔ وہ رات کو شراب وکباب، کھیل کود میں مست ہوں گے اور صبح ایسی حالت میں کریں گے کہ انکی صورتیں مسخ کر دی گئی ہوں گی۔

اس کے علاوہ اور بہت سی حدیثیں ہیں جن سے فحش وبے ہودہ اور جنسی جذبات ابھارنے والے گانوں کی حرمت معلوم ہوتی ہے۔

رہا وہ گانا جو حلال ومباح ہے اس سلسلہ میں آپ کے سامنے اُس تحریر کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو شیخ محمد حامد نے اپنے رسالہ "حکم الاسلام فی الغناء" میں قہار سے نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں:-

"اگر کسی مشکل اور سخت کام میں ہمت بڑھانے یا جنگلات اور ویران سفروں میں دل کو خوش کرنے کے لئے اشعار وغیرہ پڑھے جائیں تو یہ مباح ہے۔ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے مسجد نبوی کی تعمیر اور خندق کے کھودنے کے وقت اشعار پڑھے ہیں۔

اسی مباح قسم کے غناء میں وہ اشعار بھی داخل ہیں جو عورتیں بچوں کو سُلانے کے لئے لوری کے طور پر پڑھتی ہیں۔

اور اسی ذیل میں وہ صاف ستھرے اشعار بھی آتے ہیں جن میں پھولوں، باغوں اور نہروں کی تعریف وتوصیف ہو۔ تو اس قسم کے تمام اشعار جائز ہیں بشرطیکہ اس میں کوئی حرام وممنوع قسم کا اشعار شامل نہ ہو۔ ورنہ حرام ہو جائے گا۔ خواہ پند وموعظت پر مشتمل کیوں نہ ہوں۔ (ترجمہ ج ۲ صفحہ ۲۶۹)

گانے بجانے کی مذمت و حرمت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزید ارشادات ملاحظہ فرمائیے:۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے مجھے دو جہاں کے لئے رحمت و ہدایت بنا کر بھیجا ہے۔ اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں بانسریوں اور گانے بجانے کے سامان اور شراب اور ان بتوں کو ختم کر دوں جو زمانۂ جاہلیت میں پوجے جاتے تھے۔ (احمد)

نیز ارشاد فرمایا: میری امت میں ایسی قومیں بھی ہوں گی جو زنا اور ریشم اور شراب اور گانے بجانے کے سامان کو حلال سمجھیں گی۔

اس کے علاوہ اور دوسری بہت سی وہ احادیث مروی ہیں جن سے گانے بجانے کے آلات اپنے پاس رکھنے، ان کو بجانے اور ان کے سننے کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ (ترجمہ ج ۲ ص ۳۶۱)

۴۔ سنیما، تھیٹر اور ٹیلی ویژن کا دیکھنا:۔

یقیناً اطلاعات و نشریات کے جدید وسائل مثلاً ریڈیو، ٹیلی ویژن، ٹیپ ریکارڈ وغیرہ اس زمانہ کے وہ ترقی یافتہ آلات ہیں جہاں تک انسان کے عقل کی رسائی ہو سکی ہے۔ مگر درحقیقت یہ دو دھاری ہتھیار ہیں جو شر و خیر دونوں میں استعمال کئے جا سکتے ہیں۔

لیکن اگر ہم ٹیلیویژن کے ان پروگراموں کا جائزہ لیں جو ہمارے یہاں عام طور سے دیکھے جاتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اس کے اکثر پروگرام عزت و شرافت کا جنازہ نکالنے والے اور بے ہودگی، آوارگی اور فحاشی کی طرف دعوت دینے والے ہوتے ہیں۔

اس لئے ہم نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ٹیلیویژن کا دیکھنا، اس کے موجودہ پروگراموں کو دیکھنا قطعاً حرام اور گناہ ہے۔

اسی طرح سینما گھروں تھیٹروں اور رات کے فحش پروگراموں میں جانا بھی حرام ہے۔ اس لئے کہ :۔

۱۔ اسلامی شریعت کے مقاصد میں سے عزت وآبرو اور نسب کی حفاظت بھی ہے اور اس اعتبار سے کہ فلموں، ڈراموں میں جو چیزیں عام طور سے دکھائی جاتی ہیں ان کا مقصد عزت و شرافت اور کرامت کا ختم کرنا ہوتا ہے۔ اس لئے وہاں جانا اور وہاں کی چیزوں کو دیکھنا یہ سب ناجائز اور گناہ ہے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا ذریعہ اور ان کے غضب کو دعوت دینا ہے۔

۲۔ چونکہ موجودہ دور کی فلمیں اور رات کے ڈرامے ایسی چیزیں پیش کرتے ہیں جو بے راہ روی اور آزادی کا سبب بنتی ہیں اور شہوانی خیالات کو ابھارنے کا موجب ہیں اس لئے مسلمانوں کا وہاں کا قصد کرنا اور ان چیزوں کو دیکھنا قطعاً حرام ہے۔ تاکہ افراد و معاشرے کے اخلاق محفوظ رہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان مبارک پر عمل ہو "لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام" یعنی نہ ضرر پہنچاؤ اور نہ نقصان اٹھاؤ۔

۳۔ چونکہ سینما اور تفریحی مراکز میں گانے بجانے کے آلات اور فحش قسم کے بیہودہ گانے نیم عریاں تصویریں اور ڈانس ہوتا ہے اس لئے وہاں مسلمانوں کا جانا بالکل حرام و ناجائز ہے

یہودیوں کی سازش و منصوبہ :۔

یہود کے منصوبوں میں سے یہ منصوبہ و سازش بھی ہے کہ غیر یہودی انسانی معاشروں اور قوموں میں اخلاق کی دھجیاں بکھیر دی جائیں۔ چنانچہ انکے پروٹوکول میں لکھا ہے کہ :۔

"ہمیں یہ کوشش کرنا چاہئے کہ ہم ہر جگہ اخلاق کی جڑیں کھوکھلی کردیں تاکہ ہم بسہولت ان پر غلبہ حاصل کرسکیں"

چنانچہ ان کی نظروں میں اخلاق کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے وسائل میں سے یہ بھی ہے کہ نشر واشاعت، ریڈیو، ٹیلیویژن اور سینما وتھیٹر اور روزانہ کے نشریاتی پروگراموں میں ہر اس خائن ایجنٹ اور کرائے کے صحافی سے کام لیا جائے جو ان کے منصوبہ میں ان کا ہاتھ بٹائے۔ یہودی اپنی مکاری وعیاری سے اس منصوبے میں کامیاب ہوگئے کہ قوموں کی ثقافت، کھیل کود اور فنون کے نام پر بے حیائی، بے راہ روی اور بد اخلاقی کے مراکز کے ذریعہ اخلاقیات کو تباہ وبرباد کردیں۔

مربیّ محترم! کیا آپ جانتے ہیں کہ جو نوجوان مرد وعورتیں زناکاری، الحاد، بے حیائی، گندی فلموں اور رات کی گندی محفلوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں وہ چاہے سمجھیں یا نہ سمجھیں، درحقیقت وہ یہود کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنا رہے ہیں۔

پس آپ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اپنے بچوں کو ان وبائی مقامات اور فتنوں کے مراکز سے دور رکھیں۔ اس لئے کہ یہ سب عقیدہ واخلاق کو برباد کرنے والے ہیں اور یہود کی سازشوں اور منصوبوں کا جزء ہیں۔ اس لئے اس کو خوب سمجھ لینا چاہئے۔

ہاں بعض والدین اپنے بچوں کے لئے ٹیلیویژن اس لئے خرید دیتے ہیں تاکہ انھیں سینما، تھیٹر وغیرہ کھیل کود وبے حیائی کے مقامات سے روک سکیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ دلیل نہایت بودی اور ان کا دعویٰ مندرجہ ذیل امور کی وجہ سے لچر اور غلط ہے۔

۱۔ کسی برائی کو اس طرح نہیں ختم کیا جاسکتا کہ اس کی کسی اور برائی کو جگہ دیدی جائے۔

۲۔ ٹیلیویژن رکھنے سے جو خرابی پیدا ہوتی ہے وہ اس خرابی سے کہیں زیادہ ہے جو کھیل کود کے مقامات پر جانے سے وجود میں آتی ہے اس لئے کہ کھیل کود کی

خرابی وقتی اور موسمی ہوتی ہے، اور اس کا فساد روزانہ اور دائمی جاری رہتا ہے۔

۴- ٹیلیویژن دیکھنے سے بہت سی بڑی بڑی معاشرتی تباہیاں اور ایسی اخلاقی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں جن کا انجام بہت برا ہوتا ہے۔ جس کے سبب خاندان کے افراد کا پروگرام دیکھنے کے لئے دیر تک جاگنا، پڑوسیوں، دوستوں، مردوں عورتوں کا مستقل اجتماع واختلاط ایک ایسا المیہ ہے کہ جس کی وجہ سے بہت سی عزتیں لوٹی گئیں اور خون خرابے ہوئے اور بہت سی لڑائیوں اور جھگڑوں کی داغ بیل پڑی جس کا اصل سبب ٹیلیویژن کی لعنت اور باہمی اختلاط ہی ہے۔

یہ خرابیاں اس کے علاوہ ہیں کہ ٹیلیویژن سے صحت پر مضر اثرات پڑتے ہیں مثلاً نگاہ کا کمزور ہونا اور دوسرے نفسیاتی نقصانات مثلاً کسی حسین وجمیل ایکٹرس کو دیکھ کر اس پر دل کا آجانا اور عقل وفکر کا اس میں الجھ کر رہ جانا، تعلیمی نقصان مثلاً بچوں کا مدرسہ کے کام کاج سے رہ جانا۔ اور فکری نقصانات مثلاً حافظہ کا کمزور ہونا اور فہم وسمجھ اور غور وفکر کے ملکہ کا ضعیف ہو جانا۔ اور اقتصادی نقصانات مثلاً اس کے خریدنے کے لئے مال برباد کرنا۔ جبکہ افراد خانہ کو اس سے بھی زیادہ ضروری اشیاء درکار ہوں۔ (ترجمہ صفحہ ۲۷۶)

۵- قماربازی وجُوا:-

اسلام کی نظر میں حرام کھیل کود میں جوئے کی تمام اقسام وانواع اور مختلف شکلیں بھی داخل ہیں۔ جوئے سے مراد وہ کھیل ہے جو دو فریقوں کے درمیان ہو اور ان میں سے ایک فریق نقصان میں جائے اور دوسرا فریق نفع اٹھائے

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا:۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ (المائدہ)

اے ایمان والو! یہ جو شراب اور جوا، اور بت اور پانسے ہیں، یہ سب شیطان کے گندے کام ہیں۔ سو ان سے بچتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ۔

ان کے حرام قرار دینے کی حکمت یہ ہے کہ:۔

جوا انسان کو اس بات کا عادی بنا دیتا ہے کہ انسان کمائی میں نصیب واتفاق اور خالی و فارغ امیدوں و آرزوؤں پر اعتماد و بھروسہ کرے۔ عمل، جد وجہد اور حقیقی محنت اور کمائی کے لئے پسینہ بہانے اور جائز و مشروع اسباب اختیار کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔

جوا خوش وخرم اور آباد گھروں کو تباہ و برباد کرنے، بھری ہوئی جیبوں کو خالی کرنے، مالدار خاندانوں کو محتاج و فقیر بنانے اور باعزت لوگوں کو ذلیل کرنے کا سامان ہے۔ ہم نے کتنے ہی خاندانوں کے بارے میں سنا ہے جو دولت کے بعد فقیر و غریب بن گئے۔

قمار (جوا) اپنے کھیلنے والوں کے درمیان بغض و عداوت پیدا کرتا ہے۔ اس لئے کہ وہ ایک دوسرے کا مال غلط طریقے سے ہضم کر لیتے ہیں اور بغیر حق کے دوسرے کے مال پر قابض ہو جاتے ہیں۔

جوا اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دیتا ہے اور اپنے کھیلنے والوں کو بدترین اخلاق اور قبیح عادات و اطوار کی طرف دھکیل دیتا ہے۔

جوا جوے باز کو جرم پر مجبور کرتا ہے۔ اس لئے کہ جو فریق فقیر ہو جاتا ہے وہ

چاہتا ہے کہ جس طریقے سے بھی ہو مال کو حاصل کرے، چاہے اس کے لئے چوری کرنا پڑے یا ڈاکہ ڈالنا پڑے۔

جوا قلق و بے چینی پیدا کرتا ہے اور بہت سے امراض و بیماریوں کا ذریعہ بنتا ہے۔ اور عام طور پر خودکشی اور دیوانہ پن یا لاعلاج بیماری کا ذریعہ بنتا ہے۔

قمار اور جوئے کی قسمیں :-

حرام و ناجائز قمار و جوئے کی اقسام میں سے انعامی بونڈ کا خریدنا بھی ہے اس لئے کہ اس قسم کے انعامی ٹکٹ[عہ] قسمت و اتفاق پر مبنی ہوتے ہیں اور یہ بھی حرام و ناجائز جوئے کے اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ جس میں قطعاً نرمی نہ برتنا چاہئے اور نہ اس میں کسی قسم کا تساہل کرنا چاہئے۔ خواہ یہ انعامی ٹکٹ کسی فلاحی ادارے یا انسانی بہبود سے تعلق رکھنے والی جماعت کی طرف سے ہی کیوں نہ ہو۔ ساتھ ہی یہ بھی ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ زمانۂ جاہلیت میں جو جوا رائج تھا اس کا مقصد بھی کسی کے ساتھ بھلائی یا کوئی اچھا مقصد ہی ہوا کرتا تھا۔ وہ بھی بڑی حد تک ان انعامی ٹکٹوں کے مشابہ تھا جو آجکل فلاحی ادارے یا انسانی بہبود سے تعلق رکھنے والی تنظیمیں جاری کیا کرتی ہیں۔

یاد رکھئے! اسلام کسی اچھی غرض و غایت کو حاصل کرنے کے لئے جس چیز کو بنیاد بناتا ہے وہ ہے شریفانہ وسائل کا اختیار کرنا۔ چنانچہ کسی بھی انسانی فلاحی کام کے لئے کچھ دینے کو اسلام اس وقت تک تسلیم نہیں کرتا جب تک کہ اس تک پہنچانے والے وسائل و اسباب صاف ستھرے نہ ہوں۔ اس لئے حرام و ناجائز

عہ اسی کی قسم لاٹری بھی ہے جو بالاتفاق حرام ہے۔ مگر افسوس کہ اسمیں مسلمان بھی مبتلا ہیں۔ (ق)

جوئے وڈاکہ وغیرہ سے حاصل کردہ مال کو اسلام قطعاً قبول نہیں کرتا۔

اس لئے ہمیں اپنے بچوں کو اخلاص سے خرچ کرنے اور جائز و حلال طریقے پر پیسہ کمانے اور خرچ کرنے کا عادی بنانا چاہئے۔ تاکہ وہ خود بخود خیر کے کاموں میں حصہ لیں اور اللہ رب العزت کے دربار میں اجر و ثواب کے مستحق بنیں۔

ناجائز قمار و جوئے میں شرط لگا کر کھیلنا بھی داخل ہے۔ خواہ یہ شرط لگانا فٹبال و کرکٹ کے کھیل میں ہو۔ یا کبوتر بازی یا شطرنج وغیرہ کھیلوں میں۔

اور اس کی صورت یہ ہے کہ فریقین میں سے ہر ایک دوسرے کے لئے شرط لگائے یا ایک فریق دوسرے پر کچھ مال مقرر کر دے خواہ اسے نقصان ہو یا فائدہ، تو یہ بھی جوا بن جائیگا۔ اس لئے کہ اس میں ایک فریق کو فائدہ ہوگا اور دوسرے کو نقصان اور ایک دوسرے کا مال ناجائز کھا جائے گا۔

اس شرط بازی سے وہ کھیل مستثنیٰ ہیں جو جنگی تیاری اور جہاد کے سلسلہ میں ہوں۔ مثلاً اونٹوں یا گھوڑوں کی ریس لگانا یا تیر اندازی یا نشانہ بازی وغیرہ یا اس طرح کی اور وہ چیزیں جو جدید جنگی ساز و سامان سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس لئے کہ اصحاب سنن و امام احمد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا درج ذیل فرمان مبارک روایت کرتے ہیں کہ:۔

لا سبق الا فی خف او حافر او نصل۔ (احمد)	مقابلہ جائز نہیں ہے سوائے اونٹوں، گھوڑوں کی ریس اور تیر اندازی کے۔

لیکن اس مقابلہ میں بھی شرط ہے کہ جو انعام مقرر کیا جائے وہ فریقین کے علاوہ کسی اور کی جانب سے ہو۔ یا ان میں سے صرف ایک کی جانب سے ہو۔ لیکن اگر دونوں مد مقابل اس طرح اپنی طرف سے انعام مقرر کریں کہ ان دونوں میں سے جو بھی

سبقت لے جائے گا وہ دونوں انعام کا مستحق ہوگا، تو یہ ناجائز اور جوا بن جائے گا اور اس قسم کی گھوڑ دوڑ جو شرطیہ اور جوئے کے لئے لگائی جاتی ہے اسے شیطان کے گھوڑے سے تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ اس سے قبل ہم بیان کر چکے ہیں۔

اس کے برخلاف اگر کھیلنے والوں کے علاوہ کسی تیسرے کی جانب سے انعام مقرر ہو، مثلاً حکومت یا وزارت یا مدرسہ والوں کی طرف سے، تو ایسی صورت میں انعام دینا اور لینا دونوں شرعاً جائز ہے۔ اس لئے کہ ایسی صورت میں قمار اور جوا نہیں پایا جاتا۔ اور اس کا مقصد ہمت افزائی کرنا ہوتا ہے۔ یہ ہمت افزائی خواہ جنگی تیاری کے سلسلہ کی ہو، مثلاً تیر اندازی وغیرہ یا جسمانی ورزش اور اس میں جیتنے سے متعلق ہو، مثلاً کشتی یا فٹبال وغیرہ۔ اور اس کے جائز ہونے کی دلیل وہ روایت ہے جسے امام احمدؒ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کی دوڑ میں مقابلہ کرایا اور جیتنے والے کو انعام دیا۔ (ترجمہ ج ۲ ص ۲۰۹)

شریعت اسلامیہ نے جس طرح کھیل کود کی مختلف انواع و اقسام کو اس لئے حرام قرار دیا ہے کہ روحانیت نفس، اور اخلاق و معاشرے پر ان سے برے اثرات پڑتے ہیں، اسی طرح اسلام نے اہل اسلام کی دلجوئی کے لئے بہت سے مباح کھیلوں کے دروازے بھی کھول دیئے ہیں تاکہ وہ چاق و چوبند بھی رہیں اور طاقتور و مستعد بھی۔ اور ساتھ ہی ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کے وسائل کی مشق بھی ہو جائے۔

کھیل کود کی وہ اقسام جنھیں اسلام نے جائز قرار دیا ہے۔

الف۔ بھاگنے دوڑنے میں مقابلہ:

جائز کھیل کے اقسام میں سے دوڑنا بھی ہے اور صحابہ کرامؓ دوڑنے میں مقابلہ کیا کرتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر کوئی نکیر نہیں فرمائی بلکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑنے میں مقابلہ ان کو خوش کرنے اور صحابہؓ کو تعلیم دینے کے لئے کیا کرتے تھے۔

ب۔ کشتی :۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رکانہؓ سے کشتی لڑی اور آپ نے انھیں کئی مرتبہ پچھاڑ دیا۔

ج۔ تیر اندازی :۔

جائز کھیلوں کے اقسام میں سے ایک قسم نیزہ بازی اور تیر اندازی بھی ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے ان حلقوں سے گزرتے تھے جو تیر اندازی کرتے ہوتے تھے تو ان کی ہمت افزائی فرماتے تھے اور ان سے یہ ارشاد فرماتے کہ تم سب تیر اندازی کرتے رہو، میں تم سب کے ساتھ ہوں۔

د۔ نیزہ بازی :۔

مباح کھیلوں میں سے نیزہ بازی بھی ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل حبشہ کو اپنی مبارک مسجد میں نیزہ بازی کی اجازت مرحمت فرمائی اور اپنی اہلیہ مطہرہ حضرت عائشہ کو انکی یہ نیزہ بازی دیکھنے کی اجازت بھی دی۔

ھ۔ شہسواری :۔

مباح کھیلوں میں شہسواری بھی ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر وہ چیز جس میں اللہ کا ذکر نہ ہو، وہ کھیل کود اور بھول ہے۔ سوائے چار چیزوں کے۔ تیر اندازی کے دونوں نشانوں کے درمیان دوڑنا۔ اپنے گھوڑے کی تربیت کرنا

اپنی بیوی سے دل لگی کرنا اور تیراکی سیکھنا۔ (طبرانی)

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اپنی اولاد کو تیرنا اور تیر اندازی سکھاؤ۔ اور انھیں اس کا حکم دو کہ وہ گھوڑے کی پشت پر کود کر سوار ہونا سیکھیں۔

د ۔ شکار کھیلنا:۔

جائز و مباح اور نفع بخش وہ کھیل جنھیں اسلام نے برقرار رکھا ہے ان میں سے دریا اور خشکی کا شکار بھی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا (مائدہ)	حلال ہوا تمھارے لئے دریا کا شکار اور دریا کا کھانا، تمھارے اور سب مسافروں کے فائدہ کے واسطے۔ اور شکار جنگل کا تم پر حرام ہوا جب تک کہ تم احرام میں رہو۔ (ترجمہ ج ۲ ص ۲۴۲)

شکار کی مزید تفصیل اصل کتاب میں موجود ہے۔ بغرض اختصار ہم نے نقل نہیں کیا۔

۴۔ اندھی تقلید سے بچانا:۔

وہ اہم امور جن کا تربیت کرنے والوں کو بہت اہتمام کرنا چاہئے ان میں سے یہ بھی ہے کہ بچے کو بلا سوچے سمجھے اندھی تقلید اور بغیر غور و فکر کے دوسروں کی مشابہت اختیار کرنے سے بچائیں۔

اس لئے کہ اندھی تقلید، روحانی و نفسیاتی شکست اور خود پر اعتماد و بھروسہ نہ ہونے کی دلیل ہے۔ بلکہ انسان اپنی ذات و شخصیت کو اپنے پسندیدہ شخص کی

شخصیت ہی ختم و فنا کر دیتا ہے۔

اس لئے کہ بُرے اخلاق میں اندھی تقلید انسان کو یقینی طور سے ڈھیلے پن اور آزادی و بے راہ روی کی زندگی تک پہنچا دیتی ہے۔

اس لئے کہ اندھی تقلید ان لوگوں کو جو دوسروں کے طریقوں اور اخلاق کو اپناتے ہیں بہت سے دینی فرائض و واجبات اور معاشرتی ذمہ داریوں سے روک دیتی ہے اور اقتصادی تعمیر اور ثقافتی میدان میں بڑھنے سے مانع بن جاتی ہے

اس لئے کہ اندھی تقلید اخلاق کے بگاڑنے اور مردانگی ختم کرنے اور مختلف قسم کی بیماریوں کے پیدا کرنے اور عزت و شرافت اور پاکدامنی جیسے فضائل کی بیخ کنی کے اسباب میں سے ہے۔

چنانچہ جارج بالوشی اپنی کتاب "الثورۃ الجنسیۃ" میں لکھتے ہیں کہ ۱۹۶۲ء میں کنیڈی نے صاف صاف کہا کہ امریکہ کا مستقبل خطرے میں ہے۔ اس لئے کہ اس کے نوجوان بے راہ روی اور جنسی جذبات میں غرق ہیں۔ وہ ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے جو اُن پر ڈالی گئی ہیں۔ ہر وہ سات نوجوان جو فوج میں بھرتی ہونے آتے ہیں، ان میں سے چھ بھرتی کے قابل اس لئے نہیں ہوتے کہ وہ جن جنسی کھیلوں میں مستغرق رہے ہیں انھوں نے ان کی نفسیاتی و جسمانی صلاحیت کو ختم کر دیا ہے۔

اس لئے اسلام نے دوسروں کی مشابہت سے روکا اور اندھی تقلید سے منع کیا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔ وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے دوسروں کے ساتھ مشابہت اختیار کی۔ یہود و نصاریٰ کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو۔ (ترمذی)

نیز ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہی میں شمار ہوگا۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ کی لعنت ہو ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت اختیار کرتی ہیں۔ (بخاری)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں کا کوئی شخص ہر ایک کے رائے کی پیروی کرنے والا نہ بنے اور نہ یہ کہے کہ میں تو لوگوں کے ساتھ ہوں، اگر لوگ اچھا کریں گے تو میں بھی اچھا کروں گا اور اگر لوگ برا کریں گے تو میں بھی برا کروں گا بلکہ اپنے آپ کو قابو میں رکھو۔ اگر لوگ اچھا سلوک کریں تو تم بھی اچھا سلوک کرو اور اگر لوگ برائی کریں تو تم ان کی برائی کا بدلہ اچھائی سے دو۔ (ترمذی)

پس یہ احادیث نبویہ جن امور سے منع کر رہی ہیں وہ سب اس طرف رہنمائی کر رہی ہیں کہ انسان اپنے کردار، اخلاق، عادات اور لباس میں ان امور کی وجہ سے جو ہم نے ابھی ابھی ذکر کئے دوسروں کی تقلید سے بچے۔

لیکن ایسی چیزوں میں تقلید و اتباع کرنا جو امت اسلامیہ کے لئے علمی طور سے مفید ہوں، مثلاً علم طب و ہندسہ و فزکس وغیرہ سے فائدہ اٹھانا اور ایٹم اور جدید جنگی وسائل کے اسرار وغیرہ معلوم کرنا تو سب کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے اس لئے کہ یہ امور اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان مبارک کے تحت داخل ہیں۔

وَاَعِدُّوا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ۔ (انفال ۶۰) اور تیاری کرو ان کی لڑائی کے واسطے جو کچھ جمع کر سکو قوت سے۔

اور اسی طرح درج ذیل حدیث کا مضمون بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے

جسے ترمذی وعسکری نے روایت کیا ہے۔

الحکمۃ ضالۃ کل حکیم فاذا وجدھا فھو احق بھا۔ (ترمذی ص۴۸۵)	حکمت ودانائی کی بات حکیم کی گم شدہ چیز ہے وہ اسے جہاں بھی پائے وہی اس کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔

(تربیۃ الاولاد ص۹۴۵ ترجمہ ج ۲ ص۳۸۷)

اندھی تقلید کے مظاہر :-

عورتوں کا ایسا لباس زیب تن کر کے نکلنا جو عریانی کی طرح ہو، جس میں جسم کھلا ہوا ہو۔ نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے کہ ایسی عورتیں نہ جنت میں داخل ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو پاسکیں گی۔

موت وغیرہ مصیبت کے وقت عیسائیوں کی مشابہت میں سیاہ لباس پہننا۔

عام حالات اور غصے میں غیر اللہ کے نام کی قسم کھانا۔

غیر محرموں مثلاً دیور، چچازاد بھائیوں وغیرہ کے سامنے بے پردہ کھلے سرجانا۔

اخیر میں مؤلف تحریر فرمارہے ہیں کہ: ہپی ازم بے راہ روی کا شعار اور آزادی وبے لگامی کا نشان بن گیا ہے تو پھر بھلا کوئی بھی عقلمند یہ کہہ سکتا ہے کہ اسلام اپنے نوجوانوں کے لئے یہ پسند کرے گا کہ وہ بے راہ روی اور آزادی پسندوں کی تعداد میں اضافہ کریں اور ان کی جماعت کو بڑھائیں۔ جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یوں ارشاد فرمارہے ہیں :-

من کثر سواد قوم فھو منھم (ابو یعلی)	جو شخص کسی قوم کی تعداد میں اضافہ کرتا ہے وہ اسی میں شمار ہوتا ہے۔

کیا ہیپی پن اور کاندھوں تک بال بڑھانے میں عورتوں کے ساتھ مُسواکن مشابہت نہیں ہوتی ہے؟ حالانکہ اللہ تعالٰے تو ایسے مردوں پر لعنت بھیجتے ہیں جو عورتوں سے مشابہت اختیار کریں۔

اس لئے اے مربّی محترم! آپ یہ پوری کوشش کریں کہ آپ اپنے بچوں کے سامنے ان تمام گندے مناظر اور بے حیا شکل وصورتوں اور چھچھوری عادتوں کی برائیوں کو کھول کر رکھ دیں۔ نیز آپ پر لازم ہے کہ ان کو یہ یاد کرا دیں کہ اندھی تقلید کا مرض ان خطرناک امراض میں سے ہے کہ جو عزت وشرافت کو برباد کرنے اور اخلاق کو بگاڑنے کے اسباب میں سے بڑا سبب ہے۔

ممکن ہے کہ آپ کی اس محنت سے آپ کے جگر گوشے صحیح راستہ پر چلیں اور عقل وشعور سے کام لیں اور کسی قسم کی فتنہ انگیزی ان کو صحیح راستہ سے نہ ہٹا سکے اور نہ ان پر اپنا داؤ چلا سکے۔ (ترجمہ ج ۲ ص۲۹۰)

۵ ۔ بُرے ساتھیوں سے بچانا۔

بری صحبت بچے کے اخلاقی انحراف وبگاڑ کے بڑے اسباب میں سے ہے خصوصاً اگر بچہ کم سمجھ، بلید، ضعیف العقیدہ ہو تو بُروں کی صحبت سے جلد متأثر ہو جاتا ہے اور تھوڑے ہی وقت میں ان کی خسیس عادات وصفات میں رنگ جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جرم اس کی طبیعت اور انحراف اس کی عادت بن جاتا ہے پھر مربی کے لئے بہت مشکل ہوتا ہے کہ اس کو راہ راست پر لائے اور بدبختی کے گڑھے سے اس کو نکالے۔ اس کے متعلق مؤلف پہلے تفصیل سے لکھ چکے ہیں وہاں دیکھ لیا جائے۔ (ترجمہ ج ۲ ص۲۹۰)

۶۔ بُرے اخلاق سے بچانا:۔

مؤلف رح "اخلاقی تربیت کی ذمہ داری" اور "جسمانی تربیت کی ذمہ داری" کے سلسلہ میں بچوں کی خاص خاص بداخلاقیوں اور بیماریوں اور اس کے علاج کے متعلق بیان کرچکے ہیں لہٰذا ان کو وہاں مطالعہ فرمالیا جائے۔ خلاصہ کے طور پر وہ بداخلاقیاں وبیماریاں جن سے اپنے بچوں کو بچانا چاہیے مندرجہ ذیل ہیں:۔

جھوٹ بولنے کی عادت۔ چوری کی عادت۔ گالی گلوچ کی عادت۔ آزادی وبے راہ روی کی عادت۔ تمباکو نوشی کی عادت۔ مشت زنی کی عادت۔ منشیات ومسکرات کی عادت۔ زنا واغلام بازی کی عادت۔

علمائے تربیت واخلاق کے یہاں یہ طے شدہ بات ہے کہ مندرجہ بالا عادات بچے کے اخلاقی بگاڑ اور اس کے کردار کے خراب کرنے میں خطرناک کردار ادا کرتی ہیں۔ اس لئے اگر مربی حضرات بچوں کی نگرانی اور خیر خواہی میں اپنا صحیح کردار ادا نہیں کریں گے تو بچے لامحالہ ضلالت کے گڑھے میں گر جائیں گے اور تاریک وادیوں میں بھٹکتے رہیں گے۔ پھر ایسی صورت میں مصلح ومربی کے لئے یہ مشکل ہوگا کہ ان کو راہ راست پر لاسکے اور حق واہل حق سے رابطہ پیدا کرسکے۔

۷۔ حرام سے بچانا:۔

متنبہ کرنے کے سلسلہ میں ایک اہم امر یہ بھی ہے کہ بچوں کو حرام سے بچایا جائے اور اس سلسلہ میں ان کو خوب متنبہ کیا جائے۔

علمائے اصول نے حرام کی تعریف یہ کی ہے کہ حرام وہ ہے جس کے ترک کرنے کا

شریعت نے سختی سے حکم دیا ہو۔ اور اس کا ارتکاب کرنے والے کو آخرت یا دنیا کی سزا کا مستحق قرار دیا ہو۔ جیسے کہ قتل کرنا، زنا کرنا، شراب پینا، جُوا کھیلنا، یتیم کا مال کھانا کم ناپنا تولنا۔

اب ہم آپ کے سامنے اہم حرام چیزیں بیان کرتے ہیں تاکہ آپ کو بچوں کی تعلیم و رہنمائی میں آسانی ہو۔

الف۔ **کھانے پینے میں حرام چیزیں:۔**

مردار جانور، خون، خنزیر (سور) کا گوشت، اور وہ جانور جس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، اور وہ جس کو جھٹکا دیا گیا ہو، اور وہ جس کا گلا دبا دیا گیا ہو، اور وہ جس کو بلندی سے گرا کر مارا گیا ہو، اور وہ جسے درندے نے کھایا ہو، اور وہ جو بتوں کے لئے ذبح کیا گیا ہو۔ یہ سب حرام ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے
وَحُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ الخ (المائدہ)

مردار حرام جانوروں میں شریعت اسلامیہ نے مچھلی اور ٹڈی۔ اور خون سے کلیجی اور تلی کو مستثنیٰ کیا ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے لئے دو مردار مچھلی اور ٹڈی اور دو خون کلیجی اور تلی حلال کر دیئے گئے ہیں۔

مذکورہ بالا چیزیں جن کا تذکرہ ابھی کیا گیا ہے وہ سب عام حالات کے لئے ہیں لیکن مجبوری کی حالت اس سے مختلف ہے۔ اس لئے کہ ایسی صورت میں اس کا کھانا دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔

(۱) مزے لینے کے لئے اور شکم پروری کے لئے نہ ہو۔ (۲) ضرورت سے زائد نہ کھائے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ کے ارشاد پاک إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ الخ میں اس کا حکم موجود ہے۔

اس کی حکمت یہ ہے کہ انسانی زندگی کو بچایا جاسکے اور لوگوں کو مشقت وحرج میں نہ ڈالا جائے۔ اس لئے کہ شریعت مقدسہ میں تنگی نہیں ہے لاحرج فی الاسلام۔

اسی طرح شراب اور دوسری منشیات (نشہ آور) ومخدرات کا استعمال حرام ہے۔ تاہم بعض دواؤں میں ان کی حفاظت کیلئے جو ایک مخصوص مقدار میں الکحل وغیرہ ملایا جاتا ہے تو وہ مندرجہ شروط کے ساتھ جائز ہے۔

۱۔ اگر اس دوا کا استعمال نہ کیا جائے تو اس کی وجہ سے صحت پر خطرناک صورت پیش آنے کا خطرہ ہو۔

۲۔ اس کے علاوہ کوئی اور حلال وجائز دوا موجود نہ ہو۔

۳۔ اس دوا کو کوئی ماہر، تجربہ کار، دیندار مسلمان معالج تجویز کرے۔

اس قسم کی آسانی اور سہولت پیدا کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کے بنیادی احکامات مشقت کے دور کرنے اور فائدہ ومنفعت پہنچانے پر مبنی ہیں جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کا درج ذیل ارشاد مبارک ہے:۔

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ	پھر بھی جو شخص (بھوک سے بہت ہی) بیتاب ہو جائے بشرطیکہ نہ تو طالب لذت ہو اور نہ (قدر حاجت سے) تجاوز کرنے والا ہو، تو اس شخص پر کچھ گناہ نہیں ہوتا۔
(البقرۃ ۱۷۳)	

ب۔ لباس و پوشاک میں حرام چیزیں:۔

اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے یہ بھی ہے کہ مسلمان مناسب شکل وصورت میں لوگوں کے سامنے آئے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ط (الاعراف ۲۶)	اے آدم کی اولاد! ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا جو کہ تمہارے پردہ دار بدن کو بھی چھپاتا ہے اور موجب زینت بھی ہے۔

نیز ارشاد فرمایا:۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ۔ (اعراف ۳۱)	اے اولاد آدم! تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنے لباس پہن لیا کرو۔

لیکن یہ بھی یاد رہے کہ ان مباح زیب وزینت میں اعتدال ومیانہ روی کے دامن کو نہ چھوڑا جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَالَّذِيْنَ إِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ہ (الفرقان ۶۷)	اور (طاعات مالیہ میں ان کا یہ طریقہ ہے کہ وہ جب خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں۔ اور ان کا خرچ کرنا اس (افراط وتفریط) کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کھاؤ پیو، پہنو اور صدقہ کرو بغیر کسی اسراف اور تکبر کے۔ (بخاری)

اسلام نے مسلمانوں کو نظافت اور صفائی ستھرائی پر ابھارا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، نظافت (صفائی) اختیار کرو اس لئے کہ اسلام صاف ستھرا دین ہے۔ (ابن حبان)

نیز اسلام نے جمعہ وعیدین میں نظافت وآراستگی پر ابھارا اور آمادہ کیا ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مالدار صحابی سے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ نے تمہیں مال دیا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اثر تم پر ظاہر ہونا چاہئے۔

نیز اسلام نے سر اور داڑھی کے بالوں کی اصلاح کا حکم دیا ہے۔ اسلام نے محض یہ چیزیں مباح و جائز قرار دینے پر اکتفا نہیں فرمایا۔ بلکہ ان کو اختیار کرنے کا انسان سے مطالبہ کیا ہے۔ اور جن لوگوں نے ان کو حرام کیا ہے ان پر نکیر فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ۔ (الاعراف ۳۲)

آپ فرما دیجئے کہ اللہ کے پیدا کئے ہوئے کپڑوں کو جن کو اس نے اپنے بندوں کے لئے بنایا ہے اور کھانے پینے کی حلال و طیب چیزوں کو کس نے حرام قرار دیا ہے۔

بعض چیزوں کے استعمال سے ممانعت :۔

۱۔ مردوں پر سونا و ریشم کا حرام ہونا۔

حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم کا ایک ٹکڑا اپنے داہنے ہاتھ میں لیا اور سونے کو بائیں ہاتھ میں۔ اور ارشاد فرمایا۔ یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں اور ان کی عورتوں کے لئے حلال ہیں۔ ہاں اگر کوئی اور کپڑا نہ ہو تو اس سے شرمگاہ چھپانا جائز ہے۔ (ابوداؤد)

مردوں کے لئے چاندی کی انگوٹھی پہننا جائز ہے۔ جس کی مقدار میں حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو۔ اور اچھا یہ ہے کہ اس کو بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی (چھنگلیا) میں پہنے۔

ف : مگر افسوس کہ اس امر میں جائز ناجائز کا خیال نہیں کیا جاتا۔ بلکہ بعض لوگ تو دو دو انگوٹھی پہنتے ہیں۔ اور بعض سونے کی انگوٹھی پہنتے ہیں جو بالکل حرام ہے۔ (ق)

۲۔ عورت و مرد کے لئے ایک دوسرے کی مشابہت حرام ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مردوں پر لعنت بھیجی ہے جو عورتوں سے مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ایسی عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔

نیز ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ عورتیں ہم سے نہیں جو مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کریں۔ اور نہ وہ مرد جو عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کریں۔ (امام احمد)

ہمارے نوجوان مردوں اور عورتوں میں ایک دوسرے سے مشابہت اور اندھی تقلید کا مرض بہت عام ہو گیا ہے اس لئے تربیت کرنے والے حضرات کو چاہیے کہ اس مرض کا بہت عمدہ اسلوب سے علاج کریں۔

۳۔ ریاکاری اور تکبر کے لئے کپڑا پہننے کی حرمت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص ریاکاری کے لئے لباس پہنے گا اللہ تعالےٰ قیامت کے دن اس کو ذلت و رسوائی کا لباس پہنائیں گے۔

(امام احمد، ابوداؤد، نسائی)

ریاکاری کے کپڑوں سے مراد یہ ہے کہ انسان قیمتی اور شاندار لباس بڑائی کے اظہار اور فخر و مباہات کے لئے پہنے۔ تو ظاہر ہے یہ دکھاوا تکبر واکڑ پیدا کرتا ہے اور اللہ تعالےٰ متکبر شخص کو پسند نہیں فرماتے

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ، جو شخص تکبر کی وجہ سے لباس کو گھسیٹ کر چلتا ہے اللہ تعالےٰ قیامت کے روز اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائیں گے۔ (بخاری، مسلم)

اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے لباس پوشاک، کھانے پینے اور گھر کے سازوسامان میں اعتدال اور میانہ روی اختیار کریں۔ تاکہ کبر و بڑائی کا تسلط اور اترانے کے جذبہ کا غلبہ نہ ہو۔

۴۔ اللہ کی خلقت کو بدلنا حرام ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گودنے والی اور گدوانے والی اور دانتوں کو باریک کرنے والی اور دانتوں کو باریک کرانے والی پر لعنت بھیجی ہے۔ (مسلم)

اس لئے کہ اس میں انسان کو عذاب دینا اور اللہ کی خلقت میں تغییر و تبدیل ہوتی ہے اور اللہ کے فیصلہ و تقدیر پر عدم رضا کا اظہار ہوتا ہے۔ اور قرآن کریم نے اس تغییر و تبدیل کو شیطانی اثر قرار دیا ہے جس کے ذریعہ وہ اپنے پیروکاروں کو گمراہ کرتا ہے۔

وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ اور ان کو سکھلاؤں گا کہ بدلیں اللہ کی بنائی ہوئی صورتیں۔ (النساء ۱۱۹)

خوبصورتی کے لئے جو عمل جراحی کئے جاتے ہیں ان سے وہ آپریشن وغیرہ مستثنیٰ ہیں جو اس لئے کئے جاتے ہیں کہ اس کے ذریعہ انسان کو درد و الم سے بچایا جا سکے۔ مثلاً زائد انگلی یا غدود وغیرہ کا ٹنا یا جن کے کاٹنے کا شریعت نے حکم دیا ہے۔ مثلاً بالوں کا کاٹنا، ناخنوں کا تراشنا، موئے زیر ناف و بغل کو کاٹنا۔ تاکہ لوگوں سے مشقت دور ہو اور صفائی ستھرائی حاصل ہو۔ (ترجمہ ج ۲ صفحہ ۳۱)

۵۔ ڈاڑھی مونڈنے کی حرمت۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مونچھیں کاٹو اور ڈاڑھی بڑھاؤ۔ اور آتش پرستوں کی مخالفت کرو۔ (مسلم)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ڈاڑھی بڑھاؤ، مونچھیں کترواؤ اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو۔ (امام احمد)

اس کے علاوہ اور حدیثوں میں ڈاڑھی بڑھانے کے سلسلہ میں نہایت تاکیدی کلمات وارد ہوئے ہیں، جن کی بنا پر چاروں ائمہ کے نزدیک ڈاڑھی کا بڑھانا واجب اور اس کا منڈوانا حرام ہے۔

ہاں اگر ڈاڑھی ایک مشت سے زائد ہو جائے تو حضرات حنفیہ کے نزدیک اس زائد کا کترنا مسنون ہے۔ (ماخوذ از شامی ج ۵ ص ۲۵۹ کتاب الحظر والاباحۃ)

جیسا کہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ "الطرائف والظرائف" میں تحریر فرماتے ہیں:۔

فائدہ: روی الترمذی عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یاخذ من لحیتہ طولا و عرضا وصاحب مفاتیح وغرائب در آخر این حدیث لفظ اذا زاد علی قدر القبضۃ نیز نقل کردہ اند۔ یعنی "مفاتیح وغرائب" میں اس حدیث کے آخر میں یہ لفظ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ڈاڑھی مبارک سے طولاً وعرضاً کترتے تھے جبکہ قبضہ (مشت) کی مقدار سے زائد ہو جاتی۔ (الطرائف والظرائف)

نیز بخاری شریف میں ہے کہ:۔

"وکان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض علی لحیتہ فما فضل اخذہ۔"

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرہ سے فارغ ہوتے تھے تو اپنی ڈاڑھی کو مٹھی سے پکڑ لیتے تھے اور جو حصہ (اس مٹھی سے) زائد ہوتا تھا

اسس کو کاٹ دیتے تھے۔

(بخاری شریف ج ۲ صـ۸۷۵ کتاب اللباس)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی مقدار قبضہ سے زائد کاٹ دیتے تھے

(حاشیہ بخاری شریف ج ۲ صـ۸۷۵)

اس سے ثابت ہوا کہ ڈارھی کی مقدار مسنونہ ایک مشت ہے۔ لہذا اس سے کم کرنا اور خشخشی ڈارھی رکھنا از روئے شرع جائز نہیں ہے۔

(از فتاوی رحیمیہ ج ۶ صـ۲۴۳)

لہذا ان احادیث نبویہ اور فقہی نصوص سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ ڈارھی کا مونڈنا حرام ہے۔ اللہ تعالٰے ہمارے نوجوانوں کو سیدھا راستہ دکھائے۔ آمین!

۶۔ سونے چاندی کے برتنوں کا حرام ہونا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص چاندی سونے کے برتن میں کھاتا پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ انڈیلتا ہے۔

امام بخاری رح حضرت حذیفہ رض سے روایت کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے منع فرمایا ہے اور ہمیں ریشم اور ریشمی کپڑے پہننے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے اور یہ فرمایا کہ وہ دنیا میں کافروں کے لئے ہے اور ہمارے لئے آخرت میں ہے۔

اسس کی حکمت یہ ہے کہ مسلمانوں کے گھرانے کو مذموم عیش و عشرت کے اسباب اور مبغوض بڑائی اور تکبر کے مظاہرے سے پاک رکھا جائے۔

(ترجمہ ج ۲ صـ۳۱۲)

۷۔ تصویروں اور مورتیوں کی حرمت :-

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز سب سے سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔ (بخاری، مسلم)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ یہ تصویریں بناتے ہیں ان کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا۔ اور ان سے کہا جائے گا کہ جو تم نے بنایا ہے اس کو زندہ کرکے دکھاؤ۔ (بخاری، مسلم)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔ (بخاری، مسلم)

یہ احادیث مجموعی حیثیت سے نہایت وضاحت کے ساتھ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ تصاویر، مورتیاں حرام ہیں۔ خواہ وہ مجسمے کی شکل میں ہوں یا نہ ہوں۔ اور خواہ وہ فوٹو گرافی کے ذریعہ ہوں یا بغیر اس کے۔ اور خواہ ان کو تحقیر و تذلیل کے طور پر بنایا گیا ہو یا احترام و اکرام کے لئے۔ اس لئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی صفت خلق کا مقابلہ ہے۔

ہاں تصاویر ممنوعہ سے درختوں اور ان چیزوں کی تصویریں مستثنیٰ ہیں جن میں جان نہ ہو۔ اس لئے کہ حضرت ابن عباس رضؓ نے ایک مصوّر کو جب تصویر بنانے کی وعید سنائی تو وہ گھبرا گئے۔ تو فرمایا کہ تمھیں کیا ہو گیا ہے اگر تم تصویر بنانا ہی چاہتے ہو تو پھر درختوں اور ایسی چیزوں کی تصاویر بناؤ جو غیر جاندار ہیں۔

رہیں کیمرے وغیرہ کی تصاویر و فوٹو تو یہ قطعی و صریح نصوص و ادلہ کی وجہ سے بالکل ناجائز ہے۔ مگر یہ کہ مجبوری یا ضرورت ہو۔ جیسے شناختی کارڈ یا پاسپورٹ یا مشکوک لوگوں اور مجرموں کی تصویر کشی۔ یا کسی وضاحت وغیرہ کے لئے لٹریچر کو

وسیلہ بنایا جائے تو یہ اس عمومی قاعدہ کے تحت داخل ہے جس میں یہ آتا ہے کہ الضرورات تبیح المحظورات یعنی ضرورت ممنوع چیزوں کو مباح کر دیتی ہے ۔

ہاں اس جانب بھی اشارہ ضروری ہے کہ بہت سے وہ گھرانے جو اسلام کے دعوے دار ہیں، ان کے گھروں میں بڑی بڑی تصویریں اس دلیل کے تحت آویزاں ہیں کہ یہ باپ دادا یا خاندان کی یادگار ہیں اور اس کو جاندار مورتیوں سے مزین کر کے گھر میں ادھر ادھر رکھا جاتا ہے۔ اور اسی طرح ایسے قالین دیواروں پر لگائے جاتے ہیں جن پر تصویریں بنی ہوتی ہیں۔ یہ سب زمانۂ جاہلیت کے کام ہیں بلکہ اس بت پرستی کے آثار ہیں جس کی اسلام نے بیخ کنی کی ہے۔

اس لئے والدین و مربیوں کو چاہئے کہ وہ اپنے گھروں کو ان ناجائز و حرام چیزوں سے صاف ستھرا رکھیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو اور ان لوگوں میں شامل ہوں جن کو اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیت میں بیان فرمایا ہے :۔

وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُولَ	اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا مان لے گا
فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِينَ اَنْعَمَ	تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہوں گے
اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ	جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء
وَالشُّهَدَاءِ وَالصّٰلِحِينَ وَحَسُنَ	اور صدیقین اور شہداء اور صلحاء اور یہ
اُولٰٓئِكَ رَفِيقًا ۞ (النساء ۶۹)	حضرات بہت اچھے رفیق ہیں ۔

ج ۔ زمانۂ جاہلیت کے ناجائز عقیدے ۔

غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے غیب پر مطلع کرتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے :۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ ۔ (الجن ۲۶ ـ ۲۷)

وہی غیب کا جاننے والا ہے۔ سو وہ (ایسے) غیب پر کسی کو بھی مطلع نہیں کرتا ہاں البتہ کسی برگزیدہ پیغمبر کو۔

لہٰذا جو شخص حقیقی غیب جاننے کا دعویٰ کرتا ہے وہ اللہ اور حقیقت اور لوگوں پر جھوٹ باندھتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:۔

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ ۝ (النمل ۶۵)

آپ کہہ دیجئے کہ آسمانوں اور زمین میں جتنی مخلوق موجود ہے کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا بجز اللہ کے۔ اور نہ وہ یہ جانتے ہیں کہ وہ کب دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟

اس عقیدہ کی بناء پر اللہ تعالےٰ نے درج ذیل عقیدوں کو ناجائز قرار دیا ہے۔

(۱) کاہنوں کی تصدیق کرنا حرام ہے۔

اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

مَنْ اَتٰی عَرَّافًا فَسَأَلَهٗ عَنْ شَیْءٍ فَصَدَّقَهٗ بِمَا قَالَ لَمْ تُقْبَلْ لَهٗ صَلٰوةٌ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا ۔ (مسلم)

جو شخص کسی نجومی کے پاس جاکر اس سے کسی چیز کے بارے میں دریافت کرے اور اس کی بات کی تصدیق کرے تو اسکی چالیس روز کی نماز قبول نہ ہوگی۔

(۲) تیروں سے فال نکالنے کی حرمت۔

اس لئے کہ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ

اے ایمان والو (بات یہی ہے کہ) شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر

وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (المائدہ ۹۰)
(یہ سب) گندے شیطانی کام ہیں سو ان سے بالکل الگ رہو۔ تاکہ تم کو فلاح ہو۔

اس لئے دین اسلام نے تیروں سے فال نکالنے کو حرام قرار دیا ہے اور اسے شرک بتلایا ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ استخارہ کی تعلیم دی ہے۔ اس کی دعا اور اس کا طریقہ ہم اس سے قبل بیان کر چکے ہیں۔ لہذا اسے وہاں دیکھ لیا جائے۔

(۳) سحر و جادو کی حرمت۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، سات تباہ کن چیزوں سے بچو۔ صحابہؓ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! وہ کیا ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا۔ جادو کرنا۔ اس نفس کو قتل کرنا جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ سود کھانا۔ یتیم کا مال کھانا۔ جنگ کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگنا۔ اور سیدھی سادی پاکدامن مومن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔ (بخاری، مسلم)

بعض فقہائے کرام نے جادو کو کفر یا کفر تک پہنچانے کا ذریعہ شمار کیا ہے اور بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ معاشرے کو ایسے لوگوں کی گندگی سے بچانے کے لئے جادوگر کو قتل کرنا واجب ہے۔ تاکہ امت مسلمہ کے عقیدے کو فساد و زیغ اور گمراہی سے بچایا جا سکے۔

(۴) غیر اللہ کے نام کے تعویذ گنڈوں کی حرمت۔

امام احمد و حاکم حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ دس آدمیوں کا ایک قافلہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان میں سے نوؑ کو آپ نے بیعت فرما لیا اور ایک آدمی کو بیعت کرنے سے رک گئے۔ لوگوں نے آپ سے اس بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اس کے بازو پر ایک تعویذ بندھا ہوا ہے۔ پھر اس شخص نے وہ تعویذ اتار پھینکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی بیعت فرمایا

اور فرمایا:۔

من علق تمیمۃ فقد اشرک　　　جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا

یہاں تعویذ سے مراد وہ تعویذ ہے جو شرکیہ کلمات یا غیر اللہ سے استعانت یا مبہم الفاظ پر مبنی ہو، یہ منع ہے۔ لیکن اگر تعویذ میں صاف ستھری عبارتیں یا اس کا ترجمہ یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول دعائیں یا قرآن پاک کی آیتیں و سورتیں لکھی جائیں مثلاً سورہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ وغیرہ لکھی جائیں تو بعض فقہاء کے یہاں اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح ایسی حدیثوں یا آیتوں کو اور دعاؤں کو پڑھ کر پھونکنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ مثلاً بیمار یا جس پر جنوں کا اثر ہو، یا سانپ بچھو نے ڈس لیا ہو، تو اس پر معوذتین یا سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کرنا یا ہاتھ پر دم کر کے ہاتھ پھیرنا۔

امام نووی اور حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ اگر تین باتوں کا خیال رکھا جائے تو دم کرنا باتفاق سب کے یہاں جائز ہے۔

(۱) اللہ کے کلام یا اللہ کے اسماء و صفات کے ذریعہ ہو۔ (۲) عربی زبان یا کسی دوسری زبان میں ہو لیکن اس کے معنی و مطلب معلوم ہوں۔ (۳) یہ عقیدہ رکھا جائے کہ یہ دم کرنا خود اپنے طور پر مؤثر نہیں ہو سکتا بلکہ اصل اثر اور فائدہ دینے والا اللہ ہے۔

وہ تعویذ جو ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائے ہیں وہ ہیں جو امام بخاری حضرت عبداللہ بن عباس رض سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن و حسین کی حفاظت کے لئے یہ دعا پڑھا کرتے تھے:۔

اُعِیْذُکُمَا بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ　　میں تمھاری حفاظت کی دعا کرتا ہوں اللہ کے

من کل شیطان و هامة — ان کلمات کے ذریعہ جو کامل و مکمل ہیں ہر
ومن کل عین لامة — شیطان و موذی جانور سے اور نگاہ بد لگانے
والی آنکھ سے۔ (ترجمہ ج ۲ صفحہ ۳۲)

۵۔ بدشگونی کی حرمت :-

بزاز وطبرانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔

لیس منا من تطیر او — وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو بدشگونی لے
تطیر لہ۔ — یا جس کے لئے بدشگونی لی جائے۔

زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کوؤں، الوؤں کی آوازوں اور پرندوں کے داہنے بائیں جانب سے گزرنے سے بدشگونی لیا کرتے تھے اور یہ چیزیں انھیں دنیا کے بہت سے کاموں سے روک دیا کرتی تھیں۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اس سے روک دیا اور یہ واضح فرمادیا کہ کسی فائدہ بخش چیز کے حصول یا نقصان دہ چیز اور اس کے ضرر کو دور کرنے میں ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ بلکہ اثر وتاثیر صرف اور صرف اللہ کے دست قدرت ہی میں ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اذا تطیرتم فامضوا وعلی اللہ فتوکلوا۔ — جب تم بدشگونی لو تو وہ کام ضرور کر لیا کرو اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر لیا کرو۔

یہ نصوص واضح کرتی ہیں کہ وقت یا جگہ یا کسی حیوان سے شگون لینا اسلام سے کوئی تعلق نہیں رکھتا اور شریعت میں یہ بدشگونی لینا حرام ہے۔ مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس لئے مسلمان کو چاہئے کہ اپنی منزل مقصود کی طرف رواں دواں رہے اور اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسہ رکھے۔

(د) کمائی و روزگار میں حرام چیزیں :-

جس وقت اللہ تعالےٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تھا اس وقت زمانۂ جاہلیت میں خرید و فروخت اور مالی معاملات کی مختلف قسمیں رائج تھیں۔ آپ نے ان میں سے بعض کو برقرار رکھا جو شریعت اسلامیہ کے اصول و قواعد کے خلاف نہ تھیں، اور بعض سے روک دیا جو افراد و جماعتوں کی مصلحت کے خلاف تھیں۔

کاروبار میں جو نہایت اہم حرام چیزیں ہیں وہ درج ذیل ہیں :-

۱۔ حرام چیزوں کی فروخت۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

ان اللہ اذا حرم شیئا حرم ثمنہ — اللہ تعالےٰ جب کسی چیز کو حرام قرار دیتے ہیں تو اس کی قیمت کو بھی حرام کر دیتے ہیں (امام احمد، ابو داؤد)

لہٰذا شراب اور جاندار چیزوں کی مورتیاں اور سور اور گانے بجانے کے سامان کی تمام اقسام اور صلیبوں اور لاٹری کے پرچوں وغیرہ کی خرید و فروخت اسلام کی نظر میں حرام ہے۔

۲۔ دھوکہ والی بیع :-

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ، مچھلی کو پانی میں ہوتے ہوئے نہ خرید و اس لئے کہ اس میں دھوکہ کا احتمال ہے (اس طور پر کہ فروخت کرنے والا اسے پکڑ کر خریدار کے حوالہ نہ کر سکے) نیز اس وجہ سے کہ دھوکہ دہی کی وجہ سے اقتصادی مصالح کو نقصان پہنچتا ہے۔ اور تاجروں اور کاروبار کرنے والوں میں عدم اعتماد کی فضا پیدا ہوتی ہے۔

۳۔ غبن اور قیمت بڑھانے کی بنیاد پر فروخت :۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لاضرر ولاضرار یعنی نہ نقصان اٹھاؤ اور نہ نقصان پہنچاؤ۔ (مسند احمد)

اسلام دراصل یہ چاہتا ہے کہ تجارتی معاملات میں لوگوں کو خود مختار اور آزاد چھوڑ دے۔ تاکہ ضرورت اور حالات کے اعتبار سے اقتصادی زندگی عمدگی سے چلتی رہے اور کاروباری زندگی میں تجارت رواں دواں رہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چیزوں کے دام بہت چڑھ گئے تو صحابہ رضی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہمارے لئے نرخ مقرر کر دیجئے۔ تو اس حریت و آزادی کو برقرار رکھنے کے لئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالٰی ہی بھاؤ و نرخ مقرر کرنے والا اور روکنے والا، کشادگی پیدا کرنے والا اور رزق دینے والا ہے۔ اور میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اللہ تعالٰی سے ایسی حالت میں ملوں کہ تم میں سے کوئی شخص مجھ سے مال یا جان کے بارے میں کسی ظلم و زیادتی کا مطالبہ نہ کرے۔ (مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی)

لیکن اگر بازار میں فرضی عوامل کا عمل دخل ہو جائے اور ضروریات زندگی کی ذخیرہ اندوزی ہونے لگے اور لوگ حالات سے ناجائز فائدہ اٹھانے لگیں تو معاشرے کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے نرخ مقرر کرنا اور اس کا کنٹرول کرنا درست ہے تاکہ قوم کے افراد کو ذخیرہ اندوزوں سے بچایا جا سکے۔ (ہدایہ)

۴۔ ذخیرہ اندوزی کی بنیاد پر فروخت :۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص چالیس رات تک غلہ کی ذخیرہ اندوزی کرے گا وہ اللہ تعالٰی سے بری ہوا اور اللہ تعالٰی اس سے بری ہوا۔

ذخیرہ اندوزی کا مطلب یہ ہے کہ تاجر ایسی چیز جمع کرے جس کی لوگوں کو سخت

ضرورت ہو. تاکہ مناسب وقت پر حسب منشاد ام وصول کر سکے۔

۵۔ دھوکہ دہی سے فروخت کرنا :۔

چنانچہ مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک صاحب کے پاس سے گزرے جو غلہ فروخت کر رہے تھے. آپ کو غلہ اچھا معلوم ہوا۔ آپ نے غلہ کے ڈھیر میں ہاتھ مارا تو اس میں نمی محسوس ہوئی۔ آپ نے فرمایا اے غلہ والے یہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا یہ بارش سے بھیگ گیا ہے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اس بھیگے ہوئے غلہ کو اوپر ی حصہ میں کیوں نہیں رکھا؟ کہ لوگ اسے دیکھ لیتے۔ جس نے ہمیں (یعنی مسلمانوں کو) دھوکہ دیا وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے۔

دھوکہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کو اس کی حقیقت کے خلاف اس طرح ظاہر کیا جائے جس کا علم خریدار کو نہ ہو۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ کوئی چیز فروخت کرے مگر یہ کہ اس میں جو عیب ہو وہ بیان کر دے۔ اور جو عیب جانتا ہو اس کے لئے یہ حلال نہیں کہ وہ عیب کو چھپائے۔ (حاکم، بیہقی)

حرمت میں اس وقت اور شدت آجاتی ہے جب اپنے دھوکہ کی تائید جھوٹی قسم کے ساتھ کرے۔ جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے منع فرمایا ہے

دھوکہ دہی کی اقسام میں سے کم تولنا اور کم ناپنا بھی ہے۔ جس کی مذمت اللہ تعالیٰ نے وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ میں فرمائی ہے۔ (ترجمہ ص ۳۲۵/۲)

۶۔ چوری و ڈاکہ کا مال خریدنا :۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے چوری کی کوئی چیز خریدی اور اس کو معلوم بھی ہو کہ وہ چیز چوری کی ہے تو وہ خریدار بھی اس گناہ اور عار میں

شریک ہوگیا۔

اس قسم کی خرید و فروخت کے حرام کرنے کا مقصد حرام کمائی کے دائرے کو تنگ کرنا اور معاشرے کے افراد کو جرم اور مجرموں کی بیخ کنی کی ذمہ داری اٹھانے میں شریک کرنا ہے۔

۷۔ سود کے ذریعہ کمانا:۔

اللہ تعالٰی ارشاد فرماتے ہیں :۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ٭ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ٭ (البقرہ ۲۷۹)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا بقایا ہے اس کو چھوڑ دو، اگر تم ایمان والے ہو۔ پھر اگر تم اس پر عمل نہ کروگے تو اللہ کی طرف سے جنگ کا اعلان سن لو اور اس کے رسول کی طرف سے (یعنی تمہارے خلاف جہاد ہوگا) اور اگر تم توبہ کر لوگے تو تم کو تمہارے اصل اموال مل جائیں گے۔ نہ تم کسی پر ظلم کرنے پاؤگے اور نہ تم پر کوئی ظلم کرنے پائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ نے سود کھانے والے، اس کے کھلانے والے، اس کے لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت بھیجی ہے اور فرمایا کہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔

دین اسلام نے سود کو جو حرام کیا ہے یہ حرمت ہر قسم کے سودی کاروبار کو شامل ہے خواہ اُدھار کا سود ہو یا زیادتی والا، خواہ سود مال بڑھانے والا ہو یا کم کرنے والا۔ خواہ سود تھوڑے فائدے والا ہو یا زیادہ فائدے والا۔ سود کی

یہ تمام اقسام سود کی حرمت کے اس مندرجہ ذیل فرمان الٰہی کے تحت داخل ہیں :-

أَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا　　اللہ نے سوداگری کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے (البقرہ ۲۷۵)

جائز کمائی کے بعض طریقے :-

۱۔ مضاربت کی اجازت : اسلام نے تجارت میں شرکت کی اجازت دی ہے۔ جس میں سرمایہ ایک شخص کا ہوتا ہے اور کام دوسرا آدمی کرتا ہے اور آپس میں طے شدہ مقدار کے مطابق نفع ان دونوں آدمیوں کے درمیان مشترک ہوتا ہے اور نقصان ہونے کی صورت میں نقصان پہلے نفع کی رقم سے پورا کیا جائیگا پھر بھی اگر نقصان بچ رہا ہو تو وہ سرمایہ دار کا ہوتا ہے اور محنت کرنے والا اس خسارہ میں کسی بھی حصہ کا ذمہ دار نہیں ہوتا اس لئے کہ اس نے اپنی محنت صرف کی ہے۔

۲۔ بیع سلم کی اجازت : اس میں نقد کو ادھار کے بدلے بیچا جاتا ہے۔ لہذا جس شخص کو پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ اپنی پیداوار کو موسم و سیزن پر دینے کے وعدہ پر مناسب دام کے بدلے بیچ دیتا ہے۔ جس کی شرائط فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

۳۔ ادھار پر بیچنا : اس میں نقد بیچنے کی بہ نسبت قیمت بڑھا کر بیچا جاتا ہے اسلام نے لوگوں کی ضروریات کو دیکھتے ہوئے اور انھیں سودی معاملات سے بچانے کے لئے اس قسم کی خرید و فروخت کی اجازت دی ہے۔

۴۔ قرض حسنہ دینے والے اداروں کے قائم کرنے پر ابھارنا، خواہ یہ قرض افراد کے پیمانہ پر دیا جائے یا جماعتوں یا حکومت کے پیمانہ پر دیا جائے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ قوم کے افراد میں ایک دوسرے کا بوجھ برداشت کرنے کی صلاحیت پیدا ہو۔

۵۔ زکوٰۃ، خیرات کے ادارے قائم کرنا۔ جس کا کام یہ ہو کہ محتاج قرضداروں،

غریبوں، مسکینوں اور مسافروں کو اتنا روپیہ پیسہ دے دیا جائے جس سے انکی حاجت پوری ہو اور باہمی امداد ہو سکے اور ان کا معیار بلند ہو۔

یہ وہ اہم ابواب ہیں جو اسلام نے معاشرے کے ہر فرد کے سامنے کھول رکھے ہیں تاکہ اس کی امداد و اعانت ہو سکے اور اس کی انسانی کرامت و شرف کی حفاظت ہو اور وہ اپنی ضروریات پوری کر کے اپنے مقصود کو حاصل اور اپنی مصالح کی حفاظت کر سکے اور اس کی محنت اور جد وجہد بارآور ہو۔

رہا جُوا۔ تو اس کی بحث اس کتاب میں "حرام کھیل" کی بحث میں گزر چکی ہے ضرورت سمجھیں تو اس کو دیکھ لیں۔ (ترجمہ ج ۲ صفحہ ۴۲۵)

۸۔ دور جاہلیت کی ناجائز و حرام عادتیں:۔

آج کے دور میں زمانۂ جاہلیت کی بہت سی عادتیں مسلمانوں میں سرایت کر گئی ہیں اور اس پر مزید افسوس کی بات یہ ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:۔

۱۔ عصبیت کی بناء پر مدد کرنا:۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں بہت سے لوگ اپنی قوم اور قرابت داروں کی ہر صورت میں مدد کرتے ہیں خواہ وہ حق پر ہوں یا باطل پر۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا اِلٰى عَصَبِيَّةٍ وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَلٰى عَصَبِيَّةٍ وَلَيْسَ مِنَّا	وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی طرف بلائے اور وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت کی بناء پر جنگ کرے۔ اور وہ شخص

مَنْ مَاتَ عَلٰی عَصَبِیَّۃٍ — ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت کی بنیاد پر مرے۔
(سنن ابی داؤد) (ترجمہ ج صفحہ ۳۲۵)

۲۔ حسب نسب پر فخر کرنا:۔

جن لوگوں میں خیر و بھلائی کا وافر حصہ نہیں ہے ان سے حسب نسب پر فخر و بڑائی کا دعویٰ اکثر ہم سنتے رہتے ہیں۔ لیکن آپ ہی بتلایئے کہ اگر ایسے لوگ اسلامی راستے سے ہٹ جائیں تو پھر حسب نسب کی کیا قیمت اور قدر و منزلت رہ جاتی ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا؟

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ ۝ (المومنون ۱۰۱)

پھر جب صور پھونکا جائے گا تو اس روز نہ ان کے درمیان رشتے ناطے رہیں گے اور نہ کوئی کسی کو پوچھے گا۔

اور وہ خطبہ بھی سن لینا چاہئے جو حجۃ الوداع میں لوگوں کے بنیادی حقوق کے سلسلہ میں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے۔ سن لو کہ کسی عربی کو کسی عجمی پر، اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر اور نہ گورے کو کالے پر اور نہ کالے کو گورے پر کوئی فضیلت حاصل ہے، سوائے تقویٰ اور پرہیزگاری کے (سنن بیہقی)

۳۔ مرنے والوں پر نوحہ کرنا:۔

جن عادات کی اسلام نے بیخ کنی کی ہے ان میں مُردوں پر نوحہ کرنا بھی شامل ہے چنانچہ غم اور حزن و ملال کے اظہار میں غلو کرنا۔ مثلاً چہرے پر تھپڑ مارنا، گریبان پھاڑنا یہ سب زمانۂ جاہلیت کی حرکات اور اس کی موروثی عادات ہیں۔ جو شخص اس طرح سے اظہار غم کرتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے برأت کا اظہار فرمایا ہے

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لیس منا من لطم الخدود وشق الجیوب ودعا بدعوی الجاھلیۃ (بخاری)	وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو چہرے کو پیٹے اور گریبان پھاڑے اور زمانہ جاہلیت کے نعرے بلند کرے۔

لیکن چیخ وپکار کے بغیر اگر آنسو بہائے جائیں اور جزع فزع کے بغیر اگر دل میں حزن وملال ہو تو یہ بالکل جائز ہے۔ اس لئے کہ یہ اسلامی آداب اور انسانی وبشری طبیعت کے موافق ہے۔

نوحہ کے سلسلہ میں درج ذیل امور پر متنبہ ہونا ضروری ہے:۔

۱۔ کسی مسلمان مرد وعورت کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ سوگ اور حزن وملال کے لباس یا شعار کو استعمال کرے

۲۔ دوسروں کی اندھی تقلید میں میت کی نعش یا قبر پر پھولوں کی چادر چڑھانا بھی داخل ہے۔ اس لئے کہ یہ کافروں کا عمل ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ اس میں ناحق مال کو ضائع کرنا بھی داخل ہے۔ لیکن اگر قبر پر پھولوں کی چادر کے بجائے پھول دار درخت یا کوئی پودا لگا دیا جائے تو ایسا کرنا درست ہے۔ سنت نبوی سے اس کی تائید معلوم ہوتی ہے۔

۳۔ دوسروں کی مشابہت میں مرنے والے کی تصویر کا نعش پر رکھنا یا اس کا تعزیت یا سوگ والے گھر کے صدر مقام پر رکھنا بھی داخل ہے۔

۴۔ دوسروں سے مشابہت اور اندھی تقلید میں میت کی نعش کے پاس یا تعزیت والے گھر میں غمناک موسیقی اور گانا بجانا بھی داخل ہے۔

۵۔ تعزیت کے موقع پر، ناپسند کاموں میں سے سگریٹ نوشی اور دوسرے دل

میں اس کی تقسیم بھی شامل ہے۔ خصوصاً قرآن پاک کی تلاوت کے موقع پر۔ اس لئے کہ اس میں ایک جانب تو حرام چیز کا ارتکاب ہوتا ہے اور دوسری جانب قرآن پاک کی بے حرمتی ہوتی ہے۔

۶۔ میت کے دفن کرنے کے بعد جو منکرات رائج ہیں، ان میں قبروں کا پکا بنانا اور ان پر عمارت و قبے تعمیر کرنا بھی داخل ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پکا بنانے اور ان پر بیٹھنے اور ان پر تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ہاں! یہ مسنون ہے کہ قبر کے پاس کوئی علامت لگا دی جائے تاکہ انسان جب قبر پر جائے تو قبر کو پہچان سکے۔ جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے سرہانے ایک پتھر رکھ کر فرمایا تھا کہ میں اسے اپنے بھائی کی قبر کی پہچان کے لئے رکھ رہا ہوں۔

وہ ورثاء کس قدر نیک و صالح ہوں گے جو مرحوم کو ثواب پہنچانے کے لئے قبر کی تعمیر و تزئین میں خرچ کرنے والی رقم کو کسی مسجد و مدرسہ یا شفاخانہ قائم کرنے کے سلسلہ میں خرچ کر ڈالیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے (کہ ان کا اجر و ثواب ملتا رہتا ہے) صدقۂ جاریہ، یا ایسا علم جس سے نفع اٹھایا جائے یا نیک صالح اولاد جو اس کے لئے دعا کرتا رہے۔

(الادب المفرد للبخاری)

(تربیۃ الاولاد ص۹۹۳ ج ۲۔ ترجمہ ص۳۳۲ ج ۲)

فصل ثالث

تربیت سے متعلق چند ضروری تجاویز

آخیر میں تربیت کرنے والے حضرات کے سامنے تربیت سے متعلق چند تجاویز پیش کرنا چاہتا ہوں جو نہایت ضروری ہیں۔ ان تجاویز کو لکھ کر ہم تربیت کے وسائل کا ہر پہلو سے احاطہ کر لیں گے اور ساتھ ہی تربیت کرنے والوں کے سامنے بچے کی اخلاقی و جسمانی اور معاشرتی شخصیت سازی کے لئے نئے ابواب کھول دیں گے تاکہ وہ مذہب و دین اور قوم کے لئے نیک صالح انسان اور خاندان اور معاشرے کے لئے نفع بخش عضو بن جائے۔ (ترجمہ ج ۲ صفحہ ۳۳۹)

میرا خیال ہے کہ یہ تجاویز مندرجہ ذیل امور میں منحصر ہیں۔

۱۔ بچے کو اچھے دھندہ روزگار کا شوق دلانا۔

۲۔ بچے کی فطری صلاحیتوں کا خیال رکھنا۔

۳۔ بچے کو کھیل کود اور ورزش کے لئے موقع فراہم کرنا۔

۴۔ گھر، مسجد اور مدرسہ میں باہمی تعاون پیدا کرنا۔

۵۔ مربی و بچے کے درمیان رابطہ کا قوی اور مضبوط کرنا۔

۶۔ دن و رات تربیتی نظام کے تحت چلنا۔

۷۔ بچے کے لئے نفع بخش ثقافتی وسائل مہیا کرنا۔

۸۔ بچے میں ہمیشہ مطالعہ میں مشغول رہنے کا شوق پیدا کرنا۔

۹۔ بچے کو دین اسلام کی ذمہ داریوں کے احساس کا عادی بنانا۔

۱۰۔ بچے میں جہاد کی روح کا عمیق و گہرا کرنا۔

انشاء اللہ تعالیٰ اس فصل ثالث میں مذکورہ بالا تجاویز میں سے ہر تجویز پر مکمل بحث کی جائے گی۔ اور اللہ تعالیٰ ہی سیدھی راہ دکھانے والا ہے اور ہم اسی سے مدد و توفیق طلب کرتے ہیں۔

۱۔ بچے کو اچھے روزگار کا شوق دلانا۔

مربی پر اہم ترین ذمہ داری یہ ہے کہ بچے کو آزاد و خود مختار کام پر ابھارا جائے خواہ یہ صنعت وحرفت سے متعلق ہو، یا زراعت و کاشتکاری سے یا تجارت وکاروبار سے۔

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی آزاد و اپنے پسندیدہ خود مختار کام کیا کرتے تھے اور بعض ہنر وصناعت میں مہارت حاصل کرتے تھے اور اس طرح سے ان مقدس ہستیوں نے امتوں اور قوموں کے لئے آزاد ہنر اور کسب حلال میں ایک شاندار نمونہ چھوڑا ہے۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی بنانا سیکھا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں کشتی بنانے کا حکم دیا جیسا کہ سورۂ ہود میں وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا الخ (یعنی ہماری نگرانی میں کشتی تیار کرلو) میں مذکور ہے۔

اور حضرت داؤد علیہ السلام لوہے کا کام اور جنگ میں کام آنے والی زرہوں کے بنانے کے ماہر تھے۔ جیسا کہ سورۂ الانبیاء اور سورۂ سبا میں مذکور ہے۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آٹھ سال تک بکریاں چرانے کے لئے اپنے آپ کو حضرت شعیب علیہ السلام کے حوالہ کیا تھا تاکہ وہ اپنی صاحبزادی سے نکاح کردیں۔

اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے قبل بکریاں چرایا کرتے اور تجارت کرتے تھے۔

لہذا ان دلائل سے یہ بات ثابت ہوئی کہ پیشہ و حرفت اور کاریگری کو سیکھنا اور کام کاج نیز تجارت کرنا کمائی کا بہترین ذریعہ اور حلال چیزوں میں سے عظیم ترین چیز ہے۔ اس لئے کہ یہ انبیاء علیہم السلام کا پیشہ اور رسولوں کا کام ہے۔

خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

ان افضل الکسب کسب الرجل من یدہٖ۔ (امام احمد) — انسان کی بہترین کمائی اس کے اپنے ہاتھ کی کمائی ہے۔

نیز آپ نے ارشاد فرمایا

وان اللہ یحب العبد المحترف۔ (ترمذی) — اللہ تعالیٰ ایسے بندے کو پسند فرماتے ہیں جو پیشہ و حرفت والا ہو۔

نیز آپ نے ارشاد فرمایا۔ تم میں سے کوئی شخص رسی لے کر لکڑی کاٹ کر اپنی پیٹھ پر لائے، یہ اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے خواہ وہ اسے دیں یا نہ دیں۔ (بخاری)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ — دوسرے فرائض کی طرح حلال کمانا بھی ایک فرض ہے۔

(طبرانی، بیہقی) (ترجمہ ج ۲ ص ۲۴۲)

سلف صالحین کے ارشادات:۔

ابن الجوزی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایسے لوگوں سے ملے جو کام کاج نہ کرتے تھے، تو انھوں نے ان سے فرمایا کہ تم لوگ

کیا ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم متوکلین ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تم جھوٹ کہتے ہو۔ متوکل درحقیقت وہ شخص ہے جو اپنا غلہ زمین میں ڈال کر اللہ پر بھروسہ کرتا ہے۔ اور فرمایا، تم میں سے کوئی شخص کام کاج سے ہاتھ کھینچ کر بیٹھ کر یہ دعا نہ کرے کہ اے اللہ! مجھے رزق عطا فرما دے۔ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ آسمان سے سونا چاندی نہیں برسا کرتے۔

اور حضرت عمرؓ ہی وہ بزرگ ہیں جنھوں نے غرباء و فقراء کو اس بات سے روکا کہ وہ کام کاج چھوڑ کر لوگوں کے صدقات و خیرات پر تکیہ کر کے بیٹھ جائیں۔ چنانچہ فرمایا، اے غرباء و فقراء کی جماعت! اچھائیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جاؤ اور مسلمانوں پر بوجھ نہ بنو۔

اور یہ کام ابتدائی عمر ہی میں ہو سکتا ہے۔ لہٰذا مربی کو چاہیے کہ بچے کو نو عمری ہی میں بعض صنعت و حرفت سکھائے تاکہ وہ اپنی زندگی کے لیے کمائی کر سکے اور اپنے دست و بازو کی محنت اور پیشانی کے پسینہ سے روزی کما سکے۔

اور آئیے اب ابن سینا کا وہ قول سن لیں جو انھوں نے بچے کو صنعت سے متعلق امور کی تعلیم اور محنت و مشقت کے کام کاج سکھانے کے بارے میں فرمایا ہے:۔ کہ

"بچہ جب قرآن کریم پڑھ کر فارغ ہو اور لغت کے بنیادی اصول یاد کر لے تو پھر یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ کیا کام کاج کر سکتا ہے۔ اس کے مطابق اس کی رہنمائی کرنا چاہیے۔ چنانچہ اگر وہ کتابت پسند کرتا ہو تو لغت کی تعلیم کے ساتھ رسائل، تقاریر، لوگوں کی بات چیت و گفتگو وغیرہ بھی پڑھانا چاہیے۔ اور حساب کی

مشق کرانا چاہیئے۔ اور اس کو عدالتوں میں لے جائیں اور اس کی
خوش خطی کا خیال رکھنا چاہیئے۔ اور اگر کوئی اور کام کرنا ہو تو اس
کو اس نوعیت کے کام میں مشق کرانا چاہیئے۔"

چنانچہ قرآن کریم کا پڑھنا اور اصول لغت کا جاننا یہ اسلامی نظام تعلیم
میں بنیادی و اساسی مواد میں سے تھے۔ پھر جب بچہ ان دونوں سے فارغ ہو جاتا
تھا تو اس کے بارے میں غور کیا جاتا اور یہ دیکھا جاتا کہ وہ کس کام کی طرف
مائل ہے۔ اور پھر اس کے اختیار کرنے کے لئے اس کی رہنمائی کی جاتی تھی، تاکہ
وہ اس میں کمال پیدا کرلے۔

رزق و روزی کے کمانے کیلئے مسلمانوں نے پیشہ و حرفت کی طرف جو
توجہ کی ہے اس کے ظاہر کرنے کے لئے ہم درج ذیل قصہ ذکر کرتے ہیں۔ جس
سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کتابت کے پیشہ کو اختیار کیا کرتے تھے۔ جب امام غزالی رح
کے والد کے انتقال کا وقت قریب آیا تو انھوں نے غزالی اور ان کے بھائی احمد
کے بارے میں اپنے ایک خیر خواہ محب و دوست کو وصیت کی اور فرمایا :-

مجھے اس بات کا بہت افسوس ہے کہ میں کتابت نہ سیکھ سکا اور میں یہ چاہتا
ہوں کہ جو چیز مجھ سے چھوٹ گئی تھی اس کا تدارک میں اپنے ان دو بیٹوں محمد
اور احمد سے کردوں۔ لہذا آپ ان دونوں کو کتابت سکھادیں۔ اور اگر آپ
ان کو یہ کام سکھانے میں میرا چھوڑا ہوا سارا مال بھی خرچ کردیں تب بھی آپ
پر کوئی ملامت نہیں ہوگی۔

جب ان کا انتقال ہوگیا تو ان صاحب نے ان دونوں بچوں کو تعلیم
دلانا شروع کی۔ یہاں تک کہ وہ تھوڑا سا پس ماندہ کیا ہوا مال ختم ہوگیا۔ جو ان کے

والد نے ان دونوں کے لئے چھوڑا تھا، اور ان صاحب کے لئے یہ مشکل ہو گیا کہ وہ ان کے کھانے پینے کا بندوبست کر سکیں۔ تو انھوں نے ان دونوں سے کہا، تم دونوں یہ بات جان لو کہ میں نے تم دونوں پر وہ سارا مال خرچ کر دیا ہے، جو تمھارے لئے چھوڑا گیا تھا۔ میں عبادت میں مصروف رہنے والا ایک غریب آدمی ہوں، میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے جس سے میں تم دونوں کی خدمت کر سکوں۔ اس لئے میرے خیال میں اب تم دونوں کے لئے مناسب یہ ہے کہ تم دونوں کسی مدرسہ میں طالب علم بن کر داخل ہو جاؤ، تاکہ زندگی کے لئے ضروری روزی حاصل کر سکو۔

چنانچہ ان دونوں لڑکوں نے یہی کیا۔ اور یہی چیز ان کی خوش بختی اور ترقی و بلندی کا ذریعہ بن گئی۔ امام غزالی یہ قصہ بیان کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے غیر اللہ کے لئے علم حاصل کیا۔ لیکن اس نے اس سے انکار کیا کہ وہ اللہ کے سوا کسی اور کے لئے ہو جائے۔

مناسب یہ ہے کہ ہم بچوں کی دونوں قسموں کے درمیان تعلیم اور صنعت و حرفت سکھانے میں فرق کریں۔

۱۔ وہ بچے جو تعلیم میں فوقیت لے جاتے ہیں (یعنی جو ذہین اور محنتی ہوں) اگر وہ تعلیم کو آخری منزل تک پہنچانا چاہتے ہوں تو ان کو تعلیم ہی میں مصروف رکھنا چاہئے بشرطیکہ چھٹیوں کے موقع پر اپنے ذوق و پسند کے کام کاج اور صنعت و حرفت سیکھتے رہیں۔ کیونکہ انھیں نہیں معلوم کہ آئندہ کیا کیا حوادث و پریشانیاں

پیش آنے والی ہیں۔

۲- وہ بچے جو تعلیم کے میدان میں پیچھے ہیں ایسے بچوں کو دین و دنیا سے متعلق ضروری تعلیم دینے کے بعد یہ ضروری ہے کہ جب ان کا استاذ یا والدین اس کے پیچھے رہ جانے کو محسوس کریں تو فوراً انھیں کام کاج اور صنعت و حرفت کی طرف متوجہ کریں۔ ایسے حالات میں یہ بات غلط ہوگی کہ سرپرست ان کی تعلیم کو جاری رکھیں جبکہ پتہ ہو کہ یہ غبی ہے اور اپنی تعلیم کو جاری نہیں رکھ سکتا۔

معلوم نہیں کتنے ایسے بچے ہیں جن کے بارے میں سنتے ہیں کہ وہ جوانی کی عمر کو پہنچ گئے اور انھوں نے نہ تعلیم حاصل کی اور نہ کوئی صنعت و حرفت ہی سیکھی۔ جس کا سارا قصور ماں باپ یا مربی کی کوتاہ نظری کا ہوتا ہے۔

رہی عورت تو جب وہ جوان ہو تو اس کو ایسے کام کاج سکھانا چاہئے جو اس کے دائرے اور شخصیت کے مطابق و مناسب ہو۔ مثلاً اس کو آگے چل کر بیوی اور ماں بننا ہے تو اسے بچے کی تربیت کے اصول اور گھر کی ذمہ داریوں سے متعلق امور، سینا پرونا وغیرہ ایسی چیزیں سکھانا چاہئے جن کی اس کو ضرورت پڑے گی۔

لیکن اسلام نے اس کے علاوہ دوسری ذمہ داریوں اور کاموں سے عورت کو معاف رکھا ہے۔ اس کی مختلف وجوہات ہو سکتی ہیں۔

یا تو اس لئے کہ یہ کام اور ذمہ داریاں اس کی جسمانی ساخت اور نسوانی طبیعت کے موافق نہیں ہیں۔ مثلاً یہ کہ وہ جنگ سے متعلق امور کی مشق کرے۔ یا یہ کہ وہ تعمیر و لوہاری وغیرہ کا کام کرے۔

یا اس لئے کہ یہ کام و ذمہ داریاں ایسی ہیں جن پر بڑی معاشرتی خرابیاں مرتب ہوتی ہیں۔ مثلاً عورت ایسے ماحول یا پیشے سے متعلق ہو جہاں مردوں عورتوں

کا باہمی اختلاط ہوتا ہو۔

پس جو لوگ اصحاب بصیرت ہیں ان کی نظر میں عورت کو ان چیزوں سے جو معاف رکھا گیا ہے تو اس میں عورت کا احترام مدنظر ہے اور اس کی نسوانیت اور عزت و آبرو کی حفاظت اور اس کے مقام و مرتبہ کو بلند کرنا مقصود ہے۔ (ترجمہ صفحہ ۳۴۶ ج ۲)

۲۔ بچوں کی فطری صلاحیتوں کا خیال رکھنا:۔

مربی کے لئے ضروری ہے کہ وہ یہ سمجھے کہ بچہ کس پیشے کی طرف مائل ہے اور کیا کام اس کے مناسب ہے اور زندگی کی کن آرزوؤں اور مقاصد کا وہ خواہاں ہے؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ بچے ذکاوت اور طاقت کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ لہذا سمجھدار مربی وہ ہے جو بچے کو اس جگہ رکھے جو اس کے مزاج کے موافق ہو۔ اس لئے کہ بچہ اسی علم و مضمون میں کمال حاصل کر سکتا ہے جو اس کے مزاج کے مناسب ہو سکتا ہے اور جس کی طرف اس کی طبیعت مائل ہوتی ہے۔

۳۔ بچے کو کھیل کود و تفریح کا موقع دینا:۔

اسلام ایک واقعی اور حقیقی زندہ مذہب ہے جو لوگوں کے ساتھ اس بنیاد پر معاملہ کرتا ہے کہ وہ انسان ہیں، ان کے کچھ قلبی شوق اور نفسیاتی جذبات ہوتے ہیں۔ اس لئے اسلام نے ان پر یہ فرض نہیں کیا ہے کہ وہ ذکر اللہ کے علاوہ کوئی کام نہ کریں اور خاموشی و فکر میں ہمیشہ مشغول رہیں اور تمام وقت عبادت میں صرف کریں۔ بلکہ دین اسلام نے فطرت انسانی کے تقاضوں، خوشی و سرور، کھیل کود، مذاق و مزاح ہر ایک کو تسلیم کیا ہے۔ بشرطیکہ یہ چیزیں ان حدود میں ہوں جو اللہ نے مقرر کی ہیں اور اسلامی آداب کے دائرے میں رہیں۔

ہمارے سامنے کچھ ایسے وسائل بھی ہیں جنھیں شریعت اسلام نے جسمانی تیاری

اور بھی مشق وغیرہ کے سلسلہ میں مشروع و جائز قرار دیا ہے جس سے ہر صاحب عقل و شعور کے سامنے یہ بات کھل کر آجاتی ہے کہ اسلام ایک ایسا دین و مذہب ہے کہ مسلمان کے لئے صاف ستھرے جائز کھیل کود اور مباح لہو و لعب کو برقرار رکھتا ہے بشرطیکہ اس میں دین اسلام کی مصلحت مضمر ہو۔ اور وہ اہل و عیال کے ساتھ دل لگی و ملاطفت کی حدود کے دائرے میں ہو۔

ان وسائل میں سے وہ ہے جسے طبرانی سند جید کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ ہر وہ چیز جس میں اللہ کا ذکر نہ ہو وہ کھیل کود اور لہو و لعب ہے۔ سوائے چار چیزوں کے۔ انسان کا تیر اندازی کے دونوں نشانوں کے درمیان چلنا، اپنے گھوڑے کو مشق کرانا۔ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ دل لگی کرنا۔ اور تیراکی سیکھنا۔

اس کتاب کی مختلف مباحث اور مختلف مقامات پر ان وسائل میں سے بہت سے وسائل ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اس لئے وہاں پڑھ لیجئے تاکہ آپ کو اس دین کی وسعت اور اسلام کی عظمت کا پتہ چل جائے۔

۴۔ گھر مسجد اور مدرسہ میں باہمی تعاون پیدا کرنا۔

بچے کی علمی و روحانی و جسمانی شخصیت سازی کے مؤثر عوامل میں سے یہ بھی ہے کہ گھر مسجد اور مدرسہ میں قوی رابطہ و تعاون پیدا کیا جائے۔

یہ بات ظاہر ہے کہ گھر کی ذمہ داری پہلے نمبر پر جسمانی تربیت پر مرکوز ہے۔ اس لئے کہ جو شخص اپنے بچوں کے حقوق ضائع کرتا ہے اور اہل و عیال کی معیشت کا خیال نہیں رکھتا وہ سخت گنہگار ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

كَفَىٰ بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُضَيِّعَ مَنْ يَقُوتُ

(ابوداؤد)

انسان کے گنہ گار ہونے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ وہ جن کا ذمہ دار ہے انھیں ضائع کردے۔

یہ بات طے شدہ ہے کہ دین اسلام میں مسجد کا پیغام پہلے درجہ میں روحانی تربیت میں مرکوز ہے۔ اس لئے کہ جماعت کی نماز اور قرآن کریم کی تلاوت کے ایسے ربانی فیوض اور اللہ تعالےٰ کی ایسی رحمتیں ہیں جو نہ ختم ہونے والی ہیں اور نہ منقطع ہو سکتی ہیں۔

اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ :-

مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللَّهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ۔

(مسلم)

نہیں جمع ہوتی کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں کہ تلاوت کریں اللہ کی کتاب کی اور اسے آپس میں پڑھیں، مگر یہ کہ ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالےٰ ان کو یاد کرتا ہے ان لوگوں کے پاس جو اس کے پاس ہیں۔

اور مدرسہ کی سب سے پہلی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ علمی تربیت ہو۔ اس لئے کہ شخصیت سازی اور انسان کی کرامت وعزت کے بلند کرنے میں علم کا بہت بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔ اسی لئے دین اسلام کی نظر میں علم کی بہت فضیلت ہے۔ چنانچہ علم کی فضیلت میں آیات واحادیث معروف ومشہور ہیں۔

لیکن یہ باہمی تعاون وتعلق مکمل طریقے سے اس وقت تک تام نہیں ہو سکتا جب تک کہ دو بنیادی شرطیں متحقق نہ ہوں :-

۱۔ اول یہ کہ مدرسہ وگھر کی توجیہات ورہنمائی میں باہم ایک دوسرے سے تعارض واختلاف نہ ہو۔

۲۔ دوم یہ کہ یہ تعاون اس لئے ہو کہ اسلامی شخصیت کی تعمیر میں توازن وکمال پیدا ہو لہذا اگر ان دونوں شرطوں کے تحت باہمی تعاون ہوگا تو بچہ روحانی وجسمانی طور سے درجۂ کمال کو پہنچا ہوا ہوگا۔ بلکہ وہ ایک متوازن ومعتدل انسان بن جائے گا۔

(ترجمہ ج ۲ ص ۳۵۵)

مدرسہ کے ساتھ تعاون کے میدان میں درج ذیل حقائق پیش خدمت ہیں :۔

الف :۔ ہمارے مدارس وجامعات کے اکثر معلّمین واساتذہ مسلمانوں کے بچوں کو مغربی طرز کے پیچ دار طریقے اور ملحدانہ نظام سکھاتے اور ان کی تربیت دیتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے گندے جذبات اور کھوکھلے دل ودماغ گندے اور بے حیا یورپ اور کافر شیوعیت (کمیونزم) کے دلدادہ نیز مادہ اور اس کے چمکدار ظاہر کی محبت میں غرق ہیں۔

ب :۔ مدارس کی وہ کتابیں جو طلبہ اسکولوں وکالجوں میں پڑھتے ہیں وہ فریب، دھوکہ بازی، تشکیک اور مذاہب وادیان پر طعن وتشنیع اور کفر والحاد کی دعوت سے بھری پڑی ہیں۔

ج : طالبعلم مدارس میں جو مضمون پڑھتا ہے ان میں دوسرے علمی وادبی مضامین کے مقابلہ میں دینی تعلیم بہت کم مقدار میں ہوتی ہے۔ اس لئے اگر یہ حالت ہو تو مسلمان کے لئے ہرگز یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت میں کمال پیدا کرے اور نہ یہ ممکن ہے کہ وہ شریعت کے احکام پر مطلع ہو، اور نہ یہ کہ وہ سیرت وتاریخ کے حقائق کا احاطہ کرے کیونکہ ہر مدرسہ انکو یہ معلومات بہم نہیں پہنچاتا۔

اس لئے اگر مربی گھر میں صحیح طریقے سے تربیت کی ذمہ داری پوری نہ کرے تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بچے کا عقیدہ خراب ہو جاتا ہے اور اخلاق بگڑ جاتے ہیں۔ پھر کوئی بھی اصلاح کی ترکیب اس کی کجی کو دور نہیں کرپاتی۔

لہٰذا ان سب کا خلاصہ یہ نکلا کہ اگر بچہ مسجد میں روحانی اور مدرسہ میں علمی و اعتقادی اور ثقافتی تربیت و تعلیم حاصل کر رہا ہو تو گھر میں باپ سب سے پہلے بچے کی جسمانی و اخلاقی تربیت کا ذمہ دار ہے۔ لیکن اگر وہ محسوس کرتا ہے کہ بچہ مدرسہ و اسکول میں اسلامی عقیدے کے بنیادی اصولوں کی تربیت حاصل نہیں کر رہا ہے تو باپ کو چاہئے کہ ہر نوعیت سے اپنی ذمہ داری پوری کرے اور بچے کی عقیدہ، عبادت، اخلاق ہر اعتبار سے تربیت کرے جس کا اسلام سے تعلق ہو۔ (ترجمہ ج ۲ صفحہ ۱۳۵)

۵۔ مربی اور بچے کے درمیان رابطہ کو مضبوط کرنا۔

علمائے تربیت و معاشرت کے یہاں تربیت کے متفق علیہ اصول میں سے بچے اور مربی کے درمیان رابطہ و تعلق کا مضبوط کرنا بھی ہے۔ تاکہ تربیتی اثرات اچھے طریقے سے پڑ سکیں اور خوب عمدگی سے علمی و اخلاقی تکمیل و تعمیر ہو سکے۔ لہٰذا والدین اور مربیوں پر واجب ہے کہ ایجابی ذرائع و وسائل تلاش کریں جس سے بچے ان سے محبت کرنے لگیں اور ان کا باہمی تعلق قوی ہو۔ اور آپس میں تعاون کی فضا قائم ہو۔

ان وسائل میں سے یہ ہے کہ مربی بچے سے مسکراہٹ و انبساط سے ملے۔ اور بچہ اگر کوئی اچھا کام کرے یا پڑھائی میں سبقت لے جائے (یعنی امتحان میں اچھے نمبرات حاصل کرے) تو ہدیہ و انعام دے کر اس کی حوصلہ افزائی کرے۔ اس سے بچے کو مربی سے انس ہوگا جو مدارِ استفادہ ہے۔

۶۔ دن رات تربیتی نظام کے مطابق چلنا :۔

مربّی کو جن فرائض وواجبات کا اہتمام کرنا چاہیئے، ان میں سے یہ بھی ہے کہ وہ بچے کو شب و روز طے شدہ تربیتی نظام کے مطابق چلائے تاکہ وہ اس کا عادی بن جائے۔

الف: صبح کے وقت مربّی کو درج ذیل نظام اپنانا چاہیئے۔

- یہ کتنی اچھی بات ہوگی کہ جب آپ خود اور آپ کا بیٹا نیند سے بیدار ہوں تو اللہ کا نام لیں اور ماثور ومنقول دعا پڑھیں۔
- پھر اگر بچہ بیت الخلاء جانا چاہے تو آپ اسے بیت الخلاء میں داخل ہونے اور نکلنے کے آداب سکھلائیں۔
- پھر اس کو وضو کرنا سکھائیں اور اس کی دعائیں یاد کرائیں۔ اور یہ سکھائیں کہ ہر وضو کرنے کے بعد دو رکعت نفل پڑھے۔
- اس کو یہ بتلائیں کہ رات کو جتنی نماز پڑھ سکتا ہو پڑھ لیا کرے اور نماز تہجد پڑھنے سے قبل تہجد کی دعا پڑھ لے۔
- پھر اس کو یہ بتلائیں کہ وہ فجر کی نماز مسجد جاکر پڑھا کرے۔
- اسے اذان کے بعد کی دعا سکھائیں۔
- بچے کو نماز سے فارغ ہونے کے بعد تسبیحات پڑھنا اور دعا کرنا سکھلائیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کو بچپن ہی سے تسبیح اور دعا کا عادی بنانا چاہیئے تاکہ بڑے ہونے کے بعد عمل کرنا آسان ہو۔ (ق)

- نیز بچے کو بتلایئے کہ فجر اور عصر کی نماز کے بعد نوافل پڑھنا مکروہ وممنوع ہے
- نیز اس کو یہ بتلائیں کہ سورج نکلنے اور زوال اور سورج غروب ہونے کے وقت

کوئی بھی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

- پھر اس کو جس قدر ہو سکے قرآن پاک کی تلاوت کا حکم کریں۔ آپ خود بھی تلاوت کو نہ چھوڑیے اور نہ اپنے بچے کو چھوڑنے دیجئے۔ خواہ روزانہ چند آیتوں کی ہی تلاوت کیوں نہ ہو۔ اور بہترین عمل وہ ہے جس پر مداومت کی جائے۔
- پھر اس کے بعد ریاضت و ورزش کی مشقیں شروع کر دیجئے۔ یہ مشقیں ورزش و ریاضت کی تمام اقسام کو شامل ہیں۔ مثلاً دوڑنا، چھلانگ لگانا، کشتی لڑنا، بوجھ اٹھانا وغیرہ۔
- پھر اس کے ساتھ ثقافتی مطالعہ شروع کیجئے۔ پس اگر بچہ طالبعلم ہو تو اس کا مطالعہ مدرسہ کی کتابوں کی نوعیت کا ہونا چاہئے۔ اور اگر بچہ کام کاج کرتا ہو تو اسے ثقافت و تہذیب سے متعلق مطالعہ کرانا چاہئے۔
- پھر اس کو اشراق و چاشت کی نماز کی تعلیم دیں۔
- پھر اس کو ناشتہ کے آداب سکھلائیں۔
- پھر اس کو گھر سے نکلنے کے آداب سکھلائیں۔
- آپ اس کو یہ بتلائیں کہ وہ اپنے کپڑے اور جوتے وغیرہ کو پہننے میں داہنے سے ابتداء کرے اور اسے اتارتے وقت پہلے بائیں سے اتارے۔
- پھر اس کو راستہ چلنے کے آداب سکھلائیں۔ آپ اس کو بتلائیں کہ وہ آرام سے چلے
- اس کو بتلائیں کہ وہ اپنے آپ کو اجنبی عورتوں کو دیکھنے سے بچائے۔ نگاہ پست رکھے۔
- آپ اس کو سلام کے آداب سکھلائیں اور پہلے سلام کرنے کی تاکید کریں۔
- اس کو یہ سکھلائیں کہ مسلمان بھائی ملیں تو سلام کے بعد مصافحہ کرے۔
- اس کو ہدایت کریں کہ وہ خطرہ کی جگہ پر احتیاط سے چلے۔ اس کو سمجھائیں کہ راستہ

میں ایسی چیز نہ پھینکے جس سے لوگوں کو ایذا و تکلیف پہنچے۔ اور اس کو یہ تعلیم دیں کہ وہ راستہ سے ایسی چیزوں کو ہٹا دیا کرے جو چلنے والوں کو نقصان پہنچانے والی ہوں۔

- آپ اس کو راستہ کے عمومی آداب سکھائیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق یہ ہیں: نگاہ کو جھکائے رکھنا اور تکلیف پہنچانے سے بچنا اور سلام کا جواب دینا اور اچھی باتوں کا حکم دینا اور بری باتوں سے روکنا۔
- بچے کو یہ سکھائیں کہ اگر وہ مدرسہ یا کارخانہ جائے تو اپنے ساتھی کے حق کو ادا کرے۔ یعنی جب اس سے ملے تو سلام کرے۔ اگر وہ بیمار ہو جائے تو اس کی بیمار پرسی کرے۔ اور جب اس کو چھینک آجائے تو یَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہے اور مختلف مواقع پر اس سے ملاقات کرے۔ اور تنگی و سختی میں اس کی اعانت کرے اور جب وہ دعوت دے تو اسکی دعوت قبول کرے۔
- اس کو بتلائیں کہ وہ استاذ کے حقوق ادا کرے خواہ وہ مدرسہ کا مدرس ہو یا کالج کا استاذ ہو۔

ب: اور شام کو مربی اس نظام کی اتباع کرے :-

- یہ کوشش کیجیے کہ مغرب و عشار کی نماز مسجد میں ادا ہو۔ اس لیے کہ حدیث میں آتا ہے کہ جو نماز جماعت سے ادا کی جائے وہ اس نماز سے ستائیس درجہ زیادہ ثواب والی ہے جو اکیلے پڑھی جائے۔ (بخاری، مسلم)
- آپ کوشش کریں کہ بچے نماز کے وقت صاف ستھرے کپڑے پہنیں۔
- اور جب مسجد جانا ہو تو کچی پیاز اور لہسن نہ کھائیں تاکہ لوگوں کو تکلیف نہ پہنچے (یہی حکم بیڑی سگریٹ وغیرہ کا بھی ہے، اس لیے کہ اس سے نہ صرف فرشتوں کو بلکہ انسانوں کو بھی اذیت ہوتی ہے)۔ (ق)

کوئی بھی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

- پھر اس کو جس قدر ہو سکے قرآن پاک کی تلاوت کا حکم کریں۔ آپ خود بھی تلاوت کو نہ چھوڑئیے اور نہ اپنے بچے کو چھوڑنے دیجئے۔ خواہ روزانہ چند آیتوں کی ہی تلاوت کیوں نہ ہو۔ اور بہترین عمل وہ ہے جس پر مداومت کی جائے۔
- پھر اس کے بعد ریاضت و ورزش کی مشقیں شروع کر دیجئے۔ یہ مشقیں ورزش و ریاضت کی تمام اقسام کو شامل ہیں۔ مثلاً دوڑنا، چھلانگ لگانا، کشتی لڑنا، بوجھ اٹھانا وغیرہ۔
- پھر اس کے ساتھ ثقافتی مطالعہ شروع کیجئے۔ پس اگر بچہ طالبعلم ہو تو اس کا مطالعہ مدرسہ کی کتابوں کی نوعیت کا ہونا چاہئے۔ اور اگر بچہ کام کاج کرتا ہو تو اسے ثقافت و تہذیب سے متعلق مطالعہ کرانا چاہئے۔
- پھر اس کو اشراق و چاشت کی نماز کی تعلیم دیں۔
- پھر اس کو ناشتہ کے آداب سکھلائیں۔
- پھر اس کو گھر سے نکلنے کے آداب سکھلائیں۔
- آپ اس کو یہ بتلائیں کہ وہ اپنے کپڑے اور جوتے وغیرہ کو پہننے میں داہنے سے ابتداء کرے اور اسے اتارتے وقت پہلے بائیں سے اتارے۔
- پھر اس کو راستہ چلنے کے آداب سکھلائیں۔ آپ اس کو بتائیں کہ وہ آرام سے چلے
- اس کو بتلائیں کہ وہ اپنے آپ کو اجنبی عورتوں کو دیکھنے سے بچائے۔ نگاہ پست رکھے۔
- آپ اس کو سلام کے آداب سکھائیں اور پہلے سلام کرنے کی تاکید کریں۔
- اس کو یہ سکھلائیں کہ مسلمان بھائی ملیں تو سلام کے بعد مصافحہ کرے۔
- اس کو ہدایت کریں کہ وہ خطرہ کی جگہ پر احتیاط سے چلے۔ اس کو سمجھائیں کہ راستہ

میں ایسی چیز نہ پھینکے جس سے لوگوں کو ایذا و تکلیف پہنچے۔ اور اس کو یہ تعلیم دیں کہ وہ راستہ سے ایسی چیزوں کو ہٹا دیا کرے جو چلنے والوں کو نقصان پہنچانے والی ہوں

- آپ اس کو راستہ کے عمومی آداب سکھائیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق یہ ہیں؛ نگاہ کو جھکائے رکھنا اور تکلیف پہنچانے سے بچنا اور سلام کا جواب دینا اور اچھی باتوں کا حکم دینا اور بری باتوں سے روکنا۔
- بچے کو یہ سکھائیں کہ اگر وہ مدرسہ یا کارخانہ جائے تو اپنے ساتھی کے حق کو ادا کرے۔ یعنی جب اس سے ملے تو سلام کرے۔ اگر وہ بیمار ہو جائے تو اس کی بیمار پرسی کرے۔ اور جب اس کو چھینک آجائے تو یَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہے اور مختلف مواقع پر اس سے ملاقات کرے۔ اور تنگی و سختی میں اس کی اعانت کرے اور جب وہ دعوت دے تو اسکی دعوت قبول کرے۔
- اس کو بتلائیں کہ وہ استاذ کے حقوق ادا کرے خواہ وہ مدرسہ کا مدرس ہو یا کام کلج کا استاذ ہو۔

ب: اور شام کو مربی اس نظام کی اتباع کرے:۔

- یہ کوشش کیجیے کہ مغرب و عشاء کی نماز مسجد میں ادا ہو۔ اس لئے کہ حدیث میں آتا ہے کہ جو نماز جماعت سے ادا کی جائے وہ اس نماز سے ستائیس درجہ زیادہ ثواب والی ہے جو اکیلے پڑھی جائے۔ (بخاری، مسلم)
- آپ کوشش کریں کہ بچے نماز کے وقت صاف ستھرے کپڑے پہنیں۔
- اور جب مسجد جانا ہو تو کچی پیاز اور لہسن نہ کھائیں تاکہ لوگوں کو تکلیف نہ پہنچے (یہی حکم بیڑی سگریٹ وغیرہ کا بھی ہے، اس لئے کہ اس سے نہ صرف فرشتوں کو بلکہ انسانوں کو بھی اذیت ہوتی ہے) ۔ (ق)

- آپ کوشش کریں کہ مسجد میں سکون و وقار سے داخل ہوں۔
- نماز کے لئے نکلیں تو درج ذیل دعا پڑھ لیا کریں۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّفِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ مِنْ خَلْفِیْ نُوْرًا وَّمِنْ اَمَامِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ مِنْ فَوْقِیْ نُوْرًا وَّمِنْ تَحْتِیْ نُوْرًا اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا۔ (مسلم)	اے اللہ! میرے دل میں نور پیدا کر دے اور میری زبان میں نور پیدا کر دے اور میرے کانوں میں نور پیدا کر دے اور میری آنکھوں میں نور پیدا کر دے اور میرے پیچھے بھی نور کر دیجئے اور میرے آگے بھی نور کر دیجئے اور میرے اوپر بھی نور کر دیجئے اور میرے نیچے بھی نور کر دیجئے۔ اے اللہ! مجھے نور عطا کر دیجئے۔

- اور جب مسجد میں پہنچ جائے تو مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے داہنا پاؤں اندر داخل کریں اور یہ دعا پڑھیں:۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِوَجْھِہِ الْکَرِیْمِ وَسُلْطَانِہِ الْقَدِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ	میں عظیم اللہ اور اس کے کریم وجہ اور قدیم سلطنت کے ذریعہ شیطان مردود سے پناہ مانگتا ہوں۔
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ۔ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ (ابوداؤد)	اے اللہ! درود و سلام اور برکت نازل فرمایئے ہمارے سردار محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر۔ اے میرے رب! میرے گناہ معاف فرما دیجئے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیجئے۔

- بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھنے کا اہتمام کریں۔

○ اور جب مسجد سے باہر نکلنے لگیں تو پہلے بایاں پاؤں باہر نکالیں اور درج ذیل دعا پڑھیں:۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ۔ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ فَضْلِكَ۔

اے اللہ! درود و سلام بھیجئے اور برکت نازل فرمائیے ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ اے میرے رب! میرے گناہ معاف فرما دیجئے اور میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دیجئے۔

مسجد میں داخل ہونے کی مختصر دعا: اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔

مسجد سے نکلتے وقت کی مختصر دعا: اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ۔

بچے کو خیر خواہی اور نصیحت کے کلمات کہنا۔

○ مثلاً مربی بچے سے کہے کہ دیکھو انسان کا مرتبہ علم سے بڑھتا ہے۔ اور علم لوگوں کو عظیم اور بڑے لوگوں کی صف میں کھڑا کر دیتا ہے۔ اور علم سے انسان لوگوں کی نظروں میں محترم اور معاشرے میں باعزت بنتا ہے۔ اور جہالت، عزت وکرامت کی بیخ کنی کرتی ہے اور جہل جاہلوں کو بے وزن بناتا ہے۔

○ آپ یہ کوشش کریں کہ رات کی مجلس میں اپنے بچوں کو اخلاق سے متعلق کوئی فضیلت یا معاشرت سے متعلق کوئی شاندار بات یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی معجزہ یا تاریخی قصہ یا علمی مضمون بتلائیں۔ تاکہ آپ کی اولاد آپ کی رہنمائی سے مستفید ہو۔ اور آپ کے وعظ و نصیحت سے متاثر ہو۔

اس سلسلہ میں ہم آپ کے سامنے ایک مثال پیش کرتے ہیں۔ مسلمانوں میں جب کوئی ایسا دن آئے جس میں کوئی عظیم واقعہ رونما ہوا ہو۔ مثلاً اسرار اور معراج والی رات تو آپ کو چاہیئے کہ آپ اس روز اپنے گھر والوں کو جمع کر کے ان کے سامنے معراج کا واقعہ بیان کریں۔ (اسی طرح ماہ ربیع الاول میں واقعہ ولادت وغیرہ سنادیا کریں تو مناسب ہے۔ جس کے لئے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے "نشر الطیب" تصنیف فرمائی ہے۔ مؤلف نے معراج اور مسئلہ فلسطین کے متعلق بہت ہی خوب لکھا ہے۔ مگر ہم بغرض اختصار اس کو درج کرنے سے معذور ہیں۔ اس لئے اصل کتاب لے تو مطالعہ فرمائیں مفید و بصیرت افروز ہے۔

خاندان اور گھر کی فضا میں انبساط و سرور پیدا کرنے کی کوشش کیجئے

جس کا طریقہ یہ ہے کہ آپ بچوں میں بامقصد علمی و ثقافتی مقابلے کرائیں جن کا مقصد ذہن کی تیزی اور بلند ہمتی اور ثقافتی لحاظ سے پختگی اور خاندان و گھر کی فضا میں خوشی کی لہر دوڑانا ہو۔

آپ یہ کوشش کریں کہ بچے رات کو جلدی سو جایا کریں۔ کیونکہ رات کو دیر تک جاگنا صحت کے لئے مضر ہے اور فجر کی نماز کے فوت ہونے کا ذریعہ ہے۔ لیکن اگر عشاء کی نماز کے بعد بات چیت کرنا کسی مفید کام کے لئے ہو تو یہ جائز ہے۔

وہ اہم امور جن کا مربی کو جاننا ضروری ہے، ان میں سے یہ بھی ہے کہ جسم کو نیند اور راحت کا مناسب حصہ ملنا چاہیئے تاکہ وہ زندگی کے فرائض اور ذمہ داریوں کے بار کو برداشت کر سکے۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز کے بعد استراحت کیلئے لیٹ جاتے

تھے تاکہ رات کے جس حصہ میں آرام نہ کرسکے ہوں اس کی تلافی ہو جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے یہ شاندار رہنمائی ہے تاکہ وہ صحیح الجسم قوی الہمت چاق و چوبند اور چست رہے۔

اس کے بعد مؤلف نے سونے جاگنے وغیرہ کی دعائیں اور آداب ارقام فرمائے ہیں۔ لہٰذا اس کی تفصیل معلوم کرنی ہو تو اصل کتاب دیکھیں یا "گلدستہ اذکار" جو اس حقیر کی تالیف ہے۔ اور قاری ولی اللہ صاحب کی "محبوب خلائق مقبول دعائیں" کا مطالعہ کریں۔ (ق)

اخیر میں مؤلف یوں رقمطراز ہیں:۔

یہ وہ اہم تجاویز ہیں جو میری رائے میں دن رات کے تربیتی نظام میں آپ کو مدنظر رکھنا چاہیے تاکہ آپ بچوں کی اس طرح تربیت کرسکیں جس کا اسلام آپ سے مطالبہ کرتا ہے۔ اور یہ آپ کی ذمہ داری بھی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والے ہیں۔ واللہ الموفق۔ (ترجمہ ج ۲ ص ۳۹۴)

۷۔ نفع بخش علم و ثقافت کے اسباب و وسائل مہیا کرنا۔

مربیوں پر یہ فریضہ بھی عائد ہوتا ہے کہ وہ بچوں کے لئے مختلف قسم کے تعلیمی و ثقافتی وسائل مہیا کریں۔ تاکہ بچہ پختہ عقل کا مالک اور دنیاوی زندگی میں علم و فکر کے لحاظ سے کامل و مکمل شخصیت کا مالک ہو۔

میرے خیال میں یہ وسائل مندرجہ ذیل امور میں مرکوز ہیں:۔

ا۔ گھر کے ہر فرد کے لئے قرآن کریم کا ہونا۔

ب۔ چھوٹی چھوٹی سورتوں کی ایسی تفسیر جو بچوں کے ذہن و فہم کے مطابق ہو۔

ج۔ احادیث مبارکہ کی ایسی کتابیں جو بچوں کی عمر و فہم کے مطابق ہوں۔

د۔ فقہ اور خصوصاً عبادات سے متعلق ایسی کتابیں جو انکی سمجھ کے مطابق ہوں۔

ھ۔ اسلامی عقیدے سے متعلق ایسی کتابیں جو موضوع کو قصہ یا سوال وجواب کے انداز پر حل کریں مثلاً "تعلیم الاسلام" از مولانا کفایت اللہ صاحبؒ اور "تعلیمات اسلام" از مولانا مسیح اللہ خان صاحب

و۔ سیرت نبویہ اور تاریخ سے متعلق کتابیں مثلاً "اوجز السیر" (مفتی شفیع صاحبؒ) اصح السیر (مولانا عبد الرؤف)

ز۔ ایسی فکر انگیز کتابیں جن میں یہ ظاہر کیا گیا ہو کہ اسلام ایک جامع و مکمل دین ہے

ح۔ علمی، تاریخی، ادبی وطبی ایسی کتابیں جو بچوں کے معیار اور عمر کے دائرے سے باہر نہ ہوں۔

اس کے بعد مؤلف رحمہ اللہ نے مطالعہ کے لئے عربی کتابوں کی فہرست لکھی ہے جن کے خریدنے اور پاس رکھنے کی ترغیب دی ہے۔ ظاہر ہے کہ ہم اردو خوانوں کے لئے اس سے کوئی خاص نفع نہ ہوگا۔ اس لئے میں اس کو نقل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا ہوں۔ جو حضرات ان کتابوں کے سلسلہ میں معلومات حاصل کرنا چاہیں تو اصل کتاب کا مطالعہ کریں۔ ہاں یہ خوشی کی بات ہے کہ حضرت مخدومی مولانا سید ابو الحسن ندوی مدظلہ العالی کی تصنیف "قصص النبیین" اس فہرست میں شامل ہے۔ اور قابل مطالعہ رسالوں میں "البعث الاسلامی" جو دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے نکلتا ہے وہ بھی داخل فہرست ہے۔ فللہ الحمد والمنۃ۔

مربی محترم! آپ اس سلسلہ میں دیگر اہل علم اور مخلص مصلحین سے بھی رہنمائی حاصل کرسکتے ہیں کہ وہ اُن کتابوں کی طرف رہنمائی کریں جو بچوں کیلئے مناسب ہوں۔

اب میں مسلمان ارباب قلم کو قلم تیز کرنے اور ہمت بلند کرنے کی دعوت دیتا ہوں تاکہ وہ اسلامی کتب خانہ کو ایسی علمی، فکری اور رہنما کتابوں سے بھر دیں جو بچوں کے سامنے اسلامی نظام اور انسانی زندگی سے متعلق کامل نقطۂ نظر کو واضح

کریں۔ مؤلف رح نے اس کے علاوہ اور بھی وسائل تحریر فرمائے ہیں جو اصل کتاب میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ بغرض اختصار ہم نے ان کو درج نہیں کیا۔ (ترجمہ ج ۲ ص۶۳۳)

۸۔ بچے کو مطالعہ کرتے رہنے کا شوق دلانا۔

والدین اور مربیوں کے ذمہ واجب ہے کہ وہ بچے کو یہ بتلادیں کہ اسلام ایسا دین ہے جو دین و دنیا دونوں سے تعلق رکھتا ہے۔ قرآن عظیم ایک مکمل نظام ہے اور اسلامی تاریخ عزت و کرامت کا ذریعہ ہے۔ اور اسلامی تہذیب محیط اور کامل ہے اور یہ ممکن نہیں ہے جب تک مندرجہ ذیل امور پر مطالعہ نہ کیا جائے۔

۱۔ فکر انگیز کتابوں کا مطالعہ کرنا جو بچے کے سامنے دین اسلام کے ابدی ہونے کو واضح کرے۔

۲۔ تاریخی کتابوں کا مطالعہ، جو بچے کے سامنے اسلام کی گزشتہ ادوار کی عزت و عظمت اور مسلمانوں کے سابقہ مقام و مرتبہ کو بیان کرے۔

۳۔ ایسی کتابوں کا مطالعہ کرنا، جو بچے کے سامنے ان سازشوں کو کھول کر رکھ دے جو اسلام کے دشمن اسلام کے خلاف تیار کرتے رہتے ہیں۔

اور بچہ اس وقت تک مطالعہ نہ کرے گا جب تک ایسے اسباب اختیار نہ کئے جائیں جو مطالعہ کو بچے کے نزدیک محبوب نہ بنادیں اور اس میں اس کا شوق نہ پیدا کردیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

ہم اس کے سامنے علم و جہل میں موازنہ کریں۔ اور علماء اور جاہلوں میں جو فرق ہے اس کو واضح کریں۔ اس لئے کہ جب بچے کے سامنے علماء کا اعزاز اور جاہلوں کی محرومی کھل کر سامنے آئے گی تو وہ یقیناً پڑھنے پڑھانے کا اہتمام کرے گا۔

علم کی فضیلت :۔

چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علم دلوں سے جہالت نکال کر اسے زندگی بخشتا ہے۔ اور تاریکی میں نگاہوں کے لئے چراغ ہے۔ اور ضعف سے بچانے کے لئے بدن کی قوت ہے۔ یہ علم انسان کو نیک صالح لوگوں کے درجہ پر پہنچا دیتا ہے اور دنیا و آخرت میں درجات عالیہ کے حصول کا ذریعہ ہے۔ علم میں غور و فکر روزہ کے برابر اجر و ثواب دلاتا ہے اور اس کا مذاکرہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کے برابر ثواب دلاتا ہے۔ اسی علم کے ذریعہ صلہ رحمی کی جاتی ہے اور اسی کے ذریعہ حلال و حرام کو پہچانا جاتا ہے۔ علم امام ہے اور عمل اس کا مقتدی ہے۔ علم نیک بختوں ہی کو دیا جاتا ہے اور بدبخت اس سے محروم کر دیئے جاتے ہیں۔

بچوں میں مقابلے کرانا :۔

بچوں کا امتحان لیا جائے اور وہ جو پوزیشن حاصل کریں ان کی ہمت افزائی کی جائے اور سبقت کا شوق دلانے کے لئے انھیں گرانقدر اور خصوصی انعامات دیئے جائیں جس سے وہ خوش ہو جائیں۔

○ بچے کو یہ سمجھا دینا اور باور کرانا کہ جو علم وہ حاصل کر رہا ہے اگر یہ اچھی نیت سے ہو تو اس کو عبادت گزاروں اور طویل نماز پڑھنے والوں کا سا اجر و ثواب ملتا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

انما الاعمال بالنیات	تمام اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے
وانما لکل امرئ ما نوی	اور ہر شخص کو وہی ملتا ہے جو اس نے نیت کی ہے۔
(بخاری، مسلم)	

اس حدیث سے فقہاء کرام نے یہ حکم نکالا ہے کہ اچھی نیت کی وجہ سے عادت بھی عبادت بن جاتی ہے۔ پس جب بچے کو معلوم ہوگا کہ اس مطالعہ پر اجر ملے گا تو ضرور پڑھنے میں مشغول رہے گا

○ پرسکون، راحت بخش، صاف ستھری فضا پیدا کرنا۔ یعنی روشنی کافی ہو، مناظر خوش کن ہوں۔ سردیوں میں سردی سے بچانے کا مناسب بندوبست ہو اور گرمیوں میں گرمی سے بچانے کا معقول انتظام ہو۔ یہ سب چیزیں مطالعہ پر متوجہ کرنے اور شوق دلانے کا ذریعہ بنتی ہیں۔

○ بچے کے لئے مختلف قسم کی کتابیں مہیا کرنا۔ خواہ یہ کتابیں گھر کے کتب خانہ میں موجود ہوں یا مدرسہ یا مسجد کے کتب خانہ میں یا عام لائبریریوں میں۔

اور اس میں شک نہیں کہ جب بچہ اپنے سامنے پسندیدہ کتابیں پائیگا تو وہ شوق سے ان کا مطالعہ کرے گا اور کتب خانوں کی طرف خوشی خوشی جائیگا۔

○ اور یہ بات بھی بچے کو ذہن نشین کرا دینا چاہئے کہ وقت تلوار کی طرح ہے اور فرائض و ذمہ داریاں وقت سے بہت زیادہ ہیں۔ اور انسان جو نہیں جانتا وہ اس سے بہت زیادہ ہیں جو وہ جانتا ہے۔ اور دین اسلام مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے فارغ وقت کو کام میں لگائے۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تم ایسی چیزوں کے حریص رہو جو تمہیں فائدہ پہنچائیں اور اللہ سے مدد مانگو اور عاجز مت بنو۔ (صحیح مسلم)

مطالعہ سے مطلوبہ فوائد حاصل کرنے کے طریقے

۱۔ مطالعہ سے پہلے اس نیت کا استحضار کرے کہ وہ ثقافتی و علمی طور پر مکمل

ہو جائے اور دعوت و تبلیغ کا فریضہ ادا کر سکے اور اسلام کا پیغام پہنچا سکے اور اپنی قوم و ملک کو فائدہ پہنچا سکے۔

۲- مطالعہ کے درمیان ذہن کو حاضر رکھے تاکہ جو کچھ پڑھے اسے مکمل طور پر یاد رکھ سکے اور صحیح معنوں میں سمجھ سکے۔

۳- اہم عبارات اور بنیادی باتوں کے نیچے پنسل سے لکیر کھینچ دینا چاہئے تاکہ جب اس بحث کو دوبارہ دیکھے تو یہ معانی اس کے ذہن میں راسخ ہو جائیں۔

۴- اساسی و بنیادی عنوانات کو پنسل سے صفحہ کے ایک کنارے پر لکھ دینا چاہئے تاکہ ان مضامین کو اچھی طرح سے یاد رکھا جا سکے۔

۵- موضوع کے اہم عنوانات یا پسندیدہ ابحاث کو ڈائری میں الگ کتاب کے نام اور صفحہ نمبر کے ساتھ نوٹ کر لینا چاہئے تاکہ دوبارہ ضرورت پڑے تو آسانی سے اصل مرجع کی طرف رجوع کر سکے۔

۶- ایک الگ کاپی یا رجسٹر رکھنا چاہئے تاکہ احادیث مبارکہ، ادبی لطائف اور حکیمانہ اشعار نیز تاریخی واقعات، علمی حقائق، دینی مسائل و فتاویٰ میں سے جو چیز پڑھنے والے کو بھلی معلوم ہو وہ اس میں لکھ لے۔

بلاشبہ یہ کاپی بہت سی کتابوں سے منتخب کردہ نچوڑ ہوگا جو آئندہ علمی یا عملی زندگی میں بہترین مددگار ثابت ہوگا۔ اس لئے اے مربی محترم! آپ یہ کوشش کریں کہ آپ اپنے بچوں کی رہنمائی اس جانب کرتے رہیں تاکہ آئندہ چل کر عمل کرنے والے افراد اور اسلامی تہذیب و تمدن سے آراستہ عناصر اور سمجھدار پختہ عقل قوم میں ان کا شمار ہو۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔ اور اللہ کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں۔ (ترجمہ ص ۴۰۸ ج ۲)

۹۔ بچّوں کو اسلام کی ذمہ داریاں محسوس کرانا۔

جن چیزوں کا اہتمام کرنے کو ہم اہم اور لازمی سمجھتے ہیں اور تربیت کرنے والوں کی توجہ اس طرف مبذول کراتے ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ بچّے کو مندرجہ ذیل حقائق سکھانے اور سمجھانے کی ہمیشہ کوشش جاری رکھنا چاہیے۔

الف : وہ مومن جماعت جس کی تربیت دارِ ارقم میں ہوئی تھی اور جس کے ذریعہ دینِ اسلام کو نصرت و فتح حاصل ہوئی وہ جوانوں کی ہی جماعت تھی۔

ب : یہ نوجوان ہی وہ لوگ تھے جنھوں نے اس دعوت کے بوجھ کو اپنے کاندھوں پر اٹھایا تھا۔ اور یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے اللہ کے راستے میں بہت دردناک تکلیفیں اور عذاب برداشت کیا۔ اور یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے اپنی راتوں کو دن سے ملا دیا۔ حتیٰ کہ انھوں نے اپنی ان کوششوں سے اسلام کو پھیلنے پھولنے اور جگہ بنانے کا موقع فراہم کیا۔ اور اس دین کو فتح و نصرت سے ہمکنار کیا۔

ج : صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت کا یہ پہلا قافلہ اور ان کے بعد آنے والے وہ حضرات تابعین جو اُن کے نقشِ قدم پر چلے، یہ سب کے سب عزت و عظمت اور بزرگی کی چوٹیوں پر دو عظیم باتوں کی وجہ سے پہنچے تھے

اوّل : یہ کہ انھوں نے اسلام کو عقیدہ اور قول و فعل، ہر اعتبار سے مضبوطی سے تھاما اور اس کے عوض انھیں زبردست امداد، فتح مبین اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر شاندار کامیابی ملی۔ اس کے بغیر نہ فتح و نصرت ممکن ہے اور نہ عزت و سیادت۔

تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مصر کے فتح ہونے میں تاخیر محسوس کی تو حضرت عمرو بن العاص ؓ کو جو اس لشکر کے قائد عمومی تھے ایک خط لکھا۔ جس میں تحریر فرمایا :-

" حمد و ثنا کے بعد کہنا یہ ہے کہ آپ لوگوں کو مصر فتح کرنے میں جو دیر لگ رہی ہے اس سے مجھے بہت تعجب ہے۔ آپ لوگ ان سے دو سال سے لڑ رہے ہیں۔ اس کی وجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ تم لوگوں نے کچھ نئی چیزیں ایجاد کر لی ہیں اور دنیا سے ویسی ہی محبت کرنا شروع کر دی ہے جیسی محبت تمہارے دشمن کرتے ہیں۔ اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی مدد نہیں فرماتے مگر ان کی نیت کے سچے ہونے پر۔ اور اللہ تعالیٰ خلیفۂ عادل پر رحم کرے "

فرمایا کرتے تھے کہ ہم تو وہ قوم ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی برکت سے عزت دی ہے لہذا ہم جب بھی اس چیز کو چھوڑ کر عزت چاہیں گے جس کے ذریعہ اللہ نے ہمیں عزت دی تھی تو اللہ تعالیٰ ہمیں ذلیل کر دے گا۔

(مستدرک، حاکم)

دوم: یہ کہ ان حضرات نے اپنی قربانیوں، جدوجہد، بہادری و شجاعت اور صبر کی طاقت کے ذریعہ اسلام کے پیغام کو ساری دنیا میں پہنچایا۔ حتیٰ کہ ان کی فتوحات کا دائرہ مغرب کے اخیر تک پہنچ گیا اور حضرت عقبہ بن نافع محیط اطلسی (سیاہ سمندر) کے کنارے کھڑے ہوئے اور انھوں نے پانی میں گھس کر کہا اے اللہ، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رب! اگر یہ سمندر نہ ہوتا تو آپ کے کلمہ کی سربلندی کے لئے ساری دنیا فتح کر لیتا۔ اے اللہ! آپ گواہ رہیں!

۵۔ آجکل کے ہم مسلمان اگر اپنے آباؤ اجداد کے اس نظام وطرز کو اختیار کرلیں جو انھوں نے اسلام کو مضبوطی سے تھامنے کے سلسلے میں اختیار کیا تھا تو انشاء اللہ ہمارے ہاتھوں بھی اسلام کو عزت نصیب ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی مدد اور تائید سے عزت وعظمت دوبارہ حاصل کرلیں گے۔

۶۔ آج تمام عالم سرکش مادیت کی تاریکی میں سرگرداں ہے اور آزادی دیکھاہوئی کے کیچڑ میں لتھڑ سیدھے ہاتھ پاؤں مار رہاہے اور ظلم واستبداد کے شکنجے میں جکڑاہوا ہے اور افکار وآراء کی تاریکی میں بھٹکا جارہاہے اور یہ دیکھئے ایٹمی حکومتیں انسانی تہذیب کو پھاڑ کھانے کے لئے اپنے وحشی پنجے گاڑ رہی ہیں۔ اور اپنی بغاوت اور سرکشی اور وحشی پن سے انسانی قدر وقیمت اور شاندار کارناموں اور انبیاء ورسولوں کے پیغاموں کا گلا گھونٹ رہی ہیں اور انسان کو غلام بنانے اور اس کو اس کی سرزمین سے نکالنے اور اس کے منافع وفوائد حاصل کرنے اور اس کو اس کی بیوی بچوں، جوانوں بوڑھوں کے ساتھ ملک بدر کرنے کے لئے حملے کررہے ہیں۔ ان حوادث وآفات نیز پریشانیوں اور تباہیوں سے عالم اسلام کو کون بچائے گا آخر انسانیت کو اس فکری انحطاط اور اخلاقی بے راہ روی سے بچانے والا کون ہے؟ نیز امن پسندوں کو سرکش مہلک دشمنوں سے کون بچائے گا؟ یا اس سے زیادہ واضح الفاظ میں یہ کہئے کہ بچانے والی کشتی کون سی ہے، اور مصیبت سے امان کا کیا راستہ ہے؟

میری رائے میں اور اسی طرح بہت سے علماء فلاسفہ ومفکرین کی رائے میں وہ روحانی اقتدار اور معاشرتی وسیاسی نظام جو دین اسلام نے پیش

کیا ہے یہی اس لائق ہے کہ تمام عالم کے لئے فکر و اصلاح اور بنیاد کی فراہمی میں امامت کا فریضہ انجام دے سکے۔ تاکہ انسانیت زیغ و ضلال کی تباہکاری اور فساد و بے راہروی کی ہلاکت آفرینیوں سے بچ سکے۔

اس کے بعد مؤلف رحمہ اللہ اسلام کی تحسین و تعریف میں انگریزوں کے اقوال نقل کرکے یوں رقمطراز ہیں کہ:۔ مسلمانوں کے فخر و شرف کے لئے یہی کافی ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کے بارے میں قرآن پاک میں یہ ارشاد فرماتے ہیں:۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ	تم لوگ بہترین جماعت ہو جو لوگوں کے
لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ	لئے ظاہر کی گئی ہے۔ تم لوگ نیک کاموں
وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ	کو بتاتے ہو اور بری باتوں سے روکتے
وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ (آل عمران ۱۱۰)	ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

اس لئے امت کو اللہ تعالےٰ کے حکم کے مطابق اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لئے اٹھ کھڑی ہونا چاہئے تاکہ یہ دنیا کے سامنے اپنے بہادر آباد و اجداد کے اخلاق اور جری قائدین کے عزم کے ساتھ باہر نکل آئے۔ اور جنگ بدر، قادسیہ، یرموک اور حنین کی فتوحات اور اسلام کے پیغام اور قرآن کریم کے بنیادی اصولوں کو لے کر میدان میں اتر آئے۔

لہذا مربی حضرات کو چاہئے کہ اپنے بچوں اور طلبہ کے نفوس میں یہ حقائق جاگزیں کریں اور ان کو یہ حقائق و معانی ہر وقت سمجھائیں تاکہ وہ مکمل طریقے سے اپنی ذمہ داری محسوس کریں اور مطلوبہ طریقے سے اپنے فریضہ کو ادا کرسکیں۔

(ترجمہ ج ۲ صـ ۱۲۱)

۱۰۔ بچے کے نفس میں جہاد کی روح جاگزیں کرنا۔

وہ عظیم مسائل اور اہم امور جن کا مربی کو بہت اہتمام کرنا چاہئے۔ ان میں سے بچے کے نفس میں جہاد کی روح کو عمیق کرنا اور عزم وصبر کے معانی اس کی فکر و قلب اور احساسات میں راسخ کرنا بھی ہے۔ اور خاصکر ہمارے اس دور میں جس میں اسلامی ممالک سے اسلام کا حکم ختم ہوگیا ہے اور اسلامی عزت کا سورج اس دنیا سے غروب ہوگیا ہے اور سرداری سرکشوں کے قبضے میں آگئی ہے۔ اور اسلامی ممالک میں حکومت کی باگ ڈور ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آگئی ہے جن کا اس کے سوا کوئی مقصد اور غرض نہیں ہے کہ وہ اسلام اور خدا کے دشمنوں کی سازشوں کو کامیاب بنائیں۔ چاہے یہ منصوبے کمیونسٹوں کے ہوں یا سوشلسٹوں کے، خواہ یہودیوں کے ہوں یا عیسائیوں کے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خلافت اسلامیہ کو ختم کر دیا گیا اور مادیت کی سرکش موجوں، اباحیت، آزادی اور بے راہروی کی آندھیوں کے جھکڑوں نے اور گمراہ کن عقائد، ملحدانہ فکری جنگ کی لہروں نے معاشروں کے معاشروں کو اکھاڑ پھینکا اور اسلامی ممالک ہر شخص کے لئے لقمۂ تر اور ہر کس و ناکس کے لئے مطمح نظر بن گئے ہیں۔ اس لئے مربیوں کو چاہئے کہ اپنے بچوں کو صبر و ہمت سے کام لینے کی تلقین کریں۔ ان کے نفوس میں جہاد کی روح راسخ کر دیں تاکہ وہ اپنی جدوجہد اور جہاد کے ذریعہ اسلام کی عزت اور مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کو دوبارہ واپس لے سکیں۔

لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ جہاد کی وہ روح بچوں کی نفوس میں جاگزیں کرنے اور اس کے معانی ان کے جوارح واعضاء اور ماحول میں راسخ کرنے کے وہ مراحل

کیا ہیں جنھیں مربیوں کو اپنے بچوں کے ساتھ اختیار کرنا چاہئے ؟

میرے خیال میں اس کیلئے مندرجہ ذیل نکات مفید ہوں گے :۔

۱۔ بچے کو ہمیشہ یہ احساس دلانا کہ اسلامی شان و شوکت اس وقت تک متحقق نہیں ہو سکتی جب تک جہاد اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے کوشش و محنت نہ ہو۔

۲۔ بچے کو ہمیشہ یہ باور کرانا کہ جہاد فی سبیل اللہ کی مختلف قسمیں ہیں۔ مثلاً :۔

مالی جہاد :۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے مال خرچ کیا جائے اللہ تعالے ارشاد فرماتے ہیں :۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۔ (التوبہ ۱۱۱)	اللہ تعالے نے خرید لی مسلمانوں سے انکی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے۔

اور حدیث پاک ہے کہ :۔

من انفق نفقة فی سبیل اللہ کتبت له بسبع مائة ضعف (ترمذی)	جو شخص اللہ کے راستہ میں کوئی چیز خرچ کرتا ہے تو اس کو سات سو گنا ثواب ملتا ہے۔

تبلیغی جہاد :۔

جس کا طریقہ یہ ہے کہ زبان سے اسلام کی تبلیغ کی جائے اور کافروں منافقوں اور ملحدوں پر حجت و دلیل قائم کی جائے کہ دین اسلام حق ہے۔

ارشاد باری تعالے ہے :۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ	اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں

بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (التوبہ 4) — ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ نیک بات سکھاتے ہیں اور بری بات سے منع کرتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :۔

نَضَّرَ اللّٰهُ اِمْرَءًا سَمِعَ مِنِّيْ شَيْئًا فَبَلَّغَهٗ كَمَا سَمِعَهٗ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰى مِنْ سَامِعٍ۔ (ترمذی) — اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جو مجھ سے کوئی بات سنے اور اسے ویسے ہی پہنچائے جیسے اس نے سنی۔ اس لئے کہ بہت سے وہ لوگ جن تک بات پہنچائی جائے، سننے والے سے زیادہ حفاظت کرنیوالے ہوتے ہیں۔

تعلیمی جہاد :۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ اسلامی معاشروں کو علمی و فکری اعتبار سے تیار کرنے کی پوری کوشش کی جائے اور دنیا اور زندگی اور انسان سے متعلق اسلام کا صحیح تصور پیش کیا جائے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ (التوبۃ ۱۲۲) — اور مسلمان ایسے تو نہیں کہ سارے کوچ کریں سو کیوں نہ نکلا ان کے ہر فرقہ میں سے ایک حصہ، تاکہ سمجھ پیدا کریں دین میں، اور تاکہ اپنی قوم کو خبر پہنچائیں جب لوٹ کر آئیں ان کی طرف۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :۔

تَنَاصَحُوْا فِي الْعِلْمِ فَاِنَّ — علم کے بارے میں خیر خواہی و نصیحت کرتے رہو

خِيَانَةَ اَحَدِكُمْ فِيْ عِلْمِهٖ اَشَدُّ مِنْ خِيَانَتِهٖ فِيْ مَالِهٖ وَاَنَّ اللهَ مُسَائِلُكُمْ۔

(طبرانی)

اس لئے کہ تم میں سے کسی شخص کا اپنے علم میں خیانت کرنا مال میں خیانت کرنے سے زیادہ سخت ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے سوال کرے گا۔

سیاسی جہاد :۔

اس طرح کہ اسلام کے بنیادی اصولوں کی اساس اور عمومی قواعد کے مطابق اسلامی حکومت قائم کرنے کی پوری کوشش کی جائے تاکہ نظامِ حکومت میں حاکمیت صرف اور صرف اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی ہو۔

جنگی جہاد :۔

وہ اس طرح کہ ہر انسان ایسے سرکش کے سامنے اپنی پوری جد وجہد صرف کرے جو اللہ جل شانہٗ کے کسی حکم و پیغام کو زمین میں پھیلانے کے درمیان دشوار گزار گھاٹی بن کر کھڑا ہو جائے۔ خواہ اس قسم کے طاغوت و سرکش دارالاسلام میں ہوں، یا دارالکفر و دارالحرب میں۔

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ

(الانفال ۳۹)

ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فساد ختم ہو جائے اور سب حکم اللہ کا نافذ ہو جائے۔

چنانچہ حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر جبکہ مسلمانوں کا اہلِ فارس سے مقابلہ تھا، فارس کے قائد رستم سے کہا، اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس لئے بھیجا ہے تاکہ ہم لوگوں کو بندوں کی عبادت سے ہٹا کر اللہ کی عبادت کی طرف اور دنیا کی تنگی سے فراخی کی طرف اور مذاہب و ادیان کے ظلم سے اسلام کے عدل و انصاف کی طرف

نکالیں۔

۳۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بچوں کی بہادری کے کارنامے بچوں کے سامنے بیان کرتے رہنا، تاکہ وہ ان کی اقتدا کریں اور ان کے طریقے پر چلیں۔ اور لیجئے ان میں سے بعض آپ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں :۔

الف : جب مسلمان جنگ اُحد کے لئے نکلے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے جسے چھوٹا سمجھا اسے واپس کر دیا۔ جن حضرات کو واپس کیا گیا ان میں حضرت رافع بن خدیج و حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہما بھی تھے پھر آپ نے حضرت رافع کو اس لئے اجازت دے دی کہ ان کے بارے میں آپ کو یہ بتایا گیا کہ یہ اچھے تیر انداز ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت سمرۃ رونے لگے اور اپنے سوتیلے باپ سے کہا کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے حضرت رافع کو تو اجازت دیدی ہے اور مجھے واپس کر دیا ہے۔ حالانکہ میں تو ان کو پچھاڑ دیتا ہوں۔ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے ان دونوں کو کشتی کرنے کا حکم دیا اور حضرت سمرۃ رضؓ غالب آ گئے تو آپ نے ان کو بھی اجازت دے دی۔

ب : جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کرنا چاہی تو دونوں حضرات غار ثور میں تین دن تک مقیم رہے اور حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادیوں حضرت عائشہؓ و حضرت اسماءؓ نے دونوں حضرات کے لئے زاد راہ تیار کیا اور حضرت اسمائؓ نے اپنے ازار بند کے دو ٹکڑے کر کے ایک سے کھانے کے تھیلے کے منہ کو باندھ دیا۔ اسی لئے ان کا نام "ذات النطاقین" (یعنی دو ازار بند والی) پڑ گیا۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ مکہ کی خبریں ان دونوں حضرات

تک پہنچاتے تھے۔ چنانچہ وہ قریش کے جس منصوبے یا خطرناک پروگرام کو سنتے وہ یاد رکھ کر رات کو ان دونوں حضرات کو بتلادیا کرتے تھے۔ اور یہ رات کو ان حضرات کے ساتھ رہتے بھی تھے اور سحر کے وقت یہاں سے واپس ہوجاتے تھے اور صبح مکہ کے قریش کے ساتھ کرتے اور یہ ظاہر کرتے گویا کہ انھوں نے رات مکہ ہی میں گزاری ہے۔ اور یہ بات یاد رہے کہ حضرت عائشہؓ و حضرت عبداللہؓ اس وقت نابالغ تھے۔

ج: کتب تاریخ میں مذکور ہے کہ ایک مومن لڑکا اپنے والد سے یہ درخواست کرتا تھا کہ وہ اسے اطراف عالم میں جانے اور دوڑ دھوپ کرنے کی اجازت دے دیں، تاکہ وہ عزت و کرامت کی چوٹی پر پہنچ جائے ؎

اقذف السرج على المهر وقرطه اللجاما

زین گھوڑے پر کس دیجئے اور اس کو لگام لگا دیجئے

ثم صب الدرع في رأسي وناولني الحساما

پھر میرے سر پہ زرہ ڈال دیجئے اور مجھے تلوار دے دیجئے

فمتى اطلب إن لم أطلب الرزق غلاما

اگر میں نے آج نوعمری میں روزی کمانے کی کوشش نہ کی تو پھر میں کب کوشش کروں گا

سأجوب الأرض أبغيه حلالا لا حراما

میں زمین کو قطع کروں گا رزق حلال کی تلاش میں، نہ کہ حرام کے لئے

فلعل الظعن ينفي الفقر أو يدني الحماما

ممکن ہے سفر کرنا فقر و فاقہ کو دور کردے یا پھر موت کو قریب کردے

۴۔ بچے کو سورۂ انفال، سورۂ توبہ، سورۂ احزاب یاد کرانا۔ اور اس کے علاوہ

جہاد کے متعلق قرآن کریم کی دوسری آیات اور ان کا شان نزول بیان کرنا۔

۵۔ بچے میں قضاو قدر کے عقیدہ کو راسخ کرنا۔ تاکہ اس کو جو مصیبت پہنچے وہ یہ یقین کامل رکھے کہ اس سے دور نہیں ہو سکتی تھی۔ اور جو چیز اسے نہ ملی وہ اسے مل نہیں سکتی تھی۔

اے مربیان کرام! بچے میں جہاد کی روح راسخ کرنے کے اہم نکات و مراحل یہ تھے۔ اس لئے آپ ان کو اختیار کریں اور اپنے بچوں کو ان کی تلقین کریں۔ تاکہ جب وہ جوانی کی عمر کو پہنچیں اور جہاد کے لئے پکارنے والا پکارے تو وہ عزت و کرامت کے میدان میں بہادری و بے باکی کے ساتھ مجاہد بن کر نکلیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں۔ اس لئے کہ اللہ ہی عزت و ذلت دینے والے اور نفع و ضرر پہنچانے والے اور گرانے اور اٹھانے والے ہیں۔ اور اللہ ہی جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور وہ غالب اور رحم کرنے والا ہے۔

وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ بِنَصْرِ اللّٰهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

خاتمہ

اس کتاب "تربیت الاولاد فی الاسلام" کے ہزاروں صفحات میں اس سے قبل جو ہم نے تفصیلی بحث کی ہے اس سے بلاشک وشبہہ آپ کے سامنے یہ بات نہایت واضح طور پر آگئی ہوگی کہ دین اسلام کا بچے کے ایمانی واخلاقی تیاری اور نفسیاتی وعقلی تعمیر وجسمانی ومعاشرتی تربیت کے سلسلہ میں اپنا کامل ومکمل نظام اور ممتاز اور منفرد اسلوب ہے۔ تاکہ بچہ مستقبل میں ایک متوازن قسم کا صحیح نیک، صالح انسان بنے اور عظیم عقیدہ، اخلاق اور پیغام کا مالک ہو۔ اور اپنی ذمہ داریوں کو سنبھالے۔ آخر کار اصل مقصد یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کی کامیابی اور دوزخ سے نجات کو حاصل کر سکے۔

علماء اخلاق اور تربیت وتعلیم کے افراد کا اس پر تقریباً اجماع واتفاق ہے کہ مربی خواہ استاد ومعلم ہو، یا ماں باپ ہوں، یا پیر ومرشد ہو جب ربانی نظام کو نافذ کرنے کا پورا اہتمام کرے گا، تو یہ یقینی بات ہے کہ بچہ ایمان وتقویٰ میں نشو ونما پائے گا۔ اور فضیلت واخلاق میں تدریجاً آگے بڑھتا رہے گا۔

بعض مربی ووالدین اپنے بچوں کے انحراف یا ان کی سرکشی ونافرمانی کی جو شکایت کرتے ہیں تو اس کا اصل سبب خود ہی ہیں۔ آپ خود بتلایئے کہ بچے کی حالت ایسی صورت میں کب درست ہو سکتی ہے جب کہ باپ اس کو بُرے اور گندے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھنے کی اجازت دیتا ہو؟ اور بچے کا ایمان کس طرح سالم رہ سکتا ہے جب کہ باپ بچے کو کسی ملحد تنظیم یا لادینی جماعتوں کے ساتھ وابستہ دیکھ کر تسامح کر لیتا ہو؟ اور بچہ آخر کیسے صحیح ہو سکتا ہے

جبکہ مربی نے اسلام کے تربیتی اور شخصیت ساز نظام پر عمل نہ کیا ہو؟

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس وقت کتنی اچھی بات کہی جب کہ انھیں معلوم ہوا کہ ایک باپ نے اپنے بچے کا حق پورا نہیں کیا۔ یعنی ماں کا صحیح انتخاب نہیں کیا، نہ اچھا نام رکھا، نہ اسے قرآن کریم کی تعلیم دی، کہ تم اپنے بیٹے کی شکایت لائے ہو، جبکہ تم نے خود اس کا حق نہیں ادا کیا ہے؟ اور تم نے اس کے ساتھ اس وقت بُرا سلوک کیا جب کہ اس نے تمھارے ساتھ بُرا سلوک نہیں کیا تھا۔

لہذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باپ ہی کو بچے کے انحراف و نافرمانی کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ اس لئے کہ اس نے اپنے بچے کی صحیح تربیت نہیں کی۔

اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ خود اپنے باپ کی نافرمانی کے سبب اس کا بچہ اس کی نافرمانی کرتا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

اَلْبِرُّ لَا یَبْلٰی وَالذَّنْبُ لَا یُنْسٰی وَالدَّیَّانُ لَا یَمُوْتُ فَکُنْ کَمَا شِئْتَ کَمَا تَدِیْنُ تُدَانُ۔ (ابو نعیم، دیلمی وابن عدی)	نیکی پرانی نہیں ہوتی۔ اور گناہ بھلایا نہیں جاتا۔ اور بدلہ لینے والی ذات مرے گی نہیں لہذا تم جیسے چاہو بن جاؤ۔ تم جیسا کرو گے تمھارے ساتھ بھی ویسا ہی کیا جائیگا۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

بِرُّوْا اٰبَاءَکُمْ تَبَرُّکُمْ اَبْنَاءُکُمْ وَعِفُّوْا تَعِفَّ نِسَاءُکُمْ۔	تم اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو تمھاری اولاد تمھارے ساتھ حسن سلوک کریگی۔ اور تم پاک دامن رہو تو تمھاری

عورتیں بھی پاکدامن رہیں گی۔ (طبرانی وحاکم)

ہاں کبھی اس قاعدہ کے خلاف بھی ہو جاتا ہے یعنی مربی تربیت کے تمام اسلامی طریقے اختیار کرتا ہے پھر بھی اولاد بگڑ جاتی ہے جیسا کہ حق تعالےٰ نے حضرت نوحؑ کے بیٹے کے بارے میں بتلایا ہے کہ اس نے ہدایت اور نبوی تربیت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کافروں کے ساتھ ہو گیا۔ تو اللہ نے ان کے ساتھ اُسے بھی غرق کر دیا۔

تو ایسی صورت میں مربی اللہ کے دربار میں معذور سمجھا جائے گا اس لئے کہ اس نے اپنی تمام ذمہ داری پوری کر دی اور اپنے مفوضہ واجبات و فرائض کو پورا کر دیا۔

اب آخر میں یہ عرض ہے کہ اے مربی حضرات! آپ اللہ سے یہ عہد کیجئے کہ آپ بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں اس اسلامی طریقے اور نظام پر عمل پیرا ہوں گے۔

اور ہمت سے کام لیجئے! اگر آپ نے ایسا کر لیا تو آپ دیکھیں گے کہ آپ کی اولاد اصلاح کے سورج اور ہدایت کے چاند اور روئے زمین پر چلنے والے فرشتے ہوں گے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ قوم اسلامی عقیدہ وعمل کو لازم پکڑ لے تو وہ پہلے زمانہ کے لوگوں کی طرح عزت وبزرگی کی راہ پر گامزن ہو گی اور عالم میں ایک ایسی مضبوط حکومت قائم کرے گی جو عزت وعظمت میں دوسری بڑی حکومتوں کا مقابلہ کرے گی بلکہ دوسری قومیں اس کی ہیبت اور عظمت کی وجہ سے اس کے سامنے گردن جھکا دیں گی وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

اے مربی حضرات! بات یہ ہے کہ اس امت کے اخیر دور کے لوگ بھی اُس چیز سے ٹھیک ہو سکتے ہیں جس سے اِس امت کے پہلے لوگ ٹھیک ہوئے تھے۔

چنانچہ اگر پہلے کے حضرات اسلامی نظام کو قائم کرکے اور اس کی عملی تطبیق سے کامیاب ہوئے تھے تو اسی طرح اس امت کے اخیر کے لوگ اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک اسلامی نظام کو نافذ نہ کریں۔ یہی ان کے لئے سیادت و قیادت اور فتح و نصرت کا راستہ ہے۔ اللہ رحم فرمائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر کہ وہ یہ فرماتے ہیں: "ہم ایک ایسی قوم ہیں کہ جسے اللہ نے اسلام کے ذریعہ عزت بخشی ہے ہم جب بھی اس کو چھوڑ کر عزت چاہیں گے تو اللہ ہمیں ذلیل ہی کرے گا۔ (مستدرک حاکم)

اور بالکل سچ فرمایا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے :-

وَلَمْ تَحْكُمْ أُمَرَاؤُهُمْ بِغَيْرِ مَا	اور فیصلہ نہیں کیا ان کے امراء نے اللہ کے
أَنْزَلَ اللّٰهُ إِلَّا سَلَّطَ عَلَيْهِمْ	نازل کردہ (قرآن وسنت) کو چھوڑ کر مگر یہ کہ
عَدُوَّهُمْ فَاسْتَنْقَذُوا بَعْضَ	اللہ نے ان پر ان کے دشمنوں کو مسلط فرما
مَا فِي أَيْدِيهِمْ۔ وَمَا	دیا اور انھوں نے ان کے پاس جو کچھ تھا وہ
عَطَّلُوا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ	چھین لیا۔ اور نہیں معطل کیا لوگوں نے
نَبِيِّهِ إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ بَأْسَهُمْ	اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت کو
بَيْنَهُمْ۔ (بیہقی و حاکم)	مگر یہ کہ اللہ نے ان کو آپس میں لڑا دیا۔

اب آگے اسلامی نظام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مؤلف یوں رقمطراز ہیں :-

وَمِنْ مُنْطَلَقَاتِ الْوُصُولِ	اور سیادت و قیادت تک پہنچنے کا
إِلَى السِّيَادَةِ وَالنَّصْرِ الْبَدْءُ	ذریعہ یہ ہے کہ ہم اپنی اصلاح سے ابتدا
بِإِصْلَاحِ نُفُوسِنَا ثُمَّ الْقِيَامُ	کریں، پھر اپنے خاندان کی اصلاح کریں
بِإِصْلَاحِ أُسَرِنَا۔ وَلَا يَتَأَتَّى	اور خاندان کے افراد کی اصلاح اس وقت
هٰذَا الْإِصْلَاحُ لِأَعْضَاءِ الْأُسْرَةِ	تک نہیں ہو سکتی جب تک ہم اپنے بچوں
إِلَّا أَنْ نَأْخُذَ بِنَهْجِ الْإِسْلَامِ	اور بچیوں کی تربیت کے لئے اسلامی نظام

فِیْ تَرْبِیَةِ اَبْنَائِنَا وَبَنَاتِنَا، لِاَنَّ اِصْلَاحَ الْفَرْدِ هُوَ الْمُنْطَلَقُ الطَّبِیْعِیُّ لِاِصْلَاحِ الْاُسْرَةِ، ثُمَّ بِالتَّالِیْ یَاْتِیْ اِصْلَاحُ الْمُجْتَمَعِ، ثُمَّ تَتَكَوَّنُ فِی الْمُجْتَمَعَاتِ الْاِسْلَامِیَّةِ الْقَاعِدَةُ الصُّلْبَةُ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ الْمُخْلِصِیْنَ الْمُجَاهِدِیْنَ الَّذِیْنَ عَلٰی اَیْدِیْهِمْ تَقُوْمُ دَوْلَةُ الْاِسْلَامِ وَبِعَزَائِمِهِمُ الْقَوِیَّةِ تَتَحَقَّقُ عِزَّةُ الْمُسْلِمِیْنَ۔

وطریقے کو نہ اپنائیں۔ اس لئے کہ فرد کی اصلاح خاندان کی اصلاح کا ایک قدرتی وطبعی ذریعہ ہے۔ پھر اس کا اثر یہ ہوگا کہ معاشرہ کی اصلاح ہوجائے گی اور پھر اسلامی معاشروں میں مسلمان مخلصین ومجاہدین کی ایک مضبوط جماعت تیار ہوجائے گی جن کے ذریعہ اسلامی حکومت قائم ہوگی اور ان کے مضبوط عزائم سے مسلمانوں کو عزت وشوکت نصیب ہوگی۔

• فَیَا اَیُّهَا الْاٰبَاءُ وَیَا اَیَّتُهَا الْاُمَّهَاتُ وَیَا اَیُّهَا الْمُرَبُّوْنَ هٰذَا هُوَ مَنْهَجُ الْاِسْلَامِ فِیْ تَرْبِیَةِ اَوْلَادِكُمْ وَهٰذَا هُوَ الطَّرِیْقُ الْاَقْوَمُ فِیْ اِصْلَاحِهِمْ وَهِدَایَتِهِمْ، فَانْهَضُوْا بِمَسْؤُلِیَّاتِكُمْ وَقُوْمُوْا بِوَاجِبَاتِكُمْ لِتَتَحَقَّقَ فِی الْمُجْتَمَعَاتِ الْاِسْلَامِیَّةِ اِصْلَاحُ اَوْلَادِكُمْ وَاُسَرِكُمْ وَتَتَكَوَّنَ فِی الشُّعُوْبِ الْمُحَمَّدِیَّةِ كَتَائِبُ الْجِهَادِ وَالنَّصْرِ حَتّٰی تَقُوْمَ بِدَوْرِهَا

پس اے باپو! اور اے ماؤ! اور اے تربیت کرنے والو! یہ ہے بچوں کی تربیت کا اسلامی نظام، اور ان کی اصلاح اور ہدایت کا صحیح راستہ۔ لہٰذا آپ اپنی ذمہ داریوں کو پوری کیجئے اور اپنے فرائض کو ادا کیجئے تاکہ مسلم معاشرے میں آپ کی اولاد اور خاندان کی اصلاح متحقق ہوسکے۔ اور امت محمدیہ میں جہاد وفتح کے لشکر تیار ہوں اور وہ پورے عالم کو گمراہی جاہلیت اور مادیت سے بچانے اور حق کے نور اور اسلام کے پیغام

فِيْ هِدَايَةِ الْعَالَمِ مِنَ الضَّلَالِ وَالْجَاهِلِيَّةِ وَالْمَادِيَّةِ إِلَى نُوْرِ الْحَقِّ وَرِسَالَةِ الْإِسْلَامِ

کی جانب ہدایت دینے میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَسَتُرَدُّوْنَ إِلٰى عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

اور آپ کہہ دیجئے کہ عمل کیے جاؤ۔ پھر آگے اللہ دیکھ لے گا تمھارے کام کو اور اس کا رسول اور مسلمان۔ اور تم جلد لوٹا دیے جاؤ گے اس کے پاس جو تمام چھپی اور کھلی چیزوں سے واقف ہے۔ پھر وہ جتادے گا تم کو جو کچھ تم کرتے تھے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ۔

الحمد للہ علی احسانہ کہ اس مفید کتاب کی تلخیص سے بتاریخ ۲۳ر جمادی الاخری ۱۴۱۲ھ مطابق ۳۱ر دسمبر ۱۹۹۱ء فارغ ہوا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور امت کی اصلاح کا ذریعہ بنائے

آمین!

محمد قمر الزماں سلطان عفا اللہ عنہما
مکتبہ دار المعارف الہ آباد
۴۰۶ بخشی بازار الہ آباد الہند